

احکام و مسائل

خطبات جمعہ، نکاح و عیدین

تالیف

محققِ دُوران، جانشینِ امیرِ شریعت حضرت مولانا

سید ابوالوہاب محمد عابدی قادری

ناشر

مکتبہ اویسیہ پبلیکیشنز

232- کوٹ تعلق شاہ ملتان - فون - 572044

میاں ابو ذر بخاریؓ

آپ اس وقت پاک و ہند میں "علم اسلام" کے امام ہیں۔
(حکیم اسلام قاری محمد شفیع صاحب مہتمم دارالعلوم دہلی)

مولانا سید ابو ذر بخاریؓ کی سوچ، انداز، فکر اور خطابت میں اپنے والد ماجد کی بڑی دلکش جھلک موجود تھی۔ بلا کے ذہین، حاضر جواب اور وسیع المطالعہ تھے۔ خطابت میں فصاحت و بلاغت انہوں نے اپنے والد سے میراث میں پائی تھی اور انداز زندگی بھی اپنے والد کی طرح درویشانہ تھا۔ انہوں نے حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کے علوم سے استفادہ کیا تھا اور حضرت شاہ عبد القادر رائے پوریؒ سے مجازیت تھی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی ناموس کا تحفظ اور ان اساطین کنت کے خلاف دریدہ دہنی کرنے والوں کی تردید ان کی زندگی کا خاص مشن تھا اور اپنی جدوجہد میں انہوں نے بہت سی صعوبتیں جھیلیں، قید و بند کے مراحل سے بھی گزرے لیکن کوئی انہیں اپنے موقف سے متزلزل نہ کر سکا۔

بہن مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ
بہن مہتمم دارالعلوم کراچی



گرامی قدر حضرت مفتی محمد زورکی صاحب مدظلہ

کی خدمت میں

خلوص کے ساتھ

دارالعلوم اسلامیہ
مدینہ

۱۲ جمادی الاول ۱۴۲۵ھ

۱ جولائی ۲۰۰۴ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اشاعت -- بار اول (۲۹ شوال المکرم ۱۴۲۱ھ) (۲۵ جنوری ۲۰۰۱ء)

نام کتاب ————— احکام و مسائل (خطبات جمعہ وعیدین) طبع اول

مولف ————— مولانا سید ابو معاویہ ابو ذر بخاریؓ

مترجم ————— ابن ابو ذر سید محمد معاویہ بخاری

کمپیوٹر کمپوزنگ ————— سید محمد شراحیل بخاری۔ سید محمد وردان بخاری

طابع ————— خالد محمود بیٹ۔۔۔ شراحیل کمپیوٹر گرافکس ملتان

ناشر ————— انسرت پریس۔ ۹ سرکلر روڈ لاہور۔ فون: 7233910

تعداد ————— معاویہ پبلیکیشنز 232 کوٹ تعلق شاہ ملتان

صفحات ————— گیارہ سو (۱۱۰۰)

قیمت ————— ۵۲۶ صفحات

————— ۲۵۰/- روپے

ملنے کے پتے

- * معاویہ پبلیکیشنز ۲۳۲ کوٹ تعلق شاہ ملتان
- * بخاری اکیڈمی، دار بنی حاشم مہربان کالونی ملتان
- * ادارہ تالیفات اشرفیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان
- * مکتبہ احرار، ۶۹-سی، حسین شہریت وحدت روڈ، نیو مسلم ٹاؤن لاہور
- * درالکتاب، عزیز مارکیٹ، اردو بازار لاہور
- * مکتبہ ختم نبوت، جامع مسجد بلاک ۱۲ چیمپا وطنی ضلع ساہیوال
- * مکتبہ ختم نبوت، مسجد احرار، چناب نگر، ضلع جھنگ
- * مکتبہ رشیدیہ اردو بازار راولپنڈی

ترتیب

نمبر شمار عناوین صفحہ نمبر

۱	تجدیدِ نعمت	۱۷
۲	یوم جمعہ اور قیام جمعہ کی تاریخ	۲۸
۳	قبل از ہجرت مدینہ میں نماز جمعہ کا الہامی اجراء	۳۳
۴	حضر اور سفر کی نمازوں کی ابتدائی اور آخری مقدار	۳۵
۵	نماز جمعہ کا نام رکھنے کی تجویز اور اس کی تصدیق	۳۶
۶	ہجرت از مکہ اور ورود مدینہ	۴۰
۷	اختلاف روایات اور توجیہ و تطبیق	۴۵
۸	جلوس نبوی میں نعرہ تکبیر کی ابتداء	۴۹
۹	تکبیر	۵۱
۱۰	احکام و مسائل جمعہ	۵۷
۱۱	قرضیت جمعہ	۵۹
۱۲	قرضیت جمعہ کے شرائط	۶۲
۱۳	وجوب جمعہ کے شرائط	۶۷
۱۴	خطبہ جمعہ (خطبہ اولیٰ)	۷۱
۱۵	دوران خطبات کے متعلق ایک ضروری تنبیہ	۷۴
۱۶	خطبہ الثانیہ	۷۷
۱۷	خطبہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی غزوہ تبوک	۸۶
۱۸	خطبہ الجمعۃ المشورہ (شاہ محمد اسماعیل شہید)	۸۸

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
۱۹	خطبہ الثانیہ لشہید رحمۃ اللہ علیہ	۹۰
۲۰	فضائل و احکام رمضان المبارک	۹۳
۲۱	رمضان المبارک کا نزول اجلال	۹۳
۲۲	روزہ کا مقصد	۹۴
۲۳	رمضان المبارک کی فضیلت اور روزوں کا اجر و ثواب	۹۴
۲۴	روزے کی حکمت اور اس کے فوائد	۹۸
۲۵	روزہ کی نیت	۱۰۰
۲۶	وہ چیزیں جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے	۱۰۰
۲۷	تنبیہ	۱۰۱
۲۸	وہ چیزیں جن سے روزہ ٹوٹتا نہیں مگر مکروہ ہو جاتا ہے	۱۰۲
۲۹	وہ چیزیں جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور مکروہ بھی نہیں ہوتا	۱۰۲
۳۰	وہ عذر جن سے رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہوتی ہے	۱۰۳
۳۱	روزہ کی قضاء	۱۰۴
۳۲	سحری	۱۰۴
۳۳	افطاری	۱۰۵
۳۴	تراویح	۱۰۵
۳۵	بیس تراویح کی اہمیت	۱۰۶
۳۶	اعتکاف	۱۰۹
۳۷	شب قدر	۱۱۰
۳۸	شب قدر کی دعا	۱۱۱
۳۹	رمضان میں سخاوت	۱۱۲

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
۴۰	تقدیم	۱۱۳
۴۱	احکام عید الفطر (تمہید)	۱۱۸
۴۲	تحفہ عبودیت	۱۱۹
۴۳	صدقۃ الفطر کے وجوب و اداء کی تفصیل	۱۲۰
۴۴	زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کے نصاب کی تفصیل	۱۲۱
۴۵	مشترک اور مخلوط نصاب بنانے کا مسئلہ	۱۲۵
۴۶	امام اعظمؒ کے نزدیک چاندی اور سونے کو ملا کر ایک نصاب بنانے کا فقہی مضمون و ضابطہ	۱۲۵
۴۷	نصاب سے کم چاندی میں نصاب سے کم سونا ملانے کی مثال	۱۲۷
۴۸	نصاب سے کم سونے میں نصاب سے کم چاندی ملانے کی مثال	۱۲۸
۴۹	امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کے نزدیک نصاب سے کم چاندی اور سونے کو ایک دوسرے میں ملانے کا فقہی مضمون و ضابطہ	۱۳۱
۵۰	چاندی سونے کی کمی کے متعلق حضرت امام اعظمؒ اور صاحبین کے مختلف مسلک کے نتیجے میں زکوٰۃ کی مقدار میں اختلاف	۱۳۳
۵۱	پہلی مثال --- دوسری مثال	۱۳۴
۵۲	صاحب نصاب مقروض کا حکم	۱۳۶
۵۳	نماز فجر سے پہلے مرنے، نماز کے بعد پیدا ہونے یا اسلام لانے والے کا حکم	۱۳۷
۵۴	صدقۃ الفطر کن اشخاص کو دیا جاسکتا ہے؟	۱۳۷
۵۵	مال دار غیر بالغ بچے کے مال سے متولی کی حیثیت میں صدقہ ادا کرنا ضروری ہے	۱۳۹

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
۵۶	بر صاحب نصاب پر صدقہ ادا کرنا واجب ہے	۱۳۹
۵۷	صدقۃ الفطر کی مقدار اودھا ٹوپا گندم یا جو اور کھجور کا ایک صاع ہے	۱۴۰
۵۸	صدقات واجبہ کے مصارف	۱۴۱
۵۹	رشتہ داروں میں آباؤ اجداد اور اولاد و اخفاء اور میاں بیوی ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے	۱۴۳
۶۰	سادات قریش کی پانچ شاخوں کو صدقہ دینا جائز نہیں	۱۴۴
۶۱	جہاں تملیک نہ کی جاسکے وہاں صدقات خرچ کرنا جائز نہیں	۱۴۶
۶۲	عید سے ایک دو روز پہلے بھی صدقۃ الفطر ادا کرنا جائز ہے	۱۴۷
۶۳	صدقۃ الفطر نماز عید پر جانے سے پہلے ادا کرنا مستحب ہے	۱۴۸
۶۴	اداء صدقۃ الفطر کے وقت کی تعیین کا قانونی مضموم اور نماز عید الفطر سے پہلے ادا کرنے کی شرعی حکمت	۱۴۹
۶۵	نماز عید کے بعد صدقہ ادا کرنے پر اس کے ثواب کی حیثیت کچھ تبدیل ہو جائے گی	۱۵۲
۶۶	صدقۃ الفطر اگر عید سے پہلے یا بعد ادا نہیں کیا تب بھی معاف نہیں ہوگا	۱۵۳
۶۷	عید کے چاند کے لئے گواہی کا نصاب اور شرط	۱۵۵
۶۸	فاسق کی گواہی معتبر نہیں ہوگی	۱۵۸
۶۹	نماز عید کا وقت	۱۶۱
۷۰	عذر موجود ہو تو نماز عید گاہ کی جگہ مسجد میں پڑھنا ثابت ہے	۱۶۲
۷۱	نماز عید الفطر کے لئے عید گاہ جانے سے پہلے کچھ کھانا مستحب ہے	۱۶۳
۷۲	کھجور یا چھوٹے کے طاق دانے یا کوئی میٹھی چیز کھانا مسنون و مستحب ہے	۱۶۴

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
۷۳	نماز عید، عید گاہ میں ادا کرنا مسنون ہے۔	۱۶۴
۷۴	نماز عیدین سے پہلے گھر، مسجد یا عید گاہ میں کوئی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔	۱۶۵
۷۵	عید گاہ کی طرف ایک راستے سے جانا اور دوسرے راستے سے واپس آنا سنت ہے	۱۶۶
۷۶	نماز عیدین سے قبل اذان اور تکبیر خلاف سنت اور بدعت ہے	۱۶۷
۷۷	نماز عید سے پہلے وعظ و نصیحت	۱۶۸
۷۸	نماز عید کا طریقہ	۱۶۹
۷۹	نماز عید کے بعد خطبات	۱۷۰
۸۰	خطب عید کے لئے تکبیرات پڑھنا مستحب ہے	۱۷۰
۸۱	نماز سے فارغ ہو کر وعظ کرنا سنت سے ثابت ہے	۱۷۱
۸۲	نماز عیدین کے چند ضروری مسائل	۱۷۳
۸۳	خطبہ عید الفطر	۱۷۷
۸۴	خطبہ الثانیہ	۱۸۲
۸۵	تقدیم	۱۸۷
۸۶	احکام عید الاضحی (تمید)	۱۹۹
۸۷	قربانی تاریخی نقطہ نظر سے	۲۰۶
۸۸	پہلی قربانی	۲۰۷
۸۹	دوسری نظیر	۲۰۹
۹۰	تیسری مثال	۲۱۰
۹۱	قربانی کا ایک عظیم الشان واقعہ سنت ابراہیم علیہ السلام	۲۱۱

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
-----------	--------	-----------

۹۲	دعوت حق	۲۱۱
۹۳	قوم کی دشمنی و آگ میں ڈالنا	۲۱۲
۹۴	عراق سے ہجرت	۲۱۳
۹۵	اولاد کے لئے دعا	۲۱۴
۹۶	اسمعیل علیہ السلام کے پید ہونے کی بشارت	۲۱۴
۹۷	ابراہیم علیہ السلام کا سخت امتحان - حجاز کی طرف دوسری ہجرت کا حکم	۲۱۵
۹۸	شیطان کی چالیں	۲۱۹
۹۹	حضرت اسمعیل علیہ السلام کے خدیہ میں ونہ کی قربانی	۲۲۱
۱۰۰	سنت ابراہیمی کی یادگار	۲۲۴
۱۰۱	چوتھی شہادت	۲۲۴
۱۰۲	پانچواں ثبوت	۲۲۴
۱۰۳	چھٹی نظیر	۲۲۷
۱۰۴	ساتویں مثال	۲۲۸
۱۰۵	آٹھویں شہادت	۲۲۹
۱۰۶	نواں ثبوت	۲۳۰
۱۰۷	دسویں نظیر	۲۳۲
۱۰۸	گیارہویں مثال	۲۳۳
۱۰۹	قصہ نیل مصر	۲۳۷
۱۱۰	قربانی شرعی لفظ نظر سے	۲۴۱
۱۱۱	برامت پر قربانی واجب تھی	۲۴۲

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
-----------	--------	-----------

۱۱۲	نبی علیہ السلام کے لئے قربانی کا حکم اور اعلان	۲۴۳
۱۱۳	قرآن میں وارد لفظ نسک سے قربانی مراد ہے	۲۴۵
۱۱۴	آغاز اسلام سے قربانی کا دائمی حکم	۲۴۶
۱۱۵	فصل کے لفظ میں نماز عید الاضحیٰ اور وانحر کے لفظ میں قربانی واجب ہونے کا حکم دیا گیا ہے	۲۴۶
۱۱۷	ہر سال تمام مسلم گھرانوں پر قربانی واجب ہونے کا عام حکم اور اعلان	۲۵۱
۱۱۸	مدینہ منورہ میں ہمیشہ قربانی ہوتی رہی	۲۵۲
۱۱۹	قربانی رسول ﷺ و صحابہ رضی اللہ عنہم اور پوری امت کا عمل ہے	۲۵۳
۱۲۰	خود صحت بحث	۲۵۴
۱۲۱	"سہمی" میں حجاج کے ذریعہ اور عام قربانی میں فرق	۲۵۵
۱۲۲	دعوت فکر و عمل	۲۵۶
۱۲۳	مسائل عید الاضحیٰ	۲۵۸
۱۲۴	تکبیرات المتشریق	۲۶۰
۱۲۵	عید الاضحیٰ کے دن خالی پیٹ عید گاہ جانا	۲۶۲
۱۲۶	قربانی دینے والے شخص کے لئے ذبح سے پہلے حجامت نہ بنوانا یا ستر ہے	۲۶۴
۱۲۷	نماز عید کے بعد واپس آکر گھر میں نفل پر حنا درست ہے	۲۶۵
۱۲۸	نماز عید کے لئے اذان اور تکبیر قطعاً گاہ نماز اور بدعت ہے	۲۶۷
۱۲۹	عید گاہ میں پہنچ کر سب سے پہلے کام نماز ادا کرنا اور خطبہ سننا ہے	۲۶۸
۱۳۰	نماز عید کا طرہ	۲۷۰

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
۱۳۶	نبی علیہ السلام اور امت کے کسی بھی فرد کو ایصالِ ثواب کے لئے نفل قربانی کرنا مسنون ہے	۳۰۵
۱۳۷	قربانی کس شخص پر واجب ہوتی ہے	۳۰۷
۱۳۸	ایک گھر اور خاندان کے تمام بالغ اور نصاب زکوٰۃ جتنی مالیت کے مالک افراد پر قربانی واجب ہے	۳۱۰
۱۳۹	ایک شخص پر صرف ایک ہی قربانی واجب ہے	۳۱۱
۱۴۰	شیر بالغ بچہ، مہنون اور پاگل پر قربانی واجب نہیں	۳۱۲
۱۴۱	مسافر پر قربانی واجب نہیں	۳۱۲
۱۴۲	گھر اور وطن سے غائب کسی بیرونی ملک میں مقیم شخص کی قربانی	۳۱۳
۱۴۳	مقروض کی قربانی	۳۱۵
۱۴۴	دانت یا غفلت سے قربانی نہ کرنے والا شخص عید گاہ میں جانے کے لائق نہیں	۳۱۶
۱۴۵	قربانی کی بنیادی اقسام اور ان کے ضروری احکام	۳۱۸
۱۴۶	واجب قربانی کی تین اقسام	۳۱۸
۱۴۷	واجب قربانی کی دوسری قسم	۳۱۹
۱۴۸	واجب قربانی کی تیسری قسم	۳۲۰
۱۴۹	مطلق قربانی کی دوسری قسم - ذریعہ تظہیر کا حکم	۳۲۱
۱۵۰	قربانی کی نذر (مست) اور وصیت کے احکام	۳۲۲
۱۵۱	نذر اور مست کی قربانی کا گوشت صدقہ واجب ہوتا ہے	۳۲۲
۱۵۲	درہات اور شہروں میں وقت قربانی کا فرق	۳۲۷
۱۵۳	قربانی کے جانور کون سے ہیں	۳۲۶

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
۱۳۱	عید کی جماعت سے رد جانے والا شخص اکیلا نماز عید نہ پڑھے	۲۷۲
۱۳۲	نماز عید کے بعد دعاء مانگنا مستحب ہے	۲۷۳
۱۳۳	تنبیہ	۲۷۷
۱۳۴	عیدین میں خطبہ کے بعد دعاء خلافت سنت ہے	۲۸۲
۱۳۵	خطبہ کے بعد امام و خطیب کے ساتھ سلام اور مصافحہ و معانقہ اور عید کی مبارک باد پیش کرنا ثابت نہیں	۲۸۳
۱۳۶	امام و خطیب کے لئے عیدین میں نماز کے بعد خطبہ پڑھنا سنت اور نمازی حاضرین کے لئے سننا واجب ہے۔	۲۸۴
۱۳۷	عید کے دن نماز و خطبہ کے بعد وعظ و تہنیر اور بیان و خطاب کرنا اصل اور مسنون ہے	۲۸۷
۱۳۸	اسلام میں عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے سوئی اور کوئی تیسری عید نہیں	۲۹۱
۱۳۹	عشر و ذوالحجہ کے فضائل	۲۹۵
۱۴۰	نماز عید کا وقت کب تک باقی رہتا ہے	۲۹۶
۱۴۱	شرعی بعد از موجود ہو تو نماز عید الاضحیٰ عید گاہ کو چھوڑ کر شہر کی کسی مسجد میں پڑھنا ثابت اور جائز ہے	۲۹۸
۱۴۲	مسائل قربان	۳۰۰
۱۴۳	ایام قربانی میں حکم الہی کے تحت جانوروں کا خون بہانا ہی سب سے بڑی عبادت ہے	۳۰۳
۱۴۴	تکبیرات التشریق کے پانچ دن اور قربانی کے صرف تین دن ہیں	۳۰۳
۱۴۵	ذریعہ قربان کا ایک ایک پال اور رواں باعث خیر اور ذریعہ نجات ہے۔	۳۰۴

نمبر شمار عناوین صفحہ نمبر

۱۶۳	جرن اور نیل گائے کی قربانی جائز نہیں	۳۳۶
۱۶۵	گھوڑا، حلال جانور نہیں	۳۳۹
۱۶۶	اجماع الامت	۳۴۸
۱۶۷	قربانی کے جانوروں کو استہام کے ساتھ پالنا مستحب و مسنون ہے	۳۵۴
۱۶۸	قربانی کے جانوروں کی عمر کیا ہونی چاہیے؟	۳۵۷
۱۶۹	قربانی کا ضرورت سے زیادہ گوشت ذخیرہ کر لینا جائز ہے	۳۶۰
۱۷۰	حاملہ بکری، گائے اور اونٹنی کی قربانی مکروہ ہے	۳۶۳
۱۷۱	بکری، بھیر، دنبہ صرف ایک آدمی کے لئے اور گائے، بھینس، اونٹ کی قربانی میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں	۳۶۴
۱۷۲	قربانی کا جانور کسی دوسرے سے ذبح کرانا جائز ہے	۳۶۹
۱۷۳	جانور ذبح ہوتے وقت خود پاس کھڑے رہنا مستحب ہے	۳۷۱
۱۷۴	عورت کا حلال جانوروں اور اپنی قربانی کو خود ذبح کرنا افضل ہے	۳۷۳
۱۷۵	ذبح سے پہلے چھری تیز کر لینی چاہیے	۳۸۰
۱۷۶	ایک شبہ کا ازالہ اور ضروری تشریح	۳۸۳
۱۷۷	قربانی کی نیت	۳۸۷
۱۷۸	حرم قربانی اور قیمت حرم قربانی کا مصرف	۳۸۹
۱۷۹	صدقات واجبہ کے مصارف	۳۹۰
۱۸۰	سادات قریش و بنی ہاشم کی پانچ شاخوں کو صدقہ اور قیمت حرم قربانی دینا جائز نہیں	۳۹۳
۱۸۱	عید الاضحیٰ کے موقع پر ایک دافہ کے مدینہ آنے کا واقعہ اور قربانی کا گوشت عارضی طور پر نہ کھانے کا حکم	۴۰۳

نمبر شمار عناوین صفحہ نمبر

۱۸۲	حکم ممانعت کے بعد پابندی کے عارضی ہونے کی اطمینان بخش وضاحت	۴۱۱
۱۸۳	ممانعت کے بعد گوشت کھانے کی اجازت کا اعلان	۴۱۵
۱۸۴	ایام عید کے بعد قربانی کا گوشت استعمال کرنے کی دائمی اجازت پر عہد نبوی سے ہی عمل درآمد شروع ہے	۴۲۱
۱۸۵	خطبہ عید الاضحیٰ	۴۲۹
۱۸۶	خطبہ الثانیہ	۴۴۱
۱۸۷	اسلام کا قانون نکاح	۴۴۶
۱۸۸	اللہ تعالیٰ کا معمول	۴۴۸
۱۸۹	نکاح کے معمولات مسنونہ اور ولادت یحییٰ علیہ السلام	۴۵۴
۱۹۰	داتا کون ہے؟	۴۵۶
۱۹۱	داتا کے تین گن	۴۵۷
۱۹۲	حیات عیسیٰ علیہ السلام	۴۶۰
۱۹۳	اسرائیل اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام	۴۶۲
۱۹۴	حضرت عیسیٰ علیہ السلام مزار رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر	۴۶۳
۱۹۵	نکاح حضرت عیسیٰ علیہ السلام	۴۶۵
۱۹۶	سیانیوں کے تین جھوٹ	۴۶۶
۱۹۷	ابو اسحاق تابغی کی روایت	۴۶۷
۱۹۸	نکاح کی اجمیت	۴۷۰
۱۹۹	نکاح حضرت داؤد علیہ السلام	۴۷۱
۲۰۰	نکاح حضرت ابراہیم علیہ السلام	۴۷۲

تَحْدِیثِ نِعْمَتٍ

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ○ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى
سَيِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمَعْصُومِينَ ○ وَعَلَى
آلِهِ وَأَصْحَابِهِ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ أَجْمَعِينَ ○ أَمَّا بَعْدُ

(۱) کرت ذوالجود و اکرم کا احسانِ عظیم ہے کہ اس کے بے پناہ فضل و
رحمت اور اس کی عطا کردہ توفیق و ہمت کی بدولت آج پارلیمان کا ایک حصہ
ادامہ رہا ہے۔ یعنی والد ماجد حضرت مولانا سید ابومعویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ
کے تالیف کردہ مجموعہ ہائے رسائل بصورت مبسوط کتاب، موسوم بہ "احکام و
مسائل" جمع و ترتیب اور طباعت کے مراحل طے کر کے آپ کے ہاتھوں میں
پہنچ چکی ہے۔ فلہ الحمد۔

زیر نظر کتاب "احکام و مسائل" خطبات جمعہ، نکاح و عیدین "در اصل تین
رسائل اور تین اضافی مضامین کا مجموعہ ہے۔ تین مضامین میں سے تاریخ جمعہ
فضائل و احکام رمضان، ماہنامہ الاحرار میں شائع ہو چکے تھے مگر افادہ عام اور

صفحہ نمبر

عناوین

نمبر شمار

۳۷۳

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح

۲۰۱

۳۷۶

حضرت رحمانہ بنت شمعون رضی اللہ عنہا

۲۰۲

۳۷۶

حضرت صفیہ بن حبیبہ ابن اخطب رضی اللہ عنہا

۲۰۳

۳۷۷

حضرت جویریہ بنت ضرار رضی اللہ عنہا

۲۰۴

۳۷۸

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

۲۰۵

۳۷۹

نکاح سنت انبیاء ہے

۲۰۶

۳۸۰

نبی کا ہر فعل شریعت ہے

۲۰۷

۳۸۲

مہر شرعی

۲۰۸

۳۸۳

مہر نبوت

۲۰۹

۳۸۵

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر

۲۱۰

۳۸۶

مہر مش

۲۱۱

۳۸۷

مقتصر فضائل نکاح و احکام مہر

۲۱۲

۳۹۵

خطبہ نکاح

۲۱۳

۵۰۰

فضائل و احکام نماز استسقاء

۲۱۴

۵۰۵

خطبہ الاستسقاء

۲۱۵

۵۱۳

فضائل و احکام عقیقہ

۲۱۶

۵۱۵

دعائے عقیقہ

۲۱۷

۵۱۸

فضائل و احکام قنوت نازلہ

۲۱۸

۵۲۴

دعائے قنوت نازلہ

۲۱۹

مستقل حفاظت کے نقطہ نظر سے شامل کتاب کر دیئے گئے ہیں، اسی طرح تاریخ قانون نکاح حضرت شاہ جی رحمہ اللہ کا ایک مفصل خطاب ہے جسے لفظی تکرار اور موضوع سے غیر متعلقہ گفتگو حذف کر کے کتاب کا حصہ بنا دیا گیا ہے۔ یہ خطاب اپنی نوعیت کے اعتبار سے انتہائی اہمیت کا حامل ہے اور حضرت رحمہ اللہ کے مجموعہٴ تقاریر "طلوع سحر طبع ثانی" میں مکمل طور پر ۱۹۹۱ء میں شائع ہو چکا ہے۔ رسائل میں سے احکام عید الفطر اور احکام عید الاضحیٰ رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ اور ذوالحجہ ۱۳۸۱ھ مطابق فروری ۱۹۶۲ء اور مئی ۱۹۶۲ء میں پہلی بار ۱۹۶۳ء میں دوسری بار اور اگست ۱۹۸۶ء میں تیسری بار شائع ہوئے تھے جب کہ مجموعہٴ خطبات عربی "الخطبات" اکتوبر ۱۹۶۵ء کے بعد شائع نہیں ہو سکے۔ یعنی احکام عید الفطر اور احکام عید الاضحیٰ تقریباً ۱۴ سال بعد اور خطبات ۳۴ سال تین ماہ بعد اب شائع ہو رہے ہیں۔

حضرت شاہ جی رحمہ اللہ کی حیاتِ سعید میں طویل وقفہ تک اشاعتِ کتب نہ ہونے کی بہت سی وجوہ بالتفصیل بیان کی جاسکتی ہیں مگر صرفِ نظر کرتے ہوئے قصہ مختصر یہ کہ حضرت رحمہ اللہ اپنے ذاتی احوال و عوارض، تبلیغی مصروفیات، دیگر مسودات کی تکمیل پر توجہ دیئے جانے اور سب سے بڑھ کر قلتِ وسائل کے باعث تجدیدِ اشاعت کا سلسلہ جاری نہ رکھ سکے۔ دوسری طرف حضرت کے معتقدین و متوسلین کا اصرار تھا کہ وقفہٴ اشاعت کے ساتھ ساتھ بڑھتا ہی رہا۔

(۲) خالوادہ امیر شریعت کی آبرو، میر کاروانِ وفا، متاعِ حیات، جانشین

امیر شریعت، حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ ۲۳ اکتوبر ۱۹۹۵ء بروز پیر، رات دس بج کر چالیس منٹ پر سینکڑوں افراد کی موجودگی میں کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے عالم فنا سے عالم بقا کو رخصت ہو گئے تھے۔ یہ روح فرسا حادثہ کوئی معمولی بات نہ تھی، کہ "مَوْتُ الْعَالَمِ — مَوْتُ الْعَالَمِ" کا مصداق ہے اور ان کی محبت کے اسیروں کے مابین تو یہاں تک سرگوشیاں ہونے لگیں تھیں کہ

اب کون ہے جو بخشے گا روشنی؟

قحطِ الرجال کے اس دور میں تو شاید یہ سوال اپنی جگہ اور بھی اہمیت کا حامل ہو جاتا ہے مگر اللہ رب العزت کا قانون موت تو سب کے لئے ہے اور ہر ذی روح کا فنا کے گھاٹ اترنا ہی مقدر ہے۔

(۳) حضرت شاہ جی کے سانحہٴ وصال نے جہاں ان کے ہزاروں معتقدین کو غم زدہ کیا وہاں بحیثیتِ اولادِ مجددِ عاجز و نابکار کو بھی ایک محسن و مربی، رہبر و رہنما، سرِ پایا محبت و نعمت، شفیق باپ کے سایہٴ رحمت و برکت سے محروم اور دائمی جدائی کے دکھ سے لبریز کر دیا۔ مگر۔۔۔۔۔ غم و اندوہ کی ہولناکیوں کو سہ جانا بھرتا تو ان کے بس میں کہاں؟

حالِ مادرِ ہجر رہبرِ کم تر از یعقوب نیست

اوپسرِ گم کردہ بودو ما پدرِ گم کردہ ایم

محمومی و بے بسی نے خیمہٴ جسم و جاں کی طنابیں اکھیر دیں اور ستم بالائے ستم، کہ میرے سر سے برکت و عافیت کی چھت بیٹھتی ہی قرب و جوار سے اٹھنے

والی بے مہری و بے مروتی کی بادِ سوزم نے لاغر وجود کو زرد پر کر لیا۔ گویا کھدینے میں کوئی حرج نہیں کہ

دیوار کیا گری میرے کچے مکان کی
لوگوں نے میرے صحن میں رستے بنا لیے

متاعِ حیات کے رخصت ہو جانے پر فکرِ مندی اور پریشانی کا ظہور فطری امر اور تقاضا کھلاتا ہے، سو میں بھی پریشان تھا اپنے احوال سے اور فکرِ لاحق تھی ان ذمہ داریوں کے حوالہ سے جن کا بوجھ ناتواں کندھوں پر آن پڑا تھا۔ کبیر کی **مَوْتِ الْأَكْبَرِ** یعنی بڑوں کی موت نے اس منصب پر لا کر بیٹھ دیا جس کا اہل نہ پہلے کبھی تھا اور نہ اب ہوں۔ ذمہ داریوں کا یہ بوجھ اگر کسی کاروبار، زمین و جائیداد، یا پھر دیگر مادی لوازماتِ زندگی سے متعلق ہوتا تو شاید ہو کھلا ہٹ اس قدر نہ ہوتی، مگر یہاں تو معاملہ ہی الٹ تھا کہ۔۔۔۔۔ قابلِ رشک نسبتِ علم و عمل۔ معیارِ تقویٰ اور ضربِ المثل پاکیزگی حیات جیسی نایاب و کم یاب صفاتِ حسنہ کا ورثہ نصیب ہوا اور اپنی کمپرسی کی حالت یہ کہ اس نعمت کو دامن میں سمیٹ لینے کا سلیقہ بھی معلوم نہیں۔

والد ماجد رحمہ اللہ کو دیکھنے، ملنے، سننے اور چاہنے والوں کی نظریں اور سماعتیں جو کچھ میرے چہرے پر دیکھنا اور زبان سے سننا چاہتی تھیں، مجھے اس کا احساس تو ضرور تھا اور ابھی تک ہے مگر جیسا کہ عرض کر چکا ہوں، بے علمی، کم مائیگی و بے چارگی جیسی اپنی کوتاہیاں کب، کہاں اور کیسے چھپاتا جو سدِ راہ بن کر مزاحمتیں اور ہیں۔

(۴) یہ دسمبر ۱۹۹۵ء کا واقعہ ہے کہ حضرت شاہ جی رحمہ اللہ کے دیرینہ رفیق و معتقد، شفیق و محترم حضرت حافظ محمد اکبر اعوان صاحب مدبرِ جامعہ فاروقیہ رحیم یار خاں، اچانک تشریف لے آئے۔ غرض آمد مجھے معلوم نہ تھی مگر انہوں نے آتے ہی انکشاف کیا کہ وہ راقم سے ضروری مشاورت کے لئے تشریف لائے ہیں۔ ضروریات سے فراغت کے بعد انہوں نے مدعا بیان فرمایا۔ حاصل گفتگو یہ تھا کہ شاہ جی رحمہ اللہ کے تحریری مشن کو خواہ وہ ماہنامہ الاحرار کی مسلسل اشاعت کی صورت ہو یا پھر اُن کی تالیفات و تصنیفات کی مکرر اشاعت کی صورت، بہر حال جاری رہنا چاہیے اور بالاصرار فرمایا کہ وہ ہمہ قسم معاونت کے لئے تیار ہیں۔ راقم کے لئے اُس وقت یہ فیصلہ کرنا خاصا دشوار تھا لیکن حضرت حافظ صاحب کی ولی خواہش اور جذبہِ اخلاص و ہمدردی نے بے یقینی کے وابہموں کو شکست دے دی۔ چنانچہ رضا مندی کا اظہار کر دیا۔ اسے حافظ صاحب کے جذبہِ صادق کی قبولیت ہی کہیے کہ راقم کو حتمی فیصلہ کرنے میں زیادہ دن نہیں لگے۔ اور اپنی تمام کمیوں، کوتاہیوں کے باوجود عزمِ مُصمّم کے ساتھ جریدہ ماہنامہ الاحرار کی اشاعت اور اسے بتدریج بہتر بنانے کی نگر و دو عملی طور پر شروع کر دی گئی۔

الحمد للہ! نتائجِ حوصلہ افزا رہے اور الاحرار ظاہری و باطنی ترقی کے مراحل بخوبی طے کرنے لگا۔ مگر اس یک طرفہ توجہ نے دوسرے کئی اہم امور پس پشت ڈال دیئے جن میں حضرت شاہ جی کی تالیفات و تصنیفات کی اشاعت کا معاملہ سب سے ضروری اور اہم تھا۔ حافظ صاحب مدظلہ الاحرار کی ترقی سے تو خوش تھے لیکن

اللہ کی مدد و نصرت نے بات کو تمام لیا۔ چنانچہ رمضان المبارک کے دوران پوری تندہی کے ساتھ کتاب کو حتمی شکل دی اور ماہنامہ الاحرار میں اشاعت کا اعلان بھی کر دیا گیا۔ الحمد للہ نئے عیسوی سال کے آغاز میں ہی تمام مراحل طے ہو گئے اور وہ بوجہ جو گزشتہ پانچ برسوں سے دل و دماغ کو مصحکل کئے ہوئے تھا کسی قدر کھم ہو گیا ہے۔ سب سے زیادہ مشکل الخطبات کے سلسلہ میں درپیش تھی۔ برادر محترم سید محمد کفیل بخاری صاحب جن کی مشاورت و رہنمائی روز اول سے ہر لمحہ معاون رہی اس بات کے خواہشمند تھے کہ عربی خطبات کی پرانی کتابت کو معمولی درستی کے بعد بعینہ شائع کر دیا جائے مگر باوجود کوشش کے ایسا ممکن نہ ہو سکا، پرانی کتابت انتہائی خستہ حالت میں تھی اور اس کی درستی نئی کتابت سے بھی گراں ثابت ہو رہی تھی، لہذا نئی کتابت کرائی گئی اور ممکن حد تک کوشش کر کے اسے اغلاط سے مبرا بھی رکھا گیا ہے۔ اس احتیاط کے باوجود اگر کہیں زبردست پیش یا دیگر لفظی اغلاط نظر آئیں تو نشانہ ہی کا فریضہ انجام دیکر آئندہ کے لئے تدارک کا موقع فراہم کریں۔

راقم کو اپنی تمام کمیوں کو تاحیوں کا اعتراف ہے لہذا اگر کتاب میں حُسن ترتیب کا کوئی پہلو نظر آئے تو محض اللہ کا فضل کرم جانیے اور ہمہ قسم کی کمی کو تباہی مجھ عاجز کے ذمہ ہی ہے۔ جس کے لئے میں اللہ کے حضور بھی عفو و درگزر کا خواستگار ہوں اور آپ سے بھی۔

اس کتاب کی ترتیب و اشاعت اپنی جگہ ایک اعزاز یقیناً ہے لیکن راقم کے نزدیک یہ دینی فریضہ کی تکمیل اور بارِ امانت کی ادائیگی کے درجہ میں بھی ہے۔ فلہذا الحمد۔ کہ آج اس سے سبکدوش ہونے کا پر مسرت موقع نصیب ہو رہا ہے۔

اللہ کریم عاجز کی تھوڑی سی محنت کو قبول و منظور فرمائیں اور قبر و حشر میں وسید مغفرت و ذریعہ نجات بنادیں۔ آمین۔

مؤلف کتاب والد ماجد حضرت سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ وہ جب بھی اپنی کسی تصنیف و تالیف کی اشاعت کا اہتمام فرماتے تو قارئین کتاب کے نام یہ التماس دعاء ضرور تحریر کرتے کہ وہ خود ان کی ذات، ان کے اہل خانہ اور خاندان کے جملہ اراکین کے لئے دعاء حُسنِ خاتمہ و مغفرت سے دریغ نہ کریں۔ بالخصوص ہم دونوں بھائیوں۔ راقم محمد معاویہ اور برادر اصغر عزیزم سید محمد مغیرہ بخاری سلمہ اللہ کے لئے کہ اللہ کریم ہمیں خاندانی وراثت یعنی خدمتِ دین کے لئے قبول فرمائیں۔

چنانچہ سنتِ ابی کے مصداق راقم بھی تمام قارئین سے ملتمس ہے کہ اپنی خصوصی دعاؤں میں حضرت شاہ جی کے قائم کردہ مکتبہ معاویہ و ادارہ الاحرار اور مجھ گنگار کے لئے، میری والدہ محترمہ کی صحت و عافیت اور میرے اہل و عیال بالخصوص میری اولاد، عزیزان سید محمد فراحیل بخاری اور سید محمد وردان بخاری سلمہ اللہ کو یاد رکھیں۔

اللہ غفور الرحیم ان کو درازی عمر، صحت و عافیت عطاء فرمائے اور اپنے جدِ امجد حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نقشِ قدم پر چلنے اور اپنے قابلِ صد رشک دادا جان حضرت مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرح علم و عمل کا سچا وارث و جانشین بنائے۔ آمین یا رب العالمین۔

آخر میں ان تمام مسنین و معاونین کا تہ دل سے مشکور و ممنون ہوں جنہوں نے

دائے درمے سننے، قدم قدم مجھے سنبھالا دیا اور اس بار امانت کو آپ تک پہنچانے کا ذریعہ و وسیلہ بنے۔ جزاکم اللہ خیراً و احسن الجزاء۔ اللہ ان تمام محبت کرنے والوں کے اخلاص نیت و عمل کو قبول و منظور فرمائے۔
 آمین یا رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَسَلَّم
 وَخَاتَمِ النَّبِیَّاءِ وَ الْمَعْصُومِیْنَ، وَعَلٰی اَصْحَابِہِ الْکِرَامِ
 وَاَصْلِ اَہْلِ بَیْتِہِ الْعِظَامِ اَزْوَاجِہِ الْمُطَهَّرَاتِ، وَ بَنَاتِ
 طَہِرَاتِ رِضْوَانِ اللّٰہِ عَلَیْہُمْ وَعَلَیْہِنَّ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ
 یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ۔

راقم السطور، سرِ پاپا عسکری، امیدوارِ مغفرت و شفاعت، غلامِ بارگاہِ غلامانِ رسول
 ازوانِ واصحابِ رسول علیہ السلام

ابن ابوذہر

سید محمد معاویہ بخاری

۲۳۲۔ کوٹ تعلق شاہ ملتان

۱۹ شوال المکرم ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۵ جنوری ۲۰۰۱ء بروز پیر بہ وقت سحر

قبل از اسلام

یومِ جمعہ اور قیامِ جمعہ کی تاریخ



جانشین امیر شریعت حضرت مولانا

سید ابومعاًویہ ابوذہر بخاری

کی ایک علمی و تحقیقی تحریر

رَأَيْتُمْ مِنْ هَالِكٍ رَجَعَ؟ أَوْ مَيِّتٍ نَشَرَ؟ أَلَدَارُ أُمَّا
مَكُّمُ وَالظُّنُّ غَيْرُهَا تَقُولُونَ حَرَمَكُمْ زَيْنُوهُ وَعَظُمُوهُ
وَتَمَسَّكُوا بِهِ فَسَيَأْخُذُ بِهِ نَبَأٌ عَظِيمٌ وَسَيُخْرِجُ
مِنْهُ نَبِيٌّ كَرِيمٌ.

حضور علیہ السلام کے اجداد میں کعب بن لوی کا ذکر ابو نعیم بہ واسطہ محمد بن حسن بن زبالہ۔ محمد بن طلحہ تیزی سے وہ محمد بن ابراہیم بن حارث سے وہ ابو سلمہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ: کعب بن لوی اپنی قوم کو بروز جمعہ اکٹھا کیا کرتے تھے اور قریش نے اس دور میں جمعہ کو "عروہ" کا نام دے رکھا تھا۔ کعب ان کے سامنے خطبہ دیتے تو یوں کہتے: بعد حمد و ثناء جو کچھ کہتا ہوں اسے سنو اور خوب محفوظ کر لو، سمجھو اور جان لو، رات پر سکون ڈھانپنے والی ہے اور دن بے ابر اور روشن ہے۔۔۔۔۔ اور زمین گرہوں والی ہے۔۔۔۔۔ اور آسمان بلند و بالا عمارت ہے۔۔۔۔۔ اور پہاڑ زمین کی میخیں اور کھونٹے ہیں۔۔۔۔۔ اور ستارے رہنما ہیں۔۔۔۔۔ پہلی اقوام بھی انجام میں پچھلوں جیسی تھیں۔۔۔۔۔ ہر نر و مادہ، ہر روح اور پیدا ہونے والی چیز گلنے سڑنے کے لئے ختم ہو رہی ہے۔ اپنی رشتہ بندیوں کو جوڑے رکھو اور اپنے سرالی، دامادی کے تعلقات کی حفاظت کرو، اپنے مال و دولت کو تجارت سے بڑھاتے رہو، کیا تم نے کسی مرنے والے کو دیکھا ہے جو لوٹ آیا ہو؟ یا کسی مردہ کو دیکھا ہے جو دوبارہ زندہ کر دیا گیا ہو؟ آخرت کا گھر تمہارے آگے ہے اور انجام کے متعلق تمہاری گفتگو کے سوئی ہے (یہ کعب) تمہارا حرم ہے اس کو بناؤ

سنو اور اس کی بڑائی کو قائم رکھو اور اسی کے ساتھ پختگی سے وابستہ رہو، عین قریب اس کے متعلق ایک بہت بڑی خبر آنے والی ہے اور اسی حرم سے ایک معزز نبی ظاہر ہونے والا ہے۔ ثُمَّ يَقُولُ پھر کہتے

نَهَارٌ وَلَيْلٌ كُلُّ يَوْمٍ بِحَادِثٍ
سَوَاءٌ عَلَيْنَا لَيْلُهَا وَنَهَارُهَا

ہر صبح و شام کوئی نہ کوئی حادثہ ساتھ لاتے ہیں

(اس لئے) ہمارے لئے ان حوادث کے صبح و شام برابر ہیں

يَوْمُؤُنَا بِالْأَحْدَاثِ حَتَّى تَوُؤُنَا
وَبِالنِّعَمِ الصَّافِي عَلَيْنَا سُورُهَا

دن رات مختلف واقعات اور خدائی انعامات کو بار بار لے کر آتے ہیں یہاں تک کہ لوٹ جاتے ہیں

اور ہمازی زندگی پر ان شب و روز کے لمبے پردے پڑتے جاتے ہیں

عَلَى غَفْلَةٍ يَا نَبِيَّ النَّبِيُّ مُحَمَّدٌ
فِيخْبِرُ أَخْبَاراً صَدُوقٌ خَيْرُهَا

ہماری بے خبری میں "نبی محمد" اچانک آجائیں گے

اور وہ غیبی خبریں سنائیں گے جن کا بتانے والا بہت سچا ہے۔

ثُمَّ يَقُولُ وَاللَّهِ لَوْ كُنْتُ فِيهَا ذَا
سَمْعٍ وَبَصَرٍ وَيَدٍ وَرَجُلٍ
لَتَنَصَّبْتُ فِيهَا تَنْصَبُ أَيَحْمَلُ

وَلَا رَقَلْتُ اِرْقَالَ الْعَجَلِ ثُمَّ يَقُولُ

پھر کہتے تھے "خدا کی قسم اگر اس نبی کے آنے کے وقت میرے کان آگے اور ہاتھ پاؤں باقی رہ سکتے (یعنی میں رہ سکتا) تو میں (اس کی تائید کے لئے) یوں اٹھ کھڑا ہوتا جیسے (سواری اور بار برداری والا) اونٹ کھڑا ہو جاتا ہے اور میں اسے ماننے کے لئے تیز تیز رفتار کے ساتھ چل کر جا پہنچتا ہوں یہ شعر پڑھتے تھے

يَا لَيْتَنِي شَاهِدٌ نَجَوَاءَ دَعْوَتِهِ
حِينَ الْعَشِيرَةُ تَبْغِي الْحَقَّ خِذْلًا نَا

اے کاش میں بھی اس نبی کے اعلان دعوت کے سننے کے وقت حاضر ہوتا

جب کہ میرا قبیلہ (قریش) حق کو بے یار و مددگار چھوڑ دے گا؟

قَالَ: وَكَانَ بَيْنَ مَوْتِ كَعْبِ بْنِ الْوَيْيِّ وَمَبْعَثِ رَسُولِ
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَمْسُ مِائَةِ عَامٍ وَسِتُّونَ
سَنَةً. (البدایة والنہایة ص ۲۲۴. ج ۲. جدید طبع بیروت ۹۶۶ء)

ابو سلمہ کہتے ہیں کہ کعب بن الوئی کی موت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت و رسالت عطا کئے جانے کے درمیان پانچ سو ساٹھ برس کا عرصہ ہے۔

المواہب والروض الافئد میں یہ شعر ان الفاظ کے ساتھ منقول ہے۔

يَا لَيْتَنِي شَاهِدٌ فَحَوَاءَ دَعْوَتِهِ
اِذَا قُرَيْشٌ تَبْغِي الْحَقَّ خِذْلًا نَا

کاش میں اس نبی کے مقصد مدعی کے اعلان اور دعوت حق کے وقت موجود ہوتا

جب کہ قریش حق کو بے یار و مددگار چھوڑ جائیں گے۔

(المواہب للزرقانی، ص ۴۲، ج ۱ "الروض النف" "للسہلی ص ۶ و ص ۲۶۹) ج نمبر ۱ بہ حوالہ "سیرت المصطفیٰ" مولانا محمد ادریس الکاندھلوی ص ۲۰۱۹ ج ۱ طبع لاہور

کعب نے ہی سب سے پہلے "یوم العروبہ" میں لوگوں کو عبادت کے لئے اکٹھا کرنے کا طریقہ جاری کیا تھا۔ تو لوگوں کے مسلسل جمع ہونے کی بناء پر اس کا پہلا اور پرانا نام بدل کر موضوع و مضمون کے مطابق اس کا نیا اور دوسرا نام "یوم الجمعة" لوگوں کو جمع کرنے والا دن۔ بھی انہی نے رکھا۔ جو اسلامی دور میں بھی نقل اور منتجب ہوا۔ حتیٰ کہ جب انصار مدینہ نے اپنی ہفت روزہ اجتماعی عبادت کے لئے قدرتی تحریک پر از خود اسی دن کو مقرر کیا اور کعب کے رکھے ہوئے نام کی تجدید بھی کر لی تو ان کے اس اقدام کو منشاء ربانی قرار دیتے ہوئے وحی الہی نے بھی اس کی مستقل تائید و تصدیق اور تصویب و تحسین کر ڈالی جس پر قرآن کریم اور دفاتر حدیث گواہ ہیں۔

"قبل از ہجرت مدینہ" میں نماز "جمعہ" کا الہامی اجراء:

قبل از اسلام مکہ مکرمہ میں قیام جمعہ کے متعلق مختصر روایاتی قصہ بیان ہوا۔ اب بعد از اسلام مدینہ منورہ میں قیام جمعہ کا تاریخی پس منظر ملاحظہ ہو! سنہ ۱۲ نبوہ کے دوران ہجرت سے پہلے مدینہ منورہ میں اسلام کی اہم ترین عبادت "جمعہ" کا قیام عجیب و غریب انداز سے ہوا۔ اور اس کی غیبی اور الہامی صورت ظاہر ہوئی۔ جس کا مختصر واقعہ یہ ہے کہ "توراة و انجیل" کے احکام و ہدایات اور روایات کے مطابق "مذہبی اجتماع" اور "عبادہ" کی غرض سے "یہود" کے لئے "یوم السبت" ہفتہ اور نصاریٰ کے لئے "یوم الاحد" (اتوار) کا دن مقرر تھا۔ اس

دن وہ اپنے معابد (عبادت گاہوں) کے اندر جمع ہوتے تھے۔ مدینہ منورہ میں رہنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ طریقہ دیکھتے اور اس کی اہمیت اور اثر کو محسوس کرتے تھے۔ لیکن حضور علیہ السلام کی طرف سے ان کو کسی خاص مقرر دن میں کسی مستقل اجتماعی عبادت کے لئے اب تک کوئی حکم نہیں ملا تھا، اس لئے وہ خاموش تھے۔ البتہ بقیہ نمازیں حضور علیہ السلام کے معتبر و معتمد سفیر و قاصد، مدینہ میں اسلام کے معلم و مبلغ اور امام اول شہزادہ مکہ، شبیہ نبی، علم بردار و شہید اُحد، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں اداء کیا کرتے تھے دورانِ قیام "مکہ مکرمہ" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو راج قول کے مطابق رمضان المبارک "۳۱ ف" عام الفیل کی سترہ تاریخ دوشنبہ (پیر) کے دن چالیس برس چھ ماہ کی عمر میں نبوت و رسالت عطا ہوئی۔ تو سب سے پہلے "فجر اور عصر" صرف دو وقت کی نمازیں فرض کی گئیں اس دور میں بھی آپ غیر معلومہ تفصیل کے مطابق مختلف قسم کی عبادت کیا کرتے تھے۔ لیکن نماز کا کوئی مستقل سلسلہ اور مفصل طریقہ ابھی تک قائم اور مقرر نہیں ہوا تھا۔

(۱) "شرح المواہب اللدنیہ" للزرقانی ص ۲۰۷ ج ۱۔ "فتح الباری، شرح البخاری" للمحافظ ابن حجر العسقلانی ص ۲۶، ج ۱۔ کتاب التفسیر ص ۵۵۱ ج ۸۔ و کتاب الغیر ص ۳۱۳ ج ۱۲ بہ حوالہ "سیرۃ المصطفیٰ مولانا محمد ادریس الکاندھلوی ص ۱۰۸ ج ۲۔ البدایہ والنہایہ" للہمام ابن کثیر ص ۱۷۷، ج ۳ جدید طبع بیروت ۱۳۸۵ھ۔ ۱۹۶۶ء)

پھر زیادہ مشہور قول کے مطابق ۱۱ نبوة میں ماہ رجب المرجب کی ستائیسویں شب میں آپ کو کائنات کا عظیم و عجیب ترین اور مخیر العقول آسمانی معجزہ

"معراج" کی صورت میں عنایت فرمایا گیا۔ تو اللہ تعالیٰ کے قرب خاص میں حاضر ہونے پر دوسرے بے شمار انعامات کے علاوہ سب سے بڑی فرض عبادت کے طور پر "صلوات خمسہ" پچاس کا ثواب رکھنے والی پانچ نمازوں کا تحفہ عطاء فرمادیا گیا۔ (المواہب للزرقانی ص ۳۰۷ ج ۱۔ بہ حوالہ سیرۃ المصطفیٰ ص ۲۱۱ ج ۱)

حضر اور سفر کی نمازوں کی ابتدائی اور آخری مقدار

لیکن نماز مغرب کے علاوہ سب نمازیں دو دور رکعت کی تھیں ہجرت کے بعد نماز ظہر عصر اور عشاء میں اضافہ کا حکم آگیا۔ چنانچہ عام حالات کے اندر وطن یا کسی بھی جگہ قیام کے وقت کے لئے تو ان کی چار چار رکعات کردی گئیں اور سفر کے دوران مقدار نماز میں تخفیف اور رعایت کا حکم نازل ہوا۔ تو اس کے لئے مغرب کو تین رکعت کی مقدار والی پہلی حالت پر رکھا گیا۔ اس سلسلہ میں سیدہ اہل بیت، حبیبہ حبیب رب العالمین اعلم الصحابہ، واقف احوال و اسرار نبوة ام المؤمنین "عائشہ صدیقہ" مظهرہ سلام اللہ علیہا فرضیتہ نماز کے مسئلہ کی اصل حقیقت کا انکشاف کرتے ہوئے تصریح و تصدیق فرماتی ہیں۔

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ (رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا) قَالَتْ: فَرَضَ اللَّهُ الصَّلَاةَ حِينَ فَرَضَهَا رَكْعَتَيْنِ، رَكْعَتَيْنِ فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَأَقَرَّتْ صَلَاةَ السَّفَرِ وَزَيْدًا فِي صَلَاةِ الْحَضَرِ (البخاری کتاب الصلوة باب کیف فرضت الصلوة فی الأسراء ص ۵۱ ج ۱ طبع نور محمد اصحح المطابع - دہلی۔ انڈیا)

حضرت سیدنا صدیق اکبر کے نواسے سیدہ اسماء بنت ابی بکر کے فرزند سیدہ صدیقہؓ کے بھانجے حضرت عروہ بن زبیر (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے۔ وہ امام ابوحنیفہ (صدیقہ سلام اللہ علیہا) سے نقل کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس وقت (ابتداءً) نماز فرض کی تو حضر اور سفر کے لئے (یکساں) دو دو رکعت کی صورت میں فرض قرار دی پھر (ہجرت کے بعد نئے حکم کے تحت) سفر کی نمازیں تو دو دو رکعت والی (پہلی حالت میں برقرار رکھی گئیں اور سرحدی نمازوں میں) یعنی وطن اصلی یا وطن اقامتہ یا پندہ روزہ قیام کی صورت میں رات کو دو رکعت اور وتر کو چھوڑ کر دو دو رکعت کا مزید اضافہ کر دیا گیا (اور ظہر، عصر اور عشاء پھر چار رکعت والی نمازیں بن گئیں)۔

نماز جمعہ کا نام رکھنے کی تجویز اور اس کی تصدیق

مذکورہ صورت حال کے پیش نظر قبل ہجرت حضور علیہ السلام کے اول مدنی پیروکار و جاہل نثار، معروف صحابی حضرت ابو ذر (رضی اللہ عنہ) نے انصاری رضی اللہ عنہ کی توجہ بہ طور خاص اس مسئلہ کی طرف مبذول فرمائی اور ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جب مصنوعی اہل کتاب کافر ہو کر اس تنظیم کے ساتھ اپنی عبادات میں مصروف ہیں تو ہم نبی و رسول برحق مصدق و خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے فرماں بردار اور عاشق ہو کر اپنے سب سے عظیم اور کامل و جامع دین برحق کے فرائض و واجبات کو کیوں نہ ان سے بڑھ چڑھ کر تربیت و تنظیم کے ساتھ ادا کیا کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس احساس اور خیال و عزم کو غیبی تائید و قبولیت سے نوازا جس کی صورت یہ ہوئی

کہ حضرت اسعد نے اپنے دل و دماغ کی پوری قوت فکر و فیصلہ کے مطابق اس عبادت کی اجتماعی تشکیل کے لئے یہود کے ہفتہ اور نصاریٰ کے اتوار کے مقابلہ میں یوم "جمعہ" کو پسند و منتخب اور مقرر و طے کر دیا تھا۔ پھر دوسرے انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم کو مشورۃً اپنی یہ تجویز بتائی تو انصار نے فطری سعادت کے تحت اپنی قلبی خواہش اور دینی آرزو کی تکمیل کے لئے غیر متوقع خدائی تائید سمجھ کر اسے فوراً قبول کر لیا۔ اس حسن اتفاق کے بعد حضرت نے ایک جمعہ کے دن سب انصاری احباب کو اکٹھا کر کے اپنے پہلے "اجتہاد" کے مطابق نماز جمعہ پڑھا دی۔ اتوار اور ہفتہ سے پہلے آنے والے اس دن کو عرب کے جاہل رواج کے مطابق "یوم العروہ" سمجھا جاتا تھا۔ اس سلسلہ میں انہوں نے دوسرا اجتہادی اقدام یہ کیا کہ یہ جاہل نام ختم کر کے تقدیر الہی کی خاموش رہنمائی، روحانی رشد و ہدایت اور اپنی دینی بصیرت و فراست کے تحت اسے "یوم الجمعہ" کے مبارک الہامی نام کے ساتھ موسوم کر دیا۔ حضرت اسعد نے اپنے ممتاز دینی فکر و شعور اور بصیرت کے مطابق جو دو مذکورہ اجتہاد کئے تھے وہ درحقیقت تقدیر و منشاء الہی کے مطابق امت محمدیہ علی صاحبہا السلام کی دینی اور اجتماعی زندگی میں تاقیامت زبردست روحانی اور انقلابی اثرات رکھنے والے خالص ربانی القاء اور "رحمانی الہام" کی حیثیت رکھتے تھے۔ اس عمل خیر کی برکت و مقبولیت کا پہلا اظہار اور اس "اجتہاد" کی پہلی تصدیق یوں ہوئی کہ ہجرت سے کچھ عرصہ پہلے حضور علیہ السلام نے مدینہ میں اسلام کے معلم اول اور امام نماز شبیہ نبی و شہید اُحد حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو "یوم جمعہ" کی اہم عبادت کے متعلق ایک خصوصی مکتوب گرامی اور حکم نامہ لکھوا کر ارسال فرمایا۔ جس میں درج

تھا کہ اس دن "نصف النہار" کے بعد سب اکٹھے ہو کر ایک "دو گانہ" اداء کر کے قرب خداوندی حاصل کیا کرو۔ (رواہ دار قطنی۔ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما۔) الزرقانی ۵۱۵-ج ۱- بہ حوالہ سیرت المصطفیٰ ص ۲۳۸، ج ۱)

اور ہجرت کے بعد حضور نبی کریم علیہ السلام نے دوران قیام "قباء" جب بہ حکم خداوندی "محلہ بنی سالم بن عون" کی مسجد میں اپنی پیغمبرانہ زندگی "اور اسلام کے دور اقتدار کا پہلا اجتماعی جمعہ اداء کیا۔ تو حضرت اسعد کے پہلے اجتہاد کی باضابطہ دوسری تائید ہوئی اور اس کے بعد منتقلی قیام مدینہ اور تعیین مقام عبادۃ و تعمیر مسجد نبوی کے عرصہ میں اس عبادت کی فرضیت و اہمیت بتانے کے لئے جب اللہ تعالیٰ نے جمعہ کے نام سے ایک مستقل سورت اتاری اور مختصر احکام جمعہ کے طور پر اسی سورت کا دوسرا اور آخری مستقل رکوع نازل کیا تو وحی کے خطاب میں اس دن کو "یوم الجمعۃ" اور اس کے اندر بہ وقت "ظہر" اس مستقل نماز کو "صلوۃ الجمعۃ" کے نام سے ہی موسوم فرمایا۔ جس سے حضرت اسعد کے دوسرے اجتہاد کے لئے بھی آسمانی تصدیق حاصل ہو گئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الجمعہ میں "اِذَا نُودِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ" (جب اذان دے کر پکارا جائے جمعہ کے دن) کے الفاظ سے فرضیت جمعہ کا اعلان عام کیا۔ تو ساتھ ہی یہ بھی ظاہر فرمادیا کہ ان کو حضور علیہ السلام کے انصاری صحابہ کی طرف سے قیام جمعہ کی تجویز اور "یوم العروبہ" کو "یوم الجمعہ" کے نام سے موسوم کرنے کا عمل بالکل پسند اور محبوب ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس دن کے لئے جاہلی دور کا نام "یوم العروبہ" استعمال کرنے

سے گریز کیا اور صرف انصار کا مجوزہ نام "یوم الجمعہ" ہی استعمال کر کے پنی پسند پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ گویا خطبہ و نماز جمعہ کو شریعت اسلام یہ کے ایک مستقل عباداتی ضابطہ اور قانون کی شکل عطاء فرما دینے میں بہ واسطہ حضرت اسعد اور جملہ انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم کے "خالص الہامی مشورہ" اور مشترکہ اجتہاد کی ہمیشہ کے لئے باقاعدہ تائید و تصدیق اور تصویب و تحسین کر دی گئی۔ اس مستند ترین اور وحی کے ساتھ مصدقہ واقعہ سے ہر مسلمان کے دل و دماغ میں روشنی ہو جانی چاہیے کہ نبی تو نبی؟ کہ ان کا مقام تو بالکل مافوق النظر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحابہ کرام کی کتنی عظمت اور قدر و منزلت ہے کہ ان کے خیالات و تجاویز اور عزائم و اعمال تک کو بھی بہ منشا و حکم خداوندی سیرت مطہرہ کا جزو حصہ بنا دیا گیا ہے اور اس کے ابدی قوانین کی حیثیت دی جا چکی ہے؟ تو یہ ہیں سے دین میں ان کی حیثیت اور منصب و عہدہ کی قانونی نوعیت بھی الم شرح ہو گئی ہے کہ وہ عام مسلمانوں کی طرح محض موسن نہیں بلکہ ان کا وجود شریعت کی بنیاد میں شامل ہے۔ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کا فکر و عمل بھی امت کے لئے شرعی حجت، واجب التقید، موجب رضاء خدا و رسول اور باعث نجات و فلاح دارین بھی ہے! اور واقعۃً تاریخ اسلام اور سیرت صحابہ کرام کے ضمن میں انصار کی یہ ایک ایسی اہم فضیلت اور بے مثال خصوصیت ہے جس میں کوئی مہاجر اور کوئی غیر مدنی غیر مہاجر صحابی بزرگ یا گروہ ان کا سیم و شریک نہیں بن سکا۔

وَذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ

ہجرت از مکہ اور ورود مدینہ

شارع اعظم پیغمبر انقلاب سیدنا و مولانا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "حجرت" کے بعد عام مشہور قول کے مطابق ۱۲ ربیع الاول کو پیر کے دن زوال کے قریب کہ دوپہر تپ گئی تھی۔ "مدینہ منورہ" کی حدود میں داخل ہوئے۔ مدینہ کی آبادی بلند و پست دو جانب میں تقسیم تھی۔ بلندی کی آبادی "نجد" کے محاذات پر تھی اور بستی کی آبادی تنہامہ "کے رخ پر عام محاورہ میں بلند حصہ کو "عوالی" اور پست حصہ کو سواحل" کہا جاتا ہے چنانچہ اپنے طے شدہ نظام کے مطابق سب سے پہلے "نجد" کے محاذ پر واقع بلند آبادی "عوالی" کا رخ کیا اور پھر مدینہ شہر سے تین میل کے فاصلہ پر واقع نواحی بستی "قباء" میں تشریف لائے۔ اس بستی میں انصار کے کچھ خاندان آباد تھے۔ جن میں سب سے زیادہ ممتاز خاندان "بنو عمرو بن عوف" تھا۔ انصار کی اس قبائلی شاخ کے مشہور رکن اور سردار "حضرت کلثوم بن حدم" انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ اُن کے مکان پر رخت سفر اتار کر مقیم ہوئے۔ یہ بزرگ ابتداء سے ہی نہایت شریف اور صلح انسان تھے۔ مدینہ منورہ میں پہنچنے کے پانچویں دن بعد آپ کو وہاں جو پہلا جمعہ پیش آیا۔ وہ بلا اجتماع گزر گیا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت خبیب بن اساف رضی اللہ عنہ "کے مکان پر ٹھہرے۔ اس دوران انصار جو ق درجہ آپ کی خدمت میں آئے اور جوش عقیدت میں عاشقانہ اور والہانہ سلام کے لئے حاضر ہوتے رہتے۔ آپ اُس روز "عوالی" سے اتر کر اندرون شہر وادی "راتوتاء" کے دامن میں آباد "بنو سالم بن عوف" کے محلہ میں تشریف لائے۔

اور اپنے مہاجرین و انصار، جاں نثاروں سمیت "مدنی دور" کا پہلا منظم و باوقار "جمعہ" پوری اجتماعی شان کے ساتھ اداء فرمایا۔ اس محلہ کے مسلمانوں سے ملاقات اور اُن کے ہمراہ اداء جمعہ کے بعد پھر "قباء" کی طرف واپس چلے گئے اور آئندہ پیر تک یعنی کل چودہ روز تک وہاں قیام پذیر رہے۔ تیسرے محلہ کو پندرہویں دن آپ نے اپنے ننہالی قبیلہ "بنو نجار" کی ایک شاخ "بنو تمیم" کو خصوصی طور پر طلب فرمایا تو وہ تلواریں حماکل کئے ہوئے مسلح ہو کر حاضر ہوئے۔ آپ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عظمت اور بدست دی ہوئی اپنی مشہور اونٹنی "قصواء" پر سوار ہوئے اور بنو نجار مع دیگر مسلح صحابہ "پانچ سو جاں باز" اپنے محبوب سردار کے گردِ گرد حلقہ بنائے ہوئے تھے۔ اس حالت میں آپ قباء سے اندرون شہر کی طرف روانہ ہوئے، راستہ میں واقع تمام آبادیوں اور محلوں کے ساکن اصحاب و احباب اور عشاق آپ کا استقبال کرتے اور ہمہ قسم خدمت اور غلامی کی اور اطاعت و حفاظت کی ضمانت کے ساتھ اپنے اپنے قبیلہ اور محلہ میں قیام فرما ہونے کی استدعا اور پیش کش کرتے۔ لیکن آپ ازل سے مقدر، صورت قیام کے لئے مشیت و حکم ربانی کے تحت سب کی پیشکش قیام کو شکر و برکت کی دماء کے ساتھ مالتے اور ہر جگہ اونٹنی کے گرد جمع ہو کر قیام کے لئے روکنے والے خدام سے یہ فرماتے ہوئے کہ:

دَعُوْهَا. فَإِنَّهَا مَأْمُوْرَةٌ

(البدایہ لابن کثیر ص ۴ ج ۳ و عیون الاثر ص ۱۹۴ ج ۱)
اسے چھوڑ دو۔ (یہ مستقل قیام کی جگہ پر رکنے کے لئے) حکم الہی کی پابند ہے۔
(اس لئے درمیان میں کھین نہیں رکے گی۔)

اپنے مشہور جاں نثار عاشق اور ضرب المثل خدمت و غلامی کے لئے خدائی انتخاب کے مظہر سیدنا حضرت "ابو ایوب خالد بن زید" انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کے سامنے والی کھلی زمین تک لے گئے جہاں پہنچتے ہی یہ اونٹنی "قصواء" خود بخود رکی اور پاؤں جما کر گردن زمین پر بچھا دی۔ اس واقعہ کے ضمن میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ملاحظہ فرمائیے۔

حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ: لَمَّا قَدِمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "الْمَدِينَةَ" نَزَلَ رَفِيَّ عَلْوِ الْمَدِينَةِ. فَبِيَّ يُقَالُ لَهُمْ. بَنُو عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ. قَالَ: فَأَقَامَ فِيهِمْ أَرْبَعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً ثُمَّ أَرْسَلَ إِلَى مَلَائِكَةِ بَنِي النَّجَّارِ قَالَ: فَجَاءُوا مُتَقَلِّدِينَ. سُبُوفَهُمْ قَالَ: وَكَانَنِي أَنْظُرُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى رَاحِلَتِهِ وَأَبُوبَكْرٍ رَدَفَهُ وَمَلَائِكَةُ النَّجَّارِ حَوْلَهُ. حَتَّى أَتَى بِقِنَاءِ أَبِي أَيُّوبَ. ۱۵ (البخاری ص ۵۶۰، ۵۶۱ نور محمد اصح المطابع، دہلی، انڈیا)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں وارد ہوئے تو شہر کی بلند آبادی میں ایک چھوٹے قبیلہ کے ہاں اترے اُس قبیلہ والوں کو "بنو عمرو بن عوف" سمجھا جاتا تھا۔ سو آپ نے اُن کے ہاں چودہ راتیں قیام کیا۔ پھر آپ نے بنو نجار کے شرفاء و رؤساء کے ایک بڑے گروہ کو حاضر ہونے کا پیغام بھیجا تو وہ اپنی تلواریں حماٹل کئے ہوئے آگئے اور میں چشم

تصور سے اب بھی دیکھ رہا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر تھے اور ابو بکر آپ کے پیچھے سوار تھے اور بنو نجار کے اکابر کا بڑا مسلح گروہ آپ کے گرد حلقہ بنائے ہوئے چل رہا ہے۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنا کچا وہ ابو ایوب کے گھر کے سامنے والے میدان میں لا ڈالا۔

مشہور محدث و فقیہ اور محقق حافظ زین الدین "عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زبردست عملی قوت اور فنی مہارت کے ساتھ جیسے ایک ہزار "اشعار میں علم" اصول حدیث کے تمام قوانین کو "الفیۃ الحدیث" کے نام سے منضبط کیا تھا۔ ویسے ہی پوری سیرت الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنی معروف کتاب "الفیۃ السیر" کے اندر ایک ہزار اشعار کی صورت میں ہی جمع کر دیا ہے۔ اس سلسلہ میں وہ فرماتے ہیں۔

حَتَّى أَتَى إِلَى أَهْلِ قُبَاءٍ

یہاں تک کہ (ہجرت کر کے) آپ اہل قباء کے پاس پہنچ گئے۔

فَنَزَلَهَا بِالسَّعْدِ وَالْهَنَاءِ

اور راحت و خیر و برکت کے ساتھ وہاں اترے

فِي يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ لِثِنْتَيْ عَشْرَةَ

آپ کی آمد پیر کے دن اپنے ماہ ولادت (یعنی ربیع الاول)

مِنْ شَهْرِ مَوْلُودِ فَنِعْمَ الْهَجْرَةُ

کی بارہ تاریخ کو ہوئی اور یہ کیا ہی عجیب ترک وطن تھا؟

أَقَامَ أَرْبَعًا لَدَيْهِمْ وَطَلَعَ

آپ اہل قبا کے ہاں چار راتیں مقیم رہے
فِي يَوْمِ جُمُعَةٍ وَصَلَّى وَجَمَعَ

اور جمعہ کے دن شہر مدینہ کے اندر نمودار ہوئے اور نماز جمعہ ادا کی۔

فِي مَسْجِدِ الْجُمُعَةِ وَهِيَ أَوَّلُ

یہ نماز آپ نے (بنو سالم کی) مسجد جمعہ میں ادا کی اور یہ پہلا جمعہ تھا

مَا جَمَعَ النَّبِيُّ فِيمَا نَقَلُوا!

جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باقاعدہ ادا کیا۔ قبا میں چار روز قیام علماء

سیرت نے نقل کیا ہے۔

وَقِيلَ بَلْ أَقَامَ أَرْبَعَ عَشْرَةَ

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ اہل قبا کے ہاں چودہ راتیں مقیم رہے

فِيهِمْ وَهُمْ يَنْتَحِلُونَ ذِكْرَهُ

اور محققین اہل علم اسی قول کی طرف مائل ہیں۔

وَهُوَ الَّذِي أَخْرَجَهُ الشَّيْخَانِ

اور شیخین (امام بخاری و مسلم) نے بھی یہی روایت بیان کی ہے

لَكِنَّ مَا مَرَمِنَ الْإِتْيَانِ

لیکن قبا میں پیر کے دن آپ کی تشریف آوری اور

بِمَسْجِدِ الْجُمُعَةِ وَيَوْمِ الْجُمُعَةِ

(بنو سالم کی) مسجد میں بروز جمعہ آنے اور نماز جمعہ ادا کرنے

لَا يَسْتَقِيمُ مَعَ هَذِهِ الْمُدَّةِ

کے متعلق جو روایت گزری ہے وہ چودہ راتوں کے قیام کی مدت کے ساتھ
مطابق نہیں بیٹھتی (کیوں کہ اس صورت میں اگر پیر کو مدینہ پہنچ کر منگل سے
قبا میں قیام شروع ہوا اور دوسرے جمعہ کو شہر کے لئے کوچ ہوا تو قیام قبا کی
مدت صرف دس رات بنتی ہے چودہ نہیں؟)

إِلَّا عَلَى الْقَوْلِ بِكَوْنِ الْقِدْمَةِ

ہاں اس قول کے مطابق کہ جس میں آپ کی قبا میں آمد بروز جمعہ بیان کی گئی ہے

إِلَى قَبَا كَانَتْ بِيَوْمِ الْجُمُعَةِ

آپ کا چودہ رات کا قیام درست ہو سکتا ہے

(کہ آپ ایک جمعہ کے دن مدینہ پہنچ کر دوسرے جمعہ تک وہیں مقیم رہے، مگر وہ
جمعہ باقاعدہ ادا نہیں کیا۔ پھر تیسرے جمعہ کو مدینہ شہر کے لئے روانہ ہوئے تو
راستہ میں "بنو سالم" کی مسجد جو آپ کے ادا جمعہ کے باعث مسجد جمعہ کے نام
سے مشہور ہو گئی۔ اس میں تشریف لا کر پہلے نماز جمعہ ادا کی اور پھر انصار کے
مختلف چھوٹے خاندانی محلوں سے گزرتے ہوئے دار ابو ایوب انصاری تک
پہنچے۔

اختلاف روایات اور توجیہ و تطبیق

قَالَ الْبُخَارِيُّ حَدَّثَنَا مَطْرِبْنُ الْفَضْلِ ثَنَا رُوْحُ ثَنَا

هَشَامٌ ثَنَا عِكْرِمَةُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (رَضِيَ اللَّهُ

عَنْهُمَا) قَالَ : بُعِثَ النَّبِيُّ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ) لِأَرْبَعِينَ سَنَةً، فَمَكَثَ فِيهَا ثَلَاثَ عَشْرَةَ

يُوحَى إِلَيْهِ، ثُمَّ أُمِرَ بِالْهَجْرَةِ فَهَا جَرَّ عَشْرَ سِنِينَ
وَمَاتَ وَهُوَ ابْنُ ثَلَاثٍ وَسِتِّينَ سَنَةً وَقَدْ كَانَتْ
هَجْرَتُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي شَهْرِ رَيْبَعِ الْأَوَّلِ سَنَةِ
ثَلَاثَ عَشْرَةٍ فِي بَعْثِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَذَلِكَ فِي يَوْمِ
الْإِثْنَيْنِ كَمَا رَوَاهُ الْإِمَامُ أَحْمَدُ عَنْ أَبِي عَبَّاسٍ
(رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا) أَنَّهُ قَالَ: وَلِدَ نَبِيِّكُمْ يَوْمَ
الْإِثْنَيْنِ وَخَرَجَ مِنْ مَكَّةَ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَنَبِيُّ يَوْمِ
الْإِثْنَيْنِ وَدَخَلَ الْمَدِينَةَ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَتُوفِّيَ يَوْمَ
الْإِثْنَيْنِ. (البدایہ ص ۱۷۷ ج ۳، جدید بیروت ۵۱۳۸۵، ۱۹۶۶ء)

امام و مفسر و محدث اعظم علامہ ابوالفداء ابن کثیر، دمشق رحمتہ اللہ علیہ نبی علیہ
السلام کی ہجرت اور ورودِ مدینہ کے متعلق لکھتے ہیں۔

امام بخاری کہتے ہیں مطر بن فضل نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا ہمیں روح
نے، انہوں نے کہا ہمیں حشام نے، انہوں نے کہا ہمیں عکرمہ نے حضرت ابن
عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت بیان کی ہے انہوں نے فرمایا کہ: نبی صلی
اللہ علیہ وسلم چالیس برس کی عمر کے قریب مبعوث ہوئے پھر اس حالت میں
تیرہ برس رہے کہ آپ پر وحی نازل ہوتی رہتی تھی۔ پھر آپ کو ہجرت کا حکم دیا
گیا تو آپ نے (مدینہ میں) مہاجر بن کردس برس گزارے اور آپ فوت ہوئے تو
(۶۳) تریسٹھ برس کے تھے اور تحقیقاً نبی علیہ السلام کی ہجرت نبوت کا معاملہ
پیر کے دن میں ہوا۔ جیسا کہ امام احمد (بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ) نے (حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا تمہارے نبی پیر
کے دن پیدا ہوئے۔ اور مکہ سے پیر کے دن نکلے اور پیر کے دن نبی بنائے گئے۔
اور مدینہ میں پیر کے دن داخل ہوئے اور پیر کے دن آپ کی وفات ہوئی۔

وَقَالَ الْإِمَامُ أَحْمَدُ: حَدَّثَنَا هَاشِمٌ، قَالَ: حَدَّثَنَا
سُلَيْمَانٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ قَالَ: إِنِّي لَأَسْعَى فِي الْعِلْمَانِ يَقُولُونَ جَاءَ
مُحَمَّدٌ فَأَسْعَى وَلَا أَرَى شَيْئًا، ثُمَّ يَقُولُونَ. وَجَاءَ
مُحَمَّدٌ فَأَسْعَى وَلَا أَرَى شَيْئًا. قَالَ حَتَّى جَاءَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبُهُ أَبُو بَكْرٍ فَكَمْنَا
فِي بَعْضِ خَرَابِ الْمَدِينَةِ ثُمَّ بَعَثَا رَجُلًا مِّنْ أَهْلِ
الْبَادِيَةِ يُؤْذِنُ بِهِمَا الْأَنْصَارَ فَاسْتَقْبَلَهُمَا زُهَاءُ
خَمْسِ مِائَةٍ مِّنَ الْأَنْصَارِ حَتَّى انْتَهَوْا إِلَيْهِمَا فَقَالَتِ
الْأَنْصَارُ انْطَلِقَا آمِنَيْنِ مُطَاعَيْنِ فَأَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَاحِبُهُ بَيْنَ أَظْهُرِهِمْ فَخَرَجَ
أَهْلُ الْمَدِينَةِ أَنَّ الْعَوَاتِقَ لَفَوْقَ الْبُيُوتِ يَتَرَاتِبْنَ
يَقْلُنَ أَيُّهُمْ هُوَ؟ فَمَا رَأَيْنَا مَنْظَرًا شَبِيهَاً بِهِ قَالَ
أَنَسٌ: فَلَقَدْ رَأَيْنَاهُ يَوْمَ دَخَلَ عَلَيْنَا وَيَوْمَ قُبُضَ، فَلَمْ
أَرَ يَوْمَيْنِ شَبِيهَاً بِهِمَا. (البدایہ والنهاية لابن کثیر

ص ۱۹۶۔ ۱۹۷ ج ۳ جدید طبع بیروت س ۱۳۸۵ھ، ۱۹۶۶ء)
 امام احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں مجھ سے ہاشمؒ نے حدیث بیان کی۔ اُن سے سلیمانؒ
 نے اور ان سے ثابتؒ نے۔ وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت
 کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں اپنے ہم عمر چھوٹے بچوں کے ساتھ (حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کے لئے) دوڑا جا رہا تھا۔ کیوں کہ مدینہ کے لوگ کبھ
 رہے تھے کہ "محمد آگئے" تو میں بھی دوڑتا تھا لیکن مجھے سامنے کوئی چیز نظر نہیں
 آتی تھی۔ اسی طرح پھر (سنا کہ) لوگ کبھ رہے تھے کہ "محمد آگئے" اور مجھے (پھر
 بھی) کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی تھی یہاں تک کہ (میں نے دیکھ لیا کہ) رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور
 دونوں شہر سے باہر ایک بے آباد جگہ میں اوٹ کے اندر ٹھہر گئے۔ پھر انہوں
 نے ایک بدوی شخص کو انصار مدینہ تک اپنی اطلاع پہنچانے کے لئے بھیجا،
 چنانچہ (کچھ دیر بعد) پانچ سو کے قریب انصاری صحابہ آپ کے استقبال کے لئے
 چلے یہاں تک کہ حضور اور ابوبکر کے پاس پہنچ گئے۔ تو انصار نے عرض کیا کہ
 آپ دونوں امن و عافیت کے ساتھ ہمارے آقا اور حاکم بن کر تشریف لے چلے۔
 چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دوست (ابوبکر) نے انصار کے
 حلقہ میں شہر کا رخ کیا تو تمام اہل مدینہ (استقبال اور دیدار کے لئے) گھروں سے
 باہر نکل آئے یہاں تک کہ کنواری دوشیزہ لڑکیاں بھی مکانات کی چستوں پر آپ
 کو دیکھنے کے لئے موجود تھیں اور ایک دوسری کو کھستی تھیں کہ "ان میں وہ نبی
 کون سا شخص ہے؟" "ان میں وہ نبی کون ہے؟" سو ہم نے اس جیسا نظارہ کبھی
 نہیں دیکھا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ: "میں نے یقیناً ایک تو اس دن آپ

کو دیکھا۔ جب آپ مدینہ میں داخل ہوئے اور دوسرے اس روز جب آپ کی
 وفات ہوئی تو میں نے ان دونوں جیسا کوئی اور دن نہیں دیکھا؟

جلوس نبوی میں نعرہ لگا اور وہ بھی صرف نعرہ تکبیر؟

وَرَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ عَنِ الْحَاكِمِ عَنِ الْأَصَمِّ عَنْ مُحَمَّدِ
 بْنِ إِسْحَاقَ الصَّنْعَانِيِّ عَنْ أَبِي النَّضْرِ هَاشِمِ بْنِ
 الْقَاسِمِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ
 وَفِي الصَّحِيحَيْنِ مِنْ طَرِيقِ إِسْرَائِيلَ عَنْ أَبِي
 إِسْحَاقَ عَنِ الْبَرَاءِ عَنْ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ
 فِي حَدِيثِ الْهَجْرَةِ قُلًا: وَخَرَجَ النَّاسُ حِينَ قَدِمْنَا
 الْمَدِينَةَ فِي الطَّرْقِ وَعَلَى الْبُيُوتِ وَالْغُلَمَانُ وَ
 الْخَدَمُ يَقُولُونَ اللَّهُ أَكْبَرُ جَاءَ رَسُولُ اللَّهِ، اللَّهُ أَكْبَرُ
 جَاءَ مُحَمَّدٌ. اللَّهُ أَكْبَرُ جَاءَ مُحَمَّدٌ. اللَّهُ أَكْبَرُ جَاءَ
 مُحَمَّدٌ. اللَّهُ أَكْبَرُ جَاءَ مُحَمَّدٌ. اللَّهُ أَكْبَرُ جَاءَ رَسُولُ
 اللَّهِ فَلَمَّا أَصْبَحَ انْطَلَقَ وَذَهَبَ حَيْثُ أُمِرَ.

(البدایہ ص ۱۹۷ ج ۳ جدید طبع بیروت س ۱۳۸۵ھ، ۱۹۶۶ء)

اور امام بیہقی نے بھی حاکم سے، انہوں نے اصم سے انہوں نے محمد بن اسحاق
 صنعانی سے انہوں نے ابوالنضر ہاشم بن قاسم سے انہوں نے سلیمان بن مغیرہ
 سے انہوں نے ثابت سے انہوں نے حضرت انس (رضی اللہ عنہ) سے یہی

روایت بیان کی ہے اور صحیح بخاری و صحیح مسلم میں بہ طریق اسرائیل روایت ہے وہ ابو اسحق سے وہ حضرت (بزاء ابن عازب رضی اللہ عنہ) سے اور وہ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) سے حدیث بھرت کے ضمن میں روایت کرتے ہیں۔ صدیق اکبر نے فرمایا: کہ جب (رسول اللہ اور میں) ہم دونوں مدینہ میں آئے تو لوگ گھروں سے بازاروں اور راستوں میں باہر نکل آئے، مکانات کی چھتوں پر چڑھ گئے اور چھوٹے بچے اور نوکر بھی ان کے ساتھ تھے اور وہ یوں کہتے جاتے تھے۔ (نعرہ لگاتے تھے کہ) "اللہ اکبر" اللہ کے رسول آگئے "اللہ اکبر" محمد آگئے "اللہ اکبر" محمد آگئے "محمد آگئے" "اللہ اکبر" اللہ کے رسول آگئے۔ پھر جب صبح ہوئی تو آپ چلے اور جس جگہ کے لئے آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم دیا جا چکا ہے (یعنی دارِ ابوالعباس انصاری) وہاں تشریف لے گئے۔

(ماخوذ از۔ پندرہ روایہ "الاحرار" لاہور۔ جلد ۱۱۔ شماره ۲۳-۲۴۔ جلد ۱۲۔

شمارہ ۱-۲ مارچ۔ اپریل ۱۹۸۳ء)



"تقدیم"

الْحَمْدُ لِلّٰهِ تَعَالٰی وَلَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ وَحْدَهُ ۝
وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ ۝ الْمُبْعُوْثِ
لِتَتِمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ وَلَا نَبِيَّ وَلَا رَسُوْلَ بَعْدَهُ ۝
وَعَلٰی اَصْحَابِهِ وَاَزْوَاجِهِ وَاَوْلَادِهِ وَاتَّبَاعِهِ
الْمُتَّبُوْعِيْنَ الَّذِيْنَ اَوْفَوْا عَهْدَهُ ۝ اَمَّا بَعْدُ !

۱۔ مہینوں میں افضل "رمضان" ہے اور دنوں میں "جمعہ" یہ دن ہر ہفتہ کو اہل اسلام کے پاس خدائی مہمان بن کر آتا ہے۔ مقدر والے اس کی میزبانی سے شرف ہوتے ہیں، حد یہ ہے کہ اسی دن دنیا کا انجام ہوگا۔

۲۔ جمعہ کی فضیلت و اہمیت کے پیش نظر شارعِ اعظم پیغمبر انقلاب، سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام و حاکم مقتدر ہوتے ہی "مدینہ منورہ" کے محلہ قباء میں نماز جمعہ کا باقاعدہ اور سرکاری طور پر آغاز و اجراء فرمایا اور قبل از نماز اپنے مشہور لطیف و دل نواز نغمہ اور جاذب و انقلاب انگیز لہجہ و طرزِ اداء کے ساتھ آنت کو احکام و مسائل سے مستفید اور حقائق زندگی کی طرف متوجہ کرنے کے لئے "خطبہ" کی مبارک شرعی رسم کی داغ بیل ڈالی۔ آپ کے فصیح و بلیغ، جامع و مانع اور لازوال تاثیر و نورانیت کے حامل بیسیوں خطبات و ارشادات کتبِ احادیث و سیرت میں محفوظ ہیں جن سے اہل ایمان چار دانگ عالم میں محفوظ ہوتے ہیں۔

۳۔ نماز جمعہ ظہر کے وقت میں بجائے نماز ظہر ایک مستقل فرض ہے اور اس سے پہلے یہ حکم خدائے تعالیٰ مطابق سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور موافق اجماع صحابہ و تعامل سلف قریباً ڈیڑھ ہزار سال سے ایک مستقل فرض و واجب اور سنت جلیلہ کے طور پر صرف عربی زبان میں خطبہ پڑھنا امت مرحومہ کا امتیازی قومی وصف اور دینی "شعار" ہے، جس کے خلاف بر قول و عمل مردود اور خلاف شریعت قرار پا چکا ہے۔!

۴۔ آواز و آہنگ، قول و کلام اور توجیہ و خطاب، انسان کا خصوصی امتیاز نیز اظہار مافی الضمیر اور بیان خواہش و مقصد کا طبعی و فطری ذریعہ ہے۔ اور جب کسی خاص تقریب و موقع کے لحاظ سے شریعت بھی طبیعت کے اس مقتضی کی ہم نوا بلکہ مربی و پیشوا بن جائے تو اس وصف کے عروج و ظہور اور ترقی و استحکام میں کوئی شک نہیں رہ سکتا۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے سارا عرب قوت کلام، سلاست اور فصاحت و بلاغت میں دنیا بھر سے فائق و برتر تھا اور آپ کے وصال کے بعد آپ کے سچے اور فدائی جانشین خلفاء اسلام، دیگر اوصاف کی طرح اس اداء خاص میں بھی آپ کے صحیح وارث و پیرو ثابت ہوئے، خلیفہ اول و بلا فصل، سَيِّدُنَا صَدِّيقِ الْكَبَرِ، سَيِّدُنَا فَارُوقِ اَعْظَمُ، سَيِّدُنَا ذُو النُّوْرِينِ عُثْمَانُ غَنِيٌّ. سَيِّدُنَا اَبُو تَرَابٍ عَلِيٌّ. اَفْضَلُ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ اُمُّ الْمُؤْمِنِينَ، سَيِّدَةُ خَطِيبَةِ اَهْلِ بَيْتٍ، عَائِشَةُ، الصِّدِّيقَةُ الْحَمِيرَاءُ. اِمَامٌ مُسْتَقِيلٌ وَ خَلِيفَةُ يَنْجُمِ

سَيِّدُنَا مُعَاوِيَةُ الْحَلِيمُ الْجَوَادُ وَغَيْرُهُمْ عَلَى نَبِيِّنا الصَّلَوةُ وَالسَّلَامُ وَعَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَالرِّضْوَانُ اس آیت آخرہ کے اکابر، سادات مومنین اور ائمہ بیان و خطابت ہیں۔

۵۔ دور اول کے بعد جب علوم شریعہ اور فنون ادبیہ اسلامیہ کا سکہ بسیط ارض پر قائم ہوا تو خطاب کا فطری جذبہ قرآن کریم، حدیث مبارک اور آثار صحابہ کی روحانی غذا، نیز معنوی قوت و تاثیر اور نورانیت کے سبب کئی گونہ زائد نمایاں، صیقل شدہ، مستحکم، انتہائی ترقی یافتہ اور محبوب و دل پذیر صورت میں جلوہ گر ہوا۔ چنانچہ ہر صدی، ہر ملک اور ہر قوم میں بہتر سے بہتر ادیب و خطیب پیدا ہوئے اور اہل زمانہ سے خراج تحسین وصول کر گئے۔ مبالغہ نہ ہوگا اگر یہ کہا جائے کہ تیرھویں اسلامی صدی کے آخری حصہ میں آرض "خند" کو اس جوہر لطیف کے امین و حامل، بلند پایہ، فقید المثال اور عظیم الشان خطباء کرام کے وجود مسعود سے جو بہرہ وافر و شرف ابدی نصیب ہوا ہے دنیا کا کوئی خطہ اس بارہ میں اس کا شریک و حریف نہیں ہو سکتا۔ یہاں کوئی فہرست گنونا مقصد تحریر نہیں۔ صرف ایک مشہور و معروف، مقبول و محبوب، دینی و قومی رہنما اور سلسلہ وعظ و بیان اور طریقہ تقریر و خطابت کے امام و مجدد اعظم، فقیر راقم السطور کے والد ماجد۔ حضرت امیر الشریعت مجاہد الملت، خطیب الامت، سید الاحرار، السید السند، اسد اللہ باری، مولانا الحافظ القاری، السید ابوالعطایا "شرف الدین"۔ "أحمد"۔ "عطاء اللہ" الحسنی

الحسینی۔ الجیلانی الاندراپی البخاری۔ غفرلہ الباری و نور اللہ مرقدہ و رزقنا اتباعہ باحسان (آمین) کا نام نامی و اسم گرامی ہی سب سے بڑی اور سچی گواہی، اور سب سے زیادہ مضبوط و مستحکم سند ہے۔ حضرت اقدس امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھنے اور ان کا کلام و بیان سننے والے خوش نصیب ابھی بھی لاکھوں بلکہ اس سے بھی زیادہ تعداد میں موجود ہیں۔ ان کے لئے تو صرف حضرت کا نام مبارک ہی کافی و وفاقی ہے اور نوخیز نسل کے لئے حضرت کے مشاہدین کا وجود و اقرار سب سے بڑی اور قوی حجت و برہان ہے۔ وَكَفَى لَنَا بِهِ فَخْرًا وَذُخْرًا

۶۔ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی سر آفرین الہامی تملوت اور تقریر سے پہلے خطبہ مسنونہ کی قرآنہ حسن و لطافت اور ذوق و جاذبیت میں ضرب المثل تھی۔ کہ بڑے بڑے خوش الحان قراء بھی باوجود نقل کے لہجہ و طرز اداء کا عشر عشر پیدا نہ کر سکے۔ وَذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ اے ہی خطبہ جمعہ بھی حضرت کا زالا اور بڑا وجد آور ہوتا تھا۔ عربہ تک راقم کا یہی خیال رہا کہ یہ خطبہ حضرت کا اپنا مرتبہ و مؤلفہ ہے۔ لیکن جب میرے اصرار پر اپنے حالات و سوانح بیان فرمانے لگے تو معلوم ہوا کہ اس کا اصل خاکہ حضرت کے مربئی تبوید و قراۃ، حضرت العلامة، ادیب لبیب، شاعر و خطیب، رئیس الحفاظ، سید القراء مولانا الحافظ القاری السید "عمر عاصم" الترمذی نور اللہ مرقدہ کے ذوق لطیف اور زور قلم کا نتیجہ ہے۔ جو سال کے بارہ مہینوں میں ہر جمعہ کے لئے ایک نئے اور مستقل مضمون کے طور پر علامہ مرحوم کے

مؤلفہ خطبات کا جز تھا لیکن سوائے اتفاق کہ ایک دفعہ امرتسر میں ذاتی کتب خانہ کی صفائی کے دوران میں حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں غلطی سے ردی کاغذات میں شامل ہو کر وہ مجموعہ جل گیا! اور صرف ایک خطبہ جو حضرت کا معمول تھا یاد ہونے کی وجہ سے محفوظ رہ گیا اور تازندگی بہ حالت صحت وہی معمول بہار رہا اور راقم نے بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حکم و منشاء سے قریباً تیس چوبیس برس پہلے جب یاد کیا تو اسی وقت سے خود بھی جماعت میں اس کو دستور بنالیا!۔

۷۔ عمدہ خطبہ کی اہمیت اور اس کی اچھی تاثیر سے واقف، علمی و ادبی ذوق سے بہ قدر وسعت آشنا۔ ائمہ و خطباء مساجد۔ خصوصاً ہم مسلک احباب کا ایک مدت سے محبت آمیز مطالبہ تھا کہ میں تبرک اکابر اور اپنے معمولہ خطبات کو ان کے نوخیز، قابل قدر۔ ادارہ۔ یعنی مکتبہ معاویہ کے زیر اہتمام ضروری اضافہ اور مناسب ترمیم کے ساتھ جلدی سے جلدی شائع کر دوں۔ خود مجھے ان سے زائد فکر و تنویش تھی مگر باوجود پورے عزم و فیصلہ کے مشیت الہیہ بہ صورت تاخیر شدید غلبہ پاتی رہی۔ اور اب اسی مشیت کا لدہ جی کی حرکت و رہنمائی کی تاثیر یقین کرتا ہوں کہ خطبات کے جمع و ترتیب ان کے لئے تقدّمہ نویسی اور اشاعت کا سامان و فرصت مہیا ہو رہے ہیں فَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ، وَمِنْهُ الْاِسْتِعَانَةُ، وَعَلَيْهِ التَّكْلَانُ!۔

۸۔ اس مختصر مجموعہ میں امت کی برحق و ہدایت یافتہ۔ قطعی اکثریت "أهل السنۃ والجماعۃ" کی ایک بہت بڑی اعتقادی ضرورت

کی تکمیل اور علمی و دینی تشنگی مٹانے کا سامان کیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک مکمل خطبہ نبویہ۔ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ خطبہ مولفہ، خالد ہند، شیر اسلام، فخر اولاد عمر، مجاہد جلیل، حضرت مولانا شاہ "محمد اسمعیل" شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، تبرک اکابر خطبہ مرتبہ و معمولہ راقم، برائے جمعہ۔ دو خطبات برائے عید الفطر و عید الاضحیٰ، خشک و ویران، مسموم و تپش زدہ موسم اور قحط و فلاکت کے وقت شادابی و آسودگی کے لئے نماز استسقاء کا مفصل خطبہ نیز خطبہ نکاح اور دعاء عقیدہ یک جا کر دیئے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں آفات و مصائب کے دفعیہ نیز دشمن دین اقوام کافروں اور فرق باطلہ کی فتنہ پردازی اور تسلط و بے داد کے وقت ان کی مغلوبیت و مقہوریت اور ہلاکت طلبی کے لئے حسب سنت نبویہ نماز فجر میں خصوصاً پڑھی جانے والی مشہور دعاء۔ "قنوت نازلہ" نیز خطبہ جمعہ کے احکام و مسائل ضروریہ کا خلاصہ لکھ دیا گیا ہے۔ (ابومعاویہ)



"احکام و مسائل جمعہ"

"فضائل"

یوم جمعہ کی فضیلت و برکت کے متعلق دفاتر حدیث میں بہت سی روایات موجود ہیں لیکن وقتی ضرورت کے تحت اس باب میں بھی اختصار ملحوظ رکھا جائے گا۔

۱. عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ (رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ) قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ (عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ) وَفِيهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ وَفِيهِ أُخْرِجَ مِنْهَا وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ،

رواہ "مسلم" (مشکوٰۃ ص ۱۱۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس سب سے بہتر دن پر سورج طلوع ہوا وہ یوم جمعہ ہے، اسی دن میں سیدنا ابوالبشر آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا کئے گئے اور اسی دن جنت میں لے جائے گئے اور اسی دن جنت سے باہر لائے گئے اور قیامت بھی سوائے یوم جمعہ کے اور کسی دن میں نہیں آئے گی۔

۲. وَعَنْهُ (رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ) قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ فِي الْجُمُعَةِ لَسَاعَةً لَا يُوَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ - يَسْأَلُ اللَّهَ فِيهَا خَيْرًا إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ . متفق عليه. ("مشکوٰۃ" ص ۱۱۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے، انہوں نے کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: بلاشبک جمعہ کے دن میں ایک ایسی خاص (مبارک و مقبول) گھڑی آتی ہے کہ اس میں کوئی فرماں بردار بندہ اللہ تعالیٰ سے جس بھلائی کی دعا کرے گا تو بہر صورت اللہ تعالیٰ اسے وہ خیر عطاء فرمادیں گے۔

۳. عَنْ أُوسِ بْنِ أُوسٍ. رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَفْضَلَ أَيَّامِكُمْ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ وَفِيهِ قُبُضَ وَفِيهِ النَّفْخَةُ وَفِيهِ الصَّعْقَةُ، فَأَكْثَرُوا عَلَى مِنَ الصَّلَاةِ فِيهِ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ أَرَمْتَ؟ قَالَ: يَقُولُونَ: بَلَيْتَ، قَالَ: إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ - (رواه أبو داود والنسائي وابن ماجه والدارمي، والبيهقي في الدعوات الكبير) ("مشکوٰۃ" ص ۱۱۲)

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: تمہارے بزرگ دنوں میں سے جمعہ کا دن ہے۔ اسی دن میں آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے اور اسی میں وفات دیئے گئے اور اسی دن میں قیامت کے بعد دوسری بار صور پھونکنے کا واقعہ ہوگا اور اسی میں قیامت کا بے ہوش کر دینے والا واقعہ ہوگا، تو اس دن میں مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو اس لئے کہ تمہارا صلوٰۃ و سلام مجھ پر پیش کیا جاتا رہے گا، صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! بھلا ہمارے صلوٰۃ و سلام آپ پر کیسے پیش کئے جائیں گے جب کہ آپ کا جسم مبارک سلامت نہ رہا ہوگا؟ (راوی کا قول ہے کہ لوگ محاورہ میں "ارمت" کا معنی "بلیت" کرتے ہیں یعنی مخاطب کو کہتے ہیں کہ تیرا جسم گل گیا) حضور نے فرمایا کہ میرا جسم بوسیدہ نہیں ہو سکے گا کیونکہ یہ بچی بات ہے کہ اللہ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجسام کو کھانا حرام کر رکھا ہے یعنی صرف میرا ہی نہیں بلکہ ہر نبی کا جسم بعد از وفات بہ وجہ خاص تعلق روح قیامت تک کے لئے محفوظ ہے۔

"فرضیتہ جمعہ"

جمعہ کے دن نماز ظہر کی چار رکعات کے عوض میں دو رکعت نماز جمعہ مستقل فرض ہے۔ قرآن کریم اور حدیث مبارک کی نصوص و دلائل قطعیہ سے جمعہ ثابت ہے اس کے وجود کا منکر کافر اور عہد اچھوڑنے والا فاسق ہے۔ جمعہ چھوڑنے پر سخت ناراضی کا اظہار کیا گیا ہے اور سخت ظاہری و باطنی سزاؤں کی وعیدات سنائی گئی ہیں۔ اس بارہ میں بہت احتیاط کرنی چاہیے۔

۱. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فِي الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ. يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ. ذَلِكَ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ.

(پ ۲۸، س ۶۲، ع ۱۲۰۲)

اے خدا اور رسول کے ماننے والو! جب اذان دے دی جائے نماز جمعہ کے لئے جمعہ کے دن تو جلدی جلدی چل پڑو اللہ کی یاد کی طرف اور چھوڑ دو کاروبار کو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جان جاؤ۔ اور جب ادا ہو جائے نماز تو پھر پھیل جاؤ زمین میں اور ڈھونڈو اللہ کی مہربانی اور لال کو اور یاد کرتے رہو اللہ تعالیٰ کو بہت، امید ہے تم پہلو گے اور کامیاب ہو جاؤ گے۔

۲. عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ. أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَ يَوْمَئِذٍ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَعَلِيهِ الْجُمُعَةُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَّا مَرِيضًا أَوْ مُسَافِرًا أَوْ امْرَأَةً أَوْ صَبِيًّا أَوْ مَمْلُوكًا فَمَنْ اسْتَغْنَى بِلَهْوٍ أَوْ تِجَارَةٍ اسْتَغْنَى اللَّهُ عَنْهُ وَاللَّهُ عَنِّي حَمِيدٌ، (رواه الدارقطني "مشکوٰۃ" ص ۱۱۳، ۱۱۴)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بلا شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس پر جمعہ کے دن نماز جمعہ فرض ہے، مگر یہ کہ بیمار یا مسافر یا عورت یا بچہ یا شرعی غلام ہو تو اس پر فرض نہیں اور جس نے کھیل کود یا کاروبار میں مشغولیت کے ذریعہ نماز جمعہ سے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ اللہ تعالیٰ بھی اس سے بے پرواہ ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ویسے بھی ہر حاجت سے بے پروا قابلِ حمد ذات ہیں۔

۳. عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ مِنْ غَيْرِ ضَرِّ وَرَةٍ كُتِبَ "مُنَافِقًا" فِي كِتَابٍ لَا يُمَحَّى وَلَا يُبَدَّلُ وَفِي بَعْضِ الرِّوَايَاتِ ثَلَاثًا

(رواه الشافعی. "مشکوٰۃ" ص ۱۱۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بلا شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جمعہ بلا ضرورت و عذر چھوڑ دیا وہ شخص اللہ کے ہاں اس کتاب میں جس کے اندر کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا جاتا۔ منافق لکھ دیا جاتا ہے۔ اور بعض روایات میں تین دفعہ چھوڑنے کا ذکر ہے۔

۴. عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ الصَّنَمَرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَكَ ثَلَاثَ جُمُعٍ تَهَاوُنًا بِهَا طَبَعَ اللَّهُ عَلَى قَلْبِهِ (رواه ابو داؤد والترمذی والنسائی وابن ماجتہ والدارمی ورواه مالک عن

بھی پیش آتے رہے اور زمانِ خیر سے مزید دوری اور کفر و ارتداد کے شیوع و تسلط کی بناء پر آئندہ کے لئے ان کا خطرہ اور بھی قوی و یقینی تھا، اس لئے صحابہ کے سچے جانشین، مجتہدین و محدثین اسلام اور صحیح رمزِ آشنائے شریعت و نبضِ شناسانِ قوم۔ فقہاء و حکماء امت نے پورے عدل و تقویٰ، احتیاط، ہمدردی و خیر خواہی اور فراست و بصیرت کے ساتھ یہ فتویٰ دیا کہ۔۔۔۔۔ جس جگہ میں شہر ہونے کے سب شرائط موجود ہوں لیکن مسلم عوام اپنے مقتدرین کی غفلت، مداہنت، فسق و فجور یا بد اعتقادی کے وبال و پاداش میں احکام و قوانین شرعیہ اور حدود و تعزیرات اسلامیہ کے نافذ و جاری ہونے کی بنیادی فضیلت سے محروم ہوں تو اس جگہ محض نام کی مسلم حکومت کا وجود ہی غنیمت سمجھ کر جمعہ قائم کرنا جائز رہے گا۔

۳۔ "اذن عام"

یعنی حکومت اہل اسلام کے اجتماع عام پر پابندی نہ لگاتی ہو اور جامع مسجد کے دروازے ہر وقت کھلے رکھے جاتے ہوں۔ ورنہ جمعہ درست نہ ہو گا اور اگر سرکاری حکم کے تحت ایک دستور اور عادت مسترہ کے طور پر نماز جمعہ بجائے جامع مسجد، قلعہ میں اداء کی جاتی ہو اور دشمن کے خوف یا سرکاری حکم و دستور کے مطابق قلعہ کا دروازہ عموماً بند رکھا جاتا ہو۔ جس کی وجہ سے عوام بغیر کچھ پابندی اور رکاوٹ کے قلعہ تک نہ پہنچ سکتے ہوں۔ تو یہ بندش، اذن عام یعنی کھلی اجازت کے خلاف اور منافی نہیں ہوگی۔ البتہ خوفِ عدو نہ ہو تو قلعہ کا دروازہ بند رکھنا غیر مناسب ہے۔ پھر اگر بند دروازہ کھول کر نماز کے لئے اندر آنے کی

اجازت دے بھی دی گئی تو بھی یہ نیم آزاد جمعہ کراہت سے خالی نہ ہوگا۔ نیز یہ کہ جامع مسجد کے ہوتے ہوئے قلعہ میں نماز کا دستور و رواج بنانا ہی سرے سے مکروہ اور غیر مستحسن ہے۔ چنانچہ اب بھی اگر کہیں اور کبھی یہ رسم جاری کرنے کی سعی کی جائے تو اس کو روکنا اور بند کرنا ضروری ہوگا۔

۴۔ "وقت ظہر"

یعنی زوالِ آفتاب کے بعد سے لے کر عصر تک جو درمیانی وقت ہے وہ موجود رہے تو جمعہ فرض ہو گا ورنہ نہیں۔ حتیٰ کہ اگر کبھی بہت تاخیر سے جمعہ شروع کیا گیا اور آخری رکعت کے بعد بیٹھ کر التعمات ہی پڑھی تھی کہ عصر کا وقت شروع ہو گیا تو بھی جمعہ مطلقاً باطل ہو جائے گا۔ کیونکہ وقت ظہر کی شرط صرف اس لئے نہیں ہے کہ نماز جمعہ اس کے اندر اندر شروع کرنی تو ضروری ہو اور ختم چاہے عصر کے وقت میں ہی کی جائے بلکہ جمعہ کو اسی ظہر کے وقت کے اندر اندر اداء اور ختم کرنے کی شرط ہے۔ لہذا قبل از ظہر دوپہر میں شروع کر کے ظہر کے اندر ختم کیا جائے یا ظہر میں شروع کر کے عصر کے اندر ختم کیا جائے جمعہ کسی صورت میں اداء نہیں ہوگا۔ پھر چونکہ جمعہ کے دن جمعہ کی نماز ہی نمازِ ظہر کے عوض میں اس کی قائم مقام بنائی گئی ہے اس لئے اگر کسی نے سرے سے جمعہ ہی نہ پڑھا تو وہ اب جمعہ کی قضاء نہیں کرے گا بلکہ اس کی جگہ نمازِ ظہر پڑھ کر فرض اداء کر لے گا، پھر اگر مجبوراً رہ گیا تو معاف ہے اور عمداً چھوڑ تو سخت گنہگار ہو گا اور اگر کسی نے جمعہ قبل از وقت شروع کر کے وقت ظہر میں ختم کیا یا وقت ظہر میں شروع کر کے بعد از ظہر یعنی وقتِ عصر میں جا

کر ختم کیا اور اس غلط ترکیب کے سبب اس کا جمعہ باطل ہو گیا تو پھر بھی اس پر جمعہ کی قضاء نہیں آئے گی بلکہ یوم جمعہ کی جو نماز ظہر نماز جمعہ کی وجہ سے چھوڑی گئی تھی اب اسی ظہر کو قضاء کرنا لازم ہو گا۔

۵۔ "جماعتہ"

یعنی جس جگہ آبادی بہت کم ہو وہاں نماز جمعہ کے لئے ایک امام و خطیب اور اس کے علاوہ کم از کم تین مرد۔ کل چار آدمی کا موجود ہونا ضروری ہے۔ اس سے کم تعداد میں نماز و جماعت جمعہ کا فرض اداء نہ ہو سکے گا۔ ایسے ہی اگر امام و خطیب تو موجود ہو لیکن اس کے سوا کوئی مرد مقتدی نہ ہو۔ بلکہ غیر بالغ لڑکے یا عورتیں موجود ہوں تو پھر بھی نماز جمعہ صحیح نہ ہوگی۔

۶۔ "خطبہ"

یعنی نماز کی طرح خطبہ جمعہ بھی وقت ظہر کے اندر اندر ہی پڑھنا ضروری ہے۔ اگر کسی نے "در وقت ظہر" قبل الظہر خطبہ دیا اور وقت ظہر میں نماز پڑھی تو جمعہ درست نہ ہو گا۔

۷۔ "خطبہ قبل از نماز"

یعنی جمعہ کی درستی کے لئے خطبہ نماز جمعہ سے پہلے پڑھنا لازم ہے، اگر کسی نے نماز کے بعد خطبہ دیا تو جمعہ صحیح نہ ہو گا مزید واضح رہے کہ خطبہ جمعہ ایک تو ایسے لوگوں کے سامنے پڑھنا ضروری ہے جن کی موجودگی سے جمعہ درست ہو سکتا ہو۔ یعنی وہ عاقل بالغ مرد ہوں۔ غیر بالغ لڑکے یا عورتیں نہ ہوں۔ نیز یہ کہ اگر کم یا

زائد آبادی کے لوگ وقت پر مسجد میں نہ پہنچے ہوں یا صرف ایک مرد آیا ہو تو اس حالت میں خطبہ دینا جائز نہ ہو گا۔!

"وجوب جمعہ کے شرائط"

نماز جمعہ کسی مسلم کے ذمہ تو اسی وقت دیگر فرائض و واجبات شرعیہ کی طرح ایک خدائی حق بن کر لازم ہو جاتی ہے جب وہ کلمہ گو مذکورہ بالا شرائط کے مطابق زندگی بسر کر رہا ہو۔ لیکن عین وقت جمعہ میں اگر کوئی شرعی عذر پیش آ گیا تو اگرچہ بہ وجہ اسلام جمعہ ہر مومن پر لازم تھا لیکن چونکہ اس کے اداء کرنے کی صلاحیت موجود نہیں رہی لہذا عذر تک جمعہ موقوف رہے گا اور اس کے زائل ہونے پر اداء جمعہ پھر ضروری ہو جائے گا۔ واجب ہونے کے حسب ذیل گیارہ شرائط ہیں۔

۱۔ "آزادی"

یعنی جو شخص شرائط کے مطابق ہونے والے اسلامی جہاد میں لشکر کفار میں سے گرفتار ہو کر حسب قانون شریعتہ امام و حاکم اور خلیفہ وقت کے حکم سے تقسیم کے بعد کسی غازی اور مجاہد کو عطیہ بہ طور خادم و غلام ہاتھ لگے یا زمانہ کفر سے ہی اس کے باپ دادا کسی صورت میں کسی شخص کے غلام و مملوک چلے آتے ہوں اور وہ بھی اپنے آقاؤں کے خاندان میں سے کسی فرد کو بہ طور مال وراثت، غلام و مملوک بن کر حصہ میں آئے۔ یا ان دو طریق پر غلام بنا ہوا مسکلم شخص بکتا بکتا کسی کا زر خرید غلام بن جائے تو چونکہ شرعاً ملی ہوئی رعایت میں اس کو آزاد انسان کے تمام اختیارات و حیثیت حاصل نہیں اس لئے باوجود مسلم ہونے

کے اس شرعی عذر کے سبب اس پر اداء جمعہ واجب نہیں البتہ آقا آزاد کر دے تو پھر عام آزاد مسلمانوں کی طرح وہ جمعہ بھی اداء کر سکے گا۔

۲۔ "مردانگی"

یعنی بالغہ عورتوں پر پانچ نمازیں تو فرض ہیں لیکن ان کے خاص حالات و عوارض اور پردہ وغیرہ کی مجبوریات کے پیش نظر شرعاً ان پر جمعہ واجب نہیں بلکہ معاف ہے۔ وہ گھروں میں نمازِ ظہر پڑھیں۔

۳۔ "بلوغ"

یعنی غیر بالغ لڑکوں پر پانچ نمازوں کی طرح جمعہ بھی سر دست واجب نہیں جب جو ان ہو جائیں تو پھر لازماً اداء کریں۔

۴۔ "عقل"

یعنی پاگل خبطی اور دیوانہ پر جمعہ واجب نہیں۔

۵۔ "بیشائی"

یعنی اندھے پر جمعہ واجب نہیں چاہے اس کو مسجد تک پہنچانے والا ساتھی بھی میسر آسکتا ہو۔ البتہ ایک آنکھ والے پر جمعہ واجب ہے۔

۶۔ "قوتِ رفتار"

یعنی ایسا لنگڑا جو جامع مسجد تک جانے کی قدرت نہ رکھے۔ مثلاً اس کی ایک ٹانگ سخت فلج زدہ یا کٹی ہوئی ہو تو اس پر جمعہ واجب نہیں۔

۷۔ "صحیحہ"

یعنی ایسا بیمار جس کا ایک ہی تیماردار و خدمت گزار ہو کہ اگر وہ چلا جائے تو کوئی مریض کی خبر پوچھنے والا بھی نہ مل سکے۔ تو وہ بیمار اور اس کا خادم۔ نیز

"شیخ فانی"

یعنی ایسا بوڑھا جو چل پھر نہ سکے۔ ان سب پر جمعہ واجب نہیں۔

۸۔ "قیام"

یعنی مسافر پر جمعہ واجب نہیں البتہ اگر وہ کسی جگہ کم از کم پندرہ دن ٹھہرنے کا فیصلہ کر لے تو پھر وہ بھی مستقل بسنے والے مسلمانوں کی طرح جمعہ ادا کرے گا۔

۹۔ "عدم خوف گرفتاری و دزد"

یعنی ایسا مفرور یا روپوش جس کے خلاف کسی مسلم یا غیر مسلم جابر و ظالم حکومت نے حکم گرفتاری (وارنٹ) جاری کر دیا ہو۔ یا وہ خانہ نشین آدمی کہ اگر وہ چلا جائے تو چور پڑنے کا خطرہ یقینی ہو جائے۔ ان پر جمعہ واجب نہیں۔

۱۰۔ "عدم قید"

یعنی حوالاتی اور قیدی پر جمعہ واجب نہیں۔

۱۱۔ "عدم عذر سخت"

یعنی سخت بارش، کپڑا اور دلدل برف باری اور آمدِ حی وغیرہ جیسے کسی زبردست عذر کے باعث جو شخص جامع مسجد تک نہ پہنچ سکتا ہو اس پر جمعہ واجب نہیں۔ حاصل یہ ہے کہ جس شخص کے لئے مذکورہ شرائط میں سے بعض یا کل شرائط

پوری نہ ہو سکیں۔ شرعاً تو اس پر جمعہ واجب و لازم نہیں لیکن اگر وہ عاقل و بالغ ہو اور مفقود الشرط ہونے پر بھی اصلیت اور عزیمت یعنی دین کی حقیقی اور پختہ روش پر ہی عمل کرنا چاہے اور جمعہ پڑھ لے تو اس کا جمعہ جائز ہو جائے گا اور یوم جمعہ کی ظہر کا فرض اس کے ذمہ سے ٹل کر یہ نماز جمعہ بجائے فرض اس کی صبح، ہسٹر اور افضل قائم مقام بن جائے گی۔ کیونکہ نماز جمعہ بہ ذات خود بہت اعلیٰ عبادت ہے لہذا کل معذورین کے لئے بھی حقیقتہً ظہر کی جگہ اس دن نماز جمعہ ہی افضل و اولیٰ رہے گی۔ البتہ عورت کے لئے ہر حال میں جمعہ کے دن بھی نماز جمعہ سے ظہر ہی افضل ہے کیونکہ یہ حکم و فرمانِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم عورت کی مسجد میں پڑھی ہوئی نماز سے ازروئے حکمت و مصلحت و احتیاط و تقویٰ اس کی گھر میں اداء کی ہوئی نماز زائد افضل و اولیٰ قرار پا چکی ہے لہذا اس ارشاد کے بعد دنیا کے کسی بھی شخص کی نازک خیالی اور عورت سے بے معنی اور فرضی اظہار ہمدردی کے تحت اس کے کسی قول و عمل کو ترجیح نہیں دی جاسکتی۔ (ابومعاویہ)

خُطْبَةُ الْجُمُعَةِ الْخُطْبَةُ الْأُولَى

۱۔ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ۝ هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ طِينٍ ثُمَّ قَضَىٰ أَجَالَهُمْ وَأَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهُ ثُمَّ أَنْتُمْ مُرْجُونَ ۝ وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ ط يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ ۝ (الْقُرْآنُ الْكَرِيمُ ص ۱۷۷)

۲۔ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَىٰ عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا ۖ قَيِّمًا لِّيُنذِرَ بَأْسًا شَدِيدًا لِّالَّذِينَ كَفَرُوا وَلِيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا حَسَنًا ۖ مَا كَثُرِينَ فِيهِ أَبَدًا ۖ وَيُنذِرَ الَّذِينَ قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا ۚ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ وَلَا لِآبَائِهِمْ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ ۚ إِنَّ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا ۖ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ مُّفْسِكٌ عَلَىٰ الْآثَرِهِم ۚ إِنَّ لَهُمْ يُومِنُونَ بِهِ ۚ أَلَمْ يَكُنِ اللَّهُ يَوْمَ الْأَنْبِيَاءِ خَبِيرًا وَبَصِيرًا ۚ (الْقُرْآنُ الْكَرِيمُ ص ۱۷۷)

۳۔ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظَاهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝ (الْقُرْآنُ الْكَرِيمُ ص ۱۷۷)

۴۔ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيَّاتِ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَ يُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ (الْقُرْآنُ الْكَرِيمُ ص ۱۷۷)

۵۔ وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ ۚ (أَوْضَحَ لَهُ وَلَا يَدَّ لَهُ

وَلَا تَطِيلُ لَهُ وَلَا مِثْلُ لَهُ وَلَا مِثَالُ لَهُ ۖ وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَسَيِّدَنَا
 "وَشَفِيعَنَا وَجَيْبُنَا" وَمَوْلَانَا (سَيِّدَ الدُّوَلِينَ وَالْأَخِيرِينَ، إِمَامَ
 الْأَكْبَرِ وَالْمُرْسَلِينَ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ) مُحَمَّدًا عَبْدَهُ وَرَسُولَهُ ۖ
 (لَا نَبِيَّ بَعْدَهُ وَلَا رَسُولَ بَعْدَهُ وَلَا أُمَّةَ بَعْدَ أُمَّتِهِ).

١- (صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّاتِهِ
 أَجْمَعِينَ) ۖ مَا بَعْدُ !

٢- مَعَاشِرَ الْمُسْلِمِينَ ! قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ
 أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ،

٨- يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ
 لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ (الْقُرْآنُ الْكَرِيمُ ط، ص ٤٢)

٩- يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَ
 خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ
 الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ۝
 (الْقُرْآنُ الْكَرِيمُ ط، ص ٤٢)

١٠- يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ ۝
 يَوْمَ تَكُونُ النُّجُومُ أَهْلًا كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ
 ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَكْرَى النَّاسُ سُكْرَى وَمَا هُمْ بِسُكْرَى وَلَكِنْ
 عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ (الْقُرْآنُ الْكَرِيمُ ط، ص ٤٢)

١١- يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضَرْبٌ مِثْلُ فَا سَمْعُوكُمْ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ
 اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوْ اجْتَمَعُوا لَهُ ۖ وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ
 شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ ۖ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ ۝ مَا قَدَرُوا

اللَّهُ حَقَّ قَدْرِهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ۝ (الْقُرْآنُ الْكَرِيمُ ط، ص ٤٣)
 ١٢- هَذَا بَلَاءٌ لِلنَّاسِ وَلِيُنْذِرُوا أَلَنَّهُمْ هَوَالَهُ ۖ وَاحِدٌ وَلِيَذْكَرَ
 أُولُوا الْأَلْبَابِ ۝ (الْقُرْآنُ الْكَرِيمُ ط، ص ٤٣)

بَارَكَ اللَّهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ، وَنَفَعَنَا وَإِيَّاكُمْ بِالْآيَاتِ
 وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ، إِنَّهُ تَعَالَى جَوَادٌ (قَدِيمٌ) كَرِيمٌ، عَلِيُّ عَظِيمٌ،
 "مَلِكٌ، رَبٌّ، رَبُّ رَعُوفٌ، رَحِيمٌ" ۖ (مَتَى الْخُطْبَةُ الْأُولَى)

دورانِ خطبات کے متعلق ایک ضروری تنبیہ

۱۴۔ پہلا خطبہ پڑھ کر تھوڑا سا وقفہ کرنا، ذرہ سا بیٹھنا اور پھر دوسرے خطبہ کے لئے کھڑے ہونا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ اداء اور آپ کا دائم و مسنون عمل مبارک ہے۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ . رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ . كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ خُطْبَتَيْنِ كَانَ يَجْلِسُ إِذَا صَعِدَ الْمِنْبَرَ حَتَّى يَفْرُغَ أَرَاهُ الْمُؤَذِّنُ : ثُمَّ يَقُومُ فَيَخْطُبُ ، ثُمَّ يَجْلِسُ وَلَا يَتَكَلَّمُ ، ثُمَّ يَقُومُ فَيَخْطُبُ ،

(رواہ ابو داؤد "مشکوٰۃ" باب الخطبۃ والصلوة ص ۱۳۳)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان فرمایا کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (جمعہ میں) دو خطبہ دیا کرتے تھے، جب آپ منبر پر چڑھتے تو بیٹھ جاتے یہاں تک کہ مؤذن (خطبہ کے لئے جمعہ کی دوسری اذان سے فارغ ہو جاتا، پھر آپ کھڑے ہوتے اور پہلا خطبہ دیتے پھر بیٹھ جاتے اور ذکر و تسبیح یا آیت وغیرہ کی قسم کا کوئی کلام نہ فرماتے پھر کھڑے ہوتے اور دوسرا خطبہ دیتے۔

۱۵۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ: "جمعہ میں دعاء کے مقبول

ہونے کی گھر ٹی امام کے منبر پر چڑھنے کے وقت سے لے کر نماز کے پورا ہونے

تک ہے"

اس روایت سے بعض لوگوں کو غلط فہمی ہو گئی کہ شاید دو خطبات کا درمیانی وقفہ ہی وہ گھر ٹی ہو جس میں دعاء قبول ہوتی ہے۔ لہذا اس میں دعاء مانگ لینا چاہیے؟ حالانکہ ایسا نہیں۔ مشہور زمانہ حنفی فقیہ و محدث علامہ ملا علی قاری برومی رحمۃ اللہ علیہ نے ساعت قبولیت والی اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ:

"دعاء سے مراد وہ دعاء ہے جو خطیب دورانِ خطبہ میں جملہ اہل اسلام کے لئے مانگتا ہے"

یعنی دو خطبات کے درمیانی وقفہ کی دعا مراد نہیں، لہذا اس سے ثابت ہوا کہ وقفہ میں امام و خطیب یا سامعین و مقتدی کا ہاتھ اٹھا کر دعاء مانگنا خلاف سنت ہے۔

۱۶۔ علامہ شیخ "عبدالحق" محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی

مشہور کتاب "شرح سفر السعادت" میں لکھا ہے کہ:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو دو خطبات کے درمیان بیٹھتے تو اس جلسہ میں بالکل خاموش رہتے تھے اور اس جلسہ میں دعاء ثابت نہیں ہوتی۔"

۱۷۔ مشہور عالم حنفی محدث و مجتہد۔ حضرت امام "طحاوی" رحمۃ

اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ اس (دونوں خطبہ کے درمیانی جلسہ میں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی دعاء "ثابت" نہیں!۔

۱۸۔ فقہ کی مشہور کتاب "ہدایہ" کی شرح میں رئیس الاحناف،

شمس الاممہ "سرخسی" رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ "خطیب کو دونوں خطبات

کے درمیان اتنا بیٹھنا چاہیے کہ اس کے تمام اعضاء قرار پا جائیں۔ اور اس عارضی اور مختصر جلسہ میں دعاء مانگنا "بدعت" ہے ("عماد الدین" ص ۳۶۵)

۱۹-

علماء نے اس وقفہ کی مقدار میں یہ فرمایا ہے کہ خطیب

صرف اتنی دیر بیٹھے جس میں تین بار "سبحان اللہ" کہا جاسکتا ہو، فالتو بیٹھنا بھی درست نہیں۔ عذر اور تکلیف کی بات الگ ہے اس میں شرعاً کوئی مواخذہ نہیں ہوتا۔

الْخُطْبَةُ الثَّانِيَّةُ

۲۰۔ الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا كَمَا أَمَرَ ۝ وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ إِرْغَامًا لِّمَنْ حَبَدَ بِهِ وَكَفَرِ ۝

۲۱۔ وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَسَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا ۝ عَبْدَهُ وَرَسُولَهُ ۝ سَيِّدُ الْخَلَائِقِ وَالْبَشَرِ ۝ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَ أَصْحَابِهِ ۝ (وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَأَتْبَاعِهِمْ) لَهُ مَقَاتِيحُ الرَّحْمَةِ وَ مَصَابِيحُ الْغُرُصِ ۝

۲۲۔ عِبَادَ اللَّهِ! اتَّقُوا اللَّهَ تَعَالَى مِنْ سَمَاءِ اللَّغْوِ وَفُضُولِ الْخَيْرِ ۝ وَ أَنْتَهُوَ أَعَمَّا نَهَاكُمْ عَنْهُ وَنَرْجُو أَنْ تَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ أَمَرَكُمْ بِأَمْرٍ بَدَأَ فِيهِ بِنَفْسِهِ، وَنَتَى بِمَلَائِكَتِهِ الْمُسَبِّحَةِ لِقُدْسِهِ ۝ وَثَلَّثَ بِكُمْ أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ مِنْ بَرِّيَّةِ جَنَّةٍ وَإِسْمِهِ، فَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى مُخْبِرًا وَ أَمْرًا ۝ (وَعَزَّ قَائِلًا ذَكْرِيًّا) ۝

۲۳۔ إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ، يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝ أَلْقُوا الْأَكْرِيْمَ، يَا أَيُّهَا الْمُسْلِمُونَ، صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ ۝ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا

مُحَمَّدٍ - (وَعَلَى أَصْحَابِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ - وَعَلَى أَزْوَاجِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَوةٌ تَكُونُ لِلنَّجَاةِ وَسَيْلَةً وَلِعَالِمِ الدَّرَجَاتِ كَفَيْلَةً،

٢٢- أَللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ - وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ - (وَعَلَى أَصْحَابِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ - وَعَلَى أَزْوَاجِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ - صَلَوةٌ تُفَرِّجُ بِهَا الْكُرْبُ وَتُحَلِّ بِهَا الْعُقَدُ -

٢٥- أَللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ - وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ - (وَعَلَى أَصْحَابِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ - وَعَلَى أَزْوَاجِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ - صَلَوةٌ تَكُونُ لَكَ رِضَاءٌ وَلِحَقِّهِ آدَاءٌ -

٢٦- وَصَلِّ عَلَى جَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ، وَالْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ وَعَلَى عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ -

٢٧- خُصُوصًا مِنْهُمْ عَلَى الشَّيْخِ الشَّفِيقِ، قَاتِلِ الْكُفْرَةِ وَالزُّنْدِيقِ - (وَمُنْكَرِي الزُّكُوفَةِ وَخَتَمِ النُّبُوَّةِ وَالْمُرْتَدِّينَ، أَوَّلِ الْمُسْلِمِينَ وَسَيِّدِ الْمُؤْمِنِينَ مِنَ الرِّجَالِ الْمُصْطَفِينَ أَفْضَلِ الْبَشَرِ بَعْدَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ، أَمِنَ النَّاسِ عَلَى النَّبِيِّ وَالْإِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِينَ، رُبُّيَسْرِ الْهَادِينَ وَالْمُهْتَدِينَ وَالْمُهْدِيَّينَ، ٢٨- فِي الْغَارِ الرَّفِيقِ الْمَلَقِ بِالْعَتِيقِ، نَائِبِ النَّبِيِّ الْأَوَّلِيِّ بِالْمُؤْمِنِينَ، ٢٩- خَلِيفَةِ رَسُولِ اللَّهِ (الْمُنْتَخِبِ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ - مِنْ الْجَبَاهِيرِ وَالْمَشَاهِيرِ يَدَا

نَزَاعٍ وَلَا فَصْلٍ ٣٠- عَلَى الشَّحِيقِ، الْأَوَّلِ الْأَقْدَمِ مِنَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ (الْمُهْدِيَّينَ) ٣١- أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَآمَامِ الْمُتَّقِينَ، سَيِّدِنَا عَبْدَ اللَّهِ - بَيْنَ - (سَيِّدِنَا) ٣٢- ابْنِ قُحَافَةَ - (عُثْمَانَ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ) ابْنِ بَكْرِ الصِّدِّيقِ - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ - (وَأَمْرُ صَاهُ) ٣٣- هـ

٣٤- ثُمَّ السَّلَامُ مِنَ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ إِلَى الشَّيْخِ الْجَلِيلِ، قَاتِلِ الْجُوسِ وَالرُّومَانِ وَالْيَهُودِ وَالنَّصَارَى وَالْمُلْحِدِينَ وَالْمُشْرِكِينَ، قَاتِلِ الْعَجَمِ وَالْعِرَاقِيِّينَ وَالشَّامِ وَفِلَسْطِينَ، أَشَدِّ النَّاسِ فِي أَمْرِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِلْإِعْدَاءِ وَالْمُتَافِقِينَ، أَلَيْنَ النَّاسِ فِي مَصَائِبِ الْمُسْلِمِينَ مُحَدَّثِ الْأُمَّةِ وَوَارِثِ فَضَائِلِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ، رَفِيقِ النَّبِيِّ فِي الْحَيَاةِ وَالرُّوحَةِ وَالْمُحْشَرِ وَالْعَلِيِّينَ، سَيِّدِ الْعَادِلِينَ الْأَحْدَارِ الْمُتَّقِينَ ٣٥- أَمِيرِ الْأَبْوَابِ، رَبِّينَ الْأَصْحَابِ، الْمُجَاوِمِ فِي الْمَسْجِدِ وَالْمُحَرَّابِ، الْمُوَافِقِ رَأْيَهُ بِالْكِتَابِ، الْتَاطِقِ بِأَرْحَاقِ الْحَقِّ ٣٦- هـ الصِّدِّيقِ وَالصَّوَابِ ٣٧- (صَاحِبِ الْكُشْفِ وَالْوِلَايَةِ وَالْإِلَهَامِ وَالْبَقِيَّةِ) ٣٨- (عَمْرٍ الْإِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِينَ) ٣٩- (ثَانِي الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهْدِيَّينَ) ٤٠- هـ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَآمَامِ الْمُتَّقِينَ سَيِّدِنَا ابْنِ حَفْصٍ - عَمْرٍ الْمُطَّلَبِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ (وَأَرْضَاهُ) ٤١- هـ

٤٢- ثُمَّ السَّلَامُ مِنَ الْمَلِكِ الْمُتَّانِ - إِلَى الشَّيْخِ الْكَرِيمِ، قَاتِلِ التُّرْكِ وَالْأَفَاغِنَةِ وَالسُّنْدِ وَأَفْرِيقِيَا وَالْأَعْرَاقِ وَبَلْقَانِ، مُجَهِّزِ جَيْشِ الْعُسْرَةِ وَمُرْتِي الْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ، أَلَيْنَ النَّاسِ فِي صَلَاةِ الرَّحِمِ

لِلدُّقْرِ بَيْنَ وَالْأَبْعَدَيْنِ، سَدَّ لَهْ بَيْنَ أُمِّيَّةِ الْعِظَامِ وَبَيْنَ هَاشِمِ الْكِرَامِ، أَمَنَّا لَهُ مِنَ الْكِبَائِرِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَالْإِسْلَامِ، لَهُ أَمِيرُ الْأَمَانِ، كَامِلُ الْحَيَاءِ وَالْحِلْمِ وَالْإِيمَانِ، حَبِيبُ الرَّحْمَنِ عَدُوُّ الشَّيْطَانِ. (الجامع الثاني) ١. وَالتَّائِيهِ لِلْقُرْآنِ ٢. (صَاحِبُ الْهَجْرَتَيْنِ، أَفْضَلُ الْخَلْقَيْنِ) ٣. ذِي الثُّورَيْنِ. زَوْجُ الْإِبْنَتَيْنِ قَتِيلِ مَكْرِ الْيَهُودِ وَالسَّبَائِيَّةِ وَمُظْلَمِ الرِّوَاغِضِ وَالْمُتَافِقَيْنِ ٤. الشَّهِيدِ حَالِ تِلَادَةِ. (الْكِتَابُ الْمُبِينِ) ٥. الْفُرْقَانِ - ثَالِثُ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهَدِّدِينَ ٦. أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ وَإِمَامُ الْمُتَّقِينَ سَيِّدُنَا (أَبِي عَامِرٍ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ) ٧. عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ (وَأَرْضَاهُ) ٨.

٩. ثُمَّ السَّلَامُ إِنَّ الْمَلِكَ الْوَلِيَّ. (إِلَى الشَّيْخِ الْفَخِيمِ، قَاتِلِ الْخَوَارِجِ وَالرَّنَادِقَةِ وَالْمُلَاحِدِينَ، أَوَّلِ الْأَطْفَالِ الْمُسْلِمِينَ زَيْنِ الْعَابِدِينَ، سَيِّدِ الرَّاهِدِينَ، أَفْضَلِ الْقُضَاةِ وَالْمُقْتَبِينَ وَآفَقِهِ الْمُخَاصِرِينَ، رُبَّيْسِ الْأُيُتَةِ الْمُجْتَهِدِينَ) ١٠. أَمِيرِ الرِّضِيِّ ابْنِ عَمِّ النَّبِيِّ، قَالِجِ الْبَابِ الْغَيْبِيِّ، زَوْجِ قَاطِمَةِ الزُّهْرَاءِ، وَارِثِ الْعِلْمِ النَّبَوِيِّ إِمَامِ الْأَشْبَعِينَ (الْمَرَاتِجُ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدِينَ الْمُهَدِّدِينَ) ١١. أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ وَإِمَامُ الْمُتَّقِينَ، سَيِّدُنَا - إِلَى الْحَسَنِ - ابْنِ تَرَابٍ عَلِيٍّ - (بْنِ أَبِي طَالِبٍ) ١٢. الشَّيْخِ الْوَفِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. (وَأَرْضَاهُ) ١٣.

١٤. ثُمَّ السَّلَامُ مِنْ مَلِكِ الْمَنِينَ، إِلَى السَّيِّدِ الْحَلِيمِ، مُعِزِّ أَهْلِ الْفَقِّ وَالِدَيْنِ مُذِلِّ الْخَوَارِجِ وَالرِّوَاغِضِ وَالسَّبَائِيَّةِينَ، مُصَدِّقِ النَّبِيِّ الصَّادِقِ

له عليه السلام. (الجامع الثاني) ١. وَالتَّائِيهِ لِلْقُرْآنِ ٢. (صَاحِبُ الْهَجْرَتَيْنِ، أَفْضَلُ الْخَلْقَيْنِ) ٣. ذِي الثُّورَيْنِ. زَوْجُ الْإِبْنَتَيْنِ قَتِيلِ مَكْرِ الْيَهُودِ وَالسَّبَائِيَّةِ وَمُظْلَمِ الرِّوَاغِضِ وَالْمُتَافِقَيْنِ ٤. الشَّهِيدِ حَالِ تِلَادَةِ. (الْكِتَابُ الْمُبِينِ) ٥. الْفُرْقَانِ - ثَالِثُ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهَدِّدِينَ ٦. أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ وَإِمَامُ الْمُتَّقِينَ سَيِّدُنَا (أَبِي عَامِرٍ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ) ٧. عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ (وَأَرْضَاهُ) ٨. ثُمَّ السَّلَامُ إِنَّ الْمَلِكَ الْوَلِيَّ. (إِلَى الشَّيْخِ الْفَخِيمِ، قَاتِلِ الْخَوَارِجِ وَالرَّنَادِقَةِ وَالْمُلَاحِدِينَ، أَوَّلِ الْأَطْفَالِ الْمُسْلِمِينَ زَيْنِ الْعَابِدِينَ، سَيِّدِ الرَّاهِدِينَ، أَفْضَلِ الْقُضَاةِ وَالْمُقْتَبِينَ وَآفَقِهِ الْمُخَاصِرِينَ، رُبَّيْسِ الْأُيُتَةِ الْمُجْتَهِدِينَ) ١٠. أَمِيرِ الرِّضِيِّ ابْنِ عَمِّ النَّبِيِّ، قَالِجِ الْبَابِ الْغَيْبِيِّ، زَوْجِ قَاطِمَةِ الزُّهْرَاءِ، وَارِثِ الْعِلْمِ النَّبَوِيِّ إِمَامِ الْأَشْبَعِينَ (الْمَرَاتِجُ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدِينَ الْمُهَدِّدِينَ) ١١. أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ وَإِمَامُ الْمُتَّقِينَ، سَيِّدُنَا - إِلَى الْحَسَنِ - ابْنِ تَرَابٍ عَلِيٍّ - (بْنِ أَبِي طَالِبٍ) ١٢. الشَّيْخِ الْوَفِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. (وَأَرْضَاهُ) ١٣.

الْمُصَدِّقِ الْأَمِينِ، مَظْهَرِ الدَّوْرَةِ الْقَائِمَةِ لِلْخِلَافَةِ الرَّاشِدَةِ، وَ مُسَلِّمًا إِلَى أَهْلِهَا الْمُبَشِّرِ بِالتَّقْوَى وَالْعَدَالَةِ، أَصْلَحَ اللَّهُ بِهِ بَيْنَ الْفَتْنَتَيْنِ الْعَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، وَجَعَلَهُ ذَرْعًا الْأَمْنِ وَالْعَافِيَةِ وَالْوَحْدَةِ وَالْجَمَاعَةِ وَوَسِيلَةً لِحَقِّقِ دِمَاءِ الْمُؤْمِنِينَ.

مُصْلِحِ الْأُمَّةِ وَمُعَيِّ السَّنَةِ، أَمِيرِ الزَّمَنِ، مُطْفِئِ الْفِتَنِ، وَمُنْهِي السَّكَنِ، وَاسِطَةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهَدِّدِينَ، أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَإِمَامِ الْمُتَّقِينَ سَيِّدُنَا ابْنِ مُحَمَّدٍ الْحَسَنِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ وَأَرْضَاهُ ١. (ثُمَّ السَّلَامُ مِنْ الْمَلِكِ ذِي الصِّفَاتِ الْعَالِيَةِ الدِّيَانِ، إِلَى الشَّيْخِ الْعَظِيمِ، قَاتِلِ الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى وَالْمُجُوسِ وَالرُّومِ وَالرِّوَاغِضِ وَالسَّبَائِيَّةِ وَالْأَعْدَاءِ وَالْمُتَافِقِينَ قَاتِلِ سَيِّدِ الْقُبُورِ وَجَزَائِرِ الرُّومِ وَافْرِيقِ الْبِلَادِ قُسْطَنْطِينَ، أَوَّلِ الْغُرَاةِ فِي الْبَحْرِ وَالْمُجَاهِدِينَ الْمُبَشِّرِينَ إِخْرَ الْأُمِّيَّةِ مِنَ الصَّخَابَةِ الْمُتَقَدِّمِينَ، فَيْقِيهِ الصَّخَابَةِ، وَرَبِّيسِ الْمُجْتَهِدِينَ، أَخَاهُ ٢.

حَبِيبَتِ زَوْجَةِ النَّبِيِّ الصَّادِقِ الْأَمِينِ، خَالِ قَاطِمَةِ وَصْنِ وَجَدِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ، كَاتِبِ الْوَحْيِ الْمُبِينِ، الْمُبَشِّرِ بِالْخِلَافَةِ وَالْمَأْمُورِ بِالتَّقْوَى وَالْعَدَالَةِ مُعْتَمِدِ الشَّيْخَيْنِ، أَمِيرِ الْمُشْرِفَيْنِ وَالْمُعَرَّبَيْنِ، أَحْلَمِ النَّاسِ وَأَجْوَدِهِمْ، وَ أَحْسَبِهِمْ وَكَتَبَهُمْ مُحَمَّدٌ بِنْتُ رَسُولِ الثَّقَلَيْنِ، مُكَمِّلِ الْقُصُورِ، مُسَدِّدِ الثُّغُورِ، مُهَيِّدِ الْأُمُورِ، وَمَلِكِ السِّيَاسَةِ وَالْمُكَدِّرِينَ، وَوَلِيَّ الْإِمَامِ الْمُقْتُولِ الشَّهِيدِ - عُثْمَانَ - سَيِّدِ الْمُظْلَمِينَ، مُرَقِّبِ الْأُمُورِينَ وَخُجْنِ الْهَاشِمِيِّينَ، قَائِدِ الْأَنْامِ وَقَاتِلِ الشَّامِ، السَّيِّدِ الْأَعْظَمِ الْكَرِيمِ الْحَلِيمِ الْإِمَامِ الْحَلِيفَةِ الْعَادِلِ وَالْهَادِي الْمُهَدِّي الْكَامِلِ الْفَخِيمِ ذِي صُورَةِ جَمِيلَةِ صَافِيَةِ، وَسَيِّدَةِ طَاهِرَةِ عَالِيَةِ، وَغَيْشَةِ مَعْبُوطَةِ رَاضِيَةِ، قَاهِرِ كُلِّ فِتْنَةٍ

بِأُغْيَةٍ وَشَخْصِيَّةٍ طَاطِغَةٍ مُجَبَّةٍ فِي الْجَنَّةِ وَمُنْكَرَةٍ فِي الْهَوَايَةِ وَمَا أَذْرِيكَ
مَاهِيَةً نَارَ حَامِيَةٍ تَكْمِلَةُ الْإِمَامَةِ الصَّادِقَةِ بِالْأُدْعَانِ وَالْيَقِينِ، أَخْرَجَ
الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُونَ الْمُتَهَدِّينَ، خَالَ الْمُسْلِمِينَ، أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَأَمَامَ
الْمُتَّقِينَ، سَيِّدَنَا - أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ - أَبِي يَزِيدَ - مُعَاوِيَةَ - ابْنَ
صَاحِبِ الْعِلْمِ وَالسَّيْفِ وَالضَّرْبِ سَيِّدَنَا - أَبِي سُفْيَانَ - بَنَ حَرْبٍ
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْ كُلِّ مِنْهُمَا وَأَرْضَاهُ ٢٤

وَرَأَيْتُهَا فِي سَبْعِينَ مِائَةً أَلْفَ نَفْسٍ مِنْ رِجَالٍ يُحِبُّونَهَا كَحُبِّ آدَمَ وَآدَمُ أَكْبَلُ بِنَاتِ آدَمَ وَأَفْضَلُ نِسَاءَ الْعَالَمِينَ، سَيِّدُ الْمُسْلِمِينَ
وَرَأَيْتُهَا فِي الْمَحْدِثِينَ، أَفْقَهُ الْعَالَمِ، أَعْلَمُ الصَّحَابَةِ، مُعَلِّمَةُ الْأُمَّةِ، مُحَسِّنَةُ
الْإِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِينَ، سَيِّدَةُ الْكَوْنِينَ، مُحَدِّثَةُ الدَّارَيْنِ، سَيِّدَةُ أَهْلِ
الْبَيْتِ وَخِطْبَتِهِمْ، الصِّدِّيقَةُ بِنْتُ الصِّدِّيقِ، الطَّيِّبَةُ الظَّاهِرَةُ عِنْدَ اللَّهِ
حَبِيبَةُ حَبِيبِ اللَّهِ، رَوْجَةُ النَّبِيِّ الطَّيِّبِ، ضَاحِكَةُ الرَّسُولِ الظَّاهِرِ، مَنْ
نَزَلَ الْوَحْيُ عَلَى النَّبِيِّ فِي فَرَاشِهَا، وَمَنْ قَالَ فِي حَقِّهَا - النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ
وَالسَّلَامُ وَفَضْلُ عَائِشَةَ - عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ -
أَمِ الْمُؤْمِنِينَ وَسَيِّدَةُ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ - أَمْرُ عَبْدِ اللَّهِ - عَائِشَةُ الصِّدِّيقَةُ
الْحُمَيْرَاءُ - سَلَامُ اللَّهِ وَرِضْوَانُهُ عَلَيْهَا -

٢٤. (كُنَّ السَّادِمُ عَلَى أَوَّلِ الْأَزْوَاجِ وَأَوَّلِ نِسَاءِ الْمُسْلِمِينَ، رَفِيقَةُ النَّبِيِّ وَمَوْلَاتُهَا
مَنْ لَقِيتُ ذُرِّيَّةَ النَّبِيِّ مِنْ بَطْنِهَا. السَّيِّدَةُ الظَّاهِرَةُ، أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ سَيِّدَتُنَا
خَدِيجَةُ الْكُبْرَى - بِنْتُ حُوَيْلِدٍ - وَسَيِّدَتُنَا حَفْصَةُ - بِنْتُ أُمِّهِ الْمُؤْمِنِينَ
وَأَمَامَ الْمُتَّقِينَ سَيِّدَتُنَا عُمَرُ - وَسَيِّدَتُنَا أُمُّ الْمَسَاكِينِ زَيْنَبُ - بِنْتُ مُحَمَّدٍ
وَسَيِّدَتُنَا أُمُّ سَلَمَةَ هُنْدُ - بِنْتُ أَبِي أُمَيَّةَ - وَسَيِّدَتُنَا زَيْنَبُ - بِنْتُ عَمَّةِ

الَّتِي ابْنَةُ جَحْشٍ وَسَيِّدَتُنَا جُورِيَّةٌ بِنْتُ ضَرَارٍ وَسَيِّدَتُنَا أُمُّ حَبِيبَةَ
رَقْلَةَ. بِنْتُ سَيِّدِ الْقُرَيْشِ أَبِي سُفْيَانَ وَأُخْتُ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ خَالِ
الْمُسْلِمِينَ مُعَاوِيَةَ وَسَيِّدَتُنَا أُمُّ إِبْرَاهِيمَ مَارِيَّةُ. بِنْتُ شَمْعُونَ
الْمِصْرِيَِّّةِ. وَسَيِّدَتُنَا رِيحَانَةُ بِنْتُ شَمْعُونِ الْقُرْظِيَّةِ وَسَيِّدَتُنَا لَصْفِيَّةُ
زَيْنَبُ. بِنْتُ مُحَمَّدِ بْنِ أَحْطَبٍ. الْهَارُونِيَّةُ الْإِسْرَائِيلِيَّةُ. وَسَيِّدَتُنَا
مَيْمُونَةُ. بِنْتُ الْحَارِثِ (ع) وَعَلَى بَقِيَّةِ (أَهْلِ الْبَيْتِ الْمُطَهَّرَاتِ، أُمَّهَاتِ
الْمُؤْمِنِينَ) (ع) أَرْوَاحُ رَسُولِ اللَّهِ أَجْمَعِينَ.

٣٥ ثُمَّ السَّلَامُ عَلَى ابْنَاءِ النَّبِيِّ - الْكَرَامِ، سَيِّدِنَا الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَ
 سَيِّدِنَا عَبْدِ اللَّهِ - الطَّيِّبِ الطَّاهِرِ بْنِ مُحَمَّدٍ - مِنْ بَطْنِ خَدِيجَةَ
 وَسَيِّدِنَا إِبْرَاهِيمَ بْنِ مُحَمَّدٍ - مِنْ بَطْنِ مَارِيَةَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ - ٣٦
 ثُمَّ السَّلَامُ عَلَى أَوَّلِ الْبَنَاتِ الْأَرْبَعَةِ لِلنَّبِيِّ وَأَفْضَلِهَا فِي تَحْمِيلِ الشَّدَائِدِ
 وَالْأَلَامِ، وَالْجِهَادِ لِلْإِسْلَامِ - مَنْ قَالَ فِي حَقِّهَا النَّبِيُّ (عَلَيْهَا الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ)
 هِيَ أَفْضَلُ بَنَاتِي أُصِيبَتْ فِي سَيِّدَةِ الْإِسْلَامِ وَالْمُسْلِمِينَ - سَيِّدَتُنَا زَيْنَبُ
 بِنْتُ مُحَمَّدٍ، وَالتَّوْرَةُ الْأَوَّلُ الْمُفَوَّضُ إِلَى ذِي النُّورَيْنِ عُمَانُ أَفْضَلُ
 الْمُهَاجِرَاتِ ذَاتِ الْهَجْرَتَيْنِ، سَيِّدَتُنَا رُقَيْيَّةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ، وَالتَّوْرَةُ الثَّانِي
 لِلنَّبِيِّ الْمُعْصُومِ، سَيِّدَتُنَا أُمُّ كُلثُومَ - بِنْتُ مُحَمَّدٍ - هـ وَعَلَى سَيِّدَةِ
 أُمِّ الْأَيْمَةِ النَّبَلَاءِ، فَاطِمَةَ - الزَّهْرَاءِ (بِنْتُ مُحَمَّدٍ)
 رَضَوَانِ اللَّهِ عَلَيْهِنَّ أَجْمَعِينَ

٢٤ ثُمَّ السَّادُّ عَلَى (السَّبْطِ الْأَكْبَرِ) رُذِفَ النَّبِيُّ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ الْأَشْهُرِ سَيِّدِ

خَطِيبُ التَّيْمِيَّةِ عَلَى الدَّعَاوِي وَتَسْمِيَةِ

فِي غُرُفَةٍ تَبُوكَ

۱۔ الْحَمْدُ لِلّٰهِ اسْتَعِيزُكُمْ وَاسْتَغْفِرُكُمْ وَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ اَنْفُسِنَا، مَنْ
يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضِلّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ۔

۲۔ وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، أَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ.

۳۰. مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ يَعْصِهَا فَإِنَّهُ لَا يَضُرُّهُ إِلَّا نَفْسُهُ وَلَا يَضُرُّهُ اللَّهُ شَيْئًا !

أَمَّا بَعْدُ ! فَإِنَّ أَصْدَقَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَأَوْثَقُ الْعُرَى كَلِمَةُ
التَّقْوَى. وَخَيْرُ اللَّيْلِ مِلَّةُ إِبْرَاهِيمَ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) وَخَيْرُ السَّنَنِ سُنَّةُ
مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) وَأَشْرَفُ الْحَدِيثِ ذِكْرُ اللَّهِ، وَأَحْسَنُ
الْقَصَصِ هَذَا الْقُرْآنُ ! -

٥- وَخَيْرُ الْأُمُورِ عَوَازُهَا وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَأَحْسَنُ الْهُدَى هُدَى
الْأَنْبِيَاءِ، وَأَشْرَفُ الْمَوْتِ قَتْلُ الشُّهَدَاءِ وَأَعْمَى الْعَمَى الصَّلَاةُ بَعْدَ
الْهُدَى وَخَيْرُ الْأَعْمَالِ مَانِعَةٌ، وَخَيْرُ الْهُدَى مَا اتَّبَعَ وَشَرُّ الْعَمَى
عَمَى الْقَلْبِ.

٦- وَالْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِنَ الْيَدِ السُّفْلَى، وَمَا قَلَّ وَكَفَى خَيْرٌ مِمَّا كَثُرَ
الْهَى وَشَرُّ الْمُعْذَرَةِ حِينَ يَحْضُرُ الْمَوْتُ، وَشَرُّ النَّدَامَةِ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَمِنْ
النَّاسِ مَنْ لَا يَأْتِي الْجُمُعَةَ إِلَّا دُبْرًا، وَمِنْهُمْ مَنْ لَا يَذْكُرُ اللَّهَ إِلَّا هَجْرًا.

وَمِنْ أَعْظَمِ الْخَطَايَا اللِّسَانُ الْكَذُوبُ، وَخَيْرُ الْغِنَى غِنَى النَّفْسِ،
وَخَيْرُ الرِّيَاحِ الشَّقْوَى، وَرَأْسُ الْحِكْمِ خَافَةُ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَتَعَبَهُ. وَقَدْ
فِي الْقُلُوبِ الْيَقِينُ وَالْإِمْتِنَانُ مِنَ الْكُفْرِ !

٨- وَالْيَاحِزَةُ مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ، وَالْغُلُولُ مِنْ حِشَاءِ جَهَنَّمَ، وَالْكَزْبُ نَقْيُ النَّارِ وَالشَّعْرُ مِنْ قَرَامِيدِ ابْلِيسَ وَالْخُمُ مَجْمَاعُ الْأَوْثَانِ وَنَشْرُ الْمَادِّ عَلَى مَالِ الْيَسْتَعْمِ، وَالسَّعْدُ مَنْ وَعِظَ بَعِيْدَهُ وَالشَّقِيُّ مَنْ شَتَّى فِي بَطْنِ أُمِّهِ!

٩- وَإِنَّمَا يَهْدِي أَحَدُكُمْ إِلَى مَوْضِعٍ أَرْبَعَةَ أَذْرُعٍ، وَالْأَمْرُ إِلَى الْآخِرَةِ، وَمِلَاكُ الْعَمَلِ خَوَاتِمُهُ وَشُكْرُ الشَّرِّ وَآيَا الْكُذْبِ، وَكُلُّ مَا هَوَاتِ قَرِيبٌ!
١٠- وَسَبَابُ الْمُؤْمِنِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ، وَآكُلُ حِمْلِهِ مِنْ مَعْصِيَةِ اللَّهِ

وَحُرْمَةُ مَالِهِ كَحُرْمَةِ دَمِهِ !
 ۱۱- وَمَنْ يَتَأَلَّ عَلَى اللَّهِ يُكَذِّبْهُ، وَمَنْ يَغْفِرْ يُغْفَرْ لَهُ، وَمَنْ يَعْصِ يَعْزِزْهُ اللَّهُ
 عِنْدَهُ، وَمَنْ يَكْظُمِ الْغَيْظَ يَأْجِرْهُ اللَّهُ، وَمَنْ يَصِلْ عَلَى الرَّسْمِ يُوَفِّصْهُ

اللَّهُ، وَمَنْ تَبِعَ التَّمَعَةَ يَسُوحَ اللَّهُ بِهِ، وَمَنْ يَصِرْ يَصْغِفَ اللَّهُ أَمْرَهُ
وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ يَعْزِزْهُ اللَّهُ ! -
١٢- اسْتَغْفِرِ اللَّهَ ! اسْتَغْفِرِ اللَّهَ ! اسْتَغْفِرِ اللَّهَ ! (أَوْ غُفِرَ لَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ

[illegible]

خطبة الجمعة المشهورة

إِنَّا لَنَعْلَمُ الْغَيْبُ، الْكَافِرُ
الْقَائِدُ الْحَمِيلُ، مَوْلَانَا
مُحَمَّدٌ سَمْعِيلُ
الْقَهْمِيُّ، الْعُمَرِيُّ الْفَارُوقِيُّ
الْأَعْلَى، رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

١- الْحَمْدُ لِلَّهِ! عَلَى الذَّاتِ، عَظِيمِ الصِّفَاتِ سَمِيِّ السَّهَاتِ كَبِيرِ
الشَّانِ ○ جَلِيلِ الْقَدْرِ مَرْفِيعِ الذِّكْرِ مُطَاعِ الْأَمْرِ حَلِي الْبُزْهَانِ
قَهِيمِ الْأَسْمِ غَزِيرِ الْعِلْمِ وَسَيِّعِ الْحِلْمِ كَنِيزِ الْغُفْرَانِ ○ جَمِيلِ
الشَّأْنِ جَزِيلِ الْعَطَاءِ مُجِيبِ الدُّعَاءِ عَزِيمِ الْإِحْسَانِ ○ سَرِيعِ
الْحِسَابِ شَدِيدِ الْعِقَابِ إِلِيهِ الْعَذَابِ عَزِيزِ السُّلْطَانِ ○
٢- وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ فِي الْخَلْقِ وَالْأَمْرِ
وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ - الْمُبْعُوثُ
إِلَى الْأَسْوَدِ وَالْأَحْمَرِ - الْمُنْعُوتُ بِشَرْحِ الصِّدْرِ وَرَفِيعِ الذِّكْرِ -
وَصَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ الَّذِينَ هُمْ خَلَاصَةُ
الْعَرَبِ الْعَرَبَاءِ - وَخَيْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْأَنْبِيَاءِ -
٣- أَمَّا بَعْدُ! فَيَا أَيُّهَا النَّاسُ وَحِدُوا لِلَّهِ فَإِنَّ التَّوْحِيدَ رَأْسُ

الطَّاعَاتِ، وَاتَّقُوا اللَّهَ فَإِنَّ التَّقْوَى مِلَاكُ الْحَسَنَاتِ، وَعَلَيْكُمْ
بِالسُّنَّةِ - فَإِنَّ السُّنَّةَ تَهْدِي إِلَى الْإِطَاعَةِ، وَمَنْ أَطَاعَ اللَّهَ وَ
رَسُولَهُ فَقَدْ رَشَدَ وَاهْتَدَى - وَإِيَّاكُمْ وَالْبِدْعَةَ - فَإِنَّ
الْبِدْعَةَ تَهْدِي إِلَى الْمُعْصِيَةِ، وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ
صَلَّ وَعَمَى - وَعَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ - فَإِنَّ الصِّدْقَ يُبْجِي وَالْكَذِبَ

يُهْلِكُ، وَعَلَيْكُمْ بِالْإِحْسَانِ - فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ - وَلَا
تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ - فَإِنَّهُ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ - وَلَا تُحِبُّوا
الدُّنْيَا - فَتَكُونُوا مِنَ الْخَاسِرِينَ - أَلَا وَإِنْ نَفْسًا لَنْ تَمُوتَ حَتَّى
تَسْتَكْمَلَ زَمَنُهَا فَاتَّقُوا اللَّهَ وَاجْمِلُوا فِي الطَّلَبِ وَتَوَكَّلُوا عَلَيْهِ
فَإِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ، وَادْعُوهُ فَإِنَّ رَبَّكُمْ مُجِيبُ
الدَّاعِينَ، وَاسْتَغْفِرُوهُ يُمِدِّدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ - ائْتُوا
بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ - وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ
إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ
دَاحِرِينَ ○

٣- بَارَكَ اللَّهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ، وَنَفَعْنَا وَإِيَّاكُمْ بِالْآيَاتِ وَ
الذِّكْرِ الْحَكِيمِ - اسْتَغْفِرُ اللَّهَ لِي وَلَكُمْ وَلِسَائِرِ الْمُسْلِمِينَ،
٣- بَارَكَ اللَّهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ، وَنَفَعْنَا وَإِيَّاكُمْ بِالْآيَاتِ وَ
الذِّكْرِ الْحَكِيمِ - اسْتَغْفِرُ اللَّهَ لِي وَلَكُمْ وَلِسَائِرِ الْمُسْلِمِينَ،
فَاسْتَغْفِرُوهُ، إِنَّهُ هُوَ الْعَفُورُ الرَّحِيمُ.

الخطبة الثانية

لشهيدي رحمة الله عليهما

٥- الْحَمْدُ لِلَّهِ مُحَمَّدٌ وَلَسْتَ عَيْنُهُ، وَلَسْتَ غُفْرُهُ وَلَوْ مَنَ بِهِ، وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ
وَتَعُوذْ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ
فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ. وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ. وَنَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا كَثِيرًا.

٦- أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ أَصْدَقَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَأَوْثَقُ الْعُرَى كَلِمَةُ
التَّقْوَى وَخَيْرُ الْمِلَلِ مِلَّةُ إِبْرَاهِيمَ (عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ) وَخَيْرُ
الشَّيْءِ سُنَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَشْرَفُ الْحَدِيثِ ذِكْرُ
اللَّهِ وَاحْسَنُ الْقَصَصِ هَذَا الْقُرْآنُ وَخَيْرُ الْأُمُورِ عَوَازِمُهَا وَشَرُّ الْأُمُورِ
مُحْدَثَاتُهَا، وَأَشْرَفُ الْمَوْتِ قَتْلُ الشَّهِيدِ وَأَعْيَى الْعَيْلِ الضَّلَالَةُ بَعْدَ
الْهُدَى وَخَيْرُ الْعِلْمِ مَا نَفَعَهُ وَخَيْرُ الْهُدَى مَا اتَّبَعَهُ.

٧- وَمِنَ النَّاسِ مَنْ لَا يَأْتِي بِالصَّلَاةِ إِلَّا دُبْرًا. وَمِنْهُمْ مَنْ لَا يَذْكُرُ اللَّهَ إِلَّا
جَهْلًا. وَأَعْظَمُ لُحْظَايَا اللِّسَانِ الْكَذِبُ وَخَيْرُ الْغَنَى غِنَى النَّفْسِ
وَخَيْرُ الرِّزْقِ التَّقْوَى وَخَيْرُ مَا وَقَرَ فِي الْقُلُوبِ الْيَقِينُ وَالْإِمْرَتِيَابُ مِنَ
الْكُفْرِ وَالْيَبَاحَةِ مِنَ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ، وَالْغُلُولُ مِنَ جَشَاءِ جَهَنَّمَ وَ
الْكُتْرُكِيُّ مِنَ النَّارِ، وَالشَّهْرُ مِنَ مَرَامِيرِ الْبَلِيسِ، وَالْحَمْرُ جَمَاعَةُ الْإِثْمِ

وَالنِّسَاءُ جِنَالَةُ الشَّيْطَانِ، وَالشَّبَابُ شُعْبَةٌ مِنَ الْجُنُونِ، وَشَرُّ
الْمَكَايِبِ كَسْبُ الرِّبَا، وَشَرُّ الْمَأْكَلِ مَالُ الْيَتِيمِ. وَالسَّعِيدُ مَنْ وَعِظَ بَعِيْدُهُ
وَالشَّقِيُّ مَنْ شَقِيَ فِي بَطْنِ أُمِّهِ، وَإِنَّمَا يَصِيرُ أَحَدُكُمْ إِلَى مَوْضِعٍ أَرَبْتَهُ
أَذْرَعُ وَمِلَاكُ الْعَمَلِ خَوَاتِمُهُ، وَسَبَابُ الْمُؤْمِنِ فُسُوقٌ وَقِتَالُ الْكُفْرِ
وَآكُلُ لَحْمِهِ مِنْ مَعْصِيَةِ اللَّهِ، وَحُرْمَةُ مَالِهِ كَحُرْمَةِ دَمِهِ، وَمَنْ
يَتَّكِلْ عَلَى اللَّهِ يُكَذِّبْهُ وَشَرُّ الرَّوَائِيَايَا الْكَذِبُ، وَمَنْ يَكْظُمِ
الْغَيْظَ يَأْجُرْهُ اللَّهُ، وَمَنْ يُصِرَّ عَلَى الرِّزَايَةِ يُعَوِّضَهُ اللَّهُ، وَمَنْ
يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يُغْفِرْ لَهُ، وَمَنْ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَغْفِرْ لَهُ.

٨- قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَرْحَمُ أُمَّتِي بِأُمَّتِي أَبُو بَكْرٍ وَأَشَدُّهُمْ
فِي أَمْرِ اللَّهِ عُمَرُ، وَأَحْيَاهُمْ عُثْمَانُ وَأَقْضَاهُمْ عَلِيٌّ، وَقَالَ فِي الْحَسَنِ بْنِ
عَلِيٍّ إِنَّ ابْنِي هَذَا اسْتَدُّ وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ قَتْلَيْنِ عَظِيمَيْنِ مِنَ
الْمُسْلِمِينَ. وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ أَحْكَمُ
أُمَّتِي وَأَجْوَدُهَا. وَعَلَى سَيِّدَةِ أَوْلَادِنَا النَّبِيَّةِ فَاطِمَةَ -
الَّتِي هَرَّ آءُ ابْنِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -
وَسَيِّدِ الشُّهَدَاءِ حَمْرَةَ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِلْعَبَّاسِ وَوَلَدِهِ مَغْفِرَةً ظَاهِرَةً
وَبَاطِنَةً لَا تَعْدُرُ دُنْيَا. اللَّهُ! اللَّهُ! فِي أَصْحَابِي لَا تَتَّخِذْهُمْ مِنْ
بَعْدِي غَرَضًا، مَنْ أَحَبَّهُمْ فَبِحَبْنِي أَحَبَّهُمْ. وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِي
أَبْغَضَهُمْ. وَخَيْرُ الْقُرُونِ قُرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ
يَلُونَهُمْ.

٩- وَالسُّلْطَانُ (الْمُسْلِمُ الْعَادِلُ) - ظِلُّ اللَّهِ فِي الْأَرْضِ مِنْ أَكْرَمَةِ
أَكْرَمَةِ اللَّهِ، وَمَنْ أَهَانَهُ أَهَانَهُ اللَّهُ.

فضائل و احکام رمضان المبارک

رمضان المبارک کے حوالہ سے جانشین امیر شریعت حضرت
مولانا سید ابو معاویہ ابو ذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے خطبات اور
تحریرات سے تلخیص شدہ مضمون

مرتب

سید محمد معاویہ بخاری

۱۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُونَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْهِ
قُلُوْبَنَا غِيْلًا لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ اَللّٰهُمَّ انْصُرْ مَنْ
تَصَدَّقَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاحْذِلْ مَنْ خَذَلَ دِيْنََ مُحَمَّدٍ
صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

۱۱۔ عِبَادَ اللّٰهِ! رَحِمَكُمُ اللّٰهُ! إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ
ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۖ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ
تَذَكَّرُونَ ۝ اذْكُرُوا اللّٰهَ يَذْكُرْكُمْ وَادْعُوْهُ يُسْتَجِبْ لَكُمْ،
وَلَذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالَىٰ اَعْلَىٰ وَأَوَّلَىٰ وَأَعَزُّ وَأَجَلُّ وَأَهَمُّ وَأَتَمُّ وَأَكْبَرُ۔

فضائل و احکام رمضان المبارک

اللہ کریم کا یہ احسان عظیم ہے کہ اس نے ہمیں زندگی کی اس مختصر مہلت میں ایک بار پھر رمضان المبارک کی پاکیزہ گھڑیاں نصیب فرمائیں۔ یہ بات ہر با شعور مسلمان جانتا ہے کہ روزہ دین اسلام کا تیسرا اہم رکن ہے اور اس کی فرضیت کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کے اندر واضح احکامات بیان فرمائے ہیں۔ اس کے علاوہ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی بڑی تفصیل اور تاکید موجود ہے۔ قرآن کریم میں جہاں روزہ کی اہمیت اور غرض و غایت بیان کی گئی ہے وہاں رمضان المبارک کے نزول اجلال کی حکمت بھی بیان فرمائی گئی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

رمضان المبارک کا نزول اجلال

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ
وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ فَمَن شَهِدَ مِنْكُمُ
الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ. (س بقرہ. پ ۲)

یہ رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن کا نزول ہوا، وہ انسانوں کے لئے رہنما ہے، ہدایت کی روشن صداقتیں رکھتا ہے اور حق کو باطل سے علیحدہ کر دینے والا ہے۔ پس جو کوئی تم میں سے یہ مہینہ پائے تو چاہیے کہ اس میں روزہ رکھے۔۔۔۔۔ قرآن کریم میں بیان کردہ مندرجہ بالا تعارفی حکم کے بعد اللہ جل شانہ نے بات ختم نہیں فرمادی بلکہ روزہ کی اہمیت کے بعد اس کا مقصد بھی

واضح فرمادیا کہ وہ کیا ہے؟

روزہ کا مقصد

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ
عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ. (س بقرہ. پ ۲)

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے جس طرح تم سے پہلے امتوں پر بھی فرض کئے گئے تھے تاکہ تمہارے اندر تقویٰ اور پرہیزگاری پیدا ہو۔

رمضان المبارک کی فضیلت اور روزوں کا اجر و ثواب

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی احادیث مبارکہ میں رمضان اور روزہ کے بے شمار فضائل اور اجر و ثواب کی بشارتوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔

چند احادیث ملاحظہ ہوں جن سے ان ایام کے فضائل کا حال معلوم ہو سکتا ہے۔ حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ماہ شعبان کی آخری تاریخ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جامع خطبہ ارشاد فرمایا۔

آپ نے فرمایا:

لوگو! تم پر ایک عظمت و برکت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے، اس مبارک مہینہ کی ایک رات ہزار مہینوں سے بہتر ہے اور اس مہینہ کے روزے اللہ نے فرض کئے ہیں اور اس کی راتوں میں بارگاہ خداوندی میں کھڑا ہونے کو نفل عبادت مقرر کیا ہے، جو شخص اس مہینے میں اللہ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے کوئی غیر فرض عبادت ادا کرے گا تو اس کو دوسرے زمانہ کے فرضوں کے برابر اس کا ثواب ملے گا۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت

ہے۔ ہمدردی اور غمخواری کا مہینہ ہے اور یہی مہینہ ہے جس میں مومن بندوں کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ جس نے اس مہینہ میں کسی روزہ دار کو افطار کرایا تو اس کے لئے گناہوں کی مغفرت اور آتش دوزخ سے آزادی کا ذریعہ ہو گا اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا۔ بغیر اس کے کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم میں سے ہر ایک کو تو افطار کرانے کا سامان میسر نہیں ہوتا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کریم یہ ثواب اس شخص کو بھی عطا فرمائیں گے جو دودھ کی تھوڑی سی پریا صرف پانی ہی کے ایک گھونٹ پر کسی روزہ دار کا روزہ افطار کر دے اور جو کوئی کسی روزہ دار کو پورا کھانا کھلا دے اس کو اللہ تعالیٰ میرے حوض کوثر سے ایسا سیراب فرمائیں گے جس کے بعد اس کو کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ تا آنکہ وہ جنت میں پہنچ جائے گا۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا!

اس ماہ مبارک کا ابتدائی حصہ رحمت ہے اور درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ آتش دوزخ سے آزادی ہے، جو شخص اس مہینہ میں اپنے غلام و خادم کے کام میں تخفیف اور کمی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دے گا اور اس کو دوزخ سے رہائی دے گا۔ (شعب الایمان، البیہقی)

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو آسمان یا جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطانوں کو قید کر دیا جاتا ہے۔ (بخاری، مسلم)

(۲) حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ان میں ایک دروازہ کا نام ”ریان“ ہے جس میں صرف روزہ دار داخل ہوں گے۔ (بخاری و مسلم)

(۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس شخص نے ایمان اور ثواب حاصل کرنے کے لئے رمضان کا روزہ رکھا تو اس کے اگلے (صغیرہ) گناہ معاف ہو جائیں گے اور کبیرہ گناہوں کی معافی کی بھی امید ہے اور جس نے رمضان کی راتوں میں قیام کیا (عبادت کی) ایمان اور ثواب حاصل کرنے کے لئے تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور جس نے لیلۃ القدر میں عبادت کی تو اس کے اگلے سب گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (بخاری و مسلم)

(۴) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ پروردگار عالم جل مجدہ آدمی کے ہر نیک عمل کے ثواب کو دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ”مگر روزہ جو خاص میرے ہی لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔“ کیونکہ وہ اپنی خواہشات اور کھانا میرے ہی خاطر چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں۔ ایک افطار کے وقت اور دوسری اپنے رب کے دیدار کے وقت۔ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی بو سے زیادہ نفیس اور پاکیزہ ہے۔

روزہ ڈھال ہے، یعنی دنیا میں گناہوں کے لئے اور آخرت میں دوزخ کے لئے اور جس روز تم میں سے کسی کا روزہ ہو نہ تو فحش کلام کہے نہ اونچی آواز سے بیسودہ

چلائے۔ پھر اگر اس کو کوئی گالی دے یا برا کہے یا اس سے جھگڑے تو کچھ دے کہ بھائی میں تو روزہ دار ہوں۔ (بخاری و مسلم)

(۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ رمضان کی ہر شب بہت سے دوزخیوں کو آزادی عطاء فرماتے ہیں۔ (ترمذی، ابن ماجہ، امام احمد)

(۶) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رمضان میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار راتوں سے بہتر ہے جو اس سے محروم کر دیا گیا گویا وہ تمام نیکیوں سے محروم کر دیا گیا۔ اس کی نیکی سے بے نصیب ہی محروم رہتا ہے۔ (ابن ماجہ)

(۷) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت میں روزہ اور قرآن اللہ کے پاس بندے کی سفارش کریں گے روزہ کچھ گامیرے رب میں نے اس کو دن میں کھانے اور خواہشات سے روکا تھا اس لئے میری سفارش قبول فرما۔ تب ان دونوں کی سفارش قبول فرما لی جائے گی۔

(۸) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنت رمضان کے لئے سال کی ابتداء سے دوسرے سال آنے تک آراستہ کی جاتی ہے۔ پھر رمضان کا پہلا دن آتا ہے تو عرش کے نیچے جنت کے پتوں سے حوروں پر ایک ہوا چلتی ہے۔ اس وقت حوروں کہتی ہیں اے اللہ اپنے بندوں کو ہمارا شوہر بنا جن سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور ان کی آنکھیں ہم سے۔ (بیہقی)

روزے کی حکمت اور اس کے فوائد

جب کوئی شخص کوئی مشین ایجاد کرتا ہے تو اس کو درست رکھنے اور صحیح طریقے پر کام دینے کے لئے ہمیشہ اس کی دیکھ بھال کرتا رہتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ مشین بگڑ کر اور بیکار ہو کر گرھے میں پھینکنے کے قابل ہو جائے۔ اسی طرح انسانی مشین بھی اللہ پاک کی بنائی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی اس انسانی مشین (بندوں) کو بہتر حالت میں رکھنا چاہتے ہیں۔ اس لئے پروردگار عالم نے اس مشین کے درست رکھنے اور چلانے کے لئے بڑے بڑے ماسٹر انجینئرز (رسولوں) کو بھیجا۔ جنہوں نے اس مشین کی اصلاح کے لئے تہذیب و ادب کی تعلیم اور خواہشات نفسانی سے بچنے کی تاکید فرمائی۔ کیونکہ زیادہ کھانے سے خواہشات نفسانی اور شہوت کو ترقی ہوتی ہے۔ جس کا نتیجہ گناہ، برائی اور بے حیائی ہے۔ جس سے انسان کی دنیا و آخرت کی زندگی تباہ و برباد ہو کر آگ میں جلانے کے قابل ہو جاتی ہے جس طرح ایک گندی اور ٹوٹی پھوٹی چیز گھورے (بھٹی) میں ڈال کر جلادی جاتی ہے اور کم کھانے اور خواہشات نفسانی میں میانہ روی سے پرہیزگاری حاصل ہوتی ہے جس کی طرف پروردگار عالم نے اشارہ فرمایا ہے۔ لعلکم تتقون۔ یعنی روزہ رکھو تا کہ روزہ سے تمہیں پرہیزگاری حاصل ہو۔ اس لئے کہ روزہ ان خواہشات کو جن سے گناہ صادر ہوتے ہیں یعنی شکم اور فرج کی شہوت کو توڑتا ہے اور انسان کو پرہیزگار بنادیتا ہے۔ جس کے نتیجے میں قوت روحانی ترقی پا کر مقامات عالیہ (بلند ترین درجوں) تک پہنچ کر عالم قدس میں اپنا مستقر (ٹھکانہ) بنا لیتی ہے۔ جس کی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ روزہ دار "باب ریان" سے جنت میں داخل ہوں گے اور چونکہ امت محمدی صلی

اللہ علیہ وسلم میانہ رو پیدا کی گئی ہے وہ نہ تو نفس پرستی میں زیادتی کرتی ہے جس کی وجہ سے حیوانیت کی پستی میں گر کر چوپایوں میں شمار کی جائے اور مراتب روحانیت سے محروم رہ جائے اور نہ کھانا ترک کرتی ہے جس کی وجہ سے ان کے جسم کمزور اور خفیر ہو جائیں۔ جو نہ دین کے کام کے رہیں اور نہ دنیا کے۔ جیسے چینیلوں اور ہندوؤں میں ہمیشہ روزہ رکھتے ہیں۔

اسی لئے پروردگار عالم نے اس امت کے لئے ماہ رمضان کے گنتی کے روزے مقرر فرمائے تا کہ یہ لوگ دونوں قوتوں یعنی قوت جسمانی اور ریاضت نفسی (قوت روحانی) سے محروم نہ رہیں۔ اسی قسم کی امت مشرق اور مغرب کی لگام اپنے ہاتھ میں لے کر غیر اقوام کو فلاح اور بہتری کی طرف لے جاسکتی ہے۔ روزہ میں صبر اور برداشت کی عادت ہو جاتی ہے۔ ریگستانی سفر یا بیابانی سفر یا دریائی سفر میں اگر اتفاق سے غذا پانی میسر نہ آیا تو روزہ کا عادی ایک حد تک اس فاقہ کو برداشت کر سکتا ہے اس کے برعکس زیادہ کھانے والا بغیر پیٹ بھرے کے فاقہ برداشت نہ کر کے تھوڑے عرصہ میں ہی موت کے گھاٹ میں پہنچ جاتا ہے۔

اسی طرح لڑائی اور جنگوں میں روزہ کا عادی بھوک پیاس برداشت کر سکتا ہے۔ روزہ بلفی امراض اور رطوبات فاسدہ کو جسم سے زائل کر دیتا ہے۔ آج کل امریکہ اور یورپ کے ڈاکٹر خاص خاص امراض میں جیسے پیدشاب میں شکر کے آنے اور معدہ کے زخم کے مندمل ہونے اور زائل شدہ قوت کے واپس آنے کے لئے خاص خاص ترکیبوں کے ساتھ چالیس اور پچاس یوم کے درمیان مریض کو روزہ رکھاتے ہیں۔

یاد رکھیے! رمضان شریف کے روزے ہر مسلمان مرد و عورت، عاقل، بالغ پر

فرض ہیں، ان کی فرضیت سے انکار کرنے والا کافر اور بلا عذر چھوڑنے والا سخت گنہگار اور فاسق ہے۔ نابالغ پر روزہ فرض نہیں، مگر عادت ڈالنے کے لئے بالغ ہونے سے پہلے ہی اسے ترغیب و حکمت کے ساتھ روزہ رکھوانے اور نماز پڑھوانے کا اہتمام کیا جانا چاہیے۔ کیونکہ نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ بچہ سات برس کا ہو جائے تو نماز پڑھنے کا اسے حکم دو اور اگر دس برس کا ہو جائے تو نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے بے شک اسے مار پیٹ بھی کرنا کہ وہ نماز کی اہمیت و فرضیت کو سمجھ سکے۔ اسی طرح جب نابالغ بچے کو روزہ کی طاقت ہو جائے تو جس قدر وہ روزے رکھ سکتا ہے رکھوانا چاہیے۔

روزہ کی نیت

نیت کہتے ہیں دل کے قصد و ارادہ کو، زبان سے کچھ کہے یا نہ کہے، روزہ کے لئے نیت شرط ہے۔ اگر روزہ کا ارادہ نہ کیا اور تمام دن کچھ کھایا پیا نہیں، تو روزہ نہ ہو گا۔

مسئلہ

رمضان کے روزے کی نیت رات سے کر لینا بہتر ہے اور رات کو نہ کی ہو تو دن کو بھی زوال سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے تک کر سکتا ہے۔

وہ چیزیں جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

(۱) کان اور ناک میں دوا ڈالنا۔

(۲) قصد آمنہ بھرتے کرنا

(۳) کلی کرتے ہوئے حلق میں پانی چلا جانا

(۴) عورت کو چھونے وغیرہ سے انزال ہو جانا۔

(۵) کوئی ایسی چیز نگل جانا جو عادتاً کھائی نہیں جاتی جیسے لکڑی، لوہا، کچا گیہوں کا دانہ وغیرہ

(۶) لوہان یا عود وغیرہ کا دھواں قصداً ناک یا حلق میں پہنچانا۔

(۷) بھول کر کھاپی لیا اور یہ خیال کیا کہ اس سے روزہ ٹوٹ گیا ہو گا پھر قصداً کھاپی لیا۔

(۸) رات سمجھ کر صبح صادق کے بعد سحری کھالی۔

(۹) دن باقی تھا مگر غلطی سے یہ سمجھ کر کہ آفتاب غروب ہو گیا روزہ افطار کر لیا۔

تنبیہ

ان سب چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے مگر صرف قضا واجب ہوتی ہے کفارہ نہیں آتا۔

(۱۰) جان بوجھ کر بغیر بھولنے کے بیوی سے صحبت کرنا یا کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے جس سے قضا بھی لازم ہوتی ہے اور کفارہ بھی۔ کفارہ یہ ہے کہ ایک غلام آزاد کرے اور جہاں غلام نہیں ملتے یا اس کے خریدنے پر قدرت نہیں وہاں ساٹھ روزے متواتر رکھے۔ بیچ میں ناغہ نہ ہو ورنہ پھر شروع سے ساٹھ روزے پورے کرنا پڑیں گے اور اگر روزہ کی بھی طاقت نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو دونوں وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلا دے۔

وہ چیزیں جن سے روزہ ٹوٹتا نہیں مگر مکروہ ہو جاتا ہے

(۱) بلا ضرورت کسی چیز کو چہانا، نمک وغیرہ چکھ کر تموک دینا۔

(۲) تمام دن حالت جنابت میں یعنی بغیر غسل کئے کی حالت میں رہنا۔

(۳) فصد کرنا، کسی مریض کے لئے اپنا خون دینا جو آج کل ڈاکٹروں میں رائج ہے یہ بھی اس میں داخل ہے۔

(۴) غیبت یعنی کسی کے پیٹھ پیچھے اس کی برائی کرنا خود بھی حرام ہے اور روزہ اس سے سخت مکروہ ہو جاتا ہے۔

(۵) روزہ میں لڑنا جھگڑنا، گالی دینا، خواہ انسان کو ہو یا کسی بے جان چیز کو، ان سے بھی روزہ مکروہ ہو جاتا ہے۔

وہ چیزیں جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور مکروہ بھی نہیں ہوتا

(۱) مسواک

(۲) سر یا مونچھوں پر تیل لگانا۔

(۳) آنکھ میں دوا یا سرمہ ڈالنا۔

(۴) خوشبو سو گھننا۔

(۵) گرمی اور پیاس کی وجہ سے غسل کرنا۔

(۶) کسی قسم کا انجکشن یا سیکہ لگوانا۔

(۷) بھول کر کھانا پینا۔

(۸) حلق میں بلا اختیار دھواں یا گرد و غبار یا مکھی وغیرہ چلا جانا۔

(۹) کان میں پانی ڈالنا یا بلا قصد چلے جانا۔

(۱۰) خود بخود قے آ جانا

(۱۱) سوتے ہوئے احتلام (غسل کی حاجت) ہو جانا

(۱۲) دانتوں میں خون نکلے مگر حلق میں نہ جائے تو روزہ میں خلل نہیں آتا۔

وہ عذر جن سے رمضان میں

روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہوتی ہے

(۱) بیماری کی وجہ سے روزہ کی طاقت نہ ہو یا مرض بڑھنے کا خطرہ ہو تو روزہ نہ رکھنا جائز ہے بعد رمضان اس کی قضا لازم ہے۔

(۲) جو عورت حمل سے ہو اور روزہ میں بچہ کو یا اپنی جان کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو روزہ نہ رکھے اور پھر قضا کرے۔

(۳) مسافر شرعی (جو کم از کم اڑتالیس میل کے سفر کی نیت پر گھر سے نکلا ہو اس کے لئے اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھے پھر اگر کچھ تکلیف و دقت نہ ہو تو افضل یہ ہے کہ سفر ہی میں روزہ رکھ لے اگر خود اپنے آپ کو یا اپنے ساتھیوں کو دشواری یا تکلیف ہو تو روزہ نہ رکھنا ہی افضل ہے۔

(۴) بحالت روزہ سفر شروع کیا تو اس روزہ کا پورا کرنا ضروری ہے۔ اور اگر کچھ کھانے پینے کے بعد سفر سے وطن واپس آگیا تو باقی دن کھانے پینے سے احتراز کرے اور اگر ابھی کچھ کھایا یا پیا نہیں تھا کہ وطن میں ایسے وقت واپس آگیا جب کہ روزہ کی نیت ہو سکتی ہے یعنی زوال سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل تو اس پر لازم ہے کہ روزہ کی نیت کرے۔

(۵) کسی کو قتل کی دھمکی دے کر روزہ توڑنے پر مجبور کیا جائے تو اس کے لئے توڑ دینا جائز ہے۔

(۶) کسی بیماری یا بھوک پیاس کا اتنا غلبہ ہو جائے کہ کسی مسلمان ماہر طبیب یا ڈاکٹر کے نزدیک جان کا خطرہ لاحق ہو تو روزہ توڑ دینا جائز بلکہ واجب ہے البتہ پھر اس کی قضا لازم ہوگی۔

(۷) عورت کے لئے ایام حیض میں اور بچہ کی پیدائش کے بعد جو خون آتا ہے (یعنی نفاس) اس کے دوران میں روزہ رکھنا جائز نہیں، افطار کرے اور بعد میں قضا کرے۔ بیمار، مسافر، حیض و نفاس والی عورت جن کے لئے رمضان میں روزہ نہ رکھنا اور کھانا پینا جائز ہے ان کو بھی لازم ہے کہ رمضان کا احترام کریں سب کے سامنے کھاتے پیتے نہ پھریں۔

روزہ کی قضا

(۱) کسی عذر سے روزہ قضا ہو گیا۔ تو جب عذر جاتا رہے جلد ادا کر لینا چاہیے۔ زندگی اور طاقت کا بھروسہ نہیں، قضا روزوں میں اختیار ہے کہ متواتر رکھے یا ایک ایک دو دو کر کے رکھے۔

(۲) اگر مسافر سفر سے لوٹنے کے بعد یا مریض تندرست ہونے کے بعد اتنا وقت نہ پائے جس میں قضا شدہ روزے ادا کرے۔ تو قضا اس کے ذمہ لازم نہیں۔ سفر سے لوٹنے اور بیماری سے تندرست ہونے کے بعد جتنے دن ملیں اتنے ہی کی قضا لازم ہوگی۔

سحری

روزہ سے پہلے آخر رات میں سحری کھانا مسنون اور باعث برکت و ثواب ہے۔ نصف شب کے بعد جس وقت بھی کھائیں سحری کی سنت ادا ہو جائے گی۔ لیکن بالکل آخر شب میں کھانا افضل ہے۔ اگر مؤذن نے صبح سے پہلے اذان دے دی تو سحری کھانے کی ممانعت نہیں جب تک صبح صادق نہ ہو جائے سحری سے فارغ ہو کر روزہ کی نیت دل میں کر لینا کافی ہے۔ اور زبان سے بھی یہ الفاظ کہہ

لے تو اچھا ہے وَ بِصَوْمِ غَدٍ تَوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ

افطاری

اُکتاب کے غروب ہونے کا یقین ہو جانے کے بعد افطار میں دیر کرنا مکروہ ہے۔
ہاں جب ابرو وغیرہ کی وجہ سے اشتباہ ہو تو دو چار منٹ انتظار کر لینا بہتر ہے۔ اور
تین منٹ کی احتیاط بہر حال کرنا چاہیے۔ کھجور اور خرما سے افطار کرنا افضل ہے۔
اور کسی دوسری چیز سے افطار کریں تو اس میں بھی کوئی کراہت نہیں افطار کے
بعد یہ دعا سنوں ہے۔

اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ صُمْتُ، وَعَلَىٰ رِزْقِكَ افْطَرْتُ ذَهَبَ
النَّظْمَاءِ وَابْتَلَتِ الْعِرْقُ وَثَبَّتِ الْاَجْرُ اِنْشَاءً اللّٰهُ۔

تراویح

(۱) رمضان المبارک میں عشاء کے فرض اور سنت کے بعد بیس رکعت تراویح
کی جماعت سنت علی الکفایہ ہے

(۲) محلہ کی مسجد میں جماعت ہوتی ہو اور کوئی شخص علیحدہ گھر میں اپنی تراویح
پڑھ لے تو سنت ادا ہو جائے گی لیکن مسجد اور جماعت کے ثواب سے محرومی
بہر حال رہے گی اور اگر محلہ ہی میں جماعت نہ ہوئی تو سب کے سب ترک سنت
کے گنہگار ہوں گے۔

(۳) تراویح میں پورا قرآن مجید ختم کرنا بھی سنت ہے، کسی جگہ حافظ قرآن
سنانے والا نہ ملے یا ملے مگر سنانے پر اجرت و معاوضہ طلب کرے تو سورہ الم تر
کیف سے دس سورتیں یاد کر کے نماز تراویح ادا کریں، اجرت دے کر قرآن نہ

سنیں کہ قرآن سنانے پر اجرت لینا اور دینا حرام ہے۔

(۴) اگر ایک حافظ ایک مسجد میں بیس رکعت تراویح پڑھ چکا ہے اس کو
دوسری مسجد میں تراویح پڑھنا درست نہیں۔

(۵) جس شخص کی دو چار رکعتیں تراویح کی رو گئی ہوں تو جب امام و ترکی
جماعت کرا دے اس کو بھی جماعت میں شامل ہو جانا چاہیے اپنی باقی ماندہ
تراویح بعد میں پوری کرے۔

(۶) قرآن کو اس قدر جلد پڑھنا کہ حروف کٹ جائیں۔ بڑا گنہگار ہے، اس صورت
میں نہ امام کو ثواب ہو گا نہ مقتدی کو۔

(۷) جمہور علماء کا فتویٰ یہ ہے کہ نابالغ کو تراویح میں امام بنانا جائز نہیں۔ آٹھ
تراویح کا بھی کوئی تصور نہیں یہ سب بعد کی ایجاد کردہ بدعات ہیں۔

بیس رکعت تراویح کی اہمیت

بیس تراویح کے ثبوت کے لئے چند احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي فِي رَمَضَانَ عَشْرَيْنِ رَكْعَةً
وَالْوُتْرَ۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رحمت دو
عالم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں بیس رکعت تراویح اور وتر پڑھا کرتے
تھے (ابن ابی شیبہ صفحہ ۲۹۴ جلد ۲)۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتِ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ فَصَلَّى النَّاسِ
أَرْبَعَةً وَعِشْرِينَ رُكْعَةً وَأَوْثَرَ ثَلَاثَةً.

حضرت جابر ابن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک میں ایک
رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور صحابہ کرام کو چوبیس
رکعت (۴ فرض) (۲۰ تراویح) پڑھائیں اور تین و تر پڑھائے۔

عَنِ الْحَسَنِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَمَعَ النَّاسَ عَلَى
أَبِي بَنِي كَعْبٍ فَكَانَ يُصَلِّي بِهِمْ عِشْرِينَ رُكْعَةً
(ابو داؤد ج ۱ ص ۲۰۲)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو
حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ پر جمع فرمایا اور وہ لوگوں کو بیس رکعت
تراویح پڑھاتے تھے۔

عَنْ أَبِي بَنِي كَعْبٍ (رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ) أَنَّ عُمَرَ بْنَ
الْخَطَّابِ أَمَرَهُ أَنْ يُصَلِّيَ بِاللَّيْلِ فِي رَمَضَانَ فَصَلَّى
بِهِمْ عِشْرِينَ رُكْعَةً. (کنز العمال ج ۸ ص ۲۶۳)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے
حکم دیا کہ میں رمضان المبارک میں لوگوں کو تراویح پڑھاؤں پس بیس رکعت
پڑھی جاتی تھیں۔

ان احادیث کی روشنی میں سب بالاتفاق فرما رہے ہیں کہ عہد فاروقی میں بیس
تراویح پر ہی استقرار ہوا۔ یہی متواتر ہیں۔ دور برطانیہ سے پہلے کسی ایک محدث

یا فقیہ نے اس کا انکار نہیں فرمایا اور سنت کے لئے مواظبت شرط ہے تو یہی
بیس رکعت سنت فاروقی ہوں، یہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ وہی شخصیت ہیں
جن کے بارہ میں رحمت دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میرے بعد
نبی ہوتا تو سیدنا عمر ہوتا اور فرمایا اللہ کے دین میں سب سے مضبوط عمر ہیں اگر
بیس رکعت تراویح بدعت ہوتی تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ کرام
رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین مہاجرین و انصار کا بدعتی ہونا لازم آتا ہے۔ امام ابن
تیمیہ فرماتے ہیں۔ کہ ابی ابن کعب بیس تراویح مہاجرین و انصار میں پڑھاتے
تھے کسی نے بھی اس پر انکار نہ فرمایا۔ (فتاویٰ جلد ۲۳ صفحہ ۱۱۲)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ بیس رکعت کے ساتھ تراویح کا لفظ اور بیس تراویح
کا عمل تابعین میں بلا تکبر جاری تھا اور پورے خیر القرون میں ایک شخص کا نام
بھی پیش نہیں کیا جاسکتا۔ جس نے بیس تراویح پر انکار فرمایا ہو۔ یا اس کو
بدعت کہا ہو۔ یا وہ آٹھ رکعت پڑھ کر جماعت سے نکل جاتا ہو۔ یا پورے
خیر القرون میں کبھی آٹھ رکعت کے ساتھ کسی نے تراویح کا لفظ استعمال کیا ہو۔
اس کا ہرگز ہرگز کوئی ثبوت نہیں۔

اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آٹھ اربعہ کے متون فقہ میں آٹھ رکعت
تراویح کا نام و نشان تک نہیں اور آٹھ اربعہ کے متون فقہ کے کسی متن میں
بیس رکعت تراویح کو بدعت یا حرام نہیں لکھا اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ
علیہم اجمعین سے لیکر دور برطانیہ تک کسی اسلامی فرقہ کی ایک مسجد کا پتہ نہیں دیا
جاسکتا کہ کبھی ایک سال بھی پورا مہینہ آٹھ رکعت تراویح پڑھی گئی ہو۔ یا صحابہ
کرام سے لیکر دور برطانیہ تک ایک ایک اور صرف ایک مسلمان کا نام بھی پیش

نہیں کیا جاسکتا۔ جو آٹھ تراویح پڑھ کر جماعت سے نکل کر بھاگ جاتا ہو۔ معلوم ہوا کہ بیس رکعت تراویح ہی امت میں متواتر ہے۔

جو لوگ آٹھ رکعت پڑھ کر جماعت سے نکل جاتے ہیں وہ رمضان المبارک کے مبارک ماہ میں دو سنتوں کو پامال کرتے ہیں۔ آپ ان سے پوچھیں کہ ظہر کی چار موکدہ سنتوں کی بجائے آپ نے کبھی دو سنتیں پڑھیں ہیں اور اگر کوئی پڑھے تو کبھی اس کا دل مانے گا کہ میں نے پوری سنت ادا کر لی ہے۔ ہرگز نہیں۔

بیس رکعت تراویح سنت موکدہ ہے آٹھ رکعت پڑھنے سے سنت ادا نہیں ہو گی اسی طرح نماز تراویح میں ایک قرآن مجید پڑھنا یا سننا سنت ہے جو آٹھ رکعت پڑھ کر نکل جاتے ہیں وہ اس سنت سے بھی محروم رہتے ہیں۔

اعتکاف

(۱) اعتکاف اس کو کہتے ہیں کہ نیت کر کے مسجد میں رہنا اور سوائے ایسی حاجات ضروریہ کے جو مسجد میں پوری نہ ہو سکیں (جیسے پیشاب پاخانہ کی ضرورت یا غسل واجب اور وضو کی ضرورت) مسجد سے باہر نہ جانا۔ (۲) رمضان کے عشرہ اخیر میں اعتکاف کرنا سنت موکدہ علی الکفایہ ہے یعنی اگر بڑے شہروں کے محلہ میں اور دیہات کی پوری بستی میں کوئی بھی اعتکاف نہ کرے تو سب کے ذمہ ترک سنت کا وبال رہتا ہے۔ اور کوئی ایک بھی محلہ میں اعتکاف کرے تو سب کی طرف سے سنت ادا ہو جاتی ہے۔ (۳) خاموش رہنا اعتکاف میں بالکل ضروری نہیں بلکہ مکروہ ہے۔ البتہ نیک کلام کرنا اور لڑائی جھگڑے اور فضول باتوں سے بچنا چاہیے۔ (۴) اعتکاف میں کوئی خاص عبادت شرط نہیں نماز، تلاوت یا دین کی کتابوں کا پڑھنا پڑھانا جو عبادت دل چاہے کرتا رہے۔ (۵)

جس مسجد میں اعتکاف کیا گیا ہے اگر اس میں جمعہ نہیں ہوتا تو نماز جمعہ کے لئے اندازہ کر کے ایسے وقت مسجد سے نکلے جس میں وہاں پہنچ کر سنتیں ادا کرنے کے بعد خطبہ سن سکے۔ اگر کچھ زیادہ دیر جامع مسجد میں لگ جائے جب بھی اعتکاف میں خلل نہیں آتا۔ (۶) اگر بلا ضرورت طبعی و شرعی ایک منٹ کو بھی مسجد سے باہر چلا جائے گا تو اعتکاف جاتا رہے گا۔ خواہ عمدتاً نکلے یا بحول کر اس صورت میں اعتکاف کی قضا کرنا چاہیے۔ (۷) اگر آخر عشرہ کا اعتکاف کرنا ہو تو بیس تاریخ کو غروب آفتاب سے پہلے مسجد میں چلا جائے اور جب عید کا چاند نظر آ جائے تب اعتکاف سے باہر ہو۔ (۸) غسل، جمعہ یا محض ٹھنڈک کے لئے مسجد سے باہر نکلنا معتکف کو جائز نہیں۔

شب قدر

چونکہ اس امت کی عمریں بہ نسبت پہلی امتوں کے چھوٹی ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ایک رات ایسی مقرر فرمادی ہے جس میں عبادت کرنے کا ثواب ایک ہزار مہینہ کی عبادت سے بھی زیادہ ہے۔ لیکن اس کو پوشیدہ رکھتا ہے کہ لوگ اس کو تلاش کرنے میں کوشش کریں۔ اور ثواب بے حساب پائیں۔ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں شب قدر ہونے کا زیادہ احتمال ہے۔ یعنی ۲۱ ویں، ۲۳ ویں، ۲۵ ویں، ۲۷ ویں، ۲۹ ویں شب، اور ۳۰ ویں شب میں سب سے زیادہ احتمال ہے۔ ان راتوں میں بہت محنت سے عبادت میں مشغول رہنا چاہیے۔ اگر تمام رات جاگنے کی طاقت یا فرصت نہ ہو تو جس قدر ہو سکے جاگے اور نفل نماز یا تلاوت قرآن یا ذکر و تسبیح میں مشغول رہے اور کچھ نہ ہو سکے تو عشاء اور صبح کی نماز جماعت سے ادا کرنے کا اہتمام کرے۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

تقدیم

۱۔ عجیب اتفاق ہے کہ یہ رسالہ مختلف حوادث و موافق کی وجہ سے مسلسل چودہ سال کے وقفہ کے بعد شائع ہو رہا ہے، اتنا فرق ضرور ہے کہ تین ایڈیشنوں کے مفاہیم میں یہ اشاعت بہت اہم اضافہ اور مناسب و ضروری ترمیم و اصلاح کے ساتھ منظر عام پر آ رہی ہے۔ جس سے انشاء اللہ تعالیٰ اس کا افادہ اور اس سے استفادہ بہت بڑھ جائے گا۔ تاہم عوامی مقتضیات اور مسائل کی فراوانی کے پیش نظر چونکہ ایک مختصر رسالہ عموماً حسب منشاء کفایت نہیں کیا کرتا! بناءً بریں رمضان المبارک ۱۳۸۹ء میں رسالہ کی طبع ثالث کے اندر حسب معمول یہ مختصر مگر ضروری اعلان شائع کر دیا گیا تھا کہ

"دیرینہ نیت اور پختہ عزم ہے کہ یہ شرط زندگی و فرصت انشاء اللہ تعالیٰ "مکتبہ معاویہ" ملتان کے جاری شدہ نصابی قسم کے تصنیفی و اشاعتی نظام کے مطابق آئندہ اس رسالہ کو بھی آیات و احادیث، آثار صحابہ، جزئیات فقہیہ، مکمل عربی عبارات و حوالہ جات، با مقصد و بامحاورہ ترجمہ، مفصل و مدلل تشریحات اور عیدین کے قریباً اکثر مسائل ضروریہ کے زبردست اضافہ کے ساتھ امکانی حد تک جامع اور مستند بنادیا جائے گا۔ وِیَاللّٰهُ التَّوَفِیْقِ۔"

۲۔ سو قارئین ملاحظہ کر لیں کہ مذکورہ اعلان کے لفظی تکرار کی جگہ اس کے مضمون پر اس سال کے رمضان المبارک میں ہی مکمل تو نہیں البتہ کافی حد تک

عمل درآمد کر کے۔ ایک ضرورت کی تکمیل کر دی گئی ہے۔ چنانچہ اس نئی محنت کے بعد یہ رسالہ تالیفی طور پر پہلے سے دو گونہ ضخامت کے ساتھ بڑا قابل توجہ، جاذب نظر و فکر، وسیع الافادہ، کثیر الاستفادہ ہو کر ایک مستقل اور رسالہ نما کتاب کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ نیز با ترجمہ و تشریح آیات و احادیث، آثار صحابہ، عبارات و حوالہ جات فقہیہ اور مسائل پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس نے فکر و دماغ اور قلب و روح کو شفاء اور سکون و راحت بخشنے والے علمی و روحانی گلدستہ کا روپ دھار لیا ہے۔ اور مذکورہ اضافہ کے باعث اس کو بفضل اللہ تعالیٰ کتاب و سنت، اجماع صحابہ اور فتاویٰ جمہور کے مضبوط حصار میں محفوظ و مستفاد اصول اور مصدقہ عقائد کے قابل و ثوق و اعتماد و مآخذ اور مستند نمائندہ کی قابل صد شکر حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ تہ دل سے دعاء ہے کہ مولیٰ کریم اس کی تالیف و اشاعت کی حقیر خدمت کو قبول و منظور فرما کر حصول اجر و ثواب و سعادت اور مغفرت و نجات دارین کا ذریعہ اور وسیلہ بنا دیں۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

۳۔ قارئین سے التماس ہے کہ وہ راقم کی دوسری تحریرات کی طرح اس علمی تحفہ اور دینی ہدیہ سے فائدہ اٹھائیں تو مجھ عاجز گنگنار، اور میرے اہل و عیال کے لئے خیر و عافیت، توفیق علم و عمل، استقامت اور حسن خاتمہ کی پر خلوص اور مسلسل دعاء سے دریغ نہ کریں۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ. وَالصَّلٰوةُ
وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَفَانِدِنَا الْاَعْظَمِ وَالنَّبِیِّ
الْاَكْرَمِ وَالرَّسُوْلِ الْاَفْخَمِ مُحَمَّدٍ خَاتِمِ النَّبِیِّیْنَ وَعَلٰی سَائِرِ

الْأَنْبِيَاءَ وَالْمُرْسَلِينَ وَعَلَى أَصْحَابِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَأَوْلَادِهِمْ
الْمُؤْمِنِينَ أَجْمَعِينَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ.

"تنبیہ: ۳۔ تقدیر الہی کار فرمائی ایک ازلی وابدی اور ناقابل انکار حقیقت ہے۔ مذکورہ بالا تقدیم کی تحریر سے آپ کو معلوم ہو گا کہ "زیر نظر رسالہ۔" احکام عید الفطر "مختلف عوارض و موانع اور حوادث کے تحت تیرہ برسوں کے بعد مگر بڑے اہم اور مفید اضافہ کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔!" اور یہ اضافہ پچھلے سال رمضان المبارک کے دوران مختلف النوع علمی مواد کی شکل میں جمع کیا جاتا رہا اور جب مزید بر مزید عبارات و مسائل اور ان کی تفصیل و تشریح مسلسل بڑھتی رہی تو اس کی اشاعت کا مہینہ بھی "رمضان" سے بدل کر "ذوالحجہ" کر دیا گیا۔ لیکن ایسا عجیب اتفاق ہے کہ بعض مسائل کی عبارات ان کے حوالہ جات اور ان کی ناگزیر مستند و مدلل تشریح مکمل کرتے ہوئے نہ صرف چند روز بلکہ پورے ساڑھے آٹھ مہینے مزید صرف ہو گئے اور اضافہ در اضافہ ایک اور حد تک اطمینان بخش مزید تصحیح و تشریح کرتے ہوئے دوسرا "ماہ رمضان المبارک" بھی سر پر آ گیا اور اس عجیب اور حسین اتفاق کے ساتھ کہ اس رسالہ کا معنوی اور واقعاتی ربط و تعلق بھی چونکہ "رمضان" سے شروع ہو کر "عید الفطر" تک پہنچ جاتا ہے۔ چنانچہ اول روز تالیف سے آج تک جب بھی اس کی اشاعت کا ارادہ ہوا تو بغیر کسی "منصوبہ بندی" کے قدر تا ماہ رمضان المبارک میں ہی اس کی تکمیل ہوئی۔ بہر کیف یہ تاخیر اصولاً تو مضر نہیں رہی بلکہ اس میں خیر کا یہ پہلو غالب ہو گیا کہ رسالہ پہلے سے بہت زائد شد، مصدقہ اور مفصل و مدلل مسائل و معلومات باحوالہ عبارات اور بے حد ضروری توضیح و تشریح کا گراں قدر ذخیرہ سمیٹے ہوئے شائع

ہو رہا ہے لیکن چند روزہ توقف کی جگہ پورے ایک سال کی جبری تاخیر کے باعث طبع ثالث کے بعد اب اس کی اشاعت جدیدہ کا وقفہ بھی تیرہ۔ سے بڑھ کر چودہ برس تک طویل و ممتد ہو گیا ہے۔ اب "دیر آید درست آید" کی محاوراتی تصدیق تو علماء اور عوام کے مطالعہ اور ان کے اظہار رائے سے ہی ہو سکے گی۔ البتہ اسے کسی نہ کسی طرح شائع کرنا اپنا دیرینہ ملتوی و معلق فریضہ تھا۔ بحمد اللہ گرتے پڑتے ادا ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو ظاہر و باطن میں مفید و موثر اور دارین میں موجب خیر و برکت اور ذریعہ مغفرت و نجات بنادیں کہ فھو المراد!

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین. وَالصَّلَاةُ
وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَقَائِدِنَا الْاَعْظَمِ وَالنَّبِيِّ
الْاَكْرَمِ وَالرَّسُولِ الْاَفْخَمِ مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَعَلٰی سَائِرِ
الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ وَعَلٰی اَصْحَابِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَأَوْلَادِهِمْ
الْمُؤْمِنِينَ اَجْمَعِينَ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ. آمین ثم آمین

والسلام علی اہل راقم السطور خادم العلم والعلماء، بندہ احرار فقیر سید "ابو معاویہ
ابوذر" بخاری غفرلہ الباری۔! بعد چاشت دو شنبہ پیر۔ ۱۵ رمضان المبارک
۱۴۰۳ھ۔ ۲۷ جون ۱۹۸۳ "دار معاویہ" ۲۳۲، کوٹ تعلق شاہ ملتان شہر

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ○

بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

نحمد اللہ العلیٰ العظیم ○ ونصلیٰ علیٰ

سیدنا محمد نبیہ ورسولہ الکریم أما بعد!

"تمہید"

۱ - "عید الفطر" - بھی دیگر عبادات و امتیازات دینیہ کی طرح ایک عظیم اسلامی شعار، ایک دور رس اخلاقی نصاب، ایک مسنون تفریح اور قومی مسرت اور خوشی کا مبارک دن ہے، جسے دنیا داروں کے معمولات کے بالعکس اللہ تعالیٰ نے بجائے ایک تہوار کے عبادت کی اہمیت برقرار رکھتے ہوئے اس میں بہ قدر ضرورت تفریح کی آمیزش کر کے اسلام کی فوقیت و عظمت کو دوام بخش دیا۔!

۲ - ہر مرغوب و محبوب شے کے حصول اور عزیز مقصد کے انجام پانے پر جب فطرتاً خوشی نصیب ہو تو دستور ہے کہ اس کے اظہار کی کوئی نہ کوئی صورت اور تدبیر ضرور اختیار کی جاتی ہے۔ اسلام نے بھی دین فطرت ہونے کی وجہ سے اس معصوم انسانی جذبہ کی پوری قدر کی اور دین فطرت کی قائل امت مرحومہ کی دلداری و عزت افزائی فرمائی۔ چنانچہ رمضان المبارک کے پاکیزہ اور پاک کن

مہینے میں مختلف قسم کی شبانہ روز عبادت و ریاضت خوش اسلوبی سے مکمل کرنے پر یکم "شوال" کے دن چند خاص اعمال پر مشتمل ایک مظاہرہ مسرت و تفریح قانوناً مقرر کر دیا ہے۔!

"تحفہ عبودیت"

۳ - اپنی عزت و وجاہت کے لئے نہیں بلکہ حصول اجر و ثواب کی نیت کے ساتھ سچے دل سے دیئے ہوئے عطیہ کو "صدقہ" کہتے ہیں۔ "اور" فطر "کا معنی ہے، ٹوٹنا، کھلنا، جدا ہونا۔ تو صدقۃ الفطر کا مطلب ہوا۔ ماہ صیام کے جدا ہونے، روزہ کا عمل ٹوٹنے نیز کھانے پینے اور میاں بیوی کے میل جول کی بندش کھلنے پر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں خلوص قلب سے پیش کیا ہوا "بدیہ" "شکر"!

۴ - ہر چھوٹے بڑے کے لئے اور ہر ممنون اپنے محسن و مربی اور مرکز عقیدت تک کوئی تحفہ اور عطیہ کسی ذریعہ اور واسطہ کے ساتھ ہی پہنچانے جاتا ہے اور اس عمل کو اپنا فطری اور اخلاقی فرض اور موجب سعادت اور باعث خیر و برکت عمل یقین کرتا ہے۔ بعینہ اسی طرح فرمانبردار مخلوق جب خالق مطلق اور رب رحیم و کریم کے حضور اپنی بندگی اور توفیق عبادت و ریاضت کی نعمت نصیب ہونے پر اظہار سرور و فرحت کے لئے جیسے سانی کا ارادہ کرے تو فقراء و مساکین کا معروف طبقہ کہ جن لوگوں کی حالت عجز و احتیاج، پروردگار کو بڑی محبوب ہے۔ ان کو اپنا وکیل اور نمائندہ بنا کر بارگاہ صمدیت کے مناسب بدیہ نیاز پیش کرنے پر فطرتاً اور قانوناً مامور و مجبور ہو جاتی ہے، یہ حاصل ہے صدقۃ

الفطر کی قانونی رسم اور شرعی ضابطہ کے اداء و تکمیل کا۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ، جنہیں تازندگی اس روحانی فصل بہار سے دل و دماغ اور جسم و جان کے لئے کسب فیض و نور کا موقع ملتا ہے۔!

ورزقنا اللہ ابدًا۔ آمین۔ ہم سب کو اس نعمت عظمیٰ کی قدر کرنی چاہیے۔

"صدقۃ الفطر کے وجوب و اداء کی تفصیل"

"صدقۃ الفطر" ہر چھوٹے بڑے، آزاد اور غلام

اور نوپیدا بچہ پر بھی عائد ہوتا ہے!"

۵. وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ:

أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَدَقَةِ الْفِطْرِ عَنِ الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ وَالْحَرِّ وَالْعَبْدِ مِمَّنْ تَمُونُونَ. (زَوَاهُ الدَّارُ قُطَيْبِي، رُجَاةُ الْمَصَابِيحِ جَدِيدُ حَنَفِي.

مَشْكُوهُ الْمَصَابِيحِ، تَأْلِيفُ حَضْرَتِ مَوْلَانَا السَّيِّدِ عَبْدِ اللَّهِ نَقِشْبَنْدِيِّ رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ، حیدرآباد دکن، انڈیا ص ۵۱۰، ج ۱)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے کبار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم صادر فرمایا تھا کہ "ہر چھوٹے بچہ، بڑی عمر کے آدمی اور آزاد اور غلام جس کی تم ذمہ داری اور کفالت کرتے ہو، ان سب کی طرف سے صدقۃ الفطر اداء کرو۔"

"زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کے نصاب کی تفصیل"

۶۔ ہر آزاد، عاقل، بالغ "مسلم" جو گھریلو ضروریات کے علاوہ ساڑھے ہاون

تولے چاندی یا اس کی قیمت کے نقد روپیہ یا سونے یا اتنے وزن کے چاندی کے زیور یا اتنی قیمت کے سامان یا جائیداد یا تجارتی مال کا مالک ہو یا اس کے پاس موجود تمام اشیاء میں سے بعض یا سب کا مجموعہ مل کر ساڑھے ہاون تولے چاندی کی قیمت کے برابر ہو جائے، یا پھر وہ بجائے چاندی کے ساڑھے سات تولے سونے یا اتنے وزن کی اشرفی اور پونڈ یا سونے کے زیورات کا مالک ہو تو اس پر زکوٰۃ کی طرح عید الفطر کے دن نماز فجر کا وقت آتے ہی صدقۃ الفطر واجب ہو جاتا ہے۔ مگر اتنی مالیت پر زکوٰۃ کی طرح سال گزر اہوا ہونا ضروری نہیں!

نِصَابُ الذَّهَبِ عِشْرُونَ مِثْقَالًا وَالْفِضَّةِ مِائَتَا دِرْهَمٍ كُلُّ عَشْرَةِ دِرَاهِمٍ وَزْنُ سَبْعَةِ مِثْقَالٍ.

(شرح التنویر" ص ۲۲ ج ۲)

سونے پر زکوٰۃ واجب ہونے کے لئے اس کا نصاب بیس مثقال ہے اور چاندی کا نصاب ایسے دو سو درہم ہیں جن میں سے ہر دس درہم کا مجموعی وزن سات مثقال ہو۔!۔۔۔ واضح رہے کہ اس نصاب کی مقدار جب ہندوستانی سکہ کے مطابق تحقیق کر کے معین کی گئی تو وہی مذکورہ بالا ساڑھے سات تولے سونا یا ساڑھے ہاون تولے چاندی قرار پا چکی ہے۔

۷۔ اگر کسی شخص کے پاس مستقل مال کی حیثیت سے ساڑھے سات

تولے سونا یا پھر تھوڑا سا سونا اور تھوڑی سی چاندی موجود ہے، تو اگر دونوں کی قیمت ساڑھے باون تولے چاندی کے برابر ہو جائے یا ساڑھے سات تولے سونے کے برابر ہو جائے تو بھی زکوٰۃ کی طرح اس پر صدقۃ الفطر واجب ہے۔

وَيُضَنُّ الذَّهَبَ إِلَى الْفِضَّةِ وَعَكْسِهِ بِجَامِعِ الثَّمَنِيَّةِ قِيَمَةً وَقَالَا بِالْأَجْرَاءِ (شرح التنوير ص ۵۳ ج ۱)

اور جب تھوڑا سا سونا اور تھوڑی سی چاندی دونوں موجود ہوں تو پھر سونے کو چاندی کے ساتھ اور اس کے برعکس بھی (چاندی کو سونے کے ساتھ) ملایا جائے گا دونوں میں مالیت کے مشترک وصف کے تحت قیمت لگا کر چاندی یا سونے کا نصاب بنایا جائے (یہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے) اور صاحبین یعنی حضرت امام ابو یوسف اور امام محمد بن حسن رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں کہ چاندی اور سونے کے سکوں کی شکل میں ضرورت وقت کے مطابق درہم و دینار کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر کسی ایک کا نصاب بنا کر چاندی یا سونے کی زکوٰۃ ادا کی جائے۔!

۸۔ مذکورہ بالا مختصر و مجمل عبارت میں بیان شدہ مسئلہ کی بہ قدر ممکن آسان اور واضح تشریح بہ قدر ضرورت تفصیل حسب ذیل ہے۔ اگر کسی شخص کے پاس کچھ سونا اور چاندی موجود ہے لیکن دونوں میں سے کسی ایک کا مکمل نصاب نہیں بنتا۔ یعنی ساڑھے سات تولے سونا اور ساڑھے باون تولے چاندی کی مقدار جس پر شرعاً زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے وہ موجود نہیں تو ایسی صورت میں عام معمول کے مطابق نقدی اور روپیہ وغیرہ جیسے سکہ کے ساتھ ہی معاملات کرتے

ہوئے زکوٰۃ و صدقات نکالے جاتے ہیں۔ برصغیر میں قدیم مسلم عہد حکومت اور پھر "انگریزی" اور "سکھی کفر" کے سر اپا ظلم دور اقتدار میں حسن اتفاق کے طور پر پورے بارہ ماش یعنی ایک تولے کے وزن کا روپیہ مروج تھا، جو ملکہ "وکتوریہ" اور "ایڈورڈ ہفتم (۷)" کے دور میں تو خالص چاندی کا تھا۔ البتہ "جارج پنجم" کے عہد سے اس میں کچھ طلاٹ شروع کی گئی تھی۔ تاہم اس روپے کے وزن میں اصولاً کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ البتہ اس کی دھات میں چند رقی یا اس سے کچھ کم و بیش گھٹ وغیرہ کی آمیزش ہو گئی تھی۔ ہر کیٹ اس کے صحیح وزن اور صحیح دھات کے باعث مسلمانوں کو اداء زکوٰۃ و صدقات میں بہت سہولت و راحت میسر تھی کہ زکوٰۃ کے نصاب میں چاندی کی جتنی مقدار پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے وہ بڑے مسلسل اور محقق حساب و میزان کے بعد ساڑھے باون تولے کا وزن بنتا تھا، تو جہاں چاندی زیور وغیرہ کی شکل میں موجود نہیں ہوتی تھی وہاں وہی روپے چاندی کے نصاب اور اس کے مطلوبہ وزن کا ایک جا کام دیتے چلے آئے اور یہ سلسلہ تقسیم کے بعد بھی کچھ مدت تک جاری رہا۔ البتہ جب حکومت پاکستان نے نیا ملکی سکہ جاری کیا تو روپے کے وزن میں بھی بتدریج کمی شروع کر دی گئی۔ ابتداءً ایک تولہ، پھر دس بارہ برس پہلے تک دس گیارہ ماش تک اس کا وزن رہا اور اب پاکستان میں رائج شدہ نئے اعشاری نظام مالیات کے زیر اثر موجودہ مروجہ کا وزن چوں کہ بہت کم ہو گیا ہے۔ یعنی وہ برصغیر میں سابق مروج خالص نقرئی یا اکثر چاندی اور تھوڑی سی طلاٹ والے روپے کے پرانے وزن ایک تولے سے گھٹ کر قریباً نصف سے کچھ زائد صرف چھ ماش ساڑھے چار رقی رہ گیا ہے۔ جس کی موجودگی میں مالیت تو پیدا ہو جاتی ہے لیکن اب صرف

ساڑھے ہاون تولے سے زکوٰۃ واجب ہونے کا نصاب نہیں بنتا کیوں کہ اول تو روپے میں چاندی نہیں رہی اور اگر شرعی فتویٰ کے مطابق کسی بھی دوسری دھات کے سکے کو چاندی والے سکے کا قائم مقام قرار دے کر بھی معاملہ کیا جائے تو بھی اس کا موجودہ وزن چاندی کے مطلوبہ وزن سے نصف کے قریب تک کم ہو چکا ہے کہ اگر موجودہ روپے کو بہ ضرورت چاندی کے سکے کا بدل قرار دے کر ہی زکوٰۃ نکالنا چاہیں تو پہلے روپے کے مقابلہ میں قریباً نصف وزن کم ہونے کے باعث اب صرف ساڑھے ہاون تولے چاندی کی جگہ آج کے ساڑھے ہاون روپے کو ہی نصاب زکوٰۃ نہیں بنایا جاسکے گا بلکہ چاندی کا نصاب پورا کرنے کے لئے تو بظاہر روپوں کی تعداد بھی بڑھانی پڑے گی اور ساڑھے ہاون تولے کی جگہ پہلے سے دو گنا یعنی ایک سو پانچ روپے جمع ہو کر اور اس پر سال گزرنے کے بعد "چالیسواں حصہ" کی مقدار کے طور پر اڑھائی روپے کی جگہ پانچ روپے زکوٰۃ نکالنی پڑے گی۔ لیکن چون کہ یہ معاملہ صرف روپے کے وزن پر موقوف نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ رائج الوقت سکے کی دھات یعنی چاندی یا سونے وغیرہ کی عام بازاری قیمت کا اعتبار کرنا بھی لازم و واجب ہے اس لئے آج کل کے دور میں اداء زکوٰۃ کے وقت ساڑھے ہاون تولے چاندی کی بازار میں فی تولہ قیمت کے حساب سے جو کل رقم بنے گی، اس میں سے جتنے روپے چالیسواں حصہ بنیں گے اتنے ہی پیسے بہ طور زکوٰۃ اداء کر کے اس فرض سے سبکدوش ہوا جاسکے گا۔ تو ایسی کم چاندی اور کم سونے کے غیر مکمل نصاب والی صورت میں شرعی حکم یہ ہے کہ دونوں دھاتوں کو ملا کر ایک نصاب کی شکل دے دی جائے اور اس میں سے چالیسواں حصہ کے برابر مطلوبہ زکوٰۃ اداء کر دی جائے۔

"مشتکر اور مخلوط نصاب بنانے کا مسئلہ"

۹۔ لیکن واضح رہے کہ سونے اور چاندی کو ایک دوسرے کے ساتھ ملائے کے طریق اور مضموم کے متعلق باقی فقہ اسلامی، قائد المجتہدین حضرت امام اعظم "ابو حنیفہ" "نعمان" بن "ثابت" رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے صحیح علمی و فقہی نائب و وارث، مشہور عالم مجتہد "تلمیذین رشیدین" و "صاحبین سعیدین" حضرت امام قاضی "ابو یوسف" "یعقوب" بن "ابراہیم" انصاری اور حضرت امام "محمد بن حسن" شیبانی رحمۃ اللہ علیہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

"حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چاندی

اور سونے کو ملا کر ایک نصاب بنانے کا فقہی مضموم اور ضابطہ"

۱۰۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سونے چاندی کو ملانے کا مضموم و مطلب یہ بنتا ہے کہ انسانی معاشرہ کے باقاعدہ اور منظم آغاز سے ہمیشہ کے لئے یہ دونوں دھاتیں ہر خطہ ارض، ہر ملک، ہر قوم اور ہر دور میں اشیاء ضرورت کی خرید و فروخت اور مبادلہ کا موروٹی و مروج ذریعہ قرار دی جا چکی ہیں اور ملکی و غیر ملکی تجارت کی خاطر صحیح و مستند، مسلمہ، قابل قبول اور واجب الاداء سکے کے طور پر استعمال ہوتی چلی آرہی ہیں۔ انہی دونوں چیزوں کو قیمت کے طور پر لیا اور دیا جا رہا ہے تو بنیادی طور پر یہی دو دھاتیں دراصل مال مقنوم (الین دین میں چیزوں کی قیمت بننے والا مال) بننے اور کھلانے کی مستحق ہیں۔ گویا

چیزوں کی اصل اور حقیقی قیمت بننے کی صحیح صلاحیت و حیثیت صرف ان دونوں ہی کو حاصل ہے۔ یعنی یہ دونوں خود با قیمت بھی ہیں اور ہر چیز کے لئے بذات خود قیمت بھی ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے کسی عارضی سکھ اور غیر نقدی چیز کو قیمت اور ثمن بنانے کی اصولاً نہ تو کوئی ضرورت باقی رہتی ہے اور نہ ہی مجبوری پیش آتی ہے۔ البتہ معاملات معیشت کو شریعت کے اہم ترین اور بین العالمی الہامی مقصد کو "تَسْهِيلٌ وَ تَيْسِيرٌ" (آسانی اور سہولت) اور الدینی یسر (دین اسلام کا سارا نظام حقیقتاً بالکل سہل اور آسان ہے) کے قانون کے مطابق پوری دینی و دنیاوی زندگی کی رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے اور اس کے ایک شعبہ یعنی "معیشت و اقتصادیات" کے تمام کاروبار، لین دین اور جملہ معاملات کو آسان سے آسان بنا دیا گیا ہے۔ اور قیامت تک ہر دور میں اور ہر زمانہ میں نہ صرف ہر مسلمان بلکہ ہر انسان کے لئے وقت اور ہر طرح قابل حصول و عمل انداز میں جاری رکھنے کے لئے "تانبہ"، "پیتل"، "گلت"، "سلور" وغیرہ اور آخر میں ہر درجہ مجبوری "کاغذ" کو بھی ان کے تابع اور قائم مقام بنا کر "سکہ" اور "نقد" کے نام سے چلایا جا رہا ہے۔ بہر حال ان دونوں میں "قدر مشترک" کے طور پر جو چیز پائی جاتی ہے۔ وہ ہے ان کی "ثمنیہ" یعنی خود با قیمت اور قابل خرید و فروخت ہونا۔ کسی بھی چیز کا ثمن اور اس کی قیمت بننا اور قیمت کے طور پر اداء ہونا اور قبول کیا جانا۔ اور تمام کاروباری معاملات میں چیزیں بیچنے اور خریدنے کے لئے سونے چاندی کے ذریعہ ان کی قیمت اور بناؤ مقرر کرنا ہی اصل مقصود ہوتا ہے۔ لہذا جس صورت میں کسی شخص کے پاس اپنے اپنے نصاب سے کم کم سونا اور چاندی دونوں موجود ہوں وہاں سونے کے دینار اور

چاندی کے درابم۔ یا روپوں کو گنتی کے طور پر جمع کر کے کوئی نصاب نہیں بنایا جائے گا؟ بلکہ دنیاوی و درابم یا روپوں کی الگ الگ قیمت لگا کر حساب کیا جائے گا۔ اور جب مالیت کے لحاظ سے نصاب مکمل ہو جائے تو اس میں سے مال کی زکوٰۃ اداء کر دی جائے گی۔

"نصاب سے کم چاندی میں

نصاب سے کم سونا ملانے کی مثال":

۱۱۔ مثلاً صرف چاندی کا نصاب دو سو درہم، ساڑھے ہاون تو لے

چاندی بنتا ہے۔ اب اگر کسی کے پاس ساڑھے ہاون تو لے چاندی یا اتنے وزن کے چاندی کے زیور یا اتنی چاندی کی قیمت کی رقم موجود ہو تو سال گزرنے کے بعد اس پانچ سو درہم کی رقم میں سے پانچ درہم یا کسی شکل میں موجود ساڑھے ہاون تو لے چاندی کی قیمت کے روپوں پیسوں میں سے ہر سینکڑے پر اڑھائی روپے بطور زکوٰۃ اداء کرنا فرض ہو گا اور اگر کسی کے پاس غیر مکمل نصاب کے طور پر چاندی کے سو درہم یا سوا چھبیس تو لے چاندی یا اتنے وزن کے چاندی کے زیور یا حاضر نرخ کے مطابق اتنی چاندی کی قیمت کی رقم اور روپے پیسے موجود ہیں اور ساتھ ہی سونے کے غیر مکمل نصاب کے طور پر سونے کے ایسے پانچ مثقال موجود ہیں جن کی قیمت اور مالیت سو درہم کے برابر ہو تو اس سونے کو چاندی کے سو درہم کے ساتھ ملا دیا جائے گا تا کہ قیمت کے لحاظ سے یہ دونوں مل کر چاندی کا دو سو درہم والا مکمل نصاب بن جائیں، اور یہ معلوم ہے کہ چاندی

کی زکوٰۃ فرض ہونے اور اداء کرنے کے لئے اس کی اتنی ہی مقدار موجود ہونا ضروری ہے اور اس کا اتنا ہی نصاب مطلوب ہوتا ہے۔ چنانچہ اس شکل میں۔ اجزاء و حصص "اور گنتی (پرسٹیج) کے لحاظ سے دو سو درہم ساڑھے ہاون تولے چاندی یا اتنے وزن کی چاندی کے زیور یا حاضر نرخ کے مطابق اتنی چاندی کی قیمت کی رقم اور روپوں والا نصاب پورا نہیں بنتا، لیکن قیمت اور مالیت کے لحاظ سے چاندی کا نصاب مکمل ہو گیا ہے۔ لہذا۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک اور مقررہ فقہی ضابطہ کے تحت اب یہ سمجھا جائے گا کہ اس مخلوط چاندی سونے کے اندر چاندی کے دو سو درہم یا ساڑھے ہاون تولے چاندی کی ڈلی، یا سلخ، یا اتنے وزن کے زیور، یا ہمارے ملکی سکے کے موجودہ معیار کے مطابق اس کی قیمت اور روپوں پیسوں کی صورت میں چاندی کا نصاب پورا ہو گیا ہے۔ اور اتنے مال میں زکوٰۃ بھی فرض ہو گئی ہے لہذا حاضر نرخ کے مطابق اس مال کی قیمت اور رقم کے اندر ہر سینکڑے میں سے اڑھائی روپے بطور زکوٰۃ لازماً اداء کر دیئے جائیں گے۔ مگر اس صورت میں چاندی کے سو درہم اور مزید سو درہم کی قیمت رکھنے والے سونے کے پانچ مثقال کو اجزاء و حصص اور ٹکڑے بنا کر مقدار و نسبت (پرسٹیج) کے اندازے سے جمع نہیں کریں گے، کیوں کہ اس لحاظ سے سوا چھبیس تولے چاندی کی ڈلی، سلخ، یا اتنے وزن کے زیور وغیرہ کسی نہ کسی شکل میں پہلے سے موجود سو درہم چاندی کا آدھا نصاب ہیں اور مزید سو درہم کی قیمت اور مالیت رکھنے والے سونے کے پانچ مثقال جو سونے کے بیس مثقال والے نصاب کا ربع یعنی چوتھائی حصہ ہیں۔ لیکن گنتی اور مقدار و نسبت (پرسٹیج) کے اعتبار سے ایک تہائی اور تیسرے حصہ کی حیثیت رکھتے ہیں اور

دونوں کو ملا کر بھی چاندی کے نصاب کا تین چوتھائی حصہ ہی بنتا ہے۔ مکمل نصاب پھر بھی نہیں بنتا؟ تو اس لحاظ سے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سو درہم اور پانچ مثقال بہ قیمت مزید سو درہم کے مجموعہ سے چاندی کے نصاب کی مالیت پوری ہو جانے کے باعث اتنے مخلوط چاندی سونے پر زکوٰۃ فرض ہو جائے گی اور حاضر نرخ کے مطابق اس کی کل قیمت کی رقم میں سے چالیسواں حصہ اداء کرنا واجب ہو گا۔

نصاب سے کم "سونے" میں نصاب سے کم "چاندی" ملانے کی مثال

۱۲۔ ایسے ہی مثلاً صرف سونے کا نصاب بیس مثقال یا ساڑھے سات تولے سونے کی ڈلی اور سلخ یا اتنے وزن کے زیور یا پاؤنڈ اور اشرفی کسی بھی شکل میں بیس مثقال یا ساڑھے سات تولے سونا موجود ہے تو سال گزرنے کے بعد اس مال پر زکوٰۃ فرض ہو جائے گی۔ جس مقدار کے سونے کی حاضر نرخ کے مطابق جو قیمت اور رقم بنے گی اس کے روپوں پیسوں کے اندر ہر سینکڑے میں سے اڑھائی روپے بطور زکوٰۃ لازماً ادا کر دیئے جائیں گے اور اگر کسی کے پاس غیر مکمل نصاب کے طور پر دس مثقال سونا یا سونے کا ٹکڑا یا سلخ یا اتنے وزن کا زیور یا پاؤنڈ اور اشرفی یا دینار جیسا کوئی طلائی سکہ موجود ہے اور ساتھ ہی چاندی کے غیر مکمل نصاب کے طور پر مزید دس مثقال یعنی پونے چار تولے سونے کی قیمت اور مالیت کے برابر چاندی کے صرف پچاس درہم بھی موجود

میں تو ان درابم کو پہلے سے موجود ہونے چار تولے سونے کے ساتھ ملا دیا جائے گا تا کہ قیمت اور مالیت کے لحاظ سے دونوں مل کر سونے کے ساڑھے سات تولے والا مکمل نصاب بن جائیں جب کہ سونے کی زکوٰۃ فرض ہونے اور اداء کرنے کے لئے اسکی اتنی ہی مقدار موجود ہونا ضروری ہے اور اس کا اتنا ہی نصاب مطلوب ہوتا ہے۔ چنانچہ اس صورت میں اجزاء و حصص اور مقدار و نسبت (پرسنٹیج) کے لحاظ سے بیس مثقال یا ساڑھے سات تولے سونے کی ڈلی یا سلخ یا اتنے وزن کے زیور یا پاونڈ یا اشرفی اور دینار وغیرہ جیسے کسی سکے کی شکل میں تو سونے کا نصاب پورا نہیں بنتا لیکن قیمت اور مالیت کے لحاظ سے سونے کا نصاب مکمل ہو گیا ہے۔ لہذا حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک اور مقررہ فقہی ضابطہ کے تحت اب یہ سمجھا جائے گا کہ اس مخلوط سونے چاندی کے اندر بیس مثقال یا ساڑھے سات تولے سونے کا نصاب پورا ہو گیا ہے اور اتنے مال پر زکوٰۃ فرض ہو گئی ہے۔ لہذا نصاب سے کم سونے میں نصاب سے کم مخلوط چاندی کی قیمت اور رقم کے اندر ہر سینکڑے پر اڑھائی روپے بہ طور زکوٰۃ لازماً اداء کر دیئے جائیں گے۔ مگر اس صورت کے اندر پہلے سے موجود ہونے چار تولے سونے کے ساتھ مزید ہونے چار تولے سونے کی قیمت رکھنے والے چاندی کے پچاس درابم کو اجزاء و حصص اور ٹکڑے بنا کر یعنی مقدار و نسبت (پرسنٹیج) کے اندازے سے جمع نہیں کریں گے کیوں کہ اس لحاظ سے کسی بھی شکل میں پہلے سے موجود ہونے چار تولے سونا تو سونے کا آدھا نصاب اور سونے کا آدھا وزن ہے۔ لیکن مزید ہونے چار تولے سونے کی قیمت رکھنے والے چاندی کے پچاس درابم گنتی اور مقدار و نسبت (پرسنٹیج) کے اعتبار

سے چاندی کے نصاب کا ایک چوتھائی وزن رکھتے ہیں اور ایک حصہ بنتے ہیں نتیجتاً حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نصابی قانون اور ضابطہ کے مطابق دونوں کو ملا کر بھی وزن کے لحاظ سے سونے کے نصاب کا دو تہائی حصہ بنتا ہے، مکمل نصاب پھر بھی نہیں بنتا مگر دونوں کے ملنے سے من حیث القیمت چوں کہ سونے کا نصاب بن جاتا ہے تو اس لحاظ سے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دس مثقال یا پونے چار تولے سونے اور مزید پونے چار تولے سونے کی قیمت رکھنے والے چاندی کے پچاس درابم کے مجموعہ سے سونے کے نصاب کی مالیت پوری اور مستحق ہو جائے گی۔ اور سونے کی اتنی مالیت ہی زکوٰۃ واجب ہونے کا باعث و سبب ہے لہذا اتنے مخلوط سونے چاندی پر زکوٰۃ فرض ہو جائے گی اور اس کی کل قیمت کی رقم میں سے چالیسواں حصہ اداء کرنا فرض ہو گا۔

"امام ابو یوسف" اور "امام محمد" رحمہم اللہ کے نزدیک نصاب سے کم چاندی اور سونے کو ایک دوسرے میں

ملانے کا فقہی مفہوم اور ضابطہ:

- ۱۳ -

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فقہی مسلک و ضابطہ کے مطابق نصاب کے چاندی سونے کو ایک دوسرے میں ملا کر سونے یا چاندی کا کوئی نصاب بنانے کی ضروری تفصیل و تشریح بیان ہو چکی، اب اس کے مقابل حضرت الامام رحمۃ اللہ علیہ کے "تلمذین رشیدین" اور "صاحبین سعیدین" حضرت امام ابو یوسف انصاری اور حضرت امام محمد شیبانی رحمۃ اللہ علیہما کے

فقہی مسلک اور ضابطہ کے مطابق کچھ تفصیل حسب ذیل ہے۔

صاحبین کے نزدیک نصاب سے کم چاندی اور سونے کو ایک دوسرے میں ملا کر چاندی یا سونے میں سے کسی ایک کا نصاب بنانے کے لئے چاندی سونے کی قیمت اور مالیت کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ بلکہ ان کے اجزاء اور مقدار کو بنیاد بنایا جاتا ہے۔ مثلاً اگر کسی شخص کے پاس چاندی کا پورا نصاب یعنی کسی شکل میں ساڑھے باون تولے چاندی موجود نہیں بلکہ سوا چھبیس تولے چاندی موجود ہے تو اب چاندی کے اس ناقص نصاب کو پورا کرنے کے لئے بقیہ نصف چاندی یعنی مزید سوا چھبیس تولے چاندی کی قیمت کا کچھ تھوڑا سا سونا اس کے ساتھ نہیں ملائیں گے بلکہ سونے کے اصل نصاب یعنی ساڑھے ساٹھ تولے سونے کا نصف یعنی تین تولے نو ماشہ سونا ملا کر چاندی کا نصاب پورا کر لیا جائے گا۔ ایسے ہی اگر کسی کے پاس دراہم کی صورت میں چاندی کے نصاب کا ایک چوتھائی یعنی پچاس دراہم موجود ہیں اور چاندی کی تین چوتھائی مقدار۔ یعنی ڈیڑھ سو دراہم کم ہیں تو اس کمی کو پورا کرنے کے لئے دوسری طرف سونے کے نصاب کا تین چوتھائی یعنی پندرہ مثقال سونا موجود ہونا ضروری ہے تاکہ اسے ایک چوتھائی چاندی کے ساتھ ملا کر چاندی کا نصاب پورا کر لیا جائے اور اس کی قیمت کی رقم میں سے چالیسواں حصہ بطور زکوٰۃ اداء کرنا فرض ہو جائے گا۔ لیکن پہلی مثال کے پیش نظر کہ جس میں ایک شخص کے پاس چاندی کے نصف نصاب کے مطابق ایک سو درہم موجود ہیں اور ساتھ ہی سونے کے نصاب کا ایک چوتھائی پانچ مثقال بھی موجود ہیں تو اس صورت میں صاحبین کے نزدیک چوں کہ نصاب کی مطلوبہ چار چوتھائیوں کی جگہ دو چوتھائی

چاندی اور ایک چوتھائی سونا۔ یعنی کل تین چوتھائیاں موجود ہیں اور اجزاء اور مقدار کے لحاظ سے چاندی کا نصاب غیر مکمل ہے۔ اس لئے اتنی مقدار میں چاندی میں سونے کے مالک پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی۔

"چاندی سونے کی کمی کے متعلق حضرت امام اعظم اور صاحبین رحمہم اللہ کے مختلف مسلک کے نتیجہ میں زکوٰۃ کی مقدار میں اختلاف!"

۱۴۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چاندی سونے کے غیر مکمل نصاب کی تکمیل میں چاندی سونے کی قیمت و مالیت کا لحاظ رکھا جاتا ہے اور صاحبین کے نزدیک چاندی سونے کی چوتھائی، تہائی نصف اور تین چوتھائی یا تین تہائی کی صورت میں ان کے اجزاء اور مقدار کے حصص کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ اس فرق سے جیسے بعض گزشتہ مذکورہ اشکال میں تینوں بزرگوں کے مختلف الحیثیت اختلافی مسلک کے باعث کسی صورت میں امام اعظم کے نزدیک نصاب مکمل ہونے کی وجہ سے زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے اور صاحبین کے نزدیک زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی۔ ایسے ہی ان حضرات کے قانونی اختلاف کے باعث جس جس صورت میں زکوٰۃ فرض ہوتی ہے وہاں مالیت اور مقدار کے بنیادی فرق کے باعث واجب شدہ زکوٰۃ کی مقدار میں بھی فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال حسب ذیل ہے۔

پہلی مثال

مثلاً ایک شخص کے پاس چاندی کے نصاب کا نصف یعنی ایک سو درہم اور سونے کے نصاب کا نصف یعنی دس درہم موجود ہیں لیکن ان دس درہم کی حاضر قیمت ایک سو چالیس درہم ہے۔ تو اس صورت میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک سو درہم اور دس درہم کی حاضر قیمت ایک سو چالیس درہم کے مجموعہ کو قیمت اور مالیت کے ضابطہ کے تحت دو سو چالیس درہم پر مشتمل کل اس المال قرار دیا جائے گا اور سال گزرنے کے بعد چالیسویں حصہ کے مطابق اس میں سے چھ درہم بطور زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہو گا لیکن صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک چونکہ چاندی کا نصف نصاب ایک سو درہم اور سونے کا نصف نصاب دس درہم کی شکل میں موجود ہے تو اس صورت میں دس درہم کی قیمت و مالیت کی جگہ اس کے اجزاء اور مقدار کا اعتبار کرتے ہوئے کہ وہ سونے کا نصف نصاب ہے لہذا اسے چاندی کے نصف نصاب میں شامل اور ضم کر کے چاندی کا مخلوط مگر مکمل نصاب قرار دے دیا جائے گا اور ظاہر ہے کہ مکمل نصاب موجود ہونے سے ہی زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور اس صورت میں ایک نصاب کی مطلوبہ چاروں چوتھائیاں موجود ہیں۔ لہذا سال گزرنے کے بعد چالیسویں حصہ کے مطابق اس میں سے پانچ درہم بطور زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہو جائے گا۔

دوسری مثال

دوسری مثال یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے پاس چاندی کے نصاب کا

تین چوتھائی حصہ یعنی ایک سو پچاس درہم اور ساٹھ ہی سونے کے نصاب کا ایک چوتھائی حصہ۔ ایسے پانچ درہم موجود ہیں جن کی موجودہ قیمت و مالیت مثلاً پینتالیس درہم بنتی ہے اور دونوں کو ملا کر بھی ازروئے قیمت و مالیت چاندی کا ایک مکمل نصاب نہیں بنتا بلکہ تھوڑی سی مقدار یعنی پانچ درہم کم ہے تو اس صورت میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے عام ضابطہ کے تحت مالیت پوری نہ ہونے کے عذر کے باعث زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اور صاحبین رحمہما اللہ کے ضابطہ کے مطابق چونکہ چاندی کے نصاب کی تین چوتھائی مقدار اور سونے کے نصاب کی ایک چوتھائی مقدار موجود ہے اور ان کو ملانے سے ایک مکمل نصاب کی مطلوبہ چاروں چوتھائیاں موجود ہونے کی وجہ سے چاندی کا ایک مخلوط اور مکمل نصاب مستحق ہو گیا ہے اور ظاہر ہے کہ زکوٰۃ واجب ہونے کے لئے مکمل نصاب کا موجود ہونا ہی شرط ہے لہذا سال گزرنے کے بعد چالیسویں حصہ کے مطابق پانچ درہم بطور زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہو گا اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اگرچہ اس صورت میں سونے کے نصاب کی ایک چوتھائی یعنی پانچ درہم کی قیمت چاندی کے نصاب کی ایک چوتھائی یعنی پچاس درہم کی قیمت سے بہت قلیل یعنی صرف پانچ درہم کم ہے اور چاندی سونا مل کر بھی قیمت و مالیت کے لحاظ سے چاندی کا ایک مخلوط مکمل نصاب مستحق نہ ہونے کے باعث یہ ظاہر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی تھی لیکن مسئلہ زکوٰۃ کی اہمیت کو قائم رکھنے اور زکوٰۃ ادا کنندگان کی عام غفلت کا ازالہ کرنے کے لئے اصح قول کے مطابق صاحبین کے مسلک سے مطابقت روا رکھتے ہوئے۔ تینوں مجتہدین کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک اس صورت میں احتیاط و اولویت کے نقطہ نظر سے

بالاتفاق زکوٰۃ واجب ہو جائے گی اور مالک نصاب پر سال گزرنے کے بعد چالیسویں حصہ کے مطابق پانچ درہم بطور زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہوگا۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ اَوْ لَا وَآخِرًا

"صاحب نصاب مقروض کا حکم"

۱۵- کسی کے پاس مال ہو اور اس پر قرض بھی ہو تو اداء قرض کے

بعد اگر مذکورہ بالا مالیت باقی بچے تو صدقہ واجب ہوگا۔

وَإِنْ كَانَ مَالُهُ أَكْثَرَ مِنْ دَيْنِهِ زَكَاةُ الْفَاضِلِ إِذَا بَلَغَ

نَصَابًا (شرح البدایہ ص ۱۶۸)

اور اگر زکوٰۃ دینے والے کا مال اس کے قرض سے زائد ہو تو قرض کی رقم کے مطابق چھوڑ کر اگر فالتور رقم چاندی یا سونے کے نصاب کے مطابق موجود ہو تو اس کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی (اور کم ہو تو پھر نہیں)۔

قُلْتُ حُكْمُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ مِثْلُ الزَّكَاةِ فِي الْمَصَارِفِ

فِي كُلِّ حَالٍ إِلَّا فِي جَوَازِ الدَّفْعِ إِلَى ذِمِّيٍّ وَعَدَمِ

سُقُوطِهَا (كذا في الدر المختار، ص ۱۲۷، ج ۱)

مصارف کے لحاظ سے ہر حال میں صدقۃ الفطر زکوٰۃ کی طرح ہے البتہ ایک فرق ہے کہ یہ صدقۃ الفطر ملک کے "ذمی" کافروں کو بھی دیا جاسکتا ہے۔ اور زکوٰۃ صرف مسلمان مستحقین کو دی جاسکتی ہے مزید یہ ہے زکوٰۃ عشر وغیرہ کی طرح صدقۃ الفطر بھی کسی حال میں معاف نہیں ہوتا۔

"نماز فجر سے پہلے مرنے والے، اور نماز کے بعد

پیدا ہونے والے یا اسلام لانے والے کا حکم"

۱۶- جو شخص عید الفطر کے دن نماز فجر کے وقت سے پہلے مر گیا،

یا بعد فجر اسلام لایا یا بعد از فجر پیدا ہوا تو اس پر صدقہ واجب نہیں!۔

وَوَقْتُ الْوُجُوبِ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ الثَّانِي مِنْ يَوْمِ

الْفِطْرِ، فَمَنْ مَاتَ قَبْلَ ذَلِكَ لَمْ يَحِبَّ عَلَيْهِ

الصَّدَقَتُهُ وَمَنْ وُلِدَ أَوْ أَسْلَمَ بَعْدَهُ لَمْ تَحِبَّ.

("فتاویٰ ہندیہ" عالمگیری ص ۱۲۳، ج ۱)

اور ہر عاقل و بالغ مسلم کے ذمہ صدقۃ الفطر واجب ہونے کا وقت عید الفطر کے دن صبح کاذب کے بعد دوسری فجر یعنی صبح صادق طلوع ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے، چنانچہ جو شخص عید الفطر کی صبح صادق سے پہلے مر گیا اس پر صدقۃ الفطر واجب نہیں ہوا۔ اور ایسے ہی جو بچہ صبح صادق کے بعد پیدا ہوا یا جو کافر صبح صادق کے بعد اسلام لایا۔ اس پر بھی صدقۃ الفطر واجب نہیں ہوگا۔!

صدقۃ الفطر کن اشخاص کو دیا جاسکتا ہے؟

۱۷- ہر میاں بیوی پر صرف اپنی ذات کی طرف سے اور اپنی بے

مال غیر بالغ یا بالغ مگر مجنون اولاد نیز اپنے لونڈی غلام اور نوکر اور خادمہ وغیرہ کی

طرف سے صدقہ دینا واجب ہے۔ مال دار بالغ اولاد اور باقی گھر والے اپنا صدقہ خود ادا کریں البتہ ان کا وکیل بن کر صدقہ و زکوٰۃ وغیرہ اداء کر دینا درست ہے اور اگر کسی شخص نے بغیر ایک دوسرے کی اجازت کے از خود ہی اس کی طرف سے دے دیا تو وہ "صدقہ نفلیہ" بن جائے گا اور اصل آدمی پر صدقہ الفطر بدستور واجب رہے گا، اس کو مستقلاً اداء کرنا ضروری ہے۔!

۱۸۔ عورت شریعت کے مطابق چونکہ اکثر احکام میں مرد کی طرح مستقل شخصیت و حیثیت کی مالک ہے۔ چنانچہ نقد اور غیر نقدی مال وغیرہ کے جمع اور خرچ میں اس کی ملکیت و حیثیت بھی مستقل ہے۔ لہذا اس پر صرف اپنی ذات کی طرف سے صدقہ دینا واجب ہے، اپنے شوہر اور اولاد کی طرف سے نہیں۔! اور اگر گھر میں صرف اس کے خاوند نے صدقہ اداء کیا تو اس سے عورت پر واجب شدہ صدقہ اداء نہیں ہوگا بلکہ اسے بہر حال اپنی زکوٰۃ و عشر اور قربانی کی طرح اپنا یہ صدقہ الفطر بھی خود ہی براہ راست لازماً اداء کرنا پڑے گا۔ ورنہ وہ گناہ گار ہوگی۔

يَخْرُجُ ذَالِكُ عَنْ نَفْسِهِ وَعَنِ أَوْلَادِهِ الصَّغَارِ قُلْتُ هَذَا حُكْمُ الرِّجَالِ وَأَمَّا النِّسَاءُ فَلَا يَحِبُّ عَلَيْهِنَّ إِلَّا عَنْ نَفْسِهَا ("ہدایہ" ج ۱)

صدقہ دینے والا اپنی ذات اور اپنی چھوٹی غیر بالغ اولاد کی طرف سے صدقہ ادا کرے گا۔ رہیں عورتیں۔؟ تو ان پر اپنے خاوند اور اولاد کی جگہ صرف اپنی ذات

ہی کی طرف سے صدقہ الفطر ادا کرنا واجب ہوگا!

"مال دار غیر بالغ بچہ کے مال سے مستولی کی حیثیت میں صدقہ ادا کرنا ضروری ہے"

۱۹۔ اگر غیر بالغ بچہ کو تجارت یا کسی اور ذریعہ سے مذکورہ مالیت

حاصل ہو گئی تو پھر ماں باپ یا کسی دوسرے سرپرست کو اس کے مال میں سے مستولی کی حیثیت میں صدقہ اداء کرنا ضروری ہے۔

وَلَوْ كَانَ لِلْوَلَدِ الصَّغِيرِ مَالٌ آدَى عَنْهُ الْاَبُ مِنْ مَّالِ الصَّغِيرِ. ("قاضی خان" ص ۲۶۵، ج ۱)

اور اگر کسی بھی ذریعہ سے چھوٹے غیر بالغ بچہ کے پاس مال جمع ہو گیا تو غیر بالغ بچہ کی طرف سے اس کا باپ، سرپرست اور نگران کی حیثیت میں زکوٰۃ کی طرح صدقہ الفطر اداء کرے گا!

"ہر صاحب نصاب پر صدقہ اداء کرنا واجب ہے:"

۲۰۔ نمازی روزہ دار یا معذور شخص یا غافل بے روزہ سب پر عید الفطر کے دن مذکورہ مالیت حاصل ہونے کی شرط کے ساتھ صدقہ اداء کرنا واجب ہے۔

وَمَنْ سَقَطَ عَنْهُ صَوْمُ الشَّهْرِ لِكِبَرٍ أَوْ لِمَرَضٍ لَا يَسْقُطُ عَنْهُ صَدَقَةُ الْفِطْرِ

(فتاویٰ ہندیہ" ص ۱۲۲ ج ۱ "فتاویٰ عالمگیری")

اور جس شخص سے بڑھاپے یا بیماری کے سبب ماہ صیام کے روزے ساقط (یعنی عارضی طور پر معاف) ہو جائیں۔ اس سے صدقۃ الفطر پھر بھی ساقط اور معاف نہیں ہوگا۔

"صدقۃ الفطر کی مقدار آدھا ٹوپا گندم۔ یا جو

اور کھجور کا ایک ایک صاع ہے!"

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا. أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ صَارِخًا بِمَكَّةَ صَاحَ أَنْ صَدَقَةَ الْفِطْرِ حَقٌّ وَاجِبٌ، مُدَّانِ مِنْ قَمْحٍ أَوْ صَاعٌ مِّنْ شَعِيرٍ أَوْ تَمْرٍ.

(رواہ الحاکم فی المستدرک وصححہ وروی البزار نحوه، حنفی مشکوٰۃ، زجاجۃ المصابیح ص ۵۱۲، ج ۱، مشکوٰۃ المصابیح)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں ایک منادی کو بھیجا جس نے بلند آواز سے یہ اعلان کیا کہ "لوگو! اچھی طرح جان لو کہ صدقۃ الفطر ہر مسلمان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے واجب الاداء حق ہے، جس کی مقدار دو "مد" نصف صاع (یعنی پونے دو سیر احتیاطاً دو سیر) گندم یا جو یا کھجور کا پورا ایک صاع ہے۔

۲۱- صدقہ میں موجودہ مروج "فرنکی" وزن کے اعتبار سے آدھ

چھٹانک زائد پونے دو سیر بلکہ احتیاطاً دو سیر گندم یا گندم کا آٹا یا ساڑھے تین سیر۔ احتیاطاً چار سیر جو یا جو کا آٹا اور ستو یا ان کی قیمت جو آج کل سرکاری خرید و فروخت کے حساب سے ہر سال کے حاضر نرخ کے مطابق دینا واجب ہے۔ گندم اور جو کے علاوہ کوئی اور اناج دینا چاہیے تو وہ بھی اتنا ہی ہونا چاہیے کہ اس کی قیمت آدھ چھٹانک زائد دو سیر گندم یا ساڑھے تین سیر جو کی قیمت کے برابر ہو جائے۔ فقراء کی ضرورت کے لحاظ سے نقد پیسے دینا اولیٰ اور بہتر ہے تاکہ وہ غریب خود بھی خرید و فروخت کر کے عید کی خوشی میں براہ راست حصہ دار بن سکیں۔

"صدقات واجبہ کے مصارف:"

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمَوْلَّاتِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ○ ("التوبہ" آیت ۶۰، ع ۱۲، پ ۱۰)

بلاشبک تمام صدقات ایک دو وقت کی روزی والوں کے لئے اور بالکل خالی ہاتھ عاجز لوگوں کے لئے اور بیت المال کے کارندوں اور تحصیل کرنے والوں کے لئے اور جن کے دل جوڑے اور پرچائے جا رہے ہوں ان نو مسلموں کے لئے اور جہاد کے دوران میں قابو آنے والے مرد و زن جنگی قیدیوں اور عام لونڈیوں غلاموں کے لئے اور قرض سے زیر بار لوگوں کے لئے اور آمادہ جہاد بے سروسامان قحاذیوں کے لئے اور محتاج ہو جانے والے مسافروں کے لئے ہیں۔ مقرر و فرض

حکم ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ ہر چیز کا علم اور حکمت رکھنے والے ہیں۔

۲۲۔ صدقات واجبہ میں سے زکوٰۃ، عشر اور نذہ کی نقد رقوم یا

غذا یا کپڑے اور کتب و رسائل کی طرح صدقۃ الفطر کے مستحق بھی وہی لوگ ہیں، جن کا ذکر قرآن کریم اور حدیث مبارک میں واضح طور پر موجود ہے۔ یعنی ایک دو وقت کی روٹی کے سامان والے فقراء، بالکل خالی ہاتھ اور عاجز مساکین، اسلامی حکومت کے بیت المال کے کارندے اور تحصیل دار، وہ زیر تبلیغ لوگ جن کے اسلام لانے کی غالب امید ہو یا وہ اسلام تو لائے ہوں لیکن انہی دین میں کمزور ہوں۔ اسلامی جہاد میں قابو آنے والے مرد و زن جنگی قیدی اور لونڈی غلام، مقروض، آئادہ جہاد مگر بے سروسامان غازی اور مسافر وغیرہ۔

مگر سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، کے عہد خلافت میں ان کی توجیہ و تحقیق پر صحابہ کے اجماع کے تحت اس مد کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد منسوخ قرار دیئے جانے کے باعث امت کے اکثر مجتہدین و فقہاء کے نزدیک یہ مد باقی نہیں رہی۔

۲۳۔ ایک آدمی کا صدقہ ایک محتاج کو دینا یا کئی فقراء میں بانٹنا یا کئی

اشخاص کا صدقہ ایک ہی فقیر و محتاج اور مستحق کو دے دینا؟ ہر طرح جائز ہے۔

وَجَازَ دَفْعُ كُلِّ شَخْصٍ فِطْرَتَهُ إِلَىٰ مُسْكِينٍ أَوْ مُسَاكِينٍ عَلَى الْمَذْهَبِ كَمَا جَازَ دَفْعُ صَدَقَةٍ

جَمَاعَةٍ إِلَىٰ مُسْكِينٍ وَاحِدٍ۔ (شرح التنویر" ص ۱۲۵، ج ۲)

اور ایک شخص کی طرف سے ایک مسکین (مستحق) یا بہت سے مساکین کو صحیح حنفی مذہب و مسلک کے مطابق صدقۃ الفطر دینا جائز ہے جیسا کہ ایک پورے خاندان اور گروہ کا ایک ہی مسکین کو سارا صدقۃ الفطر دے دینا جائز ہے۔!

"رشتہ داروں میں آباؤ اجداد اور اولاد و احفاد

اور میاں بیوی ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے

وَلَا يَدْفَعُ الْمَرْكَبُ زَكَاةَ مَالِهِ إِلَىٰ أَبِيهِ وَجَدِّهِ وَإِنْ عَلَا إِلَىٰ وَلَدِهِ وَوَلَدَ وَلَدِهِ وَإِنْ سَفَلَ وَلَا إِلَىٰ امْرَأَتِهِ ، وَلَا تَدْفَعُ الْمَرْأَتُ ، إِلَىٰ زَوْجِهَا .

(شرح البدایہ" ص ۱۸۸ ج ۱)

زکوٰۃ اداء کرنے والا اپنے باپ اور دادا اور (اگر فرض کر لیں کہ اوپر بھی کئی دادے زندہ ہیں تو تمام اوپر کے اجداد کو زکوٰۃ نہ دے اور نہ ہی اپنے بیٹے اور پوتے کو اور اگر فرض کر لیں کہ نیچے کے کئی پوتے دادا پردادا کے سامنے موجود ہیں تو نیچے پوتوں کی تمام اولاد کو بھی زکوٰۃ نہ دے اور نہ اپنی بیوی کو زکوٰۃ دے اور نہ بیوی اپنے خاوند کو زکوٰۃ دے۔

۲۴۔ یعنی رشتہ داروں میں حقیقی دادا، دادی، ماں باپ، بیٹا،

بیٹی، پوتا، پوتی، نواسا اور نواسی میں سے کسی کو صدقہ و زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

۲۵۔ اس کے علاوہ اپنے دیگر محتاج و مسکین عزیز و اقارب میں سے

سوتیلے دادا دادی، سوتیلے ماں باپ، حقیقی چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ، حقیقی

بھائی، بہن، بھتیجا، بھتیجی، بھانجا، بھانجی اور اپنے سر، ساس سالی اور سالی سب کو زکوٰۃ و عشر کی طرح صدقۃ الفطر دینا جائز ہے کیونکہ احکام کتاب و سنت کے مطابق "ذوی القربی" ہونے کی بناء پر یہ لوگ سب سے زیادہ مستحق ہیں۔!

وَقَيَّدَ بِالْأَوْلَادِ لِيَجْوَازَهُ لِبَقِيَّةِ الْأَقَارِبِ كَمَا لِإِخْوَةٍ
وَالْأَعْمَامِ وَالْأُخْوَالِ الْفُقَرَاءِ بَلْ هُمْ أَوْلَىٰ لِأَنَّهُ صَلَٰةٌ
وَصَدَقَةٌ. ("رد المحتار"، الشامی" ص ۱۰۱ ج ۲)

اور (مصنف و مختار) نے (زکوٰۃ وغیرہ) اولاد کو نہ دینے کی قید اس لئے لگائی ہے کہ ان کے سوئی محتاج بھائیوں، چچوں، ماموں جیسے تمام رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ بلکہ یہ لوگ اس کے زیادہ حق دار ہیں کیونکہ یہ زکوٰۃ ان کے لئے بیک وقت خاندانی قرب کی ہمدردی اور صدقہ و خیرات کی مشترکہ حیثیت رکھتی ہے۔"

"سادات قریش کی پانچ شاخوں کو صدقہ دینا جائز نہیں۔"

وَعَنْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ رَبِيعَةَ (رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ) قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هَذِهِ الصَّدَقَاتُ إِنَّمَا هِيَ أَوْسَاخُ النَّاسِ وَإِنَّهَا لَا تَحِلُّ لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِأَلِ مُحَمَّدٍ.

رواہ: مسلم ("حنفی مشکوٰۃ" زجاجتہ المصابیح" ص ۵۱۴، ج ۱. مشکوٰۃ المصابیح" ص ۱۶۱)

وَلَا تَدْفَعُ إِلَىٰ بَنِي هَاشِمٍ وَهُمْ أَلٌ عَلَيَّ وَأَلٌ عَبَّاسٍ

وَأَلٌ جَعْفَرٍ وَأَلٌ عَقِيلٌ وَأَلٌ الْحَارِثِ وَمَوَالِيهِمْ.
("شرح البدایہ" ص ۱۸۸ ج ۲)

حضرت عبداللہ بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یقیناً یہ صدقات؟ یہ تو لوگوں کے اموال کی میل کچیل کے سوئی اور کچھ حقیقت نہیں رکھتے، اور بلا شک یہ صدقات نہ تو "محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے حلال ہیں اور نہ ہی آل محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے حلال ہیں۔ اور صدقۃ الفطر (سمیت تمام صدقات واجبہ) بنی ہاشم کو نہ دیئے جائیں اور وہ بنو ہاشم آل علی ہیں اور آل عباس ہیں اور آل جعفر ہیں اور آل عقیل ہیں اور (حضور علیہ السلام کے سب سے بڑے سوتیلے چچا حارث بن عبدالمطلب کی اولاد) آل حارث ہیں اور ان سب کے آزاد کردہ غلام ہیں۔!

۲۶۔ "بنو ہاشم" میں سے "سادات حسنیہ و حسینیہ" کے علاوہ

حضور علیہ السلام کے وادی سے سوتیلے سب سے بڑے تایا جناب "حارث" بن "عبدالمطلب" کی اولاد "بنو حارث" وادی سے سوتیلے چچا سیدنا "ابو الفضل"۔ "عباس"۔ بن "عبدالمطلب"، رضی اللہ عنہ کی اولاد "بنو عباس"۔ حضور علیہ السلام کے حقیقی چھوٹے چچا۔ ابوطالب عبد مناف کے بقیہ دو صحابی فرزند سیدنا "ابو یزید" "عقیل" بن "ابی طالب" اور سیدنا "ابو عبداللہ" "ذوالجناحین"۔ "جعفر" "طیار" شہید رضی اللہ عنہما کی اولاد بنو عقیل اور بنو جعفر (رضی اللہ عنہم) کو زکوٰۃ و عشر کی طرح صدقۃ الفطر بھی دینا جائز نہیں۔ جو لوگ ان

صدقات واجبہ کی ہر "ند" زکوٰۃ اور عشر کے حکم میں داخل ہے جس کے لئے مستحق کی تملیک ضروری ہے اور مذکورہ بالا افراد اور مدت میں شرعی تملیک کی کوئی صورت نہیں بنتی کیونکہ یہاں کوئی زندہ اور مستحق مسلم شخص اور فرد یا افراد و اشخاص موجود نہیں ہیں اس لئے جملہ صدقات واجبہ میں سے کوئی چیز ایسے مقامات میں اور ایسے مردہ افراد کے لئے خرچ کرنا جائز نہیں!

"عید سے ایک دو روز پہلے بھی

صدقۃ الفطر ادا کر دینا جائز ہے"

۲۸۔ اگر کوئی شخص احتیاطاً یا شوقاً عید الفطر سے قبل یعنی رمضان

میں یا عید الفطر کی رات کو صدقہ اداء کر دے تو بھی جائز ہے لیکن عید کے دن نماز سے پہلے دینا بہت افضل اور موجب ثواب ہے۔! حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم عید سے ایک دو دن پہلے بھی صدقہ دے دیا کرتے تھے۔

فِي رِوَايَةِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: وَكَانُوا يُعْطُونَ قَبْلَ الْفِطْرِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ

(رواہ البخاری طبع کراچی ص ۲۰۵ ج ۱) ("حنفی مشکوٰۃ"، زجاجہ المصابیح، ص ۵۱۱، ج ۱ "مشکوٰۃ المصابیح")

وَصَحَّ أَذًا وَهَآ إِذَا قَدَّمَهُ عَلَى يَوْمِ الْفِطْرِ أَوْ آخَرَهُ. ("شرح التنویر" ص ۱۲۵، ج ۲)

اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کے ضمن میں مذکور ہے کہ حضرات صحابہ

بزرگوں سے محبت رکھتے ہیں، انہیں چاہیے کہ غریب سادات کو میل کچیل کھلانے کی جگہ۔ اپنی حلال کی کھائی میں سے نقد بدیہ یا غلہ اور کپڑے وغیرہ کا تحفہ دے کر ثواب حاصل کریں۔ کیونکہ احادیث صحیحہ کی رو سے امت کے سب سے بڑے درد مند اور رحیم و کریم آقا سید السادات و جد السادات و خاتم المعصومین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ، نذر اور دوسرے تمام صدقات کے مال کو بہ حکم قرآن کریم میل کچیل اور اپنے مذکورہ متعلقین و اہل خاندان حضرات کے لئے کھانا حرام قرار دے دیا ہے۔ لہذا محض کسی باشی کی غربت دیکھ کر یا کسی شخص یا گمراہ فرقہ کی بالکل غلط بنیاد پر قائم ہمدردی کی دلیل کے غریب کا شکار بن کر کسی صحیح النسب باشی کو حرام نہ کھلائیں!

جہاں تملیک نہ کی جا سکے وہاں صدقات خرچ کرنا جائز نہیں

وَلَا يَصْرِفُ إِلَىٰ بِنَاءٍ نَّحْوِ مَسْجِدٍ وَلَا إِلَىٰ كَفَنٍ مَيِّتٍ وَ قَصَا دِيْنِيْهِ ("شرح التنویر" ص ۱۰۰، ج ۲)

اور کوئی شخص صدقۃ الفطر (سمیت اپنے جملہ صدقات واجبہ کی رقم) نہ مسجد وغیرہ جیسی کسی (وقف) عمارت کی تعمیر میں لگائے اور نہ کسی مردہ کے کفن و دفن میں اور نہ اس کا قرض اتارنے میں خرچ کرے۔

۲۷۔ مؤذن، امام، مدرس اور ملازم کی تنخواہ، مسجد کی تعمیر و

مرمت اور اس کے عام اخراجات نیز میت کے کفن و دفن اور اس کا قرض اداء کرنے کے لئے بھی زکوٰۃ و عشر کی طرح صدقۃ الفطر دینا جائز نہیں۔ کیونکہ

رضی اللہ عنہم عید الفطر سے ایک دن یا دو دن پہلے بھی صدقۃ الفطر دے دیا کرتے تھے۔ اور اگر کسی شخص نے عید الفطر کے دن سے پہلے صدقۃ الفطر ادا کر دیا یا عید الفطر کے دن سے مؤخر کر کے ادا کیا تو اسے (دونوں طرح) اداء کرنا درست ہے۔

"صدقۃ الفطر" نماز عید پر جانے سے پہلے اداء کرنا مستحب ہے:

فِي رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ وَ مُسْلِمٍ. عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَأَمَرِيهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ (البخاری) باب صدقۃ الفطر ص ۲۰۳ ج ۱، طبع اصح المطابع، کراچی "مسلم" باب زکوۃ الفطر ص ۳۱۸، ج ۱ طبع اصح المطابع، دہلی) "المستدرک" للحاکم. ("حنفی مشکوٰۃ" زجاجۃ المصابیح" ص ۵۱۱، ج ۱ "مشکوٰۃ المصابیح" ص ۱۶۰) بخاری اور مسلم میں حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہما) سے روایت ہے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صدقۃ الفطر کے متعلق حکم فرمایا کہ: "نماز کے لئے لوگوں کے نکلنے سے پہلے اداء کر دیا جائے!"

وَالْمُسْتَحَبُّ لِلنَّاسِ أَنْ يَخْرُجُوا الْفِطْرَةَ بَعْدَ طُلُوعِ الْفَجْرِ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْلَ الْخُرُوجِ إِلَى الْمُصَلَّى

(فتاویٰ ہندیہ "عالمگیری" ص ۱۲۴، ج ۱) اور لوگوں کے لئے مستحب یہ ہے کہ عید الفطر کے دن۔ صبح ہو جانے کے بعد۔ عید گاہ کی طرف جانے سے پہلے صدقۃ الفطر اداء کر دیں۔!

۲۹۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ عید گاہ کو تشریف لے جانے سے پہلے صدقۃ الفطر ادا فرمادیتے تھے۔ اور اسی طرح اداء کرنے کا آپ نے حکم فرمایا۔ لہذا نماز کے لئے جانے سے پہلے صدقۃ الفطر ادا کرنا مستحب ہے۔ "اداء صدقۃ الفطر کے وقت کی تعیین کا قانونی مفہوم اور نماز عید الفطر سے پہلے اداء کرنے کی شرعی حکمت"

۳۰۔ سر خیل علماء محققین حنفیہ حضرت ملک العلماء العلامة الفقیر "غلام الدین" "ابوبکر" بن "مسعود" الکاسانی رحمۃ اللہ علیہ۔ المتوفی ۵۷۷ھ۔ ۱۱۹۱ء۔ اپنی مشہور عالم معتبر و مستند اور تحقیق کی مایہ ناز شکار کتاب "بدائع الصنائع" میں اداء صدقۃ الفطر میں تقدیم و تاخیر یا سرے سے اداء نہ کرنے کے مسئلہ کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

فصل. وَأَمَّا وَقْتُ أَدَائِهَا فَجَمِيعُ الْعُمْرِ عِنْدَ عَامَّةِ أَصْحَابِنَا وَلَا تَسْقُطُ بِالتَّأَخِيرِ عَنْ يَوْمِ الْفِطْرِ، وَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ زِيَادٍ: وَقْتُ أَدَائِهَا يَوْمُ الْفِطْرِ مِنْ أَوَّلِهِ إِلَى آخِرِهِ وَإِذَا لَمْ يُؤَدِّهَا حَتَّى

مَصْنَى الْيَوْمِ سَقَطَتْ، وَجْهٌ قَوْلِ الْحَسَنِ: إِنَّ هَذَا حَقٌّ مَعْرُوفٌ يَوْمَ الْفِطْرِ فَيَخْتَصُّ آدَاءُهُ بِهٖ كَالْأُصْحِيَّةِ وَجْهٌ قَوْلِ الْعَامَّةِ. إِنَّ الْأَمْرَ بِآدَائِهَا مُطْلَقٌ عَنِ الْوَقْتِ فَيَجِبُ فِي مُطْلَقِ الْوَقْتِ غَيْرِ عِيٍّ وَإِنَّمَا يَتَعَيَّنُ بِتَعَيُّنِهِ فَعَلًا أَوْ بِأَخْرِ الْعُمْرِ كَالْأَمْرِ بِالزَّكَاةِ وَالْعُسْرِ وَالْكَفَّارَاتِ وَغَيْرِ ذَلِكَ وَفِي أَيِّ وَقْتٍ أَدَى كَانَ مُؤَدِيًّا لَا قَاضِيًّا كَمَا فِي سَائِرِ الْوَاجِبَاتِ الْمُوسَّعَةِ غَيْرِ أَنَّ الْمُسْتَحَبَّ أَنْ يُخْرَجَ قَبْلَ الْخُرُوجِ إِلَى الْمُصَلَّى لِأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَا كَانَ يَفْعَلُ وَلِقَوْلِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: أَغْنَوْهُمْ عَنِ الْمَسْئَلَةِ فِي مِثْلِ هَذَا الْيَوْمِ، فَإِذَا أَخْرَجَ قَبْلَ الْخُرُوجِ إِلَى الْمُصَلَّى اسْتَعْنَى الْمَسْكِينُ عَنِ السُّؤَالِ فِي يَوْمِهِ ذَلِكَ فَيُصَلِّي فَارِغَ الْقَلْبِ مُطْمَئِنِّ النَّفْسِ ("بدائع الصنائع" في ترتيب الشرائع" (للامام ملك العلماء العلامة الفقيه "علاء الدين" الكاشاني الحنفی رحمۃ اللہ علیہ ص ۷۳، ج ۲) ۱۰۱

اور یہ بات کہ صدقۃ الفطر کے اداء کا وقت کتنا اور کب تک ہے تو ہمارے عام اور اکثر علماء و فقہاء حنفیہ (رحمہم اللہ) کے نزدیک (حقیقتہً) ساری عمر ہی اس

کا وقت ہے۔ اور عید الفطر کے دن سے مؤخر کر دینے (اور ٹالتے رہنے) کے بعد بھی ذمہ سے نہیں اترتا۔ (اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مشہور فقیہ شاگرد) امام حسن بن زیاد لؤلؤی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ صدقۃ الفطر کے اداء کا اصل وقت اول سے آخر تک عید الفطر کا سارا دن ہے۔ یہاں تک کہ اگر دن ختم ہو گیا اور کسی شخص نے صدقۃ الفطر اداء نہ کیا تو ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔ امام حسن بن زیاد کے فتویٰ کی دلیل یہ ہے کہ۔ یہ صدقۃ الفطر عید الفطر کے دن کے سبب سے ہی معروف ہے تو اس کا اداء کرنا بھی اسی دن کے ساتھ ہی مخصوص ہو گا جیسا کہ قربانی عید الاضحیٰ اور بعد کے دودنوں کے ساتھ ہی معروف ہے تو انہیں دنوں میں اس کو اداء کیا جاتا ہے اور ان تین دنوں کے بعد جب قربانی کا وقت ہی باقی نہیں رہتا تو پھر قربانی بھی نہیں دی جاتی تو اسی طرح یوم الفطر کے ساتھ مختص اور معروف کیا گیا صدقہ بھی عید الفطر کے دن ہی کے اندر اداء کیا جائے گا اور جب وہ دن گزر جائے سے عید الفطر کا دن ہی ختم ہو گیا، تو صدقۃ الفطر کا وقت بھی ختم ہو گیا لہذا عید الفطر کے بعد اس کے اداء کا حکم بھی ختم سمجھا جائے گا اور عام فقہاء حنفیہ کے فتویٰ کی دلیل یہ ہے کہ "صدقۃ الفطر" اداء کرنے کے وقت کی قید سے خالی ہے اس لئے عام اور عید الفطر کے بعد غیر معین وقت کے لئے ہی واجب ہو گا۔ باقی عید الفطر کے دن اداء ہو جاتا ہے۔ اداء صدقہ کے فعل کا آغاز کرنے سے معین عمر تک بعد میں اداء کرنے کی ممانعت نہیں ہے اور یا پھر انسان کی آخری عمر تک اداء کرنے کا حکم معین رہتا ہے اور زندگی بھر معاف نہیں کیا جاتا، جیسا کہ زکوٰۃ اور عشر اور قسم اور روزہ توڑنے اور بعض دوسرے افعال کے بدلہ اور کفارات کے اداء کرنے کا حکم ہے

کہ وہ واجب ہونے کے دن سے لے کر آدمی کی زندگی تک اس کے ذمہ عائد رہتا ہے ملتا نہیں کہ وہ زندگی میں جس وقت بھی مذکورہ واجبات پورے کرے گا تو اس کو احکام کا اداء کرنے والا ہی سمجھا جائے گا۔ ان کو قضاء کرنے والا قرار نہیں دیا جائے گا۔ کیوں کہ جب ساری زندگی کے لئے وہ حکم ذمہ میں ہے تو موت آنے پر ہی اس کا وقت ختم ہو گا تو آدمی کے مرنے پر ہی سمجھا جائے گا کہ اس نے واجبات قضاء کر دیئے اداء نہیں کئے جیسا کہ گنجائش و رعایت دیئے گئے تمام واجبات کو زندگی کے اندر اندر پورا کرنے سے ادا ہونا سمجھا جاتا ہے قضا نہیں، یہ الگ بات ہے کہ صدقۃ الفطر میں مستحب اور شریعت میں پسندیدہ طریقہ یہی ہے کہ اسے عید گاہ کی طرف جانے سے پہلے اداء کر دے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ہی عمل فرمایا کرتے تھے اور آپ کے اس ارشاد کی وجہ سے بھی عید گاہ کو جانے سے پہلے ہی اداء کرنا مستحب ہے جو فرمایا کہ۔ "ان فقراء و مساکین کو عید گاہ جانے سے پہلے صدقۃ الفطر دے کر عید جیسے خوشی اور ضرورت کے دن میں مانگنے سے مستغنی اور بے فکر کر دیا کرو۔" چنانچہ جب کوئی شخص عید گاہ جانے سے پہلے صدقۃ الفطر اداء کر دے گا تو مسکین و محتاج انسان بھی عید جیسے دن میں مانگنے سے بے پرواہ ہو جائے گا تو فارغ دل اور مطمئن نفس کے ساتھ نماز عید اداء کر سکے گا۔!

"نماز عید کے بعد صدقۃ اداء کرنے پر اس کے ثواب کی حیثیت کچھ تبدیل ہو جائے گی"

۳۱۔ اگر کسی نے "صدقۃ الفطر" نماز عید کے بعد اداء کیا تو گو

صدقۃ اداء ہو جائے گا، لیکن اس کی فضیلت و برکت میں کمی آجائے گی اور اس کی حیثیت صدقۃ کاملہ کی جگہ صدقۃ غیر کاملہ سے بدل کر رہ جائے گی۔

عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا مَنْ أَدَاَهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُولَةٌ، وَمَنْ أَدَاَهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِّنَ الصَّدَقَاتِ

("ابوداؤد" باب زکوۃ الفطر ص ۲۲۴، طبع کراچی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس نے یہ صدقۃ نماز سے پہلے اداء کر دیا۔ تو وہ مقبول زکوۃ اور پسندیدہ مال ہے اور جس نے بعد از نماز دیا۔ تو وہ عام (نفل) صدقات میں سے ایک صدقہ ہو کر رہ جائے گا۔! مطلب وہی ہے کہ قبل از نماز صدقہ دینا خدا اور رسول کا پسندیدہ اور افضل ہے۔! یعنی عید الفطر سے پہلے اداء کر دو۔

۳۲۔ صدقۃ الفطر کو حضور علیہ السلام نے جو زکوۃ مقبولة فرمایا تو

اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ صدقہ عند اللہ بہ درجہ کمال مقبول ہو گا کیوں کہ یہ صدقات میں اہم صدقہ تھا تو اس کے اداء میں پابندی وقت بھی بہت اہمیت رکھتی ہے اس لئے بروقت اداء کرنے سے اس کی مقبولیت میں بھی اہمیت پیدا ہو جائے گی کہ وہ صدقہ کامل ثواب کا موجب ہو گا اور اگر بعد نماز عید الفطر اداء کیا گیا تو حکم پر کسی نہ کسی طرح عمل تو ہو جائے گا لیکن اس کی اہمیت کا لحاظ نہ رکھنے کی وجہ سے اس کے ثواب کی کیفیت و اہمیت بھی بدل جائے گی کہ اس کا اجر تو ملے گا لیکن چوں کہ بعد از وقت اداء کرنے کی وجہ سے اس کی شکل غیر

معین اللوقات عام صدقات نافذ جیسی بن گئی تو اس کا ثواب بھی خصوصیت و کمال سے ہٹ کر عمومیت و عدم کمال کی کیفیت و حالت کے ساتھ قبول کیا جائے گا۔ البتہ مطلقاً قبول ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

"بَذْلُ الْمَجْهُودِ" شَرْحُ سُنَنِ أَبِي دَاوُدَ میں لکھا ہے کہ
فِيهِ زَكَاةٌ أَوْ صَدَقَةٌ مَّقْبُولَةٌ أَيْ يَقْبَلُهَا اللَّهُ
تَعَالَى. كَمَا أَنَّ الْقَبُولَ لِلَّهِ الصَّائِمِ. بِأَدْرِ بِهَا وَسَبْقَ
إِلَيْهَا. اهـ

"بذل المجہود" فی حل سنن ابی داؤد" ، (للشیخ المحدث
الفقیہ العلام مولانا خلیل احمد السہارنپوری، المہاجر المدنی
رحمۃ اللہ علیہ)۔ ص ۳۳، ج ۳، طبع سہارنپور (الہند)۔

ابنی داؤد" میں لکھا ہے کہ (نماز عید سے پہلے بروقت اداء کیا ہوا صدقۃ الفطر) سو وہ
"زکوٰۃ یعنی صدقہ مقبولہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اسے قبولیت کاملہ کے ساتھ
مقبول و منظور فرما لیتے ہیں۔ کیوں کہ روزہ دار نے (افطار کے بعد) اس کی طرف
جلد ہی ہاتھ بڑھایا اور اس کو بروقت اداء کرنے میں پہل کر دی۔ (تو اللہ تعالیٰ نے
اس کا ثواب بھی پہلے درجہ کا عطاء فرما دیا)۔!

"صدقۃ الفطر اگر عید سے پہلے یا بعد اداء نہیں کیا

تب بھی معاف نہیں ہوگا"

۳۳- صدقۃ الفطر عید کے دن نماز سے پہلے یا بعد کبھی بھی نہ

دینے سے دیگر فرائض و واجبات کی طرح ہرگز معاف نہیں ہوتا، بہر حال اداء کرنا
ضروری ہے۔ ورنہ گناہ گار رہے گا۔!

وَإِنْ أَخْرَوْهَا عَنْ يَوْمِ الْفِطْرِ لَمْ تَسْقُطْ وَكَانَ عَلَيْهِمْ
إِخْرَاجُهَا ("شرح البداية"، ص ۱۹۳، ج ۱)

اور کچھ لوگوں نے صدقۃ الفطر عید الفطر کے بعد (غیر معینہ مدۃ تک کے لئے بھی)
موخر کر دیا۔ اور اداء نہ کیا تو پھر بھی وہ ذمہ سے ساقط اور معاف نہیں ہوگا۔ اور
ان لوگوں پر کسی نہ کسی وقت اس کا اداء کرنا۔ بہر حال واجب رہے گا۔!

مذکورہ بالا حدیث مبارک اور قوانین فقہیہ کی روشنی میں بالکل واضح ہو گیا
کہ اگر کوئی شخص کسی بھی وجہ سے عید الفطر سے پہلے تو اداء نہ کرے اور بعد میں
مثلاً تار بجے تو پھر بھی وہ اس شخص کے ذمہ تازہ نہ کی واجب الاداء ہی رہے گا موخر
کرنے اور سرے سے اداء نہ کرنے کے بعد بھی ذمہ سے اس کا وجوب ساقط
نہیں رہے گا۔

"عید الفطر"!

"عید کے چاند کے لئے گواہی کا نصاب اور شرط":

۳۴- اگر آسمان صاف ہو تو رمضان اور عید کے چاند کے لئے

بہت سے لوگوں کا دیکھنا معتبر ہے ایک دو آدمی کی بات سند نہیں ہوگی۔

وَعَنْ أَبِي عُمَيْرٍ - بِنِ - أَنَسٍ - عَنْ عُمُومَةٍ لَّهُ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (وَرَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ) أَنَّ رَجُلًا جَاءَ وَإِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَشْهَدُونَ أَنَّهُمْ رَأَوْا الْهِلَالَ بِالْأَمْسِ، فَأَمَرَهُمْ أَنْ يُفْطِرُوا وَإِذَا أَصْبَحُوا أَنْ يَغْدُوا إِلَى مُصَلَّاهُمْ (ابوداؤد ص ۱۶۳)

وَإِذَا لَمْ تَكُنْ بِالسَّمَاءِ عِلَّةٌ لَمْ تُقْبَلِ الشَّهَادَةُ حَتَّى يَرَاهُ جَمْعٌ كَثِيرٌ يَقَعُ الْعِلْمُ بِخَبَرِهِمْ - (شرح البدایہ، ص ۱۹۸، ج ۱)

جناب ابو عمیر بن حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم اپنے بعض ان چچوں سے روایت کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں شامل تھے کہ شتر سواروں کے ایک گروہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ گواہی دے دی کہ "انہوں نے کل گزشتہ عید الفطر کا چاند دیکھ لیا ہے۔" تو اس گواہی کے بعد نبی علیہ السلام نے ان لوگوں کو حکم دے دیا کہ وہ روزہ توڑ دیں اور دوسرے دن صبح اپنی عید گاہ کی طرف نماز عید الفطر ادا کرنے کے لئے جائیں!

اور جب آسمان میں دُھند، غبار اور بادل وغیرہ جیسی کوئی علت اور رکاوٹ موجود نہ ہو تو ایسی حالت میں چونکہ بیک وقت ساری مخلوق کی نہ نظر خراب ہو سکتی ہے اور نہ ہی خدا انہو استہ سبھی اندھے ہو سکتے ہیں۔ اس لئے صرف ایک دو

آدمیوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ بلکہ ایک اتنا بڑا مجمع کہ جن کی خبر اور گواہی سے چاند ہونے کا یقینی علم حاصل ہو جائے جب تک وہ چاند دیکھ کر گواہی نہ دے دیں نہ روزہ ختم کیا جائے گا اور نہ عید الفطر ادا کی جائے گی!

۳۵- اور اگر مطلع صاف نہ ہو تو رمضان المبارک کا چاند ایک پوری مٹھی بھر شرعی ڈاڑھی والے دین دار، مستی اور سچے آدمی کی گواہی سے ثابت ہوگا یا ایک پردہ دار عقیفہ، مستیہ اور سچی مسلمان عورت کی گواہی سے کیونکہ مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں ایسا اتفاق ہو سکتا ہے کہ کوئی مسلم مرد یا عورت تیز نگاہی کی وجہ سے اتفاقاً چاند دیکھ لے اور اکثر لوگوں کو مکدر فضاء میں چاند نظر نہ آ سکے تو ایسے وقت میں کوئی صحیح اور نیک مسلمان کسی معاملہ میں بھی اور خصوصاً عبادت کے متعلق کافرانہ دیدہ دلیری کر کے غلط گواہی دے کر اپنے دین و دنیا کو برباد کرنے کی کبھی جرأت نہیں کر سکتا لہذا ان کی معروف و مسلمہ نیکی کے ثبوت پر مکمل اعتماد کرتے ہوئے ایسے آزاد یا غلام اور باندی، مرد یا عورت کی گواہی پر رمضان المبارک شروع ہونے یا عید ہو جانے کا اعلان کر دیا جائے گا۔

وَإِذَا كَانَ بِالسَّمَاءِ عِلَّةٌ قَبِلَ شَهَادَةُ الْعَدْلِ فِي رُؤْيَةِ الْهِلَالِ رَجُلًا كَانَ أَوْ امْرَأَةً حُرًّا كَانَ أَوْ عَبْدًا. (شرح البدایہ، ص ۱۹۷، ج ۱)

اور جب آسمان میں دُھند، غبار اور بادل وغیرہ جیسی کوئی علت اور رکاوٹ پیدا ہو گئی ہو تو پھر رمضان اور عید کا چاند دیکھنے میں پوری مٹھی بھر شرعی ڈاڑھی والے

دیندار، مستی اور سچے مرد اور پردہ دار مستحیہ اور سچی عورت، جیسے ایک "عادل" آزاد یا غلام مرد یا آزاد یا باندی عورت کی گواہی قبول کر لی جائے گی۔

۳۶۔ جب کہ اس کے مقابل میں صرف عیدین کے موقع پر دو

معتبر پوری مٹھی بھر دارحی والے متشرع اور مستی آدمیوں کا یا ایک مرد اور دو پردہ دار و پاک دامن نیک عورتوں کے کردار پر بہ حکم شریعت مکمل حسن ظن کے ساتھ مکمل اعتماد کرتے ہوئے چاند ہو جانے کا اعلان کر دیا جائے گا۔ کسی بڑے گروہ اور مجمع کی گواہی پر معلق نہیں رکھا جائے گا کیونکہ مکدر فضاء میں کبھی بھی اکثر لوگوں کو چاند نظر نہیں آیا بلکہ چند ایک افراد ہی بہ مشکل چاند دیکھ سکا کرتے ہیں۔

وَإِذَا كَانَ بِالسَّمَاءِ عَلَةً لَمْ تُقْبَلْ فِي هِلَالِ الْفِطْرِ
إِلَّا شَهَادَةُ رَجُلَيْنِ أَوْ رَجُلٍ وَامْرَأَتَيْنِ.

(شرح البدایہ ص ۱۹۸، ج ۱)

اور جب آسمان میں دھند، غبار اور بادل وغیرہ جیسی کوئی علت اور رکاوٹ پیدا ہو جائے تو پھر عید الفطر کے چاند کے ثبوت کے لئے صرف دو (عادل) مردوں یا ایک (نیک) مرد اور دو عورتوں کی گواہی۔ قبول کی جائے گی۔

"فاسق کی گواہی معتبر نہیں ہوگی"

۳۷۔ بے نماز، بے روزہ، دارحی منڈا، جھوٹا، علانیہ گناہوں میں

ہتلا اور بد کردار شخص ہزار قسمیں بھی کھائے تو اس کی گواہی موجودہ مروج "فرنگی" کافرانہ نظام اور قانون بے شک ماننا رہے، لیکن "شریعت مطہرہ" کے نزدیک ہر گز بر گز معتبر نہیں ہوگی!

وَتَشْتَرِطُ الْعَدَالَةُ فِي الْكُلِّ لِأَنَّ قَوْلَ الْفَاسِقِ فِي
الدِّيَانَاتِ الَّتِي يُمَكِّنُ تَلْقِيَهَا مِنَ الْعُدُولِ غَيْرُ
مَقْبُولٍ كَالْهَلَالِ وَرَوَايَةِ الْأَخْبَارِ وَلَوْ تَعَدَّدَ كَفَاسِقَيْنِ
فَأَكْثَرَ. (كَذَا فِي الْبَحْرِ الرَّائِقِ، ص ۲۶۶، ج ۲)

اور سب گواہوں میں "عادل" (نیک، با شریعت علیہ والا اور سچا وغیرہ) ہونا شرط ہے، اس لئے کہ وہ تمام دینی معاملات کہ جن کی تصدیق عادل مسلمانوں سے ممکن ہو سکتی ہے ان میں کسی فاسق کی بات اور گواہی مقبول نہیں ہوگی جیسے (رمضان اور عید کے) چاند کے متعلق اور احادیث شریفہ کی روایت بیان کرنے میں چاہے فاسق گواہوں کی تعداد دو یا دو سے زائد ہی کیوں نہ ہو۔!

۳۸۔ رمضان المبارک کی آخری اور شوال المکرم کی پہلی تاریخ کی درمیانی شب۔ یعنی "عید الفطر" کی رات کو جاگنا اور تلاوت، نوافل، ذکر و وظائف اور درود شریف وغیرہ، عبادات میں مشغول رہنا مستحب ہے۔

۳۹۔ نماز عید الفطر بھی نماز "عید الاضحیٰ" کی طرح حقیقتہً سنت

مؤکدہ اور عملاً واجب ہے اور جن شرائط کے ساتھ، جن جگہوں پر نماز جمعہ واجب ہے۔ انہی شرائط کے تحت نماز عید بھی واجب ہے۔ لہذا جہاں جمعہ واجب

نہیں وہاں عید بھی جائز نہیں۔!

وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُونَ فِيهِمَا فَقَالَ: مَا هَذَانِ الْيَوْمَانِ؟ قَالُوا: كُنَّا نَلْعَبُ فِيهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ أَبْدَلَكُمْ اللَّهُ بِهِمَا خَيْرًا مِنْهُمَا، يَوْمَ الْأَضْحَى وَيَوْمَ الْفِطْرِ.

رواہ ابوداؤد۔ (مشکوٰۃ مشکوٰۃ، زجاجتہ المصابیح" ص ۲۰۰، ج ۱) (مشکوٰۃ المصابیح" ص ۱۱۲۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو اس زمانہ میں اہل مدینہ انصار و غیرہم کی تفریح و غیرہ کے لئے دو دن مقرر تھے جن میں وہ کھیل کود کیا کرتے تھے تو حضور علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا کہ یہ جو دو دن ہیں ان کی تاریخی حقیقت اور مذہبی حیثیت کیا ہے؟ تو انصار صحابہ نے عرض کیا کہ: جاہلیت اور کفر کے دور سے ہم لوگ ان دونوں دنوں میں یہی کچھ کرتے ہیں) اس پر حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ "اب اسلام جیسا دین بھیج کر اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو ان دو دنوں کے بدل میں ان سے بہتر تفریح اور عبادت سے بھرپور دو دن عطاء فرمادیئے ہیں۔ ایک "عید الاضحیٰ" کا دن اور دوسرا "عید الفطر" کا دن۔ (اور جن کے بعد اب جاہلیت کے رواج والے کسی فرضی عید

اور پہلے ٹھیلے کے دن کی قطعاً کوئی ضرورت باقی نہیں رہی لہذا اب اور کسی دن میں اپنی کوئی مشغولیت ہرگز اختیار نہ کرنا۔

"نماز عید کا وقت":

۴۰۔ نماز عید کا وقت آفتاب جب مطلع سے بہ ظاہر تحمیداً تین گز

یا بارہ باشت کے اندازہ میں بلند ہو جائے اس گھڑی سے لے کر "زوال" (دوپہر) کے قریب تک رہتا ہے، لیکن چاشت یعنی قریباً دس بجے تک فارغ ہو جانا سنت اور جان بوجھ کر زوال تک دیر کرنا بدعت ہے۔!

۴۱۔ اگر امام نے نماز عید میں اتنی دیر کر دی کہ نماز پڑھتے ہی

زوال ہو گیا تو نماز عید فاسد ہو جائے گی۔!

۴۲۔ اگر یکم شوال کی رات سے لے کر دوپہر کے قریب تک

چاند کا فیصلہ نہ ہو سکا اور تحقیق میں ہی اتنی دیر لگ گئی کہ زوال کا وقت ہو گیا، یا چاند کا فیصلہ تو ہو گیا لیکن سخت آندھی یا مسلسل اور تیز بارش کی وجہ سے بیرون شہر عید گاہ اور صحراء میں حتیٰ کہ شہر کی جامع مسجد میں بھی نماز نہ پڑھی جا سکتی ہو یا فضاء ابرا کو دھو گئی اور کسی بھی وجہ سے صبح وقت کا اندازہ نہ رہ سکا اور نماز پڑھ لی گئی، اتنے میں سورج نکل آیا تو تحقیق سے معلوم ہوا کہ نماز زوال ہو جانے پر بعد از وقت پڑھی گئی ہے یا کسی بھی سبب سے عید گاہ کا مقرر امام و خطیب بہ عذر شرعی حاضر نہ ہوا اور بروقت دوسرا امام نہ مل سکے اور اتنے میں

زوال کے باعث وقت گزر جائے تو ان تمام صورتوں میں عید الفطر کی نماز دوسرے دن اسی اشراق کے وقت سے لے کر زوال سے پہلے پہلے اداء کی جا سکتی ہے اور بلا عذر شرعی دوسرے دن تک تاخیر کرنا بالکل ناجائز ہے، اگر خدا نخواستہ دوسرے دن بھی مذکورہ امور میں سے کسی شرعی عذر کے باعث پڑھنا ممکن نہ ہو سکے تو پھر معاف ہے اور تیسرے دن شہر کی مسجد اور باہر عید گاہ یا کسی میدان یا باغ میں، کہیں بھی پڑھنا ثابت اور جائز نہیں اور چونکہ مکمل شرعی عذر موجود ہے اس لئے ترک واجب کا گناہ بھی نہیں ہوگا۔!

۲۳۔ عید الاضحیٰ کی نماز اگر مذکورہ بالا امور میں سے کسی شرعی عذر کے باعث ایڈروان و بیرون شہر کہیں بھی پڑھی نہ جا سکے اور تیسرے دن حالات سازگار ہو جائیں تو یہ نماز ذوالحجہ کی بارہویں تاریخ تک یعنی عید الاضحیٰ کے دن سمیت تیسرے دن تک بھی بہ طور قضاء پڑھنی جائز ہے۔

۲۴۔ نماز عید الاضحیٰ دوسرے تیسرے دن تک بلا عذر مؤخر کر کے پڑھنا غلطی اور مکروہ ہے۔!

عذر موجود ہو تو نماز عید گاہ کی جگہ مسجد میں پڑھنا ثابت ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - أَنَّهُ أَصَابَهُمْ مَطَرٌ يَوْمَ عِيدٍ فَصَلَّى بِهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ صَلَاةَ الْعِيدِ فِي الْمَسْجِدِ (ابو داؤد ص ۱۶۳،

طبع اصح المطابع کراچی، ورواہ رزین" ایضاً عن ابی ہریرۃ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ عید کے دن صحابہ کو بارش نے گھیر لیا تو حضور علیہ السلام نے انہیں عید کی نماز اپنی مسجد میں پڑھائی۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَىٰ سَائِرِ الْمُرْسَلِينَ ۱۶۷

۲۵۔ عید الفطر کے دن سواک کرنا، نہانا، نہ یا دھلے ہوئے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، میز کچھ کھاپی کر نماز کے لئے جانا، مسنون اور کھجور، چھوڑا یا کوئی دوسری میٹھی چیز کھانا مستحب ہے۔!

"نماز عید الفطر کے لئے عید گاہ جانے سے پہلے کچھ کھانا مستحب ہے"

۴۶. وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَطْعَمَ وَلَا يَطْعَمُ يَوْمَ الْأَضْحَى حَتَّى يَصَلِّيَ (رواہ الترمذی وابن ماجہ والدارمی، حنفی مشکوٰۃ۔ ترجمانہ

المصابیح ص ۳۹۹ ج ۱، مشکوٰۃ المصابیح ۱۲۶) حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن عید گاہ جانے کے لئے اس وقت تک حجرہ شریفہ سے باہر

نہیں نکلتے تھے جب تک کوئی چیز کھا نہ لیں۔ اور عید الاضحیٰ کے دن کچھ کھاتے نہیں تھے جب تک کہ عید الاضحیٰ کی نماز ادا نہ کر لیں۔!

"کھجور یا چھوہارے کے طاق دانے یا

کوئی میٹھی چیز کھانا مسنون و مستحب ہے"

۴۷. وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ - كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْدُو يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَأْكُلَ تَمَرَاتٍ وَيَأْ كُلَهُنَّ وَتَرَأَ

(رواہ البخاری "حنفی مشکوٰۃ" زجاجة المصابيح ص ۳۹۹ ج ۱)
(مشکوٰۃ المصابيح ص ۱۲۶)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن عید گاہ کی طرف اس وقت تک روانہ نہیں ہوتے تھے۔ جب تک کہ چند کھجوریں نوش نہ فرمائیں اور آپ ہمیشہ طاق (یعنی تین یا پانچ یا زائد) تعداد میں کھجور کے دانے استعمال فرمایا کرتے تھے۔!

"نماز عید، عید گاہ میں اداء کرنا مسنون ہے:"

۴۸۔ "عید الاضحیٰ کی طرح "عید الفطر" کے دن بھی شہر سے باہر

مقرر جگہ میں جس کو "المصلیٰ" یا عید گاہ کہتے ہیں، جانا اور نماز پڑھنا سنت ہے۔ اگر چہ شہر میں بڑی جامع مسجد تمام اہل شہر کے لئے بھی کافی ہو سکتی ہو تو بھی

عید گاہ کو جانا ہی مسنون ہے، ویسے شہر میں بھی نماز کا انتظام کر دینا بہتر ہے تا کہ جو معذور لوگ باہر نہ جاسکتے ہوں، وہ شہر میں ہی نماز اداء کر لیں اور ثواب سے محروم نہ ہوں۔ ("البحر الرائق" و "الدر المختار" وغیرہ)

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ - سَعْدٍ - بِنِ مَالِكٍ الْخَدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى إِلَى الْمُصَلَّى (متفق عليه. "حنفی مشکوٰۃ" زجاجة المصابيح ص ۳۹۷ ج ۱، "مشکوٰۃ المصابيح" ص ۱۲۵)!

حضرت ابو سعید سعد بن مالک خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے روز نماز کے لئے عید گاہ کی طرف تشریف لے جایا کرتے تھے۔!

"نماز عیدین سے پہلے گھر، مسجد یا عید گاہ

میں کوئی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے:"

۴۹۔ عید الاضحیٰ کی طرح عید الفطر کے دن بھی نماز عید سے پہلے

گھر، مسجد یا عید گاہ میں کوئی نفل نماز پڑھنا مکروہ اور خلاف سنت ہے۔!

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ فِطْرِ

فَصَلَّى رُكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهُمَا وَلَا بَعْدَهُمَا

(متفق علیہ، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۲۵)!

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن عید گاہ کی طرف تشریف لے گئے تو آپ نے وہاں صرف عید الفطر کی دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ ان دو رکعت کے پہلے گھر یا مسجد نبوی میں اور ان کے بعد (عید گاہ میں یا واپس آکر گھر یا مسجد میں) آپ نے اور کوئی نفل نماز نہیں پڑھی۔

"عید گاہ کی طرف ایک راستے سے جانا

اور دوسرے راستے سے واپس آنا سنت ہے۔"

۵۰. وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ يَوْمُ عِيدٍ خَالَفَ الطَّرِيقَ (رواہ البخاری، حنفی، مشکوٰۃ، "زجاجة المصابیح" ص ۳۹۱ ج ۱، "مشکوٰۃ المصابیح" ص ۱۲۶)!

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی عید کا دن ہوتا تو عید گاہ کی طرف جاتے اور وہاں سے گھر واپس آنے میں راستہ بدل دیتے تھے۔!

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيدِ فِي

طَرِيقٍ رَجَعَ فِي غَيْرِهِ

(رواہ الترمذی والدارمی، "حنفی مشکوٰۃ، زجاجة المصابیح" ص ۳۹۹ ج ۱، "مشکوٰۃ المصابیح" ص ۱۲۶)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب عید کے دن ایک راستے سے عید گاہ جانے کے لئے تشریف لے جاتے تھے تو واپسی میں اس کے علاوہ دوسرے راستے سے تشریف لاتے تھے۔!

"نماز عیدین سے قبل اذان اور تکبیر

خلاف سنت اور بدعت ہے"

۵۱۔ "عید الاضحیٰ" کی طرح "عید الفطر" میں بھی نماز سے پہلے اذان دینا اور اقامت و تکبیر کہنا خلاف سنت و بدعت اور ناجائز ہے کیونکہ شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ (رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ) قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيدَيْنِ غَيْرَ مَرَّةٍ وَلَا مَرَّتَيْنِ بِغَيْرِ آذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ

("مسلم" کتاب صلوٰۃ العیدین ص ۲۹۰ ج ۱، طبع اصح المطابع کراچی)
("ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب ترک الأذان فی العید ص ۱۶۳، طبع کراچی)
("الترمذی" کتاب الصلوٰۃ باب ان صلوٰۃ العیدین بغیر آذان ولا اقامة ص ۱۰۲ طبع کراچی)

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ:
ایک یا دو دفعہ کی بات نہیں؟ بلکہ بارہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ دونوں عید کی نماز بغیر اذان اور بلا اقامت کے اداء کی ہے۔!

۵۲-

لہذا۔ اگر کوئی "ضدی"، فتنہ جو، عاشق بدعات، سگ زرد
برادر شغال۔ ("پیلا کتا گیدڑ کا بھائی") کے محاورہ کے مطابق۔ حقیقتہً رافضیوں
اور سبائیوں کا ساتھی اور ایجنٹ اور بظاہر اکثریت کو دھوکے میں رکھ کر ذاتی اور
دنیاوی مفادات سمیٹنے والا مطلبی اور جھوٹا "سنی" قبر پر کھڑے ہو کر اذان کی
بدعت مردودہ کی طرح عیدین کی نماز سے پہلے بھی اذان و اقامت کا مکروہ شغل
اختیار کرے تو اس کو روکے اور طاقت نہ ہو یا فتنہ پروروں کا غلبہ ہو تو پھر اس
مرکز بدعت کو چھوڑ کر کسی اور متبع سنت اور پابند شریعت امام کے پیچھے نماز
اداء کر لیں اور "توہین سنت" و "عشق ولذۃ آندوزی بدعت" کے وبال و عذاب
سے بچیں۔ (وَأَعَاذَنَا اللَّهُ مِنْ ذَلِكَ۔ آمین۔!)

"نماز عید سے پہلے وعظ و نصیحت ایک مصلحت

آزمیز رواج ہے، نہ سنت ہے اور نہ بدعت"

۵۳-

نماز عید سے پہلے وعظ و نصیحت یا نعت خوانی وغیرہ بھی
اس "غالی مباح وقت" کو ذکر و عبادت میں گزارنے کے لئے ایک مصلحتہً آزمیز

رواج ہے، سنت سے ثابت نہیں، لیکن بدعت بھی نہیں۔ ہاں! اگر جہالت اسے
ضروری سمجھا جا رہا ہو تو پھر اس کے بدعت ہونے کا اعلان ضروری ہوگا۔

عَنْ جَابِرٍ (رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ) يَقُولُ إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْدَاءً بِالصَّلَاةِ
قَبْلَ الْخُطْبَةِ ("البخاری" کتاب العیدین باب المشی والركوب

الى العيد بغیر اذان ولا اقامة ص ۱۳۱، ج ۱۔ طبع کراچی)
حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے
دن عید گاہ کے لئے تشریف لے گئے تو آپ نے نماز کو خطبہ سے پہلے شروع
فرمایا۔

لہذا حسن تدبیر سے لوگوں کی عادت بدلنے اور اصل مسئلہ پر عمل کرنے کا طریقہ
واضح کر کے سنت قائم کرنے کے لئے عید گاہ میں پہنچ کر فوراً نماز شروع کر
دینی چاہیے۔!

"نماز عید کا طریقہ"

۵۵۔ نماز عید کا طریقہ یہ ہے کہ "دور رکعت نماز عید واجب مع شش تکبیرات
زائدہ کی نیت کر کے امام کے ساتھ پہلی تکبیر پر ہاتھ باندھ کر حسب دستور
سبحنک اللہم۔ آخر تک پڑھ لیں۔ پھر دوسری اور تیسری تکبیر پر ہاتھ اٹھا
کر چھوڑ دیں اور چوتھی تکبیر پر ہاتھ باندھ لیں۔ اب امام سورہ فاتحہ اور کوئی
دوسری سورہ پڑھ کر پہلی رکعت پوری کرے گا، دوسری رکعت میں امام جب
فاتحہ اور کوئی سورہ پڑھ لے تو اس کے ساتھ تینوں تکبیرات میں ہاتھ چھوڑ دیں

اور چوتھی تکبیر پر بغیر ہاتھ اٹھائے رکوع کر لیں۔ پھر باقی اذکان سمیت دوسری رکعت پوری کر کے نماز سے فارغ ہو جائیں اور بعد از نماز حسب دستور دعاء بھی مانگ لیں! **نماز عید کے بعد خطبات:**

۵۶۔ نماز عید کے بعد دو خطبات سنت ہیں۔ جمعہ کی طرح نماز کی شرط نہیں۔ لہذا اگر کسی خطیب نے خطبہ نہ پڑھا۔ یا نماز سے پہلے پڑھ ڈالا تو اس سے نفس نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا؟ واجب ادا ہو جائے گا؟ لیکن ترتیب بدلنا خلاف سنت اور موجب گناہ ہے۔
خطیب عید کے لئے تکبیرات عید پڑھنا مستحب ہے:

۵۷۔ خطیب عید کے لئے پہلے خطبہ کے شروع میں نور تہ اور دوسرے خطبہ کے شروع میں سات مرتبہ تکبیر عید پڑھ لینا مستحب ہے، تکبیر یہ ہے۔
اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ،
اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ.

اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں، اور اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے اور اللہ ہی کے لئے ہر قسم کی تعریف ہے۔!

۵۸۔ خطبہ عید میں صدقہ و نماز عید سے متعلق احادیث شریفہ اور

اقوال ارواح و اصحاب رسول علیہم السلام و الرضوان پڑھ کر بعد میں ان کا ترجمہ بھی سنا دینا چاہیے تاکہ ہر شخص مسائل و احکام سے واقف ہو جائے اور جس نے ابھی صدقہ نہ دیا ہو وہ بھی ادا کر لے!

۵۹۔ امام خطبہ مسنونہ و ماثورہ پڑھے تو مقتدی ادب اور خاموشی سے سنیں، خطبہ کے بعد دعاء ثابت نہیں اس لئے امام کو فارغ ہوتے ہی مصلیٰ سے ہٹ کر ایک طرف ہو جانا چاہیے، تاکہ لوگ بھی بآسانی فارغ اور منتشر ہو جائیں! اسی طرح نمازیوں کا ایک دوسرے کو یا امام کو سلام اور مصافحہ و معافہ کرنا اور عید کی مبارک دینا بھی ثابت نہیں۔ بناء بریں خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد خاص طور پر امام کے ساتھ مصافحہ و معافہ کے لئے نماز کی صفوف توڑنا، گردنیں پھلانگنا، جلدی اور تیزی سے لپکنا اور اسے ضروری سمجھ کر دوسروں سے سبقت کر کے سلام، مصافحہ، معافہ اور عید کی مبارک باد دینے کی جبری کوشش کرنا۔ قطعاً غلط اور خلاف سنت اور اس کو ضروری سمجھنا بالکل مکروہ اور بدعت ہے لہذا اس جام، غلط اور غیر مسنون عمل سے بہ حد آخر بچنے کی سعی کرتے رہنا چاہیے۔!

"نماز سے فارغ ہو کر وعظ کرنا سنت سے ثابت ہے:"

۶۰۔ نماز و خطبہ سے اول وقت میں فارغ ہو کر حسب گنجائش

تقریر اور وعظ کرنا جائز اور صحیح حدیث شریف سے ثابت ہے۔!

وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ (رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ): أَنَّ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَامَ فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ بَعْدَ، فَلَمَّا فَرَغَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ فَاتَى النِّسَاءَ فَذَكَرَ هُنَّ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلَى بِلَالٍ وَبِلَالٌ بِاسِطٌ ثَوْبَهُ، تُلْقِي فِيهِ النِّسَاءُ صَدَقَةً.

(البخاری "کتاب العیدین ص ۱۳۱ ج ۱ طبع کراچی)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو پہلے نماز پڑھی، پھر اس کے بعد لوگوں کو خطبہ دیا، پھر اللہ کے نبی فارغ ہوئے تو منبر سے اترے پھر عورتوں کے پاس تشریف لائے تو انہیں وعظ و نصیحت فرمائی۔ اس اثناء میں آپ حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے اور بلال نے کپڑا پھیلا رکھا تھا، جس میں عورتیں صدقہ ڈال رہی تھیں۔

۶۱- اس سے معلوم ہوا کہ پہلے نماز، پھر عربی خطبہ اور ضرورت ہو تو پھر وعظ کا سلسلہ ہونا چاہیئے۔ اور جن لوگوں نے صدقہ نکال تو لیا ہو لیکن نماز سے پہلے کسی خاص شخص کو نہ دیا ہو اور "اسلامی بیت المال" کے اصول کے مطابق کسی معتمد اور خالص دینی جماعت اور قومی مہم کے کارپردازوں کے سپرد کرنا چاہیں تو حضور علیہ السلام کے عمل مبارک کی روشنی اور پیروی میں نماز و خطبہ اور وعظ کے بعد ان سے وصول کر لینا چاہیئے۔ یہی ترتیب مسنون و افضل

اور قابل اتباع ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق خیر، شوق پیروی کتاب و سنت اور راحت و حسن خاتمہ نصیب فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

"نماز عیدین" ("عید الفطر" و "عید الاضحی") کے
چند ضروری مسائل

۶۲- "عید الفطر" یا "عید الاضحی" میں سے کسی عید کی نماز شروع ہو گئی، امام پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ اور تین تکبیرات زائدہ سے فارغ ہو کر قرآن شروع کر رہا تھا کہ اتنے میں کوئی شخص آکر نماز میں شریک ہوا تو وہ نیت باندھ کر فوراً حسب دستور ہاتھ اٹھاتے ہوئے تینوں تکبیرات زائدہ کہہ لے، ابتداء میں رہی ہوئی تکبیرات اداء ہو جائیں گی۔!

۶۳- نماز عید شروع ہونے کے بعد اگر کوئی شخص امام کو پہلی رکعت کے رکوع میں آکر ملا۔ اور اس کا غالب گمان یہ ہے کہ نیت باندھ کر جلدی جلدی تین تکبیرات زائدہ پڑھنے کے باوجود وہ امام کے رکوع میں شریک بھی ہو جائے گا اور اسے پوری پہلی رکعت مل جائے گی تو ایسی حالت میں وہ شخص بجائے کھڑے ہو کر تکبیرات کھنکے کے فوراً رکوع میں چلا جائے اور تاکیدی احکام کی بناء پر رکوع کی تسبیحات کی جگہ ہاتھ اٹھائے بغیر یہی عید کی تین تکبیرات کہ لے (انشاء اللہ) تکبیرات کے ضمن میں رکوع کی تسبیحات بھی اداء ہو جائیں گی اور اسے مکمل پہلی رکعت کا ثواب بھی مل جائے گا۔

۶۴۔ اگر پہلی رکعت کے رکوع میں ملنے والے مقتدی نے رکوع میں جا کر ابھی ایک یا دو تکبیرات ہی کھیں کہ اتنے میں امام نے قمرہ کے لئے سر اٹھالیا تو مقتدی تکبیرات پوری کرنے میں نہ لگا رہے بلکہ امام کے ساتھ ہی سر اٹھالے۔ اس صورت میں جو تکبیر رہ گئی وہ معاف ہوگی۔!

۶۵۔ اگر کسی شخص کی نماز عید میں پہلی رکعت فوت ہو گئی تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد اتباع امام، طریق مسنون اور اصل ترتیب کے مطابق پہلے تکبیرات کہ کر پھر قراۃ نہ پڑھے، کیونکہ اس طرح یہ تکبیرات دو رکعت کے درمیان ایک نئی حد فاصل اور خلافت معمول اضافہ کی شکل اختیار کر لیں گی اور رہی ہوئی تکبیرات اداء کرنے کی یہ صورت کسی حدیث سے اور کسی فقہی مذہب میں ثابت نہیں۔ لہذا اس شکل میں نماز کی ایک نئی صورت سے بچنے کے لئے بظاہر تکبیرات قضاء کرنے کے مشور طریقہ کے خلاف حکم دیا گیا ہے۔ اس لئے مقتدی کو چاہیے کہ امام کے سلام کے بعد فوت شدہ پہلی رکعت پوری کرتے وقت نماز عید کی دوسری رکعت کی ترتیب کے مشابہ انداز میں سب سے پہلے سبحانک اللہم، فاتحہ اور سورۃ پڑھے اور پھر حسب دستور باتھ اٹھاتے ہوئے تین تکبیرات زائدہ کہ کر رکوع میں چالے اور بقیہ ارکان کے ساتھ رکعت پوری کر لے۔ فقہ حنفی کے اس فتویٰ کے مطابق انشاء اللہ فوت شدہ رکعت بھی پوری ہو جائے گی اور رہی ہوئی تکبیرات بھی اداء ہو جائیں گی۔ اور کسی حدیث اور فقہی مسلک کی مخالفت بھی لازم نہیں آئے گی۔

۶۶۔ اگر امام نماز عید کی پہلی رکعت کے شروع میں خود ہی تکبیرات کہنا بھول گیا اور رکوع میں یاد آیا تو اب صرف تکبیرات کہنے کے لئے اسے دوبارہ قیام کی طرف لوٹنا ضروری نہیں، بلکہ مقتدی کے مسئلہ کی طرح، وہ رکوع میں ہی باقی اٹھائے بغیر تسبیحات سے پہلے تکبیرات بھی کہ لے۔ وہ اداء ہو جائیں گی اور اگر امام اٹھائے تکبیرات کہنے کے لئے دوبارہ قیام کر لیا تو صرف تکبیرات عید کی اہمیت و خصوصیت اور ان کے تاکید ہی احکام کی بدولت ایسا قیام جائز ہو گا اور نماز عید فاسد نہ ہوگی۔ (رد المحتار - الشامی)

۶۷۔ اگر کوئی شخص نماز عید باجماعت نہ پڑھ سکا تو اب قضاء نہ کرے۔ بلکہ اس کی جگہ چار رکعت نماز پاشت پڑھ لے، باقی شرعی عذر کی وجہ سے نماز رہ گئی تو معاف ہے ورنہ وہ شخص گناہ گار ہو گا۔ اس کو استغفار کرنا چاہیے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلٰوةُ
وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ، الْقَائِدِ
الْاَعْظَمِ النَّبِيِّ وَالْمُرْسَلِيْنَ، رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ، خَاتَمِ
النَّبِيِّ وَالْمُرْسَلِيْنَ، سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا اَبِي الْقَاسِمِ
"مُحَمَّدٍ" الصَّادِقِ الْمَصْدُوْقِ الْاَمِيْنِ. صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ وَاَزْوَاجِهِ وَاَوْلَادِهِ وَذُرِّيَّاتِهِ

وَأَتْبَاعِهِ أَجْمَعِينَ، وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ الْمُؤْمِنِينَ بِاللَّهِ
وَرَسُولِهِ وَكِتَابِهِ وَأَصْحَابِ النَّبِيِّ وَأَزْوَاجِهِ وَأَهْلِ
بَيْتِهِ الْكَامِلِينَ.

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ.
وَتُبَّ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ. بِجَاهِكَ
وَطُفِيلِ نَبِيِّكَ وَرَسُولِكَ وَعَبْدِكَ وَحَبِيبِكَ
وَخَلِيلِكَ مُحَمَّدٍ. صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. وَبَرَكَاتِهِ
وَأَصْحَابِهِ وَأَزْوَاجِهِ وَأَوْلَادِهِ أَجْمَعِينَ. بِرَحْمَتِكَ يَا
أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ. آمِينَ. ثُمَّ آمِينَ. ثُمَّ آمِينَ.



خُطْبَةُ عِيدِ الْفِطْرِ

هَذَا مَوْلَانِي أَتَى مُعَاوِيَةَ بْنَ خُذْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ

١- الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِدِينِهِ وَسَلَامِهِ وَمَا كُنَّا لِنُتَّقِدَ لَوْلَا أَنْتَ
هَذَا يَا اللَّهُ. وَمَنْ عَلَّمَنَا بِإِكْمَالِ الدِّينِ وَإِتْقَانِ الْعَمَلِ وَحَقِّ الشُّبُوحِ
وَالنُّوْرِ يَتِ بِالنَّجْدَةِ وَالْتِمَازِ الْكِتَابِ وَالشُّعْرِ وَالْإِطْعَاءِ لَنَا
بِالشَّرِيعَةِ الْخَفِيَّةِ السَّمْحَةِ الْخَيْرَةِ. فَلَا تَعْبُدْ وَلَا تَسْتَعِينِ إِلَّا بِأَيِّهِ
أَلَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ
وَاللَّهُ الْحَمْدُ.

٢- وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ فِي الْخَلْقِ وَالْأَمْرِ، وَ
نَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَسَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدًا عَبْدَهُ وَرَسُولَهُ، سَيِّدُ
وَلَدَانَا، قَائِدَ الْمُرْسَلِينَ وَالْعَمَلِ الْمُحْجَلِينَ، وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ. لَا نَبِيَّ
بَعْدَهُ وَلَا رَسُولَ بَعْدَهُ وَلَا أُمَّةَ بَعْدَ أُمَّتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَصْحَابِهِ
وَأَزْوَاجِهِ وَذُرِّيَّاتِهِ وَأَتْبَاعِهِ أَجْمَعِينَ، اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ
إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، وَاللَّهُ الْحَمْدُ.

٣- قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُونَ ٥ ط ٤ ٥

وَعَنْ النَّسَائِيِّ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُونَ فِيهِمَا. فَقَالَ: مَا
هَذَا يَوْمَانِ؟ قَالُوا: كُنَّا نَلْعَبُ فِيهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ. فَقَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ أَبَدَ لَكُمْ اللَّهُ بِهِمَا

خَيْرًا مِنْهُمَا. يَوْمَ الْأَصْحَى وَيَوْمَ الْفِطْرِ - (رواه أبو داود) (تُجَابَه)
 (المصباح ج ١ ص ٢٥)

٤- وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ: أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِصَدَقَةِ الْفِطْرِ عَنِ الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ وَالْحُرِّ وَالْعَبْدِ مِنْ تَمُوتُونَ - (رواه الدارقطني) (تُجَابَه) ج ١ ص ٢٥

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ طَارِخَ بْنَ شَاهٍ صَاحِبَ - أَنْ صَدَقَةَ الْفِطْرِ حَقٌّ وَاجِبٌ مَدَّانٍ مِنْ قَمْحٍ أَوْ صَاعٌ مِنْ شَعِيرٍ أَوْ تَمْرٍ - (رواه الحاكم في المستدرک وصححه وروى الألبانی نحوه) (تُجَابَه) ج ١ ص ٢٥

وَعَنْهُ أَيْضًا فِي رِوَايَةِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ وَأَمْرُهَا أَنْ تُؤَدَّى قَبْلَ خُرُوجِ النَّاسِ إِلَى الصَّلَاةِ - (تُجَابَه) ج ١ ص ٢٥

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا، وَكَانُوا يُعْطُونَ قَبْلَ الْفِطْرِ يَوْمَ أَوْ يَوْمَيْنِ - (رواه البخاري) (تُجَابَه) ج ١ ص ٢٥

٥- وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا - قَالَ فَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَكَاةَ الْفِطْرِ طَهْرًا لِلصِّيَامِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطَهْرًا لِلنَّاسِ كُنِينَ، مَنْ أَذَاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُولَةٌ، وَمَنْ أَذَاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ - (ابن داود، باب زكاة الفطر) (تُجَابَه)

اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ
لِلَّهِ الْحَمْدُ

٦- وَعَنْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ - بْنِ رَبِيعَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ هَذِهِ الصَّدَقَاتُ إِمَّا هِيَ أَوْ سَاخِ النَّاسِ وَأَنْهَا لَا تَحِلُّ لِلْمُحْتَدِّ وَلَا لِلْأُولَى حَسْبُكَ - (رواه مسلم) (تُجَابَه) ج ١

وَلِلَّهِ الْحَمْدُ

٧- وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَطْعَمَ وَلَا يَطْعَمَ يَوْمَ الْأَصْحَى حَتَّى يُصَلِّيَ - (رواه الترمذي وابن ماجه والدارقطني) (تُجَابَه) ج ١ ص ٢٥

وَعَنْ النَّسَائِيِّ - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْدُو يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَأْكُلَ تَمْرًا وَيَأْكُلَ لَبَنًا وَتَرًا - (رواه البيهقي) (تُجَابَه) ج ١ ص ٢٥
اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ

٨- وَعَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: فَإِذَا كَانَ يَوْمُ عِيدِهِمْ يَعْنِي يَوْمَ فِطْرِ هِمٌّ بَاهِي يَوْمَهُمْ مَلَايِكَةٌ فَقَالَ: يَا مَلَايِكَةُ مَا جِئْتُمْ

أَجِيرِي قِيَّ عَمَلِي؟ قَالُوا: رَبَّنَا جِئْنَاكَ أَنْ يُؤْتِيَ أَجْرَهُ، قَالَ: مَلَايِكَةُ عِيدِي وَإِنِّي قَصُوفُ نِصَّتِي عَلَيْهِمْ ثُمَّ خَرَجُوا يَعْبُجُونَ إِلَى الدُّعَا وَبِعَرَفِي وَجَلَدِي وَكَرَمِي وَعُلُوِّي وَارْتِفَاعِ مَكَانِي لِأَجِبَتُهُمْ فَيَقُولُ ارْجِعُوا قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ وَبَدَلْتُ سَيِّئَاتِكُمْ حَسَنَاتٍ، قَالَ:

فَيَرْجِعُونَ مَغْفُورًا تَهْمُ - (رواه البيهقي، خطبات الأحكام للشَّيْخِ الْهَاشِمِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ خُطْبَتُهُ عِيدُ الْفِطْرِ ص ٢٥ طبع كراچی) - اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ

٩- وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيدَيْنِ غَيْرَ مَرَّةٍ وَلَا مَرَّتَيْنِ يَلَا

أَذَانٍ وَلَا إِمَامَةٍ - (رواه مسلم) (تُجَابَه) ج ١ ص ٢٥
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ سَعْدٍ - بْنِ مَالِكٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ

قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم يخرج يوم الفطر يوم
الأضحى إلى المصلى. فأول شيء يبيد أبها - الصلوة. ثم يصرف
فيقوم مقابل الناس والناس جلوس على صفوفهم فيعظهم و
يؤصيهم ويأمرهم وإن كان يريد أن يقطع بعثا قطعه أو
يأمر بشيء أمر به. ثم يصرف. (متفق عليه - إجماع ج ١ ص ٣٤) الله
أكبر الله أكبر لا اله إلا الله والله أكبر الله أكبر
ولله الحمد.

١- وعن جابر رضي الله تعالى عنه قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم
إذا كان يوم عيد خالف الطريق. (رواه البخاري إجماع ج ١ ص ٢٩)

وعن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: كان النبي صلى
الله عليه وسلم إذا أخرج يوم العيد في طريق رجع في غير.
(رواه الترمذي والدارقطني إجماع ج ١ ص ٣٤) الله أكبر الله أكبر لا اله إلا الله
والله أكبر الله أكبر ولله الحمد!

٢- وعن ابن عباس - رضي الله تعالى عنهم - قال: خرج رسول الله صلى
الله عليه وسلم يوم فطر فصلى ركعتين لم يصل قبلها ولا بعدها
ثم أتى النساء ومعهم بابل (رضي الله تعالى عنه) فأمرهن بالصدقة
فجعلت المرأة تلتقي خزانها وسجاتها. (أبو داود كتاب الصلوة ج ١ ص ٣٤ طبع
كراچی)

٣- وعن جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنه ما يقول إن النبي
صلى الله عليه وسلم قام يوم الفطر فصلى قبل أن يصل قبل الخطبة

ثم خطب الناس، فلما فرغ نبي الله صلى الله عليه وسلم نزل فأتى
النساء قد كن هن وهوين وكأ على يد بادل (رضي الله تعالى عنه) و
بلا بلسط ثوبه تلتقي النساء في الصدقة، قال: تلتقي المرأة فتعطيها.
(البخاري ج ١ ص ٣٤) والله أكبر الله أكبر لا اله إلا الله والله أكبر
ولله الحمد!

١٣- وعن يزيد بن البراء (بن عازب) رضي الله تعالى عنه ما عن أبيه
أن النبي صلى الله عليه وسلم نزل يوم العيد فوسا فخطب عليه
(أبو داود ج ١ ص ٣٤) الله أكبر الله أكبر لا اله إلا الله والله أكبر الله
أكبر ولله الحمد!

١٤- وعن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه أنه أصابهم مطر في يوم
عيد فصلى بهم النبي صلى الله عليه وسلم صلوة العيد في
المسجد. (أبو داود كتاب الصلاة ج ١ ص ٣٤) الله أكبر الله أكبر لا اله إلا الله
والله أكبر الله أكبر ولله الحمد!

١٥- وعن أبي عمير بن النسي عن عروة بن أنس أصحاب النبي صلى
الله عليه وسلم. (ورضي الله عنهم) أن رجلا جاءوا إلى النبي صلى
الله عليه وسلم يشهدون أنهم رأوا الهالك بالأمس فأمرهم
أن يقطروا وإذا أصبحوا أن يعدوا إلى مصابدهم. (أبو داود ج ١ ص ٣٤)
الله أكبر الله أكبر لا اله إلا الله والله أكبر الله أكبر
ولله الحمد!

بارك الله لنا ولكم في القرآن العظيم، ونفعنا وإياكم بالآيات و
الذك الحكيم. استغفر الله لي ولكم وللسائر المسلمين،
فاستغفروا، إنه هو العفو الرحيم.

الخطبة الثانية

عن أبي بكر بن محمد بن عمرو بن نافع عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم

الْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا كَمَا أَمَرَ. وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ إِرْغَامًا لِمَنْ جَحَدَ بِهِ وَكَفَرُ. وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَسَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا وَقَائِدَنَا الْأَعْظَمَ وَالرُّسُولَ الْأَفْخَمَ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَسَيِّدُ الْخَلَائِقِ وَالْبَشَرِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَاصْحَابِهِ وَأَزْوَاجِهِ الَّذِينَ هُمْ خُلَاصَةُ الْعَرَبِ الْعَرَبَاءِ وَخَيْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْأَنْبِيَاءِ وَهُمْ مَفَاتِيحُ الرَّحْمَةِ وَمَصَابِيحُ الْغُرُرِ. أَمَّا بَعْدُ! قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فِي الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا. (الْقُرْآنُ الْكَرِيمُ ص ٣٢٢ ع ٤٠٤)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ وَبْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ

تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللَّهُ بِهَا عَلَيْهِ عَشْرًا. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

قَالَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَصَحْبِهِ وَأَزْوَاجِهِ وَأَوْلَادِهِ وَزُرِّيَّاتِهِ وَأَتْبَاعِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ أَجْمَعِينَ خُصُوصًا مِنْهُمْ عَلَيَّ مَنْ قَالَ فِي حَقِّهِمُ النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْحَمُ أُمَّتِي بِأُمَّتِي الْبُؤْبُورِ وَأَشَدُّهُمْ فِي أَمْرِ اللَّهِ عَمْرُ. وَ أَحْيَاهُمْ عُثْمَانُ، وَأَقْضَاهُمْ عَلِيٌّ، وَقَالَ فِي الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ إِنَّ ابْنِي هَذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ قَتْلَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ. وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ أَحْكَمُ أُمَّتِي وَأَجْوَدُهَا أَوْ كَمَا قَالَ ثُمَّ السَّلَامُ عَلَى أَصْلِ أَهْلِ بَيْتِهِ وَأَزْوَاجِهِ الْبَطْطَرَاتِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ سَيِّدَتِنَا أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ

خَدِيجَةَ الطَّاهِرَةِ الْكُبْرَى إِلَى أَمْرِ الْمُؤْمِنِينَ
وَأَفْضَلَ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ حَبِيبَةَ رَبِّ الْعَالَمِينَ
سَيِّدَتِنَا أُمِّ عَبْدِ اللَّهِ عَائِشَةَ الصِّدِّيقَةِ الْخَمِيرَاءِ سَلَامُ
اللَّهِ وَرِضْوَانُهُ عَلَيْهِمَا وَعَلَيْهِنَّ أَجْمَعِينَ - وَعَلَى أَبْنَاءِهِ
الْكَرَامِ سَيِّدِنَا الْقَاسِمِ وَعَبْدِ اللَّهِ الطَّيِّبِ الطَّاهِرِ وَ
إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى بَنَاتِهِ الْكَرَامِ سَيِّدَتِنَا زَيْنَبَ وَرُقِيَّةَ وَ
أُمِّ كُلْثُومٍ وَفَاطِمَةَ وَعَلَى أَحْقَادِهِ الْكَرَامِ سَيِّدِنَا عَلِيِّ
بْنِ أَبِي الطَّعَامِ وَأُمِّ يَحْيَى أَمَامَةَ يَدْتِ إِلَى الْعَاصِ
وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ وَالْحُسَيْنَ وَالْحُسَيْنَ ابْنَيْ عَلِيٍّ
رِضْوَانُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ وَعَلَى عَمَّتِهِ الشَّرِيفَتَيْنِ
الْمُعْظَمَتَيْنِ عِنْدَ اللَّهِ وَالنَّاسِ سَيِّدَتِنَا أَبِي عُمَارَةَ خَمْرَةَ
وَأَبِي الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ وَعَلَى الْبُسْتَةِ الْبَاقِيَةِ مِنَ الْعَشْرَةِ
الْمُبَشَّرَةِ سَيِّدِنَا طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ وَزُبَيْرِ بْنِ
الْعَوَّامِ وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَسَعْدِ بْنِ أَبِي

وَقَاصٍ وَسَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ وَأَبِي عُبَيْدَةَ عَامِرِ بْنِ الْجَرَّاحِ
وَعَلَى سَائِرِ الصَّحَابَةِ السَّابِقِينَ الْأَوَّلِينَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ
وَالْأَنْصَارِ الْأَبْرَارِ الْأَخْيَارِ وَمَنْ تَبِعَهُمْ إِلَى يَوْمِ الْقَرَارِ
رِضْوَانُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ - رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا
وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي
قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ
اللَّهُمَّ انْصُرِ الْإِسْلَامَ وَالْمُسْلِمِينَ بِالْإِمَامِ وَالْخَلِيفَةِ
الْعَادِلِ - اللَّهُمَّ انْصُرْ مَنْ تَصَرَّدَ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ تَعَادَلُوا عِبَادَ
الَّذِينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَلَا تَجْعَلْنَا مِنْهُمْ تَعَادَلُوا عِبَادَ
اللَّهِ رَحِمَكُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ
وَإِثْنَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ
يَعْظُمُ لَعْنُكُمْ تَذَكَّرُونَ
وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ

احکام عید الاضحیٰ

نماز عید الاضحیٰ، قربانی، قیمت چرمہائے قربانی، صدقۃ الفطر اور زکوٰۃ و عشر وغیرہ دیگر صدقات واجبہ کے مصارف اور ان سے متعلقہ قابل قدر تصحیح و اضافہ شدہ بہت سے احکام و مسائل کی با عبارت و با حوالہ مستند و مدلل تحقیق۔ نیز عوام، طلبہ اور ائمہ و خطباء کی دینی و تبلیغی ضروریات میں انتہائی کار آمد و مفید، قابل اعتماد و موجب اطمینان تفصیل و تشریح

تالیف

جانشین امیر شریعت حضرت مولانا

سید ابومعناویہ ابوذر بخاریؒ



تقدیم

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ○

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ وَحْدَهُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی
سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَقَانِدِنَا الْاَعْظَمِ وَالنَّبِيِّ الْاَكْرَمِ وَالرُّسُولِ
الْاَفْخَمِ وَخَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ وَخَاتَمِ الْمَعْصُومِينَ
مُحَمَّدٍ الْمَبْعُوثِ لِتَتِمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ وَاِظْهَارِ دِيْنِ
الْحَقِّ عَلٰی الدِّيْنِ كُلِّهِ وَلَا نَبِيَّ وَلَا رُسُوْلَ بَعْدِهِ وَعَلٰی
اَصْلِ اَهْلِ بَيْتِهِ اَرْوَاحِهِ الْمُطَهَّرَاتِ اَمْهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ
وَاَوْلَادِهِ وَاَصْحَابِهِ خُصُوْصًا عَلٰی خُلَفَائِهِ الرَّاشِدِيْنَ
الْعَادِلِيْنَ الْهَادِيْنَ الْمُهْتَدِيْنَ الْمُهْدِيْنَ اَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرُ
وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ وَحَسَنٌ وَمُعَاوِيَةُ الْذِيْنَ هُمْ خُلَاصَةُ الْعَرَبِ
الْعَرَبَاءِ وَخَيْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْاَنْبِيَاءِ وَهُمْ كَالنُّجُوْمِ فِي
السَّمَاءِ لِلْاِقْتِدَاءِ وَالْاِهْتِدَاءِ وَهُمْ الْذِيْنَ اَوْفَوْا عَهْدَهُ

أما بعد!

۱۔ یوں تو ساری زندگی ہی اتفاقات کا مجموعہ ہے لیکن انسان کو انفرادی اور ذاتی طور پر جو معاملات بالکل اچانک یا بہت انتظار و تاخیر کے ساتھ پیش آتے ہیں ان کے اتفاقات ہونے اور پوری زندگی پر ہنگامی کم اور دیرپا، زیادہ گہرا اثر

ڈالنے کا احساس سب چیزوں سے بڑھ کر نمودار اور پیدا ہوتا ہے چنانچہ مجھ فقیر کی ساری زندگی ہی ایسے اتفاقات کا "موجب حیرت سراپا" اور "باعث عبرت مجسمہ" ہے خصوصاً میرے تعلیمی و تبلیغی حالات اور ان سے بھی زیادہ تحریری و تصنیفی معاملات زبردست تغیرات اور حوادث کا آئینہ ہیں۔

۲۔ زیر نظر کتاب نما رسالہ کا اصل مواد اور مضمون سیدی و سندھی و آبی حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے آخری دور میں میرے فکر کا محور بنا ہوا تھا۔ چنانچہ اس مضمون پر جیسا کہ آئندہ صفحات میں اس رسالہ کی پہلی مختصر سی تقدیم و تمہید کی شکل میں نظر آئے گا کچھ لکھنے سے پہلے مخالفین و معترضین اسلام کے متعلق تھوڑی سی تنقید و تردید کا ایک خاکہ اور حیولی بھی ذہن سے کاغذ پر منتقل ہو چکا تھا جس کی حیثیت علماء کرام کی مفصلہ کتب و مضامین کے مقابلہ میں تو صرف اظہار جذبات و خیالات سے زیادہ نہیں، تاہم دین حق کے متعلق شدت احساس و تاثر کی برکت سے قربانی کے موضوع پر کتاب و سنت کی روشنی میں کچھ مثبت انداز اور استدلال کے ساتھ احکام و مسائل ضروریہ کا ایک مناسب مجموعہ مرتب کرنے کا موقع میسر آگیا اور آج سے تقریباً تیس برس پہلے اپنی بساط کے مطابق اسے کتابی شکل میں شائع کرنے کی صورت بن گئی اس کے بعد درجنوں مضامین اور بیسیوں رسائل و کتب تالیف ہو کر شائع ہو گئے، مگر وہی اتفاقات کا سلسلہ اس کی مکرر اشاعت کے راستہ میں پہاڑ بن کر سامنے آگیا۔ لیکن اس کی کتابی شکل میں شائع کرنے کی نوبت نہیں آئی تھی کہ حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا تو کچھ عرصہ بعد فوری ضرورت

کا احساس کرتے ہوئے بلا تنقید و تردید بلا تفصیل استدلال اور بلا حوالہ عبارت کے ساتھ چند مسائل پر مشتمل صرف دو ورق کا ایک صمیمہ "احکام الاضحیٰ" کے نام سے شائع کر کے میں نے قربانی کے متعلق مفصل، مدلل اور مثبت اظہار خیال و جمع مسائل کی شاہراہ پر سفر کے لئے ایک قلمی سنگ میل اور نشانِ راہ لگا دیا۔ عوام میں حسبِ مشاہدہ جہالت بھی بہت زیادہ ہے اور پھر تنبیہ کرنے پر ان میں ضرورت کا کچھ احساس بھی پیدا ہوتا ہے اور احکام شریعت سے تھوڑی بہت واقفیت کی خواہش بلکہ بڑی تشنگی کا اظہار بھی کرتے ہیں اور حسبِ ضرورت معیاری اور تحقیقی رسائل و کتب موجود نہ ہونے پر ان سے زیادہ مجھ طالب علم کو بھی جزا فوس اور حسرت کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا؟ چنانچہ اس دو ورقہ رسالہ میں چیدہ چیدہ احکام و مسائل قربانی پڑھ کر لوگوں نے خوشی اور پسندیدگی کا اظہار کیا اور جب مزید مسائل پیش آئے تو لوگوں نے اسے پہلے سے زیادہ مفصل اور با حوالہ شائع کرنے کی شدید خواہش ظاہر کی بلکہ ایک تحریک کی صورت میں مجھے آمادہ کرتے رہے تو میں نے اس عرصہ میں اپنے احساس و ارادہ اور شدید عوامی تقاضی کے پیش نظر اس موضوع پر بہ قدر ضرورت تاریخی اور فقہی مواد جمع کرنے کا کام جاری رکھا قریباً پونے دو سال بعد کچھ کامیابی پیدا ہوئی تو میں نے اس کی ترتیب و تہذیب کے ساتھ کتابت شروع کرادی چنانچہ اپنی کمزور استعداد اور ناقص علمی اندازِ تحریر و استدلال کو اچھی طرح مستحضر رکھتے ہوئے بھی آج سے تیس برس پہلے..... کی تقطیع پر نسبتاً باریک قلم کے ساتھ بیالیس صفحات کی مناسب ضخامت پر مشتمل ایک رسالہ "احکام عید الاضحیٰ والقربان" کے نام سے شائع کر دیا تو جس بے انتہاء خواہش و رغبت

بلکہ شدید انتظار و بے تابی اور سخت تشنگی کے ساتھ اسے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا۔ وہ میری امید اور توقع سے صد گونہ زیادہ بلکہ بہت ہی حیرت و مسرت انگیز صورت تھی جس پر دل و دماغ جذبہ حمد و شکر سے لہریز ہو گئے، عام بے خبری کی وجہ سے عوام کے لئے تو خیر ہر دینی مسئلہ ایک نئی بات بن جاتا ہے، البتہ ان کے مقابلہ میں سکول، کالج کے تعلیم یافتہ، دورِ جدید کے مضمون نگار، صحافی، ادیب، شاعر، وکیل اور رسمی دانشور اپنی غیر دینی تعلیم و تربیت اور عموماً لادینی ماحول کی وجہ سے کسی بھی دینی تحریر کو پڑھنا اور اس سے استفادہ تو دور کی بات ہے، اسے جلدی سے ہاتھ بھی نہیں لگاتے بلکہ یہودیت و عیسائیت اور روسی و چینی اشتہالیت و اشتراکیت کے سراپا دھرمیت پروپیگنڈے کے زیر اثر رہنے سے معاذ اللہ ایک ناقابلِ تصور اور ناقابلِ عمل فکر و مذہب کے قائل اور نمائندہ "ایک قدامت و توہم پرست" فرسودہ خیال، "تنگ نظر" موجودہ معاشرہ کے لئے فکر و عمل کے لحاظ سے بالکل اجنبی "حال و مستقبل میں ہر لحاظ سے ناکارہ اور زندگی کے کسی بھی دور میں؟ کسی بھی درجہ میں؟ اور کسی بھی حال میں؟ ملک و ملت کے لئے دائمی طور سے ناقابلِ وابستگی اور ہر لحاظ سے ناقابلِ قبول "ملاکی ژولیدہ فکری" اور کج بیانی سے زیادہ ہر گز ہر گز کوئی حیثیت نہیں دیتے چنانچہ یہ رسالہ جب انہیں مہیا کیا گیا تو انہوں نے اپنے مذکورہ بالا خیالات و حالات سے بالکل مختلف بلکہ الٹ انداز کے ساتھ اس کے متعلق نسبتاً بہت اچھے خیالات و تاثرات کا اظہار کیا جس سے اتنی تو تسلی ہوئی کہ بحمد اللہ یہ دینی تحریر اپنے اندر پوشیدہ اصول و عقائد اور فروغ و تفصیلات کی روحانی قوت اور ان کے بیان میں مجھ جیسے گستاخ کنھنے والے کے ٹرپتے ہوئے احساسات و جذبات اور

عزائم کی روح کے سہارے پر لادہ سنی کے ماحول میں گنتی کے چند افراد کو ہی سی؟ مگر کچھ متاثر اور متوجہ کرنے میں کچھ کارگر اور نسبتہ کامیاب تو ہوئی ہے؟ جس سے متوکل علی اللہ مستقبل میں باہمی فکری اور تحریری ربط اور اس کے ذریعہ سے بہ قدر ممکن اصلاح کی کچھ امید پیدا ہوئی اور اس سلسلہ میں کچھ سلیقہ، ترتیب، ہمت اور محنت کرنے کی انگ کی دماغ میں بیدار ہوئی اور مزید حوصلہ اس وقت پیدا ہوا جب دین اور علم دین کے نمائندہ کئی مدرسین و مبلغین اور علماء نے بھی کہیں سے یہ رسالہ دستیاب ہونے پر یا میا کئے جانے پر میری علمی حیثیت سے زیادہ اور ریاء و رقابت بلکہ حسد و عداوت کے اس سراپا فتن اور سنگین و قاتل دور میں میری معمولی سی امید و توقع سے بہت ہی زیادہ اس کی تعریف و تحسین اور میری بے حد تسبیح و قدر افزائی کا مظاہرہ کیا تو اس سے یہ احساس ابھر کہ کسی دنیا دار اور دین کے اصول و فروع سے بے خبر رسمی تعلیم یافتہ۔ کا کسی دینی تحریر کے متعلق کوئی اچھا اظہار خیال؟ تحسین ناشناس" سے زیادہ کوئی حقیقت اور حیثیت نہیں رکھتا؟ لہذا جب دین سے علم و عمل کا تعلق رکھنے والے کچھ لوگ اس کے متعلق کسی درجہ میں تعریف، تصدیق کا انداز اختیار کریں تو پھر اسے بالکل بجا طور پر "تحسین حق شناس" کہنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور ان کا یہ احساس و تاثر میری امید و توقع کے خاموش سوال کا بہت بہترین بولتا ہوا جواب ہے اور میری یہ معمولی سی فکری کاوش اور تحریری خدمت کسی بھی مسلم و مومن کے لئے ذریعہ ہدایت و نصیحت اور وسیلہ قرب دین و علماء حق تو بنی رہے گی، لیکن ان شاء اللہ کسی عام بے علم، یا دنیاوی علم والے دین سے اصولاً بے خبر مسلمان کا گھر اسی کا باعث اور دین و اہل دین سے مزید نفرت و

عداوت کا سبب نہیں بنے گی!۔

۳۔ مذکورہ واقعات و تاثرات کے پیش نظر پوری امید تھی اور قلبی طور پر مکمل عزم بھی تھا کہ جب یہ رسالہ نسبتہ بہتر اور مفید ثابت ہوا ہے اور اس کی مقبولیت کے کچھ آثار بھی پیدا ہو رہے ہیں؟ تو پھر اسے مسلسل اور خصوصاً ماہ ذوالحجہ اور عید الاضحیٰ کی مناسبت سے ہر سال لازماً شائع کر کے عوام کے لئے فکری اور تحریری تبلیغ کا بیش از بیش انتظام کرتے رہنا چاہیے۔ لیکن ساری مخلوق کے بس سے باہر وہی تقدیری اتفاق کا معاملہ ہر سال اور ہر نئے عزم کے موقع پر اتنی قوت و شدت کے ساتھ پیش آتا رہا کہ رسالہ کی تو دور کی بات ہے؟ صرف دوبارہ اشاعت سے بھی غابری طور میں ایک حد تک مایوس ہو گیا۔ اور مزید تشویش کا پہلو یہ تھا کہ اس کی کوئی نئی اشاعت تو منظر عام پر آئیں رسی تھی اور مکتبہ کے ذخیرہ میں پرانی اشاعت کے نسخہ بھی موجود نہیں تھے کہ جنہیں محدود ترین انداز میں اہل ضرورت تک پہنچا کر ہی نفس تبلیغ اور اپنے جذبہ دعوت و تبلیغ کی کچھ تسکین کر لی جائے، بہر کیف اپنی فطرت و طبیعت اور عادت و معمول کے مطابق میں اس "بیم ورجاء" کی حالت میں بھی نہ اس کی اشاعت سے حقیقتہً مایوس اور اس کی فکر سے خالی اور بہ قدر ممکن تدبیر و انتظام سے کلہوڑہ مستغنی ہرگز نہیں ہوا بلکہ میں نے مسلسل سوچ بچار اور مشورہ و تجویز کا شغل جاری رکھا۔ کیونکہ تبلیغ دین کی شرعی ضرورت و اہمیت اپنی جگہ بالکل مسلمہ اور ناقابل تردید مسئلہ ہے۔ لہذا اس کے متعلق تو جذبات و عزائم محمد اللہ روز اول کی طرح ہی بیدار تھے! لیکن اس موضوع پر اپنی ناقص اور کمزور استعداد کے

مطابق میں نے ایک متجسس دینی طالب علم کی حیثیت میں اپنی ہمت سے کہیں زیادہ بڑھکر جو قدم اٹھایا تھا اور جس جذباتی بلکہ تحریکی انداز میں اس کی تالیف و ترتیب میں زبردست محنت کی تھی اور اس کے "ہنگامی نقصان" یا دائمی زیاں کا تصور کر کے رسالہ کے دوبارہ اشاعت کے لئے رد عمل کے طور پر جو کیفیت میرے دل و دماغ پر مسلط تھی اس کو میں کسی طرح نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ صرف کچھ عرصہ نہیں بلکہ زندگی کی ایک بہت بڑی مقدار کو ختم اور مضمر کر جانے والے اور سینکڑوں آفات و حوادث پر مشتمل پورے تئیس برس یعنی قریباً ربع صدی کے طویل و عریض زمانہ کی نہ ختم ہونے والی فلم دل و دماغ پر نقش ہے جو اسی ادھیڑ پن میں اور اس کی دوبارہ اشاعت اور اس کے لئے ضروری اصلاح و تصحیح اور ترمیم و اضافہ کی توفیق جلدی نصیب ہونے کی یہ عجز و خلوص دعاء کرتے ہوئے طوعاً و کرہاً گزار دینا پڑا۔ اور اگرچہ لادین شاعری میں یہ طور عقیدہ بیان کئے جانے والے غلط محاورہ کے مطابق کہ دعاء کو اثر کے ساتھ ازلی وابدی دشمنی ہے "؟ کہ

آخر تو دشمنی ہے دعاء کو اثر کے ساتھ

لیکن کتاب و سنت سے مستفاد الہامی ادب و شعر کا جو بنیادی عقیدہ اور قانون موجود و مجرب ہے کہ پاک صاف جسم درد اور پاکیزہ نیت اور خلوص و استقلال کے ساتھ دعاء جاری رکھی جائے تو پھر دنیا والوں کو اپنے کفریہ عقائد اور اعمال شیطانیہ کی خباثت و نموست کے باعث سے دعاء کی اثر کے ساتھ جو ظاہری دوری اور عداوت ہے وہ بفضل اللہ قرب و محبت میں تبدیل ہو جاتی ہے کیونکہ فرمایا گیا ہے

وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ۝

اور اے نبی جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق پوچھیں تو یقین رکھیں کہ میں ان کے نزدیک ہوں۔ پکارنے والا جب مجھے بلائے تو میں اس کی پکار سن کر مان لیتا ہوں اس لئے ضروری ہے کہ میرے بندے میرے حکم مانتے رہیں اور مجھ پر ایمان و یقین رکھیں۔

چنانچہ چھ ماہ پہلے وہ بابرکت گھڑی آگئی جس میں قبولِ دعاء کے آثار جھلک رہے تھے کہ میرے دل میں اس سال ذوالحجہ تک اس رسالہ کو بہر حال اور بہ انداز دوبارہ مرتب اور شائع کرنے کا داعیہ اٹل ارادہ میں اور چند روز پہلے ارادہ فوری جدوجہد میں تبدیل ہو گیا اور سبب حقیقی نے میرے بیمار و کمزور اور روز بروز معذور ہو جانے والے جسم اور دل و دماغ میں اس ارادہ کی تکمیل پہلے بالکل خلاف توقع قوت و حرکت پیدا فرمادی اور جو کام اتنے لمبے عرصہ بالکل معلق و ملتوی ہو کر کالعدم بن چکا تھا اس لئے بالکل تھوڑے سے وقت میں رب جی و قیوم کے خاص حکم و عنایت کے نتیجہ میں ایک زندہ تحریری وجود کی شکل اختیار کر لی۔ جو آئندہ اوراق میں آپ کے پیش نظر ہو رہا ہے۔ یٰبَدِیْہِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَیْءٍ ۖ

۳۔ آج تین سال پہلے شائع ہونے والے رسالہ "احکام عید الفطر" کی طرح لیکن اس کی داستان اشاعت سے زیادہ عجیب اور حیرت انگیز اتفاق ہے کہ اس کا "ہم مقصد اور کچھ مختلف العنوان رسالہ "احکام عید الاضحیٰ" کے نام سے زندگی

میں تیسری بار بڑے زبردست فکر و عزم، لگن، محنت اور انتظام و اہتمام کے ساتھ دائرہ وجود میں نمودار ہے اور منصف شہود پر جلوہ لگن ہے۔ موضوع و مضمون تو اللہ تعالیٰ کی ذات اور دین حق کی طرح ازلی ہے اور احکام و مسائل کی تفصیلات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواج و اصحاب رسول علیہم السلام کی طرح ڈیڑھ ہزار سال پرانی اور ختم نبوت کے عقیدہ کی طرح ابدی اور دائمی ہیں۔ البتہ حروف و الفاظ، کلمات و فقرات و عبارات اور استدلال و تطبیق کا سارا تانا بانا میرے حادث وفاتی وجود کی طرح اس ربع صدی کی انسانی مخلوق ہے! لیکن اس بار اس میں یہ سب سے بڑا فرق و امتیاز ظاہر ہے کہ سابقہ دو اشاعت کے مقابلہ میں یہ تیسری اشاعت بہت اہم ترین تفسیری، حدیثی، فقہی اور تاریخی اضافہ، پہلے سے زیادہ قوی و مستحکم استدلال و تطبیق ہے حد ضروری اصلاح اور لازمی ترمیم و تنسیخ کے بعد منظر عام پر آرہی ہے۔ جس سے اس کا افادہ اور اس سے استفادہ بے حد وسیع ہو جائے گا۔ ان دنوں کی خاص اور زبردست محنت کے بعد یہ رسالہ تالیفی طور پر پہلے سے کم از کم دو گونہ بلکہ سہ گونہ ضخامت کے ساتھ بڑا قابل توجہ جاذب فکر و نظر وسیع الافادہ، کثیر الاستفادہ ہو کر اب صرف رسالہ کی جگہ ایک مستقل کتاب کی شکل اختیار کر گیا ہے۔ نیز ہا ترجمہ و تشریح آیات کریمہ و احادیث شریفہ۔ آثار اہل بیت رسول ازواج مطہرات و صحابہ نیز باحوال عبارات بہت سے نئے معلومات اور مفید ترین مسائل ضروریہ اور ان کی بے حد ضروری اور بہ قدر ضرورت آسان توضیح و تشریح کا گراں قدر ذخیرہ سمیٹے ہوئے شائع ہو رہا ہے اور اس اہم خصوصیت کی بناء پر اپنی آرزو کے نقشہ اور علماء کرام کے معیار علم و فضل کے مطابق تو نہیں؟ البتہ عوام، متوسط جدید تعلیم یافتہ

طبقہ نوجوان متعلمین، فارغین و مدرسین، مبلغین و مقررین اور خطباء کے عام معیار کے مطابق ان شاء اللہ یہ رسالہ عقل و فکر اور قلب و روح کو شفاء اور راحت و سکون بخشنے والے۔ بہترین علمی و روحانی گلدستہ کی طرح نظر نواز اور دل فرزا ثابت ہو گا اور مذکورہ قابل مطالعہ اضافہ کے باعث اس کو بفضل اللہ کتاب و سنت، اجماع صحابہ اور فتاویٰ جمہور کے مضبوط و مستحکم حصار میں محفوظ مستند اصول دین اور مصدقہ عقائد امت کے قابل اعتماد و وثوق علمی و تحقیقی ماخذ۔ اور مستند فقہی و قانونی نمائندہ کی قابل صد ہزار شکر حیثیت ہو گئی ہے اور ان شاء اللہ قارئین کو دوران مطالعہ اس کی تصدیق اور بعد مطالعہ اس کی تاثیر معلوم و محسوس ہو جائے گی۔ **الْأُمُورُ مَرْهُونَةٌ بِأَوْقَاتِهَا**۔ کے قانونی محاورہ کا سہارا لوں، یا اپنے عبزو کسل مندی کا اقرار کروں۔ بہر کیف مجھ ناچیز سے جو کچھ اور جیسے کچھ ہو سکا وہ حاضر ہے "دیر آید درست آید" کی محاوراتی تصدیق تو علماء کرام اور اہل فکر و شعور اور ضرورت مند عوام کے مطالعہ اور پھر ان کے اظہار رائے سے ہی ہو سکے گی، البتہ اسے کسی نہ کسی طرح شائع کرنا اپنا دیرینہ عزم اور ملتوی شدہ علمی و تبلیغی اور اشاعتی فریضہ تھا، سو وہ بحمد اللہ گرتے پڑتے کچھ نہ کچھ اداء ہو گیا ہے۔ تہ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مولیٰ کریم و موفّق خیر، اس کی تالیف و اشاعت کی حقیر محنت و خدمت کو قبول فرما کر ظاہر و باطن میں اس کو مفید و موثر۔ دنیا میں موجب خیر و برکت اور آخرت میں ذریعہ وسیلہ مغفرت و نجات بنا دیں کہ

فَهُوَ الْمُرَادُ. وَمَا ذَلِكُ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ.

۵۔ قارئین سے خصوصی التماس ہے کہ وہ راقم کی دوسری تحریرات کی طرح شدید انتظار اور بے حد طلب و تشنگی کے بعد شائع ہونے والے اس اہم علمی تحقیقی اور تاریخی تحفہ اور دینی و قانونی اور فقیہ بدیع سے فائدہ اٹھائیں؟ تو مجھ عاجز و نابکار اور بے عمل و گناہ گار کی اصلاح حال کے لئے؟ میری محدود و ضعیف والدہ مدظلہا کہ جن کے پاک دودھ کی نورانیت و برکت سے مجھے قرآن و حدیث سے کچھ علم و ذوق اور اس کی تشریح و تبلیغ کا کچھ شغف نصیب ہوا، میری بہن اور ان کی اولاد، میرے بھائیوں اور ہم سب کے اہل و عیال خصوصاً میری اولاد کے لئے؟ میرے ادارہ "مکتبہ معاویہ" نیز میرے محسن و مربی والد ماجد حضرت امیر شریعت، استاذ مکرم حضرت رئیس الاحناف، فقیہ العصر مولانا "خیر محمد" جالندھریؒ اور مرشد کامل قطب العصر، مرشد العلماء، حضرت شاہ "عبد القادر" رائے پوری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین، جن کی ذاتی تعلیم و تربیت اور روحانی توجہ و سرپرستی نے مجھے زبان و قلم کے ساتھ تبلیغ دین کا ذوق بخشا۔ ان کے لئے ایصال ثواب و رفع درجات اور اپنے لئے ان کے علمی و روحانی فیوض و برکات کے مسلسل ورود کی پر خلوص اور مسلسل دعاء سے ہر گز دریغ نہ کریں۔ ہر مسلمان بنائی کی طرف سے دعاء خیر کے لئے میں تند دل سے شکر گزار رہوں گا۔ اور حسب معمول سب کے لئے دعاء گورہوں گا۔ مزید یہ کہ جس عالم بزرگ یا غیر عالم بنائی کو اس رسالہ میں تفسیر و حدیث و فقہ اور سیرت و تاریخ کی کسی عبارت میں، یا اس کے ترجمہ و تشریح میں، یا دین و مسلک اور زیر نظر موضوع اور اس سے متعلقہ کسی مسئلہ کی توضیح و تطبیق میں، یا اس کے لئے کئے گئے استدلال

میں، کوئی بھی لفظی و معنوی اور اعتقادی و مسلکی غلطی محسوس یا شبہ اور ملاحظہ پیدا ہو، یا وضاحت نظر آئے، یا کوئی علمی و تحقیقی نقص معلوم ہو، تو خالص دین کا معاملہ درپیش ہونے کی بناء پر اپنا فرض جانتے ہوئے رسمی شرم و لحاظ اور تکلف کو بالائے طاق رکھتے ہوئے بلا تاخیر و تذبذب پہلی فرصت میں زبانی اور تحریری طور پر مجھے اس سے با تفصیل آگاہ کریں۔ تاکہ پوری عجلت کے ساتھ اس ملاحظہ کا ازالہ اور اس غلط عبارت یا ترجمہ و تشریح، یا غلط استدلال کی اصلاح و تصحیح اور مزید مطلوبہ مسائل و تشریحات کا ضروری اضافہ کر کے رسالہ کو ہر لحاظ سے محفوظ و مضبوط اور مدلل و مستند بنا کر اس کی مکرر قابل اعتماد و اطمینان اشاعت کی جا سکے۔

وَاللّٰهُ الْمَوْفِقُ وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التَّكْلَانِ. وَآخِرُ
دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى
سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَقَائِدِنَا الْاَعْظَمِ وَالنَّبِيِّ الْاَكْرَمِ وَالرَّسُولِ
الْاَفْحَمِ. "مُحَمَّدٍ" خَاتِمِ النَّبِيِّينَ وَالْمَعْصُومِينَ وَعَلٰى سَائِرِ
الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ وَعَلٰى اَصْحَابِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَاَوْلَادِهِمْ
الْمُؤْمِنِينَ اَجْمَعِينَ. وَالْعَاقِبَةُ الْمُسْتَقِيمِينَ.

راقم الطور خادم العلم والعلماء و الصلحاء بندہ احرار، غلام بارگاہ رسول و ازواج اولاد و اصحاب رسول۔ ابن امیر شریعت۔ فقیر سید ابو معاویہ۔ ابوذر حسنی بخاری غفرلہ اللہ الباری۔ قریب ظہر شنبہ (مگل) ۲۱، ذوالقعدہ الحرام ۱۴۰۶ھ۔ ۲۹ جولائی ۱۹۸۶ء دفتر مکتبہ معاویہ "دار معاویہ" نمبر ۲۳۲ کوٹ تعلق شاہ ملتان

”تمہید“

۱۔ ہماری زندگی میں جو امور اعادہ و تکرار کے ساتھ پیش آتے رہتے ہیں انہی میں سے اسلام کا ایک عظیم الشان عباداتی ضابطہ ”اضحیہ“ یعنی ”قربانی“ بھی ہے یوں تو دین کا ہر ایک ضابطہ اور فرعی مسئلہ معتز ضنین و مخالفین اسلام کی زبان و قلم اور تحریک و عمل سے ہر دور میں مبرور ہوتا چلا آ رہا ہے اور ہر دور میں ہی پیروان اسلام اس طعن و تشنیع کا مناسب اور معقول جواب دے کر اپنی انسانی طاقت کے موافق اسلام کی مدافعت کا حق بھی ادا کرتے چلے آ رہے ہیں لیکن کچھ اصول و ضوابط اور مسائل و جزئیات ایسے بھی ہیں جنہیں سیاہ باطن ”مسلم“ نما ”کافرین“ نے یہود و نصاریٰ اور ”منکرین غیب و آخرت“ کے منشاء کے مطابق پہلے بھی یہ طور خاص رد و قدح اور مخالفت کا نشانہ بنایا اور موجودہ دور میں مادر پدر آزادی کو ہماری قدیم دینی معاشرت پر مسلم ممالک میں عموماً اور پاکستان میں خصوصاً تقسیم ملک سے لے کر اب تک ہر لادین لیگی اور غیر لیگی حکومت نے اقتدار و حکومت کی راہوں سے مسلط ہوتے دیکھ کر بہت بڑھ چڑھ کر اپنی فکری یلغار کے لئے منتجب کر رکھا ہے۔ نتیجتاً دین کا یہ بڑا اہم جز کم علم اہل اسلام اور مغربیت و الحاد سے مرعوب لوگوں میں ”دین سے الگ“ بلکہ اس سے ایک بالکل ”متفائر“ اور اس کی ”ضد“ کے طور پر مشہور کیا جا رہا ہے خصوصاً ”کمپوٹ ڈھریوں اور ان کے شعبہ اسلامیات کے نمائندہ“ منکرین حدیث۔ پرویزیوں کے اشتراک و اہتمام کے ساتھ اس کی ”ترغیب و تبلیغ کو مضن“ ضرورت مند اہل مذہب ”اور علماء“ کے جذبہ زراں دوزی کی ”ایک مقدس رسم“

قراردے کر مسلمانوں کو ”فلسفہ شک اندازی کا شکار“ بنانے کی ایک ”منظم تحریک“ چلائی جا رہی ہے۔ جو چند برس پہلے تو صرف تقلید یورپ کے نظریہ کا نام پاسکتی تھی اور پاتی رہی لیکن ۵۷ء کے بعد انگریز کی مرتبہ شیطانی سیاسی منصوبہ بندی کے تحت ہر طبقہ کے بے دین عناصر نے علماء و مشائخ کے خلاف ہمہ قسم جھوٹے پراپیگنڈے اور ہر نوع کی افتراء پردازی اور ہتھان بازی کے ساتھ دین دشمن فضاء پیدا کی اور اپنا مستقل لادینی محاذ قائم کیا اور جیسے بازی کو عوامی تحریک کی شکل دی اور قوم کی بد بختی ہے کہ وہ انگریز کے عین منشاء اور اس کی تجویز و تائید کے مطابق برسر اقتدار آئے تو اس نظریہ کے حامل افراد و عناصر اور تنظیمات کی سیاسی مناظرہ بازی نیز لادین تحریکات اور بیرونی عوامل کے زیر اثر ”مذہبی اجارہ داری کے فرسودہ و پامال الزام و ہتھان کو اپنا نعرہ بنا کر“ ”پابندی شریعت سے جان چھڑانے“ اور علماء حق کے منصب و وقار ”کو بزور ختم کرنے کے عزائم و تجاویز کو مکمل سرکاری تائید و پشت پناہی حاصل ہو چکی ہے پھر حسن اتفاق سے اس ملک کی راسخ الاعتقاد و مسلم اکثریت کے جذبہ ایمانی اور دینی غیرت کی وجہ سے الحاد و اشتعالیت اور لادینیت کی کسی تحریک کو بھی چونکہ اس گئے گزرے زمانہ میں بھی اسلام کی علانیہ مخالفت کی جرأت و ہمت نہیں ہوتی اس لئے ان لوگوں نے بعض جزئی مگر اہم اور دور رس نتائج کے حامل مسائل کی معقولیت اور دلائل سے عوام کی جہالت کو بخوبی جانچ کر ان پر بحث و تنقید بلکہ ان کی تردید و تقلیط کے ذریعہ خود مسلمانوں کو اسلام کا نادان دشمن بنانے کا چہرہ دروازہ استعمال کرنا شروع کر رکھا ہے اور ان کا یہ فلسفیانہ نظریہ اب تخیل کی حد سے نکل کر تمام اسلام و علماء دشمن عناصر کے مکمل اتحاد و تعاون کے زیر اثر

ایک منظم تحریک کی شکل اختیار کر چکا ہے۔

۲۔ اس سلسلہ میں جس قسم کے تقریری یا تحریری سہارے تلاش کئے جاتے ہیں ان کی وضع قطع بالکل اس فلسفہ آمیز مغالطہ آمیزی سے مشابہ ہے جسے آج سے قریباً سات آٹھ صدی پہلے یونانی اور عجمی منطق کے پرستاروں نے اپنا طرہ امتیاز بنا رکھا تھا۔ آپ اسلام کے بہ باطن قدیم مگر بہ ظاہر جدید "ان مہربانوں" یعنی "منکرین قرآن و حدیث" اور منکرین قربانی کی کوئی بات بھی عقل صحیح اور وجدان سلیم کے آئینہ میں منعکس کر دیکھئے؟ "نفسانیت" ہوا پرستی "فلسفہ و تعقل زدگی اور "اھل مغرب کے منظم اور شائع ذائع الحاد و زندگی کی اندھی تقلید اور زندگی کے ہر شعبہ میں خدا و رسول اور ازواج و اصحاب رسول علیہم السلام کی پیروی سے انحراف اور گریز و فرار کے سوا اس میں اور کوئی رنگ نظر نہیں آئے گا۔ البتہ ان لوگوں کا "پرفریب انداز بیان" "منطقی طرز استدلال" اور بہ ظاہر مصلحت و حکمت آمیز نکتہ آفرینی ایک نو خیز دل و دماغ اور بستی انسان کو ظاہر اکچھ دیر کے لئے حیران و مبہوت بنا ڈالتا ہے حتیٰ کہ عام مسلمان تو رہے ایک طرف سکولوں کالوں میں پڑھے لکھے لوگ بھی جو دینی علم سے نا آشنائی کی بناء پر اصل مسئلہ کی حقیقت حال نہیں جانتے اور خدا و رسول کے بتائے ہوئے صحیح اسلام کو کتاب و سنت اور اجماع امت کے فطری طریق تعلیم و تبلیغ کے ذریعہ بہ قدر ممکن سمجھنے کی مدت تک علماء کرام کی جگہ ان "بہروپیوں" کو ہی مرکز علم و دلیل، اپنا خیر خواہ اور آخر میں معاذ اللہ! خود کو ہی "اسلام" کا واحد نمائندہ "گردانے لگتے ہیں۔ حال آنکہ واقعہ یہ ہے کہ مخالفین اسلام خصوصاً "منکرین حدیث" نے اسلام کے انکار و تردید کے لئے بھی اپنا سارا

ساز و سامان خود اسلام ہی کے "علم البرہان" کے ہتھیاروں کی نقالی کر کے فراہم کر رکھا ہے۔ یعنی ان لوگوں کی "علمی تہی دامن"، "بے بضاعتی" اور عجز و احتیاج "کا تو یہ عالم ہے کہ اپنے خرافات کو حقیقت ثابت کرنے کے لئے الفاظ و معانی اور دلائل و براہین تک ہر چیز میں انہیں۔ بعض مجمل آیات، اسلامی اصطلاحات اور "فقہی ضوابط" یعنی ان کے اپنے پدنام کردہ "مولویانہ طرز استدلال" کے علاوہ کوئی دوسرا ذریعہ اظہار خیال اور کوئی متبادل طرز استدلال بھی میسر نہیں آسکا، لیکن چونکہ وہ "ملع کاری" اور "تلیس" کے امام ہیں۔ اس لئے عام لوگ علماء کے جواب و فتویٰ کو محض ایک رسمی بات اور مناظرانہ عادت سمجھ کر اٹھا مخالفین کی تائید پر آمادہ ہو جاتے ہیں، مگر خود ان "کور باطن" کچھ فہم "دشمنان اسلام" کی دوں فطرت کی انتہاء یہ ہے کہ وہ اس قدر وسیع الظرف محسن و مربی دین حق اور "قانون زندگی" کی تعلیمات کا حلیہ مسخ کر کے اور اسی کے دلائل کو معکوس بنا کر اسی کے مقابلہ میں اپنی مرضی کے تابع ایک نئے "فرہنگی اور روسی دین" کا نقشہ سجا کر پیش کرنے میں ذرہ برابر شرم و ندامت محسوس نہیں کرتے۔!

چنانچہ بیگانوں سے زیادہ اپنوں کے اس مظلوم اور غریب الوطن "اسلام" کے مابہ الامتیاز عملی مسائل میں ایک مسئلہ ہر سال ماہ ذوالحجہ کی دسویں گیارہویں بارہویں تاریخ میں سنت ابراہیمیہ کی تجدید اور شریعت محمدیہ کے احکام کی تعمیل میں چند حلال جانور ذبح اور "قربان" کرنے کا بھی ہے۔ اس مختصر رسالہ میں اتنی گنجائش نہیں کہ نفس قربانی کی مکمل لغوی اور شرعی تحقیق و تشریح، اس کے وجود و وجوب کے اثباتی دلائل، اس پر واردہ اعتراضات،

"محدثین و منکرین حدیث کی خود ساختہ فرضی قربانی" کے مفہوم و مقصد کا فکری تجزیہ اور جوانی مباحثہ سبھی کچھ پیش کر دیا جائے، البتہ آج کی اس خطابي محفل میں ہم وجود قربانی کی مختصر مگر موثر و جامع قدیم تاریخ اور اس بارہ میں اسلام کی تجدیدی تعلیم اور قابل تقلید و اطاعت ہدایات و احکام کا خلاصہ قارئین کی خدمت میں پیش کریں گے تاکہ ایام "عید القربان" میں قربانی کے خلاف خفیہ و علانیہ تاویل بازی اور مخالفت کے مناسب سدباب کی تدبیر کی جاسکے اور اہل اسلام کے سکون فکر و اطمینان قلب کی خاطر اس بارہ میں "دین کا صحیح فکر"، "مسئلہ کی اہمیت کا اجمالی علم" اور "احکام کا عملی نقشہ" معقولیت کے ساتھ پیش کر کے حق کو نکھارا اور باطل کا پردہ چاک کیا جاسکے۔ والتوفیق من اللہ!

"عرض خاص"

۴۔ یہ بات خصوصاً ملحوظ رہے کہ آئندہ سطور میں پیش ہونے والا مضمون آج سے قریباً دس گیارہ سال پہلے والد ماجد سیدی و سندی حضرت اقدس "امیر شریعت" رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں ہی لکھا گیا اور یہ عرض تائید و تصدیق حضرت کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا، چنانچہ سن کر بہت تحسین اور حوصلہ افزائی فرمائی جو آپ کا طرہ امتیاز تھی۔ لیکن افسوس ایک تو یہ مضمون مکمل نہ ہو سکا دوسرے اس کی اشاعت کی صورت نہ پیدا ہو سکی تا آنکہ اس عید الاضحیٰ کی مناسبت سے سال گذشتہ میں راقم نے ہی لکھا ہوا صرف مسائل قربانی پر مشتمل دو ورق کا مختصر رسالہ "احکام الاضاحی"، "ترمیم و اضافہ اور تکمیل کی غرض سے دو بارہ سامنے آیا تو معاً اس قدیم اور عملاً فراموش شدہ تاریخی و تحقیقی مضمون پر بھی

نظر ثانی کا داعیہ پیدا ہوا، چنانچہ دو نول مقالات کا یہ غور جائزہ لے کر ان میں ضروری حذف و ترمیم اور بڑے اہم اور قابل قدر اضافہ کے ساتھ ساتھ دونوں کو ایک جا کر کے ایک مربوط و مسلسل اور مستقل کتابی مضمون کی شکل بنا دی گئی اور اس طرح قربانی کے موضوع پر زمانہ حال کی ضرورت کے مطابق، "دینی تحریکات کی امکانی کامیاب مدافعت" کے لئے ایک نیا اور بر محل استعمال کے قابل دینی اسلحہ طیار ہو گیا۔ فللہ الحمد۔

تاہم عجلت میں بھی بہت سادہ و تحقیقی مواد رسالہ میں شامل نہیں کیا جاسکا، لہذا فیصلہ کیا ہے کہ موسم عید گزر جانے کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ یہ شرط زندگی قدرے سکون و فراغت نصیب ہوتے ہی نظر ثالث کی زحمت اٹھا کر جلد ہی اس مضمون کو بہ حد امکان جامع اور مکمل بنا کر خوبصورت اور جاذب کتابی تقطیع و حلیہ میں شائع کر دیا جائے گا، تاکہ عوام و خواص کا ہر طبقہ اور حلقہ اس سے یکساں طور پر آسانی مستفید ہو سکے۔

۵۔ ناظرین و معاونین حضرات سے یہ صد خلوص التماس ہے کہ وہ اس رسالہ کو بہ کثرت خود خرید کر پڑھیں، اپنے اہل خانہ، عزیز و اقارب، احباب اور عام شناسا لوگوں کو پڑھائیں، بلکہ مقامی اور بیرونی اصحاب خیر زیادہ سے زیادہ خرید کر سکول اور کالج کے متعلمین، گریجویٹ اور اخباری طبقہ کے افراد میں مفت تقسیم کر کے قولی و عملی ترغیب و تبلیغ کا صحیح اسلامی فریضہ ادا کر کے خدام ادارہ کو شکر گزاری کا موقع بخشیں اور عند اللہ اجر کے مستحق بنیں کہ یہی عمل اس رسالہ کی اصل قیمت ادا کرنے کا صحیح طریقہ ہے۔ نیز دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آئندہ بھی ملک و ملت کو پیش آمدہ دیگر اہم ترین دینی و اجتماعی

مسائل میں صحیح قلبی و عملی خدمت اور مناسب و بر محل رہنمائی کی توفیق عطاء فرمائیں۔ فَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقِ. وَمِنْهُ الْاِسْتِغَاثَةُ. وَعَلَيْهِ التَّكْلَانُ. وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ خُصُّوْصاً عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ اَصْحَابِهِ وَاَزْوَاجِهِ وَاَوْلَادِهِ اَجْمَعِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ.

دعاء جوودعاء گو۔ بندہ عاجز و عاصی۔ فقیر "ابو معاویہ۔ ابوذر۔ عفی اللہ عنہ، واصلح احوالہ، ظہر الثناء۔ (منگل) ۲۸ ذوی القعدہ ۱۳۸۶ھ ۲۳ اپریل ۱۹۶۳ء۔ ۲۳۲ کوٹ تعلق شاہ ملتان۔

"قربانی تاریخی نقطہ نظر سے"

۱۔ یہ امر مسلم ہے کہ ہر مذہب کے اکابر نے اپنے پیروں کے لئے کچھ ایسے ہتھیار چھوڑے ہیں جن پر عمل درآمد اور ان کی سچائی کا اعتراف کرنے اور اعتقاد رکھنے کو ان لوگوں نے اپنی اخروی زندگی میں نفع مند اور بہت سی رضا مندیوں کے حصول کا ذریعہ تصور کیا ہے جن میں سے ایک روحانی رسم اور دینی شعار "قربانی" بھی ہے اس مرحلہ پر ہم ہر دور کی مذہبی اور قومی تاریخ کا اجمال اور اختصار کے ساتھ حوالہ دیکر یہ ثابت کریں گے کہ "اراقۃ الدم" یعنی "خون بہانے" کو ہر دور میں، ہر قوم اور امت نے اپنے اعمال و احوال میں موثر ایک مقدس اعتقادی سچائی، اخلاقی فریضہ، عباداتی ضابطہ، قومی و سیاسی نشان اور اخروی نجات کا وسیلہ تسلیم کیا ہے۔ اور یہ رسم معاذ اللہ کوئی ایسی بدعت نہیں ہے جو اسلام میں از خود پیدا ہو گئی ہو اور تمام دنیا نے اسلام میں اس کے مظاہرہ کو بلا سند ہی واجب العمل اور وجہ افتخار گردان لیا گیا ہو بلکہ یہ نشان بھی ایک قدیم عمل ہے جس کا سراغ مذہب و اجتماعیت کے ہر دور میں بہ آسانی لگایا جاسکتا ہے، اگرچہ اس کی سابقہ صورتوں عمل اسلامی قربانی سے کچھ مختلف رہی ہو۔ مگر اس کا نفس وجود، باوجود اختلاف مذاہب و اعمال کے تمام اہم سابقہ میں ایک امر مشترک کے طور پر مسلم رہا ہے جس کا آخری مذہب و شائستہ اور یا مقصد مظاہرہ صرف اسلام نے پیش کر کے اس وحشت اور عملی خوف ناک کا بہ قدر ممکن خاتمہ کر دیا اور اسے اپنا ایک عظیم شعار قرار دیکر ہمیشہ کے لئے اس کے حکم کو واجب الامتثال ٹھہرا دیا۔

"پہلی قربانی":

۲- حسن اتفاق ملاحظہ فرمائیے کہ وجود قربانی کا ثبوت مہیا کرنے کے لئے سب سے پہلے جو تاریخی نظیر ہمارے سامنے آتی ہے وہ بھی اسلام۔ یعنی حیوانیت سے "انسانیت" کی طرف ارتقاء کے بالکل ابتدائی دور کا ایک سبق امیز واقعہ ہے جو سب سے پہلے انسانی فکر کو کسی محبوب مقصد کے حصول کے لئے بہ طور وسیلہ اختیار کرنے کی دائمی ہدایت دے گیا۔ بیض ارض پر سب سے پہلے جس قربانی کا وجود ظاہر ہوا وہی واقعہ ہے جسے قرآن عزیز نے "آدم" علیہ السلام کے سب سے پہلے دو بیٹوں "قائیل و قاہیل" کی قربانی کے عنوان سے ذکر فرمایا ہے۔!

یہ دونوں کائنات میں سب سے پہلے انسان اور انسانوں میں خدا کے سب سے پہلے نمائندہ، ابوالبشر سیدنا آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے لڑکے تھے جنہوں نے اپنے ایک عمل کی درستی قائم رکھنے، اس کی صداقت ظاہر کرنے اور اس کے ذریعہ سے اللہ رب العالمین سے اپنا تعلق بڑھانے اور اس کا قرب حاصل کرنے کی غرض سے شریعت آدم کے مطابق قربانی پیش کی، بعض روایات سے پتا چلتا ہے کہ ابتداء میں کسی قربانی کی مقبولیت کا معیار یہ تھا کہ قربانی بہ صورت مال و متاع یا مواشی و غنہ جات، ایک معین جگر رکھ دی جاتی تھی اور انتظار کیا جاتا تھا کہ اس کا وقت قبولیت ظاہر ہو۔ چنانچہ کچھ دیر بعد آسمان سے ایک آگ لپکتی اور اس "تمام مال و متاع" اور "سلمان نذر و قربانی" کو اچک لیتا، تھی، اس مال کا معدوم ہو جانا اور آگ کا اس کو کھا جانا اس بات کی نشانی تھی

کہ جس شخص کا مال آگ کی زد میں آگیا ہے وہ خدا کے ہاں مقبول ہے اور اس کا پیش کیا ہوا عمل بھی وہاں پسندیدہ و مختار ہے۔ چنانچہ روایت میں کہا گیا ہے کہ ان دونوں بھائیوں نے بھی دو مختلف چیزیں بطور نذر ایک میدان میں رکھ دی تھیں۔ جن میں قاہیل کی قربانی تو ایک پھل تھا اور قاہیل کی نذر ایک عمدہ جوان بکری کا ذبیحہ تھا۔ اس قصہ کو انسانی زندگی کے ایک مہتمم بالشان مسئلہ "قیام عدل" کی تمہید کے طور پر حق تعالیٰ نے قرآن عزیز میں بیان فرمایا ہے، جس میں نبی علیہ السلام سے خطاب ہے۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَى آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا.
فَتَقَبَّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرِ
(اس المائدہ ۵۷، ۶، ۹۷)

اے نبی! آپ آدم کے دو بیٹوں کا قصہ ٹھیک ٹھیک انہیں سنا دیجئے، جب کہ ان دونوں (بھائیوں) نے قربانی دی سو ایک کی قربانی منظور کر لی گئی اور دوسرے سے قبول نہیں کی گئی۔

چنانچہ یہ منظوری بھی آگ کے آنے اور نذر کو کھا جانے کے اسی قدیم مقررہ طریقہ سے ہوئی تھی، جس کی دلیل علاوہ روایات کے خود قرآن عزیز میں مذکور ہے۔ کفار کا سرکش طبقہ جس کی علم برداری یہود و نصاریٰ کی ایک مخلوط معاشرت کر رہی تھی، اس کا منکبرانہ انداز بیان اور اسلام کی حقانیت جانچنے کے لئے کوئی دلیل و نشان دیکھنے کا تحدی امیز مطالبہ بطور تنبیہ و تحذیر کتاب اللہ میں مذکور ہے کہ مخالفین جن کی دیگر صفات مذمومہ کا پہلے ذکر آچکا ہے وہ حق کو پرکھنے اور اسلام قبول کرنے کے لئے ایک معیار بہ طور دلیل کے طلب کرتے تھے۔ چنانچہ ان کا

قول دہرایا گیا کہ:

الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ عَهِدَ إِلَيْنَا أَنْ لَا نُؤْمِنَ لِرَسُولٍ
حَتَّىٰ يَأْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَأْكُلُهُ النَّارُ

(س آل عمران۔ ۱۹۷۔ پ ۴۔ ع ۱۰۷)

"یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے یہ بات گھڑ رکھی ہے کہ اللہ نے ہم سے عہد کیا تھا کہ ہم کسی فرستادہ خداوندی پر ایمان نہ لائیں، جب تک کہ وہ ہمارے سامنے اپنی سچائی ثابت کرنے کے لئے ایک نذر اور قربانی نہ پیش کرے اور جسے آسمانی آگ کھا جائے۔"

یہاں چونکہ ان آیات کی تفسیر مقصود نہیں بلکہ نفس قربانی کا تاریخی ثبوت مہیا کرنا پیش نظر ہے اس لئے ہم محض نقل آیات اور ان کے ترجمہ پر اکتفاء کر کے صرف اظہار ثبوت پر اس پہلی نظیر کا بیان ختم کرتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابتداء زندگی میں ہی قربانی دینے کی رسم موجود تھی اور خاص طریقہ سے اس کے قبول و عدم قبول کی علامات بھی مقرر تھیں۔

"دوسری نظیر"

۳۔ بہبوط آدم علیہ السلام اور افزائش نسل انسانی کے بعد جب معاشرتی

زندگی کو عروج حاصل ہوا اور انسانی ضروریات نے باہمی تعلقات اور روابط میں سہولت پیدا کرنے پر انسانوں کو متوجہ کیا، گویا حیوانیت کے اثرات زائل ہو کر تہذیب و شائستگی اور آدمیت کے صیح اور فطری مقتضیات ظاہر ہونے شروع

ہونے اور انسانی معاشرہ اس دور میں داخل ہو گیا کہ اسے ظاہری پاکیزگی اور باطنی تزکیہ کے لئے ایک باشعور و با مقصد اور ذمہ دارانہ رہبری اور قیادت پیش آئے تو حق تعالیٰ نے اپنے ایک جلیل القدر اور صاحب عزم الہامی نمائندہ ابوالبشر ثانی سیدنا حضرت "نوح" علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کو ہی منصب کے لئے منتخب کیا۔ آپ نے واقعہ "طوفان" کے بعد جہاں اپنے وقت کی اسلامی شریعت کے اصول و ضوابط کی مکمل تبلیغ اور بہ قدر وسعت اس کا نفاذ کیا تو دیگر دینی شعائر کے ساتھ ساتھ وقت مقرر پر "مذہبی قربانی" پیش کرنے کے لئے ایک خاص جگہ بھی بنائی جس میں بے شمار قربانی کے جانور ذبح کئے جاتے اور دستور کے مطابق بلائے جاتے تھے۔

"تیسری مثال:"

۴۔ پھر یہی سلسلہ جب پشت انسانیت کے قابلِ صدا احترام اور عظیم

المرتبہ مصلح اور خدا کے مقرب و محبوب نمائندہ، جد الانبیاء و مجدد الانبیاء خلیل اللہ، سیدنا حضرت "ابراہیم" علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیمات تک پہنچا اور وہ "ملت ابراہیم" کی تبلیغ و اشاعت کے فریضہ پر مامور ہوئے، تو انہوں نے بھی دیگر واجبات دینیہ کے علاوہ ایک پاکیزہ رسم صدقہ کو "روٹی کی قربانی" کی صورت میں قائم رکھا۔ یہ آپ کا محبوب مشغلہ اور ممتاز وصف تھا، چنانچہ اسرائیلیات بھی اس مضمون کی تائید کرتی ہیں "توراة" کے سفر التکوین کی آیت نو اور سترہ میں یہ نقل کیا گیا ہے کہ "حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بچھڑا، بحیرہ اور دنبہ وغیرہ ذبح کرنے کا حکم دیا تھا۔"

"قربانی کا ایک عظیم الشان واقعہ، سنت ابراہیم علیہ السلام:"

۵۔ قربانی کا یہ حیثیت عبادت کے شروع ہونا اگرچہ آدم علیہ السلام کے زمانہ سے ثابت ہے لیکن اس کی ایک خاص شان حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک واقعہ سے شروع ہوتی ہے اور اسی کی یادگار کی حیثیت سے شریعت محمدیہ میں قربانی کو واجب قرار دیا گیا ہے۔ یہ واقعہ تاریخ عالم کا ایک بے نظیر اور سبق آموز واقعہ ہے قرآن کریم نے اس کو سورہ صافات میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ اسلام میں مسند قربانی کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے مرکزی نقطہ یہی واقعہ ہے۔ اس لئے اس کا جتنا حصہ قرآن اور مستند روایات سے ثابت ہے اس کو نقل کیا جاتا ہے۔

"دعوت حق:"

۶۔ ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنے پیغمبرانہ فریضہ اور دعوت حق لیکر اٹھے تو سب سے پہلے اپنے والد "آزر" ہی سے سابقہ پڑا۔ آداب پدری کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان کو بت پرستی چھوڑنے کی دعوت دی۔ مگر وہ اس پر بھی خفا ہو گئے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اس موقع پر خوش بخت و عظیم المرتبہ فرزند اور بد نصیب و رسوا باپ کے درمیان ہونے والی بابہی تاریخی گفتگو حسب ذیل الفاظ میں نقل فرمائی گئی ہے:-

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ
وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا. يَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ

الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا.
يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ. إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَنِ
عَصِيًّا. يَا أَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ
الرَّحْمَنِ. فَتَكُونُ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا. قَالَ أَرَأَيْتَ إِنْ
عَنِ الْهَتَىٰ يَا إِبْرَاهِيمُ لَئِنْ لَّمْ تَتَّبِعْهُ لَأَرْجُمَنَّكَ
وَأَهْجُرَنِي مَلِيًّا. (س مريم، ع ۳ پ ۱۶، ع ۱۶)

جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ کو اے میرے باپ! تو کیوں پوجتا ہے اس چیز کو نہ سننے اور نہ دیکھنے اور نہ کام آئے تیرے کچھ؟ اے باپ میرے مجھ کو آتی ہے خبر ایک چیز کی جو تجھ کو نہیں آتی۔ سو میری راہ چل، دکھلا دوں تجھ کو راہ سیدھی۔ اے باپ میرے مت پوج شیطان کو بلا شک شیطان ہے رطمن کا نافرمان۔ اے باپ میرے میں ڈرتا ہوں کہیں آگے تجھ کو ایک سخت رطمن کی طرف سے پھر تو ہو جاوے شیطان کا ساتھی۔ وہ بولا کیا تو پھر اہوا ہے میرے ٹھاکروں (معبودوں) سے اے ابراہیم اگر تو باز نہ آئے گا تو تجھ کو سنگسار کروں گا اور دور ہو جا میرے پاس سے ایک مدت کے لئے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ بت پرستی کی آہانی رسم کو چھوڑنے اور اس کی دعوت دینے کے سبب والد سمیت پوری قوم مخالف ہو گئی۔

قوم کی دشمنی اور آگ میں ڈالنا:

۷۔ ان ظالموں نے اس بزرگ ہستی کو آگ میں ڈال کر جلانے کا ایک جشن

منایا۔ وہ جس وقت آگ میں ڈالے جا رہے تھے تو سید الملائکہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام آئے اور کہا کہ "میری امداد کی ضرورت ہو تو حاضر ہوں؟" فرمایا کہ: "اگر امداد آپ کی ہے؟ تو مجھے ضرورت نہیں۔! جس ذات کے لئے میرے ساتھ یہ معاملہ کیا جا رہا ہے وہ خود علیم و خبیر ہے، مجھے دیکھ رہا ہے۔ وہ جو کچھ میرے لئے تجویز فرمائے میں، اس پر راضی ہوں

بحرم عشق تو ام می کشند و غوغائیت
تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تما شائیت

"عراق سے ہجرت":

۸۔ اللہ تعالیٰ نے آگ کو بودا و سلاماً، یعنی ٹھنڈک اور سلامتی بن جانے کا حکم دیا۔

قُلْنَا إِنَّا رُكُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ.

ہم نے حکم دیا کہ اسے آگ! تو ٹھنڈک اور سلامتی بن جا ابراہیم پر اس کے آسمان بوس شعلے ان کے لئے گلزار بن گئے۔ ابراہیم علیہ السلام کا یہ کھلا ہوا معجزہ دیکھ کر بجائے اس کے کہ ایمان لائے ان پر ان لوگوں کی دشمنی اور تیز ہو گئی۔ لہذا ماں باپ، خاندان اور وطن کو اللہ سے بیگانہ پایا تو ان سب کو چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

ہزار "خویش" کہ "بیگانہ از خدا" باشد
فدائے "یک تن بیگانہ" کہ "آشنا" باشد

اسی وقت فرمایا:-----

إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّي سَيِّهْدِيْنِ (س الصفت ع ۳. پ ۲۳. ع ۶)
اور ابراہیم نے کہا میں جا رہا ہوں اپنے پالنہار کی طرف وہ مجھے جلدی سیدھی راہ لگا دے گا۔

یعنی میں اپنے پروردگار کی رضا جوئی کی طرف جاتا ہوں، وہی میری رہنمائی کسی ایسے مقام کی طرف فرمائیں گے جو ان کے نزدیک پسندیدہ ہو۔ پروردگار کی طرف جانے کا مطلب یہی تھا کہ کسی ایسی جگہ جاتا ہوں جہاں پروردگار کے احکام کی تعمیل آسان ہو آپ کے غم زاد بھائی حضرت لوط علیہ السلام جو آپ پر ایمان لائے تھے، ان کو ساتھ لیکر اپنے وطن عراق سے نکل کھڑے ہوئے اور علاقہ فلسطین کے مقام "کنعان" میں قیام فرمایا۔ چھبیس سال کی عمر میں اپنے وطن اور ماں باپ، اعزہ و احباب سب کو اللہ کے لئے چھوڑ کر دارِ غربت میں بے یار و مددگار بسر کرنے لگے۔

"اولاد کے لئے دعاء":

۹۔ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعاء اور التجا کی----- رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ.
اللہ تعالیٰ نے دعاء قبول فرمائی۔

"اسمعیل علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت":

فَبَشِّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ

ہم نے ابراہیم کو ایک برد بار لگا پیدا ہونے کی بشارت دے دی۔

اشارات قرآن اور روایات حدیث اس پر شاہد ہیں کہ غلام حلیم سے مراد اس جگہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں جو حسب روایات اہل کتاب چھبیس سال کی عمر میں پیدا ہوئے، کیونکہ وہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سب سے پہلے اور اکلوتے فرزند تھے۔ اور خود اہل کتاب کی روایات میں ذبح کئے جانے والے فرزند کو "وحید" یعنی اکلوتا کہا گیا ہے۔ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہی ہو سکتے ہیں۔ اہل کتاب کی روایات کے مطابق اس کے بعد ننانوے سال کی عمر میں دوسرے فرزند حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوئے ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی شان میں حق تعالیٰ نے "غلام حلیم" فرما کر ان کے اس خاص وصف کی طرف بھی اشارہ فرما دیا۔ جس کا ظہور بعد میں حکم قربانی کے وقت ہوا۔ کیونکہ "حلیم" کے معنی ہیں بردبار، جو مشقت و مصیبت کے وقت گھبرائے نہیں۔

"ابراہیم علیہ السلام کا سخت امتحان، حجاز کی طرف دوسری ہجرت کا حکم"

۱۱ - یہ اکلوتے فرزند دلہند جو بڑھاپے کی عمر میں دعاؤں اور تمنائوں کے بعد حاصل ہوئے تھے یہ کس کو معلوم تھا کہ یہی حضرت خلیل کے لئے بڑے امتحان کا سبب بنیں گے چنانچہ پہلا امتحان یہ ہوا کہ حضرت خلیل اللہ

علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم ملا کہ حضرت اسماعیل اور ان کی والدہ "ہاجرہ" کو ساتھ لیکر پر فضاء ملک شام سے ہجرت کر کے حجاز کے لُح و دُح گرم ریگستان میں جہاں دور دور نہ کسی آدمی کا نام و نشان ہے، نہ جانور اور درخت کا۔ وہاں ان کا وطن بنا دیں۔ اللہ کے خلیل نے بغیر جھجک کے حکم کی تعمیل فرمائی۔ شیر خوار حضرت اسماعیل اور ان کی والدہ ہاجرہ کو لیکر اس بلاکت خیز میدان میں ٹھہر گئے۔ جس کو کسی زمانہ میں انہی کے ذریعہ مکہ معظمہ اور "ام القریٰ" بننا تھا۔ پھر اسی پر بس نہیں ہوئی۔ بلکہ اب حکم یہ ملا کہ ماں اور بچہ کو یہیں چھوڑ کر خود ملک شام چلے جائیں۔ اللہ کے خلیل نے حکم ملتے ہی تعمیل کی اور جس جگہ حکم ملا تھا وہیں سے شام کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ اتنی دیر بھی گوارہ نہیں کی کہ حضرت ہاجرہ کے پاس جا کر ان کی تسلی کر دیتے اور بتا دیتے کہ میں بحکم خداوندی جا رہا ہوں۔ جب حضرت ہاجرہ نے دیکھا کہ دور چلے جا رہے ہیں تو آوازیں دیں کہ "اس جنگل میں چھوڑ کر ہمیں، کہاں جا رہے ہیں؟" مگر اللہ کے خلیل نے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ پھر خود حضرت ہاجرہ کو خیال آیا کہ یہ مقدس بزرگ ایسا کام بدوں حکم خداوندی نہیں کر سکتے، تو پوچھا کہ "کیا آپ کو اللہ نے یہاں سے جانے کا حکم دے دیا ہے؟" اس وقت حضرت خلیل اللہ نے جواب دیا کہ: "ہاں"۔! حضرت ہاجرہ نے یہ سن کر فرمایا: "اذی لا یضیعنا" کہ اگر حکم خداوندی ہے تو جانیے وہ ہمیں کبھی ضائع نہ ہونے دیں گے۔

اب یہ بے آب و گیاہ لُح و دُح اور گرم ریگستان ہے اور تنہا ایک خاتون اور ان کا شیر خوار بچہ، جن کو آئندہ مکہ معظمہ کی بستی بنانے لگے لئے یہاں لایا گیا۔ آگے یہ قصہ طویل ہے کہ کس طرح یہاں اس ماں اور بچہ کی جان بچی اور

انہوں نے کس طرح اس "وشت کدہ" میں اپنا وقت گزارا وہ خود قدرت خداوندی کا ایک عجیب منظر ہے اور سینکڑوں درس عبرت اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ مگر یہ تفصیل واقعہ قربانی کا جز نہیں اس لئے اس کو یہیں چھوڑ کر زیر بحث مسئلہ قربانی کو دیکھنا ہے۔ قرآنی ارشاد ہے۔

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيُ قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ.

(س صفت ۳ع . ۲۳ . ۷۴)

جب وہ بچہ (اسماعیل) ایسی عمر کو پہنچا کہ ابراہیم علیہ السلام کے کاموں میں مددگار بن سکے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس سے کہا کہ میرے پیارے بیٹے: میں نے خواب دیکھا ہے کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں۔ سو اس معاملہ میں غور کر، تیری کیا رائے ہے؟

مطلب یہ تھا کہ انبیاء کا خواب بھی حکم وحی ہوتا ہے اس لئے خواب میں ذبح کرتے ہوئے دیکھنا حکم ذبح کے مترادف ہے۔ ب تم بتلاؤ کہ کیا تم اس حکم خداوندی کی تعمیل کے لئے تیار ہو؟ حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم خداوندی کے بعد کسی سے مشورہ لینے کی نہ ضرورت تھی اور نہ ان کے نزدیک تعمیل حکم اس پر موقوف تھی لیکن اپنے فرزند ارجمند سے یہ مشورہ لینے میں حکمت یہ تھی کہ اول تو ان کے عزم و ہمت اور اطاعت خداوندی کے جذبہ کا امتحان ہو جائے، دوسرے اگر وہ اطاعت اختیار کریں تو مستحق ثواب ہو جائیں، کیونکہ ثواب کا مدار قصد و نیت پر ہے۔ تیسرے ذبح کرنے کے وقت جو بہ تقاضا بشریت و شفقت پدری طبعی اضطراب و لغزش کا خطرہ تھا اس سے کسی

درجہ میں اطمینان ہو جائے (روح البیان)

آیت مذکورہ میں یہ الفاظ خصوصیت سے قابل نظر ہیں فلما بلغ معه السعی۔ یعنی جب وہ باپ کے ساتھ چلنے اور ہناگ دوڑ کے قابل ہو گیا۔ اس میں اشارہ ہے کہ یہ فرزند جن کے ذبح کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے، یہی نہیں کہ بڑھاپے کے اکلوتے بیٹے اور تمنائوں اور دعاؤں کے بعد حاصل ہوئے ہیں بلکہ اب وہ پل کر جوان ہونے کے قریب ہیں اور اس قابل ہیں کہ باپ کے ساتھ سعی و عمل میں ان کی امداد کر سکیں۔ تاریخی روایات کے مطابق اس وقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی عمر نو سال ہو چکی تھی ("روح البیان") ان حالات نے حضرت خلیل اللہ کی قربانی کو کتنا صبر آزما کر دیا ہے؟ اس کا اندازہ لگانا بھی آسان نہیں، والد بزرگوار نے سعادت مند بیٹے سے مشورہ لیا تو وہ بھی خلیل اللہ کے فرزند ارجمند تھے۔ والد بزرگوار کا خواب سن کر فرمایا:

قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ. سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ. ("الصفت" . ۳ع . ۲۳ . ۷۴)

وہ کہنے لگے اے ابا جان! آپ وہ کام کر گزریں جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ مجھے اللہ نے چاہا تو آپ صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

یہاں جس طرح حضرت خلیل اللہ کے لئے بڑھاپے میں اکلوتے اور ہونہار بیٹے کو قربان کرنے کا حکم ایک انتہائی سخت امتحان تھا، اسی طرح فرزند کے لئے اطاعت شعاری میں "جان کی بازی لگانا" بھی کوئی معمولی بات نہ تھی، مگر اللہ تعالیٰ نے اس پورے خاندان ہی کو اپنے لئے بنایا تھا۔ اسی کے آثار ظاہر ہوئے۔

یہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا جذبہ صادق اطاعت تو قابل دید ہے ہی، یہ بات بھی سبق آموز ہے کہ انہوں نے اپنے ارادہ اور عزم و ہمت پر بھروسہ نہیں کیا۔ بلکہ اللہ کے سپرد کر کے انشاء اللہ فرمایا اور پھر یہ نہیں کہا کہ میں صبر کروں گا۔ بلکہ فرمایا کہ "مجھے آپ صابریں میں سے پائیں گے" جو ایک تواضع کا عنوان ہے کہ صبر و استقلال میرا کمال نہیں، اللہ کے ہزاروں بندے صابر ہیں۔ میں بھی ان میں داخل ہو جاؤں گا۔ اسی تفویض اور تواضع کی برکت تھی کہ اس دشوار گزار منزل کے کسی مرحلہ میں بھی ان کے قدم کو لغزش نہیں ہوئی اور یہ "یگانہ روزگار باپ اور بیٹے" طبعی تقاضوں اور زندگی کی امنگوں کو ملتے ہوئے، اپنے آپ کو قربان کرنے اور کرانے کے لئے قربان گاہ کی طرف چل پڑے۔ سیدنا خلیل اللہ کے لئے جو کٹھن منزل سامنے تھی، فرماں بردار فرزند کے اس جواب نے اس کو کسی قدر آسان کر دیا۔ اب یہ یگانہ روزگار باپ اور بیٹے حکم خداوندی کی تعمیل کے لئے گھر سے چل کھڑے ہوئے۔

"شیطان فانی چالیں"

۱۲۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت و اطاعت کا یہ عظیم الشان مظاہرہ شیطان کس طرح دیکھ سکتا تھا؟ یہ جانتے ہوئے کہ مقابلہ پر اللہ کے خلیل جیسے کوہ استقامت ہیں، اپنی گمراہ کن تدابیر سے باز نہ آیا۔ چنانچہ اول تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ کے پاس ایک مہربان ہمدرد کی شکل میں آیا اور پوچھا کہ "اسماعیل کہاں گئے ہیں۔"؟ انہوں نے جواب دیا کہ "اپنے والد کے ساتھ جنگل سے لکڑیاں چننے کے لئے گئے ہیں۔" شیطان نے کہا کہ: بات یہ نہیں

ہے، تم غفلت میں ہو۔ ان کے باپ ان کو ذبح کرنے کے لئے لے گئے ہیں۔" حضرت ہاجرہ نے کہا کہ: "کوئی باپ اپنے بیٹے کو ذبح کیا کرتا ہے۔"؟ شیطان نے کہا کہ: "ہاں، وہ یہ کہتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ایسا حکم دیا ہے۔" یہ سن کر اکلوتے بیٹے کی ماں نے بھی وہی جواب دیا جو خلیل اللہ کے گھرانے کے شایان شان تھا۔ کہ: "اگر واقعہ یہی ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے ذبح کرنے کا حکم دیا ہے تو پھر ان کو اس کی تعمیل ہی کرنا چاہیے۔" شیطان یہاں سے مایوس ہو کر اب باپ اور بیٹے کے تعاقب میں گیا جو شہر "مکہ" سے "مسی" کی طرف جا رہے تھے۔ اولاً ایک دوست کی صورت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے آکر ان کو روکنا چاہا مگر خلیل نے تاڑ لیا اس لئے آپ پر اثر انداز ہونے میں شیطان ناکام رہا۔ اس کے بعد "جرہ عقبہ" کے قریب ایک بڑے حبشہ کی صورت میں آپ کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ ایک فرشتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ اس نے کہا کہ "ابراہیم! اس کو پتہ مارو!" حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سات لنگریاں ماریں اور ہر ایک کے ساتھ "اللہ اکبر" کہا تو شیطان دفع ہو گیا۔ آگے بڑھ کر پھر "جرہ وسطی" کے قریب اسی طرح راستہ روک لیا۔ تو پھر حضرت خلیل علیہ السلام نے تکبیر کہہ کر سات لنگریاں ماریں تو دفع ہو گیا۔ اسی طرح تیسری بار "جرہ اولی" کے پاس پہنچ کر راستہ گھیر لیا۔ حضرت خلیل علیہ السلام نے پھر وہی عمل کیا اور آگے بڑھ کر قربانی کی جگہ پہنچ گئے۔ یہ واقعہ "روح المعانی" میں بہ روایت جناب "فتاویٰ تاجی رحمۃ اللہ علیہ اور "ابن کثیر" میں اس کا اکثر حصہ بہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بہ حوالہ "مسند احمد" منقول ہے۔

فَلَمَّا أَسْلَمًا وَتَلَّهِ لِلْجَبِينِ (سن. الصفۃ ع ۳. پ ۲۳. ع ۱۷)

جب باپ بیٹے نے اللہ کا حکم مان لیا اور باپ نے بیٹے کو (ذبح کرنے کے لئے) کروٹ پر لٹایا۔

اس طرح لٹانے میں تواضع بھی تھی اور یہ حکمت بھی کہ اکلوتے بیٹے کا چہرہ سامنے آکر کہیں ہاتھ میں غیر اختیاری لغزش نہ آجائے۔ بعض روایات میں ہے کہ خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے نزدیک ذبح کی تکمیل کے لئے پوری قوت سے چھری چلائی لیکن قدرت خداوندی چھری کے عمل میں حائل ہو گئی اور بعض روایات میں ہے کہ اس حالت میں حضرت اسماعیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ: "ابا جان آپ کے پاس میرے کفن کے لئے کوئی کپڑا نہیں اس لئے تکلیف ہو گی۔ بہتر یہ ہے کہ میرا کرنا صاف و سفید ہے اس کو اتار لیجئے تاکہ کفن کے کام آجائے؟" مقدس باپ کرتا اتارنے لگے تو اسی حالت میں ایک غیبی آواز نے اس پورے معاملہ کی کایا پلٹ دی۔

"حضرت اسمعیل علیہ السلام کے

"فدیہ" میں ذنبہ کی قربانی۔"

۱۳. وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا

(اس الصفت ۳ع۔ پ ۲۳۔ ۷۴)

اور ہم نے اس کو یوں پکارا کہ اے ابراہیم! تو نے سچ کر دکھایا خواب۔

یعنی ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیم آپ نے خواب سچا کر دکھایا اور اس کے ساتھ ہی ایک ذنبہ حضرت اسمعیل علیہ السلام کی بجائے قربانی کے لئے نازل کر دیا گیا۔ وَفَدَيْنَاهُ بِذَبْحٍ عَظِيمٍ۔ یعنی ہم نے اسمعیل علیہ السلام کا

فدیہ ایک عظیم قربانی بنا دیا۔ اس کو عظیم اس لئے کہا گیا کہ اول تو یہ ایک عظیم الشان پیغمبر کا فدیہ تھی دوسرے اس لئے کہ اس طرح کی قربانی کو قیامت تک جاری رکھنے کا قانون الہی بن گیا۔ (روح المعانی) اللہ تعالیٰ نے ذنبہ کی قربانی کو اولاد کی قربانی کا بدل قرار دے دیا تو مقدس باپ اور بیٹے کی شکر گزاری اور فرحت و مسرت کی حد نہ رہی۔ یہاں ایک سوال یہ ہوتا ہے کہ فرزند کے ذبح کا حکم حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیداری کے بجائے خواب میں دیا گیا اس میں کیا حکمت ہے۔؟ راز اس میں یہ ہے کہ اصل مقصود حق بیٹے کو ذبح کرانا نہیں؟ بلکہ باپ بیٹوں کا امتحان ہی مقصود تھا۔ اس لئے صریح الفاظ میں ذبح کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ خواب میں یہ دکھایا گیا کہ وہ ذبح کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب انہوں نے وہ عمل مکمل کر دیا جس کو خواب میں دیکھا تھا تو غیبی نداء نے ان کو امتحان میں کامیابی اور تعمیل حکم کی تکمیل کی خوشخبری سنا دی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں یہ نہیں دیکھا تھا کہ ذبح کر ڈالا ہے۔ بلکہ ذبح کی طیاری دکھلائی گئی تھی۔ وہ پوری ہو گئی اور تفسیر روح البیان میں ہے کہ ایک احتمال یہ بھی ہے کہ خواب میں ذنبہ کو شکل اسمعیل علیہ السلام دکھلایا گیا ہو جیسے علم کو دودھ کی شکل میں دکھلایا جاتا ہے، ذنبہ اور حضرت اسمعیل میں معنوی مناسبت یہ تھی کہ ذنبہ ذبح کے لئے مطہج و فرمانبردار ہوتا ہے اس کی تخلیق کا منشاء ہی ذبح کر کے استعمال کرنا ہے۔ بخلاف گائے، بیل اور اونٹ کے کہ ان کی تخلیق کا اصل منشاء ان سے سواری لینا اور بار برداری کرنا ہے۔ اور کبھی ذبح کر کے گوشت بھی کھا لیا جاتا ہے۔ بخلاف مینڈھے اور ذنبہ وغیرہ کے کہ ان کے وجود کا اصل مقصود ہی ذبح کر کے کھانا ہے، خلاصہ یہ ہوا کہ اصل مقصود ذنبہ ہی کا

ذبح کرنا تھا مگر امتحان کے لئے اسے اسماعیل علیہ السلام کی شکل میں دکھلایا گیا اور خواب کی اصل تعبیر کی طرف اسی امتحان کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذہن منتقل نہ ہوا۔ یہاں تک کہ امتحان کی تکمیل ہو گئی۔ ابن کثیر نے یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ (نقل کیا ہے کہ اس ذنب کے سینک اور سر ابتداء اسلام تک بیت اللہ کے میزاب میں معلق تھے۔ جس کو اولاد اسماعیل علیہ السلام نے یعنی قریش مکہ نے بطور تبرک اور یادگار اس کو بیت اللہ میں محفوظ کر رکھا تھا۔ بعض حضرات کا بیان ہے کہ ہینڈے کا یہ سر اور سینک حضرت عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت تک موجود تھے۔ "فتنہ حجاج" کے وقت جب بیت اللہ میں آگ لگی اس وقت جل گیا۔ یہاں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے جب قربانی کا دستور یہ تھا کہ آسمانی آگ اس کو جلا دیتی تھی۔ تو اس ہینڈے کا یہ سر اور سینک کیسے محفوظ رہے؟ تفسیر روح البیان میں ہے کہ بنی اسرائیل کی عادت یہ تھی کہ جب کوئی قربانی کرتے تو اس کا عمدہ گوشت الگ کر کے ایک جگہ رکھ دیتے اور آسمانی آگ اسے جلا دیتی تھی۔ سر، سینک اور "سم" وغیرہ کا باقی رہ جانا مستبعد نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ سب سے زیادہ سنت اور غالباً آخری امتحان تھا جس میں وہ کوہ استقلال ثابت ہوئے۔ اس سے پہلے باپ کو اور اعزاء و احباب کو وطن اور مکان کو اور عظیم الشان مال و دولت کو اللہ کے لئے قربان کر چکے تھے۔ اور خود ہی اپنی جان کو قربانی کے لئے پیش کر چکے تھے۔ اب تحت جگر اگوٹے صاحبزادے کی قربانی میں انتہائی ثابت قدمی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس الہامی قول کو سچ کر دکھایا کہ "میری موت اور حیات سب اللہ کے لئے ہے۔"

"سنت ابراہیمی کی یادگار:"

۱۴۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس مقبول رسول اور خلیل اللہ علیہ السلام کے ان اعمال و افعال کو پسند فرما کر قیامت تک ان کی یادگار کو زندہ رکھنے کے لئے ان افعال و اعمال کی نقل کرنے کو اپنی محبوب عبادت قرار دے کر اپنے بندوں پر لازم کر دیا جس طرح واجبات حج میں تینوں جرات پر گنکریاں مارنا اسی خلیل اللہ کے عمل کی یادگار ہے۔ حجاج پر خصوصاً اور تمام مسلمانوں پر عموماً مقررہ حلال جانور کی قربانی اسی یادگار کو زندہ رکھنے کے لئے لازم کی گئی ہے جس طرح صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا اور سات چکر لگانا "حضرت حاجرہ" کے ایک عمل کی یادگار ہے۔ اس کو بھی واجبات حج میں داخل کر دیا گیا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ قربانی کی کیا اصلیت و حقیقت ہے۔ آپ نے فرمایا۔ "تمہارے والد ابراہیم علیہ السلام کی سنت اور یادگار ہے" صحابہ نے عرض کیا کہ پھر ہمارے لئے اس میں کیا ثواب ہے فرمایا جانور کے ہر بال کے عوض ایک نیکی نامہ اعمال میں لکھی جائے گی" (مشکوٰۃ)۔ (تاریخ قربانی از مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۴-۱۷)

"چوتھی شہادت:"

۱۵۔ آپ کے وصال کے بعد جب کہ شریعت ابراہیمیہ پر عمل درآمد صحیح طور سے جاری تھا اور دین اسلام اپنی اس وقت کی مقررہ شکل میں موجود تھا، آپ کے اولاد احفاد "بنو ابراہیم"۔ جو بعد میں عرب کے آباؤ اجداد

بنے اور دنیا بھر میں "عرب عاربہ" کے لقب سے یاد کئے گئے وہ بھی ملت کے دستور کے مطابق جانوروں کے ذبائح قربانی اللہ کے حضور میں پیش کیا کرتے اور حسب سابق انہیں جلایا کرتے اور یہی حالت پھر بہت سے غیر تشریفی انبیاء علیہم السلام والتسلیمات کے ادوار نبوت اور ان کی مخاطب اقوام اور ممالک میں برس با برس تک قائم رہی جسے خدا کا فرمان، دین کا شعار، عبادت کا جز، تقرب الی اللہ کا ذریعہ، اور اپنی نیکی کے مقبولیت کا معیار یقین کیا جاتا تھا۔

"پانچواں ثبوت":

۱۶- دین فطرت جب اپنے ارتقائی منازل کو طے اور تکمیلی مراحل کو عبور کرتے ہوئے "شریعت موسویہ کی" جلالی صفت کے ساتھ نمودار ہوا اور وہ بہت سے امور جو بہ طور دین سابقہ شرائع میں موجود نہ تھے، اور اس عہد سحر و فلسفہ کی گمراہ شدہ معاشرت کی اصلاح اس عالم خلق میں ان پر ہی موقوف کی جا چکی تھی، وہ "دین موسوی" میں احکام و فرائض کی صورت میں ظاہر ہوئے اور اسی ضمن میں "قربانی" بھی داخل کر دی گئی۔ چنانچہ حضرت کلیم اللہ سیدنا "موسیٰ" علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے ہدایات "تورات" کی روشنی میں قربانی کو دو اقسام میں تقسیم کر دیا۔

۱- "دموی" (خون بہانے کی قربانی)۔

۲- "غیر دموی"

پہلی قسم سے مراد وہ مواشی تھے جنہیں لوگ بہ ظاہر اللہ کے نام پر جنگل

میں چرنے اور پلنے کے لئے ایک "زندہ صدقہ کے طور پر چھوڑ دیا کرتے، باقی حقیقت حال یہ تھی کہ وہ جانور ان کے "قدیم معبودان باطلہ" کے لئے "نذر" کے طور پر نام زد ہوتے تھے اور ان کی یہ عادت بہت لمبے زمانہ تک قائم رہی یہاں تک کہ سلسلہ شریعت الہیہ کی تکمیل ہو گئی۔ اور اسے "شریعت آدم و نوح" ملتہ ابراہیمہ اور "شریعت موسویہ و عیسویہ علیہم السلام" کی جگہ دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی "اسلام" کے نام سے موسوم کر دیا گیا تو ایسے جانوروں کا ذبح و صدقہ اور حقیقتہً غیر خدا کے لئے ان کی یہ نذر اور "مضی نام زدگی" حرام قرار دے دی گئی، البتہ دوسرے ذبائح کی مشروعیت علیٰ جاہا قائم رہی، ان ذبائح کی آگے انہوں نے تین اقسام بنا رکھی تھیں۔

۱- "ذبیحہ محرقة" یعنی "جلانے کی قربانی"

۲- "ذبیحہ تکفیر خطایہ" یعنی "گناہوں کا کفارہ ادا کرنے کے لئے پیش کی جانی والی قربانی۔"

۳- "ذبیحہ سلامتہ" یعنی "اپنی پرامن و فراغت، اور طویل زندگی کی نعمت کا شکر ادا کرنے اور اپنی آئندہ نسل کے ذبیحہ مواشی کو جلا کر صرف ان کی کھال وہ استعمال کے لئے رکھ لیا کرتے تھے اور گوشت جلا دیتے تھے اور وہ کھال بھی صرف ان کے "کاحن" یعنی نبوی اور جو تہی استعمال میں لاتے تھے۔ دوسری قسم کے ذبائح کا کچھ حصہ جلا دیتے اور بقیہ "کاحن" لوگ کھاتے تھے۔ اس میں بھی ان لوگوں کا اپنا کوئی حصہ نہ ہوتا تھا۔ البتہ تیسری قسم یعنی "صحت و سلامتی کے لئے قربانی" کئے ہوئے جانوروں کا گوشت ان پر حلال تھا۔ پھر حسب "دستور شریعت اسلامیہ بنی اسرائیل کے ہاں بھی قربانی کے لئے چند شرائط رکھے گئے

تھے جن میں سے ایک یہ بڑی شرط بھی تھی، کہ "معبود حق" کی بارگاہ میں پیش کردہ نذر اور صدقہ بے عیب و نقصان ہو۔ یعنی "لولا"، "لنگڑ"، "سکانا" اور "بیمار" نہ ہو، ایسے ہی وہ آدمی جو محض بہ قدر کفایت وسیلہ معاش بھی مشکل سے تلاش کر سکتا ہو اور اس پر احتیاج و تنگدستی غالب آرہی ہو اور وہ چار پایہ کا ذبیحہ قربان کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس سے صرف "پرندوں کا ذبیحہ" قبول کر لیا جاتا تھا۔

”چھٹی نظیر“ :

۱۷- ان معلومہ آثار تاریخیہ کے ضمن میں آنے والی اقوام اور طبقات کے علاوہ بھی کئی غیر متمدنہ اقوام اور قبائل ایسے گزرے ہیں جو ویسے تو ہر فتوہ "یعنی" نبوت سے فارغ اور خالی زمانہ "میں معبودان باطلہ نیز بتوں اور ستاروں کی پرستش میں مبتلا ہو گئے تھے۔ مثلاً زمانہ نوح علیہ السلام میں ان کی قوم کے کفار "بعد ازاں" زمانہ ابراہیم علیہ السلام تک پیدا ہونے والے اور ایک مدت مدیدہ تک ضلالت کی پیروی کرنے والے مختلف طبقات "بعد ازاں" کلدانی، "آشوری"، "فینیقی"، "ایران کے مبوس"، "عرب عراق کے ستارہ" پرست صلابتی، "نیز" یونان "اور مصر" کے قبطنی "توہمات پرست اور دیوتاؤں یعنی موبوم خدا کے فرضی اور من گھڑت نمائندہ اور بتوں کے پجاری" وغیرہ، یہ ایک مجمل بیان ہے جس سے ان ازمہ گذشتہ کی تاریخی کڑیاں برآمد کی جا سکتی ہیں۔ ان اقوام کی معاشرتی زندگی کا تفصیلی مطالعہ کرنے سے پتا چلتا ہے کہ باوجود ان کے مذہبی انحطاط اور اعتقادی زوال کے ان میں اپنے قدیم اکابر کی

تعلیمات کا جو مسخ شدہ حلیہ بھی ان کے عقائد میں جھلکتا تھا اس میں بھی ہمیں قربانی کا ایک واضح عقیدہ دکھائی دیتا ہے۔ چنانچہ ان کے ہاں یہ رسم تھی کہ جانوروں کے علاوہ بعض "نباتات" اور "سبزیاں" وہ بہ طور "نذر" اپنی مقصود بارگاہوں میں پیش کیا کرتے تھے اور اپنے "ھیکل" (عبادت گاہ) میں جا کر جلا یا کرتے تھے۔

"ساتویں مثال":

۱۸ - انہی گمراہ اقوام میں - "اعل یونان" ایک ایسا خاص طبقہ ہے جن میں ابتداءً منطق، فلسفہ کے عروج اور اب یورپ کی تعلیم و تہذیب اور مادی ترقی کے باوجود بھی "اوہام پرستی"، "دیوتاؤں کی عبادت" اور سراپا حماقت و جہالت "نظریہ بت پرستی" ایک مستقل "عقلی مذہب" کے طور پر کسی نہ کسی صورت میں اب تک موجود ہے تاہم نفس مذہب اور اس کی اتباع سے چونکہ دنیا کے کسی خطہ اور قریہ کی کوئی قوم اور امت کبھی بھی خالی نہیں رہی اور نہ خالی رہ سکتی ہے۔ اس لئے مذہب اور اس کے نظریہ عمل کا کسی نہ کسی صورت سے ان میں نشان موجود ہے۔! چنانچہ اسی ضمن میں قربانی کا وجود یونانیوں کے ہاں بھی ملتا ہے۔ ان کی یہ عادت تھی کہ اپنی قربانیوں اور ذبائح کو نمک لگا کر رکھ دیتے تھے۔ کیونکہ یہ چیز ان کے نزدیک "تعلق خاطر" اور "محبت و وابستگی" کی علامت سمجھی جاتی تھی ان ذبائح کو وہ "جو کے دانوں کے ہمراہ اپنی رسم قربانی کے مظاہرہ کے وقت باوجود "بت پرست" اور مشرک "مونے کے حاضرین مجلس" کے طور پر ایک ایک دھڑکے کے پیش کیا کرتے تھے۔

”اسٹھویں شہادت“:

۱۹- جابل وحشی اور غیر مستند اقوام کے مقابلہ میں جیسے

یونانی ”علم اور تہذیب و تمدن“ میں سربرآوردہ تھے ایسے ہی بلکہ ان سے بڑھ کر ”اہل روم“ اس سلسلہ میں اپنا ایک مستقل تاریخی مقام رکھتے ہیں قطع نظر اس سے کہ ان کے تہذیب و تمدن کسی واقعیت کے حامل تھے یا نہیں؟ مگر یہ حقیقت ہے کہ ان کے معاصر طبقات اور اقوام میں ان کی تہذیب، اور معاشرت ایک معیار کی حیثیت رکھتی ہے اور آج تک ان کے رسوم، عادات حتیٰ کہ سراسر وحشت و بربریت کے مرقع انکے شہوانی، جنگی اور غیر جنگی خوں ریز واقعات اور کارنامے خصوصاً یورپ کی ”قاتل دین و دنیا“ اور ”شرمناک“ تاریخ کا ایک اہم سرمایہ خیال کئے جاتے ہیں۔ ان میں بھی اپنے ”تبدیل اور مسخ شدہ“ دین عیسوی کی تعلیمات کے مطابق قربانی کی رسم بہ طور ایک مذہبی یادگار کے باقی تھی، ان کا طریق یہ تھا کہ قربانی کے جانور ذبح کر کے ”اپنے دیوتاؤں اور منسوبہ بتوں کے حضور“ میں پیش کرتے تھے، پھر ان کا گوشت مظاہرہ قربانی کی مجلس میں حاضر ہونے والے لوگوں میں ”بہ طور تبرک تقسیم کیا جاتا تھا، اور حصہ مقرر کر کے بڑے بڑے گلڑے اپنے اعزہ و اقرباء کے ہاں پہنچائے جاتے تھے، اس کے ساتھ ساتھ ایک اور رسم یہ بھی اداء کی جاتی تھی کہ ذبايح پیش کرتے وقت، ان کے پوپ، پادری اور ”کاحن“ پانی اور شہد ملا کر شرکاء مجلس پر چھڑکا کرتے تھے اور پھر اس رسم میں بڑھتے بڑھتے یہ تبدیلی آگئی کہ بعد میں مجالس و اجتماعات میں ”گلاب پاشی“ کی جاتی تھی حتیٰ کہ اب بھی ان کی ”مذہبی تہذیبات

اور ”قومی تنواروں کی مجالس“ میں اکثر یہ رسم دہرائی جاتی ہے۔

”نواں ثبوت“:

۲۰- ”انسانی اجتماعیت“ اور اس کا روحانی نظام جوں جوں ”ہدایت الہام“ سے محروم ہوتا چلا گیا ویسے ویسے اس میں ”غیر فطری“ اور ”غیر اسلامی“ رجحانات اور اثرات جو مختلف تہذیبات ہی سے پیدا ہوئے تھے پھیل کر انسانی زندگی کے ہر گوشہ میں داخل ہو گئے۔ چنانچہ یہی قربانی جیسا کہ ماقبل میں بیان کیا گیا ہے اپنی مختلف اشکال کے ساتھ ہر زمانہ میں پائی جاتی رہی۔ حتیٰ کہ ایک دور جاہلیت اس پر ایسا بھی آیا ہے اور جس کے آثار اب تک بھی بعض دور دراز ممالک میں موجود ہیں یہ رسم ”مواشی“، ”پرند“، ”نباتات“، اور اثمار“ وغیرہ کی نذر اور پیش کش کے دائرہ اور حد بندی سے نکل کر ”انسانی وجود کی قربانی“ کی صورت اختیار کر گئی، اقوام سابقہ میں ”فینیقی“، ”کنعانی“، ”صوری“، ”ایرانی“، ”رومی“ اور ”مصری“ عوام اس سراپا جہالت و ظلم فعل کا کثرت سے ارتکاب کرتے رہے ہیں۔ گویا دین کا عطاء کردہ وہ جذبہ جو اس نے محض ”اجتماعی تزکیہ“ اور قومی تطہیر“ کی غرض سے جانوروں کے ذبح کی صورت میں ”قربانی“ کے نام سے پیدا کیا تھا وہی جب ”خود ساختہ قومی نظریات“، سیاسی تصورات“ اور غیر مستند فرضی عقائد“ کی زو میں آگیا جن کی حقیقت تو ہم پرستی کے سوا اور کچھ نہیں تھی تو اس میں بہت سے ناگوار اور غیر فطری اور باطل افکار کی آمیزش سے بہت بڑا تغیر پیدا ہو گیا اور اس نے رفتہ رفتہ ”بتوں“ دیوتاؤں اور اکابر کی قبور پر ”نذر اور منت کے طور پر نامزد

چڑھاؤں "اور کھیں کھیں" انسانی زندگی کی ہیڈنٹ "کی صورت بھی اختیار کر لی، جس میں "تطہیر معاشرت" اور "قوی تزکیہ" کے مطلوب وصف کی جگہ اٹھا بہت سے مفاسد پیدا ہو گئے پھر جس طرح ابتداء کائنات کے وقت انسانوں کے لئے ان تمام امور میں وحی و نبوت کی رہنمائی سے "صحیح راستہ" اور "بہتری برحق" موقوف معین کرنے کی ضرورت پیش آئی تھی بعینہ اسی طرح "انسانیت عظمیٰ" کے "کامیاب" - "ارتقائی"، اور "کمال یافتہ دور" میں بھی اس "قانون ہدایت" کا استعمال کیا گیا اور اسی کامل و مکمل انداز سے جیسا کہ "فطرت کا منشاء" اور "مخلوق کی حالت کا تقاضا تھا، چنانچہ وہی منشور ہدایت "قرآن عزیز" اور "سنت نبویہ" کی صورت میں "مدینہ منورہ" - میں قائم ہونے والی بے مثال اور مثالی و معیاری حکومت الہیہ اور خلافت محمدیہ اسلامیہ "میں فکر و عمل نافذ کر کے ایک پاکیزہ سماج کی بنیاد رکھ دی گئی اور دنیا کی دیگر اقوام و ملل کو ازلی و ابدی خدائی دعوت کی طرف متوجہ کر کے تمام حجتہ کر دیا گیا۔ جو اپنے اصول و فروع میں ہر طرح سے کامل و مکمل ہے۔

۲۱- جب اس لائحہ عمل سے مخلوق نے بے رخی اور بے پروائی

برقی اور خواہشات نفس کو اپنا مقبوع و معبود بنالیا تو جیسے تصور وجود باری تعالیٰ اور اصول توحید و رسالت کے مضموم و مطلب میں تحریف و تغیر روار کھ دی گئی تھی ایسے ہی احکام و شعائر کے عملی مصداق کو بروئے کار لاتے وقت بھی "تبدیل و انقلاب کے خود ساختہ نظریات" کو اپنا پیشوا بنالیا گیا، نتیجہ یہ کہ "ہدایات کا حقیقی مضموم و مقصد" بھی او جھل ہو گیا اور "حقانہ و اعمال فاسدہ کی

اجتماعی تحریک" سے ایک نئے غیر الٰہی دین "کی بنیاد پڑ گئی۔ چنانچہ من جملہ دیگر امور کے عمل قربانی "بھی اسی "غلط فہمی" اور غلط روی "کا شکار ہوا اور "جانوروں کی قربانی" کی جگہ "انسانوں کی ہیڈنٹ" دی جانے لگی، بناء بریں جب قدیم ادوار میں یہ عادت قبیحہ ایک "مقدس مذہبی رسم" کے طور پر پھیل کر تمام یورپ پر مسلط ہوئی تو اس کے عالم گیر منفر اور قاتل انسانیت اثرات کی روک تھام کے لئے "روم کی "مجلس اعیان" - (HOUSE OF LORDS) نے ۱۷۹۰ء میں اپنی ایک تجویز کے ذریعہ بنی آدم کی اس توہین "کو قانوناً "منوع" قرار دے دیا۔ مگر "منح شدہ عیسوی مذہب" کے ہوتے ہوئے اس سے "متضاد سیاست" کی بالادستی کے لئے اٹھانے گئے اس سرکاری اقدام "کے بعد بھی "عیسائیت کے بے پناہ فروغ و عروج اور طویل و عریض اقتدار کی نحوست اور پشت پناہی کے بل بوتے پر اسلام کے مقابلہ میں "فرضی تہذیب و تمدن کے مدعی اور علم بردار خرنگی، کو اجتماعی ذلت و نامرادی کا سامنا کرنا پڑا اور "قدیم جرمنی ریاست" کے حدود میں اس فعل شنیع کا طویل عرصہ تک ارتکاب جاری رہا ہے۔ (حکمت التشریح "العبد العزیز جاویش مصری ج ۲ ص ۳۹۲)

"دسویں نظیر":

۲۲- انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات سے ناآشنائی کی وجہ سے جب

جاہلیت نے تمام دنیا میں ڈیرے جمائے تو دنیاوی لحاظ سے بڑی سے بڑی مہذب قوم بھی اس کے عالم گیر اثرات سے اپنی معاشرت و اخلاق کو محفوظ نہ رکھ سکی، خصوصاً غیر متہدن سامی اقوام "کا تو اس بارہ میں بہت ہی برا حال تھا،

چنانچہ قدیم تہذیب کے محافظ ملک "عرب" میں عراق کے صوبہ "حیرہ" کا بادشاہ "نعمان ابن منذر" اپنے زمانہ میں اپنے مفروضہ مَوْنَتِ مَعْبُود - "عُزْیٰ" دیوی کے حضور میں "انسانی وجود کا بدیہ قربانی" پیش کرتا تھا اور یہ رسم بد دراصل "ایرانی بت پرستوں" کے ذریعہ عرب میں پہنچی جو بہ غرض تجارت و سیاحت اور دوسرے کاموں کے لئے وہاں اکثر آتے جاتے تھے۔

"گیارہویں مثال":

۲۳۔ اہل مصر کا یہ طریقہ تھا کہ وہ خشک سالی اور "قحط" کے دنوں

میں خصوصاً اور بہ طور عبادت عموماً اپنی "دو شیرہ لڑکیوں" میں سے ایک نوخیز اور کنواری لڑکی کو منلاتے دھلاتے اور لباس و زیور سے سجاتے تھے اور پھر بجوم و جلوس کی شکل میں اسے پانی کے دیوتا کی خوشنودی اور اپنی خوشحالی و آسودگی کے لئے اپنے مروجہ قبطنی مہینوں میں سے ماہ "بونہ" کی گیارہ تاریخ کو دریائے "نیل" کی لہروں کے سپرد کر دیا کرتے تھے۔ کیونکہ ان کے نزدیک پانی کے دیوتا کا سب سے مؤثر مثالی وجود "نیل" تھا جس کی عبادت کے لئے یہ رسم برپا کی جاتی تھی۔ حتیٰ کہ اس "ظلم عظیم" کو جس کا نام انہوں نے قربانی رکھا ہوا تھا امام عدل و حریت خلیفہ راشد ثانی فاروق اعظم سیدنا "عمر ابن الخطاب" - رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں انہی کے حکم سے مصر کے بزرگ صحابی عامل (گورنر) سیدنا عمرو ابن العاص "رضی اللہ عنہ" نے قانوناً ختم کر دیا۔ اس اہم ترین مسئلہ میں اللہ تعالیٰ نے دو طریقے سے اسلام، صحابہ کرام، خصوصاً خلفاء رسول علیہم السلام کی ازلی وابدی سچائی اور ظاہری و باطنی عظمت و عزت افزائی کا سامان مہیا فرمایا۔ پہلا

طریقہ تو بالکل واضح ہے ظاہری طور پر نظام نبوت کے صحیح عکس یعنی "خلافت راشدہ فاروقیہ" کے بنیادی اصول و فرائض پر عمل درآمد کا مسئلہ تھا کہ ایک غیر انسانی اور غیر اسلامی فعل جو عرصہ دراز سے مختلف ممالک خصوصاً مصر کے عوامی عقیدہ اور معاشرتی فریضہ کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ جب مصر اور پھر پورے افریقہ پر جانشینانِ رسول، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دین حق کا نعرہ بلند کیا اور فتحِ مبین کا علم لہرا دیا تو پھر اس دھرتی پر جہاں کفر و شرک، فسق و فجور اور فطرت و شریعت کی ناپسندیدہ اور مردودہ رسوم و بدعات کے تمام مرکز مسمار کر دیئے اور ان کے تمام نقوش محو کر ڈالے تو اسی ضمن میں دنیا بھر کے تمام سچے ادیان کے نزدیک بے خدا تعلیم و تبلیغ سے جاری شدہ۔ انسانی وجود کو بلا جواز اور بالجبر پانی میں غرق کرنے کی متفقہ طور پر "قابل صد ہزار نفرت و لعنت شیطانی رسم" کا بھی قلع قمع کر دیا گیا اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ شیطان اور انسانوں میں اس کے پیغامبران کافرین و مشرکین اور خلفاء و فاسدین و فاسقین نے اہل مصر کو خصوصیت کے ساتھ یہ حقیقت باطلہ ذہن نشین اور ارواح و قلوب میں عملاً جاگزین کر رکھی تھی کہ "تم نے سچے خدا کے مقابلہ میں ہماری مطلوبہ اور مسئلہ سنت نیاز اور نذر کے طور پر ہر سال ایک بے گناہ دو شیرہ کو زبردستی رود نیل کے اندر غرق کرنے کی رسم پوری نہ کی تو یاد رکھنا کہ نیل کا پانی کم بلکہ خشک ہو جائے گا اور ہر نہر سوکھ جائے گی کھیتیاں، نہر اور ویران ہو جائیں گی۔ اور تم قحط اور فاقہ کشی کے عذاب میں مبتلا ہو کر ہلاک اور تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔ لہذا ہر قیمت پر اس عمل کو مسلسل جاری رکھنا تا کہ مذکورہ بالا وبال سے محفوظ رہ سکو" چنانچہ مصر کے فاتح صحابی گورنر کے حکم سے جب وہاں کے لوگوں نے یہ

رسم بند کی تو شیطانی مذہب کا اتنا فوری اور وقتی اثر تو ہوا کہ اس سال دریا کا پانی کا لہم ہو گیا تو اس کفر و شرک اور ابلیسی فلسفہ و عمل کی جڑیں کاٹنا اور فسق و ظلم کے اس قلعہ کو ڈھانا شریعت محمدیہ کا سب سے پہلا بنیادی قانون اور عملی منصوبہ تھا۔ اور ہے۔ چنانچہ فاتح مصر اور افریقہ حضرت عمر و ابن عاص رضی اللہ عنہ نے اہل مصر کے ساتھ رابطہ ہوتے ہی ان کے اس عقیدہ و عمل اور اس کی مخالفت کے ایمان آزمائش عمل سے مستحیر اور پریشان ہو کر از خود فوراً کوئی اقدام نہیں کیا بلکہ اصول شریعت اور حقوق عاملیت (گورنری) کے عین مطابق جانشین نبی، حاکم و خلیفہ ثانی و برحق سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں وہاں کی مفصل روداد لکھ کر بھجوا دی اور دربار خلافت سے جو حکم اور ہدایات بھیجے گئے ان پر بلا تاخیر۔ بلا تذبذب اور بلا رعایت فوری عمل کر کے مخلوق کو شیطانی جال سے رہائی دلا کر خدائی نظام کے پر امن و عافیت اور سراپا رحمت و برکت دائرہ میں پہنچا دے دی لیکن اس ضمن میں روحانی اور باطنی نقطہ نظر سے مخلوق کی فطری طلب کی تعمیل اور عملی تشنگی کی تسکین کا سامان یوں ہوا کہ نبوت و صدیقیت کے بعد کائنات میں روحانیت و ولایت کے سب سے اونچے مقام و منصب "محدث" (وحی کے علاوہ، اور عام الہامات سے بلند خاص القاء ربانی کے مستحق و مصداق) کے تحت جانشین سیدنا فاروق اعظم سلام اللہ و رضوانہ علیہ نے اپنی ملکوتی فطرت و طبیعت اور اہتمام نبوت سے مستفیض و منور سیرۃ و کردار کا فوری مظاہرہ کر کے اسلام کی حقانیت، ختم نبوت کی تصدیق اور امت کی دیانت کا ثبوت بہم پہنچا دیا۔ آپ نے سراپا ایمان و یقین عزم کے ساتھ ایک تو اس شیطانی رسم کی فوری بندش کا شرعی حکم نافذ فرمایا اور دوسرے دریائے نیل

کے نام بالکل پیغمبرانہ انداز کے ساتھ ایک رقعہ لکھ کر عامل مصر حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس بھجوا دیا کہ کاغذ کا یہ پرزہ سب کے سامنے دریا میں پھینک دو انشاء اللہ تعالیٰ شیطان کی ظاہری شکست کے ساتھ ساتھ اس کے جادوئی روحانی تسلط کا بھی تختہ الٹ جائے گا۔ چنانچہ تمام لوگوں کے سامنے جب آپ کا وہ الہامی رقعہ دریا میں ڈالا گیا تو بلا تاخیر نیل کا پانی نہ صرف دوبارہ جاری ہوا بلکہ پہلے سے بڑھ کر ابلتا اور موج مارتا ہوا پورے مصر کو پہلے سے زیادہ سیراب و شاداب بنا گیا۔ اور یوں کفر و شرک کا شیطانی بیرباد یکھتی آنکھوں بحر توحید میں غرق ہو گیا۔ جس سے اہل مصر حیران و ششدر رہ گئے اور انجام کار دین حق، رسول برحق، خلفاء حق کے صدق و حقانیت کا معجزہ نما مشاہدہ کر کے ہزار ہا کی تعداد میں دولت اسلام و ایمان اور سعادت نجات و مغفرت سے مشرف و سرفراز ہو گئے کیونکہ رسول صادق و مصدوق علیہ السلام کا برحق ارشاد ہے کہ "الحق یعلو ولا یعلیٰ" (حق تو ہر حال میں غالب ہو کر رہتا ہے اور مغلوب ہو کر نہیں رہتا۔) اس سلسلہ میں زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں اس لئے واقعہ کی تاریخی تائید و تصدیق کے لئے سردست صرف ایک ہی حوالہ پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ مجدد رحمانی، ترجمان حق، امام ابن "تیمیہ" حُرّانی رحمۃ اللہ علیہ کے قابل ہزار قمر و رشک تلمیذ رشید، عالم اسلام میں سیرت و تاریخ کے سب سے بڑے عالم و امام مفسر و محدث عظیم، حضرت علامہ حافظ "ابوالفداء ابن کثیر" دمشقی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۷۷۴ھ ۱۳۷۲ء عہد آدم علیہ السلام سے اپنے زمانہ تک معلومہ تاریخ انسانی کے حقائق و واقعات پر مشتمل اپنی عظیم و مستند و مفصل مبسوط تاریخی کتاب "الہدایہ والنہایہ" کی ساتویں جلد میں دور فاروقی کے اس محیر

القول، معجزہ نما سراپا کرامت واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قصہ نیل مصر"

رَوَيْنَا مِنْ طَرِيقِ ابْنِ لَهْيَعَةَ عَنْ قَيْسِ بْنِ الْحَجَّاجِ عَنْ حَدَّثِهِ قَالَ: لَمَّا أُفْتُحَتْ مِصْرُ أَتَى أَهْلَهَا عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ حِينَ دَخَلَ "بُؤْنَةَ" مِنْ أَشْهُرِ الْعَجَمِ فَقَالُوا: "إِنَّهَا الْأَمِيرُ "لِنَيْلِنَا" هَذَا سُنَّةٌ لَا يَجْرِي إِلَّا بِهَا" قَالَ: "وَمَا ذَاكَ؟"

قَالُوا: "إِذَا كَانَتْ إِثْنَتَى عَشْرَةَ لَيْلَةً خَلَتْ مِنْ هَذَا الشَّهْرِ عَمِدُنَا إِلَى "جَارِيَةِ بَكْرٍ- مِنْ أَبَوَيْهَا. فَأَرْضَيْنَا أَبَوَيْهَا وَجَعَلْنَا عَلَيْهَا مِنَ الْحِلْيَةِ وَالثِّيَابِ أَفْضَلَ مَا يَكُونُ، ثُمَّ أَلْقَيْنَا هَا فِي هَذَا النَّيْلِ" فَقَالَ لَهُمْ عَمْرُو: "إِنَّ هَذَا مِمَّا لَا يَكُونُ فِي الْإِسْلَامِ، إِنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا قَبْلَهُ قَالَ: "فَأَقَامُوا "بُؤْنَةَ وَأَبْيَبَ" وَمَسِيرِي" وَالنَّيْلُ لَا يَجْرِي قَلِيلًا وَلَا كَثِيرًا، حَتَّى هَمُّوا بِالْجَلَاءِ فَكَتَبَ عَمْرُو إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ بِذَلِكَ، فَكَتَبَ إِلَيْهِ: إِنَّكَ قَدْ أَصَبْتَ بِالَّذِي فَعَلْتَ، وَإِنِّي قَدْ بَعَثْتُ إِلَيْكَ "بِطَاقَةً".

دَاخِلَ كِتَابِي فَأَلْقَاهَا فِي النَّيْلِ". فَلَمَّا قَدِمَ كِتَابُهُ أَخَذَ عَمْرُو "الْبِطَاقَةَ" فَا ذَا فِيهَا "مِنْ عَبْدِ اللَّهِ، "عَمْرُ" أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِلَى "نَيْلٍ" أَهْلِ مِصْرَ، أَمَّا بَعْدُ! فَإِنْ كُنْتُ إِنَّمَا تَجْرِي مِنْ قَبْلِكَ وَمِنْ أَمْرِكَ؟ فَلَا تَجْرِي! فَلَا حَاجَةَ لِنَا فِيكَ، وَإِنْ كُنْتُ إِنَّمَا تَجْرِي بِأَمْرِ اللَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ، وَهُوَ الَّذِي يُجْرِيكَ؟ فَسَأَلَ اللَّهُ. أَنْ يُجْرِيكَ" قَالَ: "فَأَلْقَى الْبِطَاقَةَ فِي النَّيْلِ فَأَصْبَحُوا يَوْمَ السَّبْتِ وَقَدْ أَجْرَى اللَّهُ النَّيْلَ سِتَّةَ عَشَرَ ذِرَاعًا فِي لَيْلَةٍ وَاحِدَةٍ وَقَطَعَ اللَّهُ تِلْكَ السَّنَةَ عَنْ أَهْلِ مِصْرَ. إِلَى الْيَوْمِ. (البداية-

پہ والنہایہ" ذکر عہد خلافت عمر رضی اللہ عنہ. "وقصۃ نیل مصر" ج نمبر ۴، ص ۱۰۰، طبع اول، از مکتبۃ المعارف بیروت" مکتبۃ النصر" ریاض، سعودی عرب، لبنان ۱۳۸۶ھ. ۱۹۶۶ء)

"مصر کے دریائے نیل کا خاص واقعہ"

قیس ابن حجاج نے اپنے جس استاد سے بیان کیا ہے وہ ابن لہیعہ کے طریق سے ہم تک روایت کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ: "جب (صحابہ کے ہاتھوں مصر فتح ہو گیا تو وہاں کے لوگ اپنے ہاں مروج قبیلہ مہینہ "بؤنہ" شروع ہونے پر فرار و عامل مصر، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اپنی ایک

درخواست لے کر حاضر ہوئے اور اس میں عرض کیا کہ: "اے سردار! ہمارے اس دریائے "نیل" کے لئے ایک خاص طریقہ بنا ہوا ہے۔ بغیر اس کی تکمیل کے اس کا پانی جاری نہیں رہتا۔ بلکہ سوکھ جاتا ہے۔ حضرت عمرو نے فرمایا: "وہ کیا عادت اور طریقہ ہے؟" انہوں نے کہا کہ "جب ہمارے اس قبیلے میں بونہ کی بارہ راتیں گزر جاتی ہیں تو ہم کسی "ایک نوحیز کنواری لڑکی" حاصل کرنے کے لئے اس کے ماں باپ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور ان کو راضی کر کے ان کی کنواری نوجوان لڑکی لے آتے ہیں۔ اور اس کو بہترین زیور کپڑے پہناتے ہیں اور پھر اسے اس دریائے نیل میں پھینک دیتے ہیں" اس پر حضرت عمرو نے فرمایا کہ: "بچی بات سن لو کہ ایسا کفر و شرک اور ظلم کا کام اسلام (جیسے سچے دین) میں آئندہ ہرگز نہیں ہو سکے گا (اور جو کچھ پہلے ہو چکا؟ اس کے متعلق ہمارے رسول علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ) "یقیناً اسلام اپنے آنے پر پہلے کے تمام عقائد اور اعمال فاسدہ کی عمارت ڈھا دیتا ہے۔" (اور اسلام قبول کرنے کے بعد ان پر کوئی مواخذہ نہیں ہوتا۔! راوی کہتے ہیں کہ:

حضرت عمرو کا یہ حکم اور فرمان سن کر مصری لوگ بونہ کے ساتھ اُسیب اور "مصری" کے مزید دو مہینے بھی اس عمل سے رکے رہے اور نیل کا یہ حال تھا کہ وہ نہ تھوڑا نہ بہت کچھ بھی نہیں بہا (بلکہ خشک ہو گیا) یہاں تک کہ خشک سالی اور قحط کے ڈر سے وہ لوگ وطن چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلے جانے کا ارادہ کر بیٹھے سو یہ کیفیت دیکھ کر حضرت عمرو ابن العاص نے سیدنا عمر کی طرف ان تمام حالات پر مشتمل عریضہ لکھ بھیجا۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو جواب میں لکھا کہ: "بلا شک (نوجوان کنواری لڑکی کو دریا میں ڈبوئے کی رسم

بند کرنے کے لئے) تم نے جو کچھ بھی کیا بالکل درست کیا" اور (دریا کے پانی کا مسئلہ حل کرنے کے لئے) میں نے اپنے خط کے اندر ایک "رقعہ" تمہاری طرف بھیجا ہے۔ رقعہ ملتے ہی اسے دریائے نیل میں ڈال دو "سو جب حضرت کا حکم نامہ مصر پہنچا تو حضرت عمرو نے وہ رقعہ لے کر دیکھا تو اس میں یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔ "یہ رقعہ بندہ خدا عمر امیر المؤمنین کی طرف سے احل مصر کے دریا۔ نیل کے نام ہے، حمد و ثنا کے بعد "اے نیل! اگر تو اپنی طرف سے اور حکم سے چلتا ہے؟ تو پھر واضح ہو کہ ہمیں تمہاری اور تمہارے پانی کی کوئی ضرورت نہیں! اور اگر تو کائنات کو مسخر کئے ہوئے خدا کے یکتا کے حکم سے چلتا ہے؟ جب کہ حقیقتہً اسی نے تجھے چلا رکھا ہے تو پھر ہم اللہ تعالیٰ سے التجاء کریں گے کہ وہ تجھے جاری رکھیں" راوی کہتے ہیں کہ: "حضرت عمرو نے پڑھ کر یہ رقعہ دریائے نیل میں ڈال دیا، جمعہ کا دن گزار کر ہفتہ کے روز مصریوں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے نیل کو جاری کر دیا تھا اور اس کا پانی ایک ہی رات میں سولہ ہاتھ آٹھ گز چڑھ آیا اور نتیجتاً نیل اور مصریوں کے غلط عقیدہ و عمل میں شیطان کا جادو ٹوٹا اور اس کا دخل ختم ہو گیا) اور اللہ تعالیٰ نے حضرت فاروق اعظم کے الہامی اور کراماتی رقعہ کی برکت سے دریائے نیل میں بے گناہ اور مظلوم کنواری لڑکی، ڈبوئے کی اس سراپا شرک و ظلم و رسم کی اس دن سے لے کر آج (روایت کے دن) تک کے لئے مصریوں کے معاشرہ سے جڑ کاٹ کر رکھ دی۔"

بعض مؤرخین کے نزدیک اس رسم کا وجود مصر میں نہیں پایا جاتا تھا، چنانچہ اس کے لئے وہ کچھ کمزور قسم کے تاریخی دلائل بھی پیش کرتے ہیں۔ مگر اس بحث سے قطع نظر کر کے بھی یہ رسم جہاں کہیں بھی موجود تھی؟ یا اب موجود

ہو؟ بہر حال ایک سر اسر غیر اخلاقی، سراپا وحشت و بربریت، غیر انسانی، غیر فطری اور اصولاً و حقیقتاً قطعاً غیر اسلامی یہ شیطانی رسم "خلافت فاروقیہ" میں بھی قانوناً اور حکماً رکوائی گئی اور اس کی جگہ "قربانی کے اسلامی منہج و طریقہ" کو "دعوت دین" کی "عام تبلیغ و اشاعت" کے ذریعہ اقطار عالم میں پھیلا دیا گیا!

"مقصد"

۲۴- بہر کیف ان تمام تاریخی حوالہ جات سے یہ بات ثابت ہو

گئی کہ نفس قربانی کا عمل "دین فطرہ" کی مختلف اشکال میں اور "غیر الٰہی ادیان و مذاہب" کی متفرق صورت کے ساتھ ہر زمانہ، ہر قوم، اور ہر ملک میں بلا تخصیص ایک "دینی شعار" اور "مذہبی رسم" کے طور پر پایا جاتا رہا ہے اور اسلام کا کوئی کھلا جاہل مخالف "یا نقاب پوش عیار اور کار منکر حدیث اور حقیقت منکر خدا و رسول پر وزی اور دھریہ دشمن"۔ اس سے انکار یا اس کی تردید کی قیامت تک جرات نہیں کر سکتا۔

"قربانی شرعی نقطہ نظر سے"

۲۵- ابتداء کلام میں بتایا گیا تھا کہ قربانی کو اگرچہ عام استدلال

میں شرعی مسئلہ سمجھا جاتا ہے؟ تاہم یہ دین کے اہم مسائل اور واجب العمل احکام میں سے ہے۔ لیکن جن امور کو شارع علیہ السلام نے خاص طور پر معمول بنایا، بہ تاکید ان کی ترغیب دی، ان کے حامل کو "بشاۃ اجر" اور تارک کو "وعید عذاب"

سنائی ہو وہ فروغ ہونے ہوئے بھی شریعت میں سنتہ مؤکدہ کھلاتے ہیں۔ اور فرض کے قریب قریب "واجب" قرار پاتے ہیں اور بالکل یہی حیثیت قربانی کی ہے، اس وقت تفصیلی استدلال کی گنجائش نہیں۔ لہذا چند ضروری باتیں بیان کر کے مسئلہ کا اصل رخ متعین کر دیا جائے گا۔ اب بالترتیب "کتاب" و "سنت" آثار و اجماع صحابہ "رضی اللہ عنہم جیسے اصل اور بنیادی دلائل کے ذریعہ دلائل اور تاریخ کے بعد "وحی و الہام" سے ہر قوم کی طرح "امت مسلمہ" کے لئے بھی قربانی کے وجوب کا قطعی ثبوت ملاحظہ کریں۔

کتاب اللہ جل جلالہ

"ہر امت پر قربانی واجب تھی"

۲۶. وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۚ فَإِلَهُكُمْ إِلَهُ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا۔ (پ نمبر ۱۴، ع ۱۲، س الحج، ع ۵)

اور ہر گروہ کے لئے ٹھہرا دی ہم نے قربانی تاکہ وہ یاد کریں اللہ کا نام ان چوپایوں کے ذبح پر جو اللہ نے دیئے ان کو تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے۔ بس اسی کے حکم میں رہو۔

اس آیت میں امت کے لفظ سے ہر دور کے مؤمنین مراد ہیں اور منک کا معنی قربانی ہے! "امام قرطبی" رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور عالم مستند

تفسیر میں فرماتے ہیں:

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ مَّوْمِنَةٍ جَعَلْنَا مَنَسَكًا وَالْمَنَسَكُ الذَّبْحُ وَارَاقَةُ الدِّمِّ، قَالَ: "مُجَاهِدٌ" يُقَالُ نَسَكَ إِذَا ذَبَحَ وَالذَّبِيحَةُ نَسِيكَةٌ (تفسیر "قرطبی" ج ۱۲، ص ۱۵۸)

اور ہم نے ہر مومن گروہ کے لئے "منک" (قربانی کا عمل) مقرر کیا ہے اور منک کا معنی حلال جانور ذبح کرنا اور خون بہانا ہے۔ حضرت "مجاہد" تابعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ "عرب میں لغوی محاورہ کے طور پر "نک" اس وقت کہا جاتا ہے جب کسی نے جانور ذبح کیا ہو اور ذبیحہ جانور کو نیکہ کہتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی شرائع میں ہر مومن پر قربانی مقرر اور واجب کی گئی تھی اور اب اسی خدائی دستور کے مطابق امت محمدیہ علی صاحبہا السلام پر بھی واجب کی گئی ہے۔

"نبی علیہ السلام کے لئے قربانی کا حکم اور اعلان:"

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور آپ کے ہم مسلک حضرات فقہاء نے قربانی واجب ہونے کا استدلال حسب ذیل آیات سے کیا ہے۔

۲۷. قُلْ إِنِّي هَدَانِي رَبِّي إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ. دِينًا قِيمًا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ. (س الانعام، ع ۷، پ ۸)

آپ فرمادیجئے یہ سچی بات ہے کہ میرے پالناہار نے مجھے چلایا ہے سیدھی راہ کی طرف، جو "مضبوط دین اور شریعت" ہے خدا کے لئے سب سے الگ ہو جانے

والے "ابراہیم" کی اور وہ ابراہیم نہیں تھے کسی کو خدا کا سانجھی بنانے والوں میں سے۔

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ. لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ. (س الانعام، ع ۷، پ ۸)

آپ فرمادیجئے یہ سچی بات ہے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لئے ہے جو پالناہار ہے سب جہانوں کا اس کا کوئی سانجھی نہیں اسی کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا حکم ماننے والا ہوں۔

اقوام عالم کی مصدقہ تاریخ اور پھر قرآن کریم کی ماقبل میں مذکورہ آیات سے یہ پہلے نبوی اور مفصل طور سے معلوم ہو چکا ہے کہ ہر امت پر قربانی واجب تھی اور ان اقوام میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم بھی تھی اور چودہ سو برس سے یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم میں ملت ابراہیمیہ کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ ارشاد باری ہے:

ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنْ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا.

(س النحل نمبر ۲۱، پ ۱۲، ع ۲۱)

پھر ہم نے حکم بھیجا آپ کی طرف کہ چلئے ابراہیم کے دین پر جو خدا کے لئے دنیا سے یک طرف تھے۔

جس سے قربانی سمیت اس ملت کے تمام احکام کی پیروی لازم ہو گئی۔ چنانچہ مذکورہ آیت میں اسی مضمون کو نبی علیہ السلام کی زبان مبارک سے

اللہ علیہ سورۃ "الکوثر" میں وارد شدہ دو خاص الفاظ "فصل" اور "وانحر" کے حقیقی معنی اور ان کی اصل منقول اجماعی تعبیر و تشریح کے ضمن میں "قربانی" کے ثبوت اور اس کے واجب ہونے کی دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ" قَدَرُوْیْ اَنَّهُ اَرَادَ "صَلُوۃَ الْعِیْدِ" وَ بِالنَّحْرِ. "الْاُضْحِیَّةَ" وَالْاَمْرُ یَقْتَضِی الْاِیْجَابَ" وَاِذَا وَجَبَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ؟ فَهُوَ وَاجِبٌ عَلَیْنَا بِقَوْلِهِ تَعَالٰی (فَاتَّبِعُوْهُ) وَقَوْلِهِ تَعَالٰی (لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسُوۃٌ حَسَنَةٌ) (احکام القرآن للامام ابی بکر الجصاص الحنفی رحمۃ اللہ علیہ ج ۳، ص ۳۰۶)

فصل لربک وانحر (اور نماز پڑھیے اور اپنے پالہنہار کے لئے اور حلال جانور ذبح کیجئے) پختہ روایت کے ساتھ منقول ہے کہ اس آیت میں نماز سے مراد "نماز عید الاضحیٰ" ہے اور نحر سے مراد قربانی کرنا ہے اور (شرعی قانون یہ ہے کہ) جس کام کے لئے امر (حکم) کا لفظ اور صیغہ آجائے وہ اس کے واجب اور فرض ہونے کا تقاضی کرتا ہے اور جب نماز عید الاضحیٰ اور قربانی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب ہو گئی تو ہم امت والوں پر لازماً اور ہر درجہ اولیٰ واجب ہو گئی اور قربانی کا یہ وجوب اللہ تعالیٰ کے اس قول سے کہ "نبی اور رسول کی پوری پیروی کرو" اور ایسے ہی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے کہ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قول و عمل میں بہترین نمونہ موجود ہے۔ ثابت ہے۔!

۳۱۔ واضح رہے کہ پوری دنیا میں امت محمدیہ کی قطعی واحد

نمائندہ قائم برحق اور انشاء اللہ تعالیٰ مکمل نجات یافتہ اکثریت

أهل السنة والجماعة" ہیں اور برصغیر ہند و پاکستان میں بسنے والے قریباً چالیس کروڑ فرزندان اسلام کے آزمودہ و مصدقہ خالص اسلامی مسک اور فقہ و قانون حنفی اسلامی کے پیروکار ہیں جو نصوص شرعیہ اور اجماع امت کے مطابق قربانی کو اسلام کا ایک ازلی وابدی امتیازی عباداتی قانون اور عظیم ترین شعار و نشان سمجھتے ہیں اور اس کو شدت حکم و تاکید نبوی کے تحت فرض کی حیثیت کے قریب پہنچا ہوا۔ دائمی واجب عمل مانتے ہیں۔ البتہ اس برصغیر میں صرف اپنے جداگانہ نظریات و استدلال کے باعث امت کی اکثریت کے مقابلہ میں ایک مستقل فرقہ بنے ہوئے "غیر مقلدین" کا گروہ اس کو "محض سنت" قرار دیتا ہے اور انتہائی حیرت انگیز بلکہ پریشان کن اور فتنہ خیز انداز میں قربانی کو واجب سے کم درجہ اور کم ضروری عمل بھی شمار کرتا ہے؟ اور پوری امت کے فکر و عمل کی طے شدہ بنیاد نصوص حدیث و اجماع امت کے خلاف پوری شہود بلکہ ضد و تعصب اور نفرت و عناد کے ساتھ۔ اس کو ذوالحجہ کی دسویں، گیارہویں، بارہویں تاریخ سے ایک دن بڑھا کر پورے چار دن تک اداء کرنا بھی "ضروری" گردانتا ہے۔؟ حال آنکہ "اجتہاد" کے نام پر یہ سراسر غیر معتبر اور ناقابل قبول منفرد اور جدت پسندانہ فکر و عمل اصول و فروع شریعت سے بالکل متضاد ہے کیوں کہ ایک نادان بچہ بھی اس بے بنیاد منطق کے تضاد کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ کہ "جب قربانی کی عبادت سرے سے واجب ہی نہیں؟"

بلکہ صرف ایک سنت کے نام پر اختیاری اور مباح عمل کی حیثیت رکھتی ہے۔ ۹۔ تو پھر وہ مقررہ تین دنوں میں بھی لازماً غیر ضروری ہونی چاہیے؟ چہ جائیکہ صرف امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقبول و محبوب الہامی مسلک کے خلاف نفسانی بغض و حسد کا بخار نکالنے اور بے قصور حنفیوں سنیوں کو چڑا کر اور مسلسل طعن و تشنیع کا نشانہ بنا کر امت میں فی سبیل الشیطن فتنہ و فساد پیدا کرنے کے لئے اس کو اصولاً غیر واجب قرار دے دیا جائے۔؟ اور اس دور جدت آخری نبی و بدعت پسندی میں بھی خوف خدا سے عاری ہو کر پوری امت کے متوازی بے دلیل مسلک کی چہل پہل قائم رکھنے اور غریب بے علم اور کم علم عوام کو دانستہ اعتقادی و عملی ابتلاء و مصیبت میں ڈالنے کے لئے اسے پھر تین دن سے بڑھا کر مسلسل چار روز تک جاری رکھنے کا حکم "شریعت" بھی بتایا جائے، اور زبان درازی، کٹ جھٹی اور ڈنڈے بازی کر کے اس کو منوانے کی سراسر ناجائز کوشش بھی جاری رکھی جائے، جب کہ ایک طرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک امت کی قطعی اکثریت کے مصدقہ مسلک حق پر اعتقاد و عمل کو معاذ اللہ "جہالت" "اندھی تقلید" اور "طریق مشرکین و اہل جہنم" جیسے خبیث و ناپاک شیطانی الفاظ و القاب کے ساتھ ذکر کرنا وظیفہ حیات بنایا جا چکا ہے۔؟ تو پھر کس شریف فطرت اور انسانی طرز عمل کے بل بوتے پر امت کی اکثریت سے۔ اپنے سراسر انفرادی اور مسترد شدہ فقہی مسلک اور "سراسر بدعت آمیز طرز عمل" کو اصل شریعت کہہ کر تسلیم کرانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جا رہا ہے؟ اور اس کو حلال و حرام بلکہ "کفر و اسلام" کا قابل جنگ و جدال مسئلہ بنا کر کس دین اسلام کی کون سی خدمت انجام دی جا رہی

ہے؟ انشاء اللہ تعالیٰ پوری امت رسول علیہ السلام کی برحق و نجات یافتہ عوام اکثریت والے مخلص مسلمان۔ "اہل السنۃ والجماعت" حسن خاتمہ اور شفاعت کبریٰ کی سعادت سے "مشرف ہو کر لازماً جنت میں جائیں گے۔ لہذا پوری امت کو کچھ نہ سمجھ کر اور کچھ نہ مان کر "دین کی فرضی ٹھیکیداری کے مدعی"۔ اصول شریعت کی روشنی میں پہلے اپنا انجام سوچ لیں۔ کیوں کہ زمین و آسمان سے زیادہ وسیع و عریض جنت کو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے لے کر سید اولاد آدم، نبی و رسول خاتم صلی اللہ علیہ وسلم تک ان لاکھوں اور ہزار ہا برسوں میں کسی شریعت میں کسی نبی و رسول کے ذریعہ "معاذ اللہ" محض ان کے نام الاٹ کر دینے اور ان کے کبڈی کھیلنے کے لئے وقف ہونے کا کبھی کوئی اعلان نہیں فرمایا۔؟ لہذا

"ایاز قدر خود بشناس!"

وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ۔

انتہائی قلت وقت اور کتاب کی موجودہ ضخامت میں مزید گنجائش نہ ہونے کی وجہ سے اس موضوع پر مستقل اصولی بحث کو سر دست ملتوی کیا جاتا ہے، یہ شرط زندگی و صحت و فرصت انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ اشاعت میں اس کے مالہ و ما علیہ پر امکانی طور پر دلائل کی روشنی ڈالی جائے گی۔ قارئین مطمئن رہیں اور فی الحال صرف اوپر مذکور حدیث کے ظاہر و باطن پر اعتقاد و یقین کر کے پوری امت کے چودہ سو سالہ موروثی، متفقہ اور اجماعی عقیدہ و عمل کے ساتھ وابستہ رہیں اور کسی بھی طالع آزمائشی بہر و پیا لیدر اور امت کی برحق اور قطعی نمائندہ اکثریت اہل السنۃ والجماعت کے عالم گیر مسلک حق اور زیرِ عمل اسلامی حنفی فقہ و قانون

کے خلاف اڈا لگانے اور مورچہ بندی کرنے والے "مفتن و مفند گروہ" کے حمد و بغض آمیز پروپیگنڈے سے ہرگز متاثر نہ ہوں۔

وَاللّٰهُ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ !

سُنَّةُ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

"ہر سال تمام مسلم گھرانوں پر قربانی واجب ہونے کا عام حکم اور اعلان"

۳۲۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عَنْ مِخْنَفِ بْنِ سُلَيْمٍ قَالَ: "وَنَحْنُ وَقُوفٌ مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَاتٍ قَالَ: قَالَ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ عَلَى أَهْلِ كُلِّ بَيْتٍ فِي كُلِّ عَامٍ أَضْحِيَّةً ۝ (ابوداؤد ج. ۲، ص. ۳۸۵)

اے لوگو! ہر گھر والے ہر سال میں ایک بار قربانی واجب ہے۔!

يَا أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ عَلَى كُلِّ أَهْلِ بَيْتٍ فِي كُلِّ عَامٍ أَضْحِيَّةً (ابن ماجہ ص. ۲۳۳)

اے لوگو! ہر گھر والے ہر سال میں ایک بار قربانی واجب ہے۔

اس حدیث مبارک کے ذریعہ صاف تاکید دی اور قانونی الفاظ میں ساری اُمت کے عوام پر قیامت تک کے لئے قربانی واجب قرار دی گئی ہے۔ خصوصاً حرف "علی" کا استعمال مضبوط معنوی دلیل ہے کیونکہ لغت عرب میں یہ لفظ کسی چیز کے لازم اور واجب ہونے کا معنی دیتا ہے، اب اس حکم کے مطابق اس کی تائید میں نبی علیہ السلام کے اپنے عمل مبارک کی سند دیکھئے۔!

"مدینہ منورہ میں ہمیشہ قربانی ہوتی رہی":

۳۳. عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: "أَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ عَشَرَ سِنِينَ يُضَحِّي" (مسند احمد ج ۴ ص ۵۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں دس سال مقیم رہ کر ہمیشہ قربانی ذبح فرماتے رہے"

اس حدیث مبارک نے منکرین حدیث کی کمر توڑ دی اور ان کا یہ پردہ فریب چاک کر دیا کہ "قربانی صرف مکہ معظمہ میں ہوتی ہے اور صرف حجاج پر میدان منیٰ میں واجب ہے اس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ مکہ میں منیٰ کی قربانی جو حجاج حج کے بعض احکام کی وجہ سے دیتے ہیں۔ وہ اور ہے اور عام مسلمان ذوالحجہ کی دسویں کو دنیا کے کونے کونے اور زمین کے چبے چبے پر خدا و رسول کا حکم، شریعت کا جزء اور مستقل عبادت سمجھ کر جو قربانی دیتے ہیں وہ چیزے دیگر ہے اور حضور علیہ السلام نے اپنی حیات طیبہ کے آخری دس سال مدینہ منورہ میں یہی قربانی اداء فرمائی ہے تاکہ حج کے مخصوص جانوروں کا ذبح اور

دوسری تاریخ کی عام قربانی دونوں میں فرق ہو جائے اور امت کے لئے آپ کا عمل نکھر کر ہمیشہ کے لئے مسدود کو واضح اور معین بھی کر دے۔

علامہ "سید آکوسی" بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی جلیل القدر تفسیر میں لکھتے ہیں:-

وَذَكَرَ الْخَفَاجِيُّ لِبَعْضِهِمْ تَأْلِيْفًا صَحَّحَ فِيْهِ اَنَّهَا
نَزَلَتْ مَرَّتَيْنِ وَحِينَئِذٍ فَلَا اِشْكَالَ

(روح المعانی ج نمبر ۳۰ ص ۲۴۲)

علامہ خفاجی نے بعض علماء کی ایک کتاب کا ذکر کیا ہے جس میں صاحب کتاب نے اس بات کو صحیح ثابت کیا ہے کہ "یہ سورۃ کوثر دو بار نازل ہوئی تھی اور ایسی صورت میں کوئی الجھن اور مشکل باقی نہیں رہتی۔

"اجماع صحابہ" رضی اللہ عنہم

"قربانی" رسول و صحابہ اور پوری امت کا عمل ہے:-

۳۳- عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِيرِينَ رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ
قَالَ: "سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ (رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا) عَنِ
الصَّحَابِ أَهَى وَاجِبَةٌ؟ قَالَ: "صَحَّتْ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَالْمُسْلِمُونَ مِنْ بَعْدِهِ
وَجَرَتْ بِهِ السُّنَّةُ" (ابن ماجہ، ص ۲۳۲)

علم تعبیر خواب کے امام حضرت محمد ابن سیرین (تابعی رحمۃ اللہ علیہ) سے

روایت ہے کہ میں نے حضرت ابن عمر (رضی اللہ عنہ) سے قربانیوں کے متعلق پوچھا کہ "آیا یہ واجب ہیں؟" تو ابن عمر نے فرمایا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی، اور آپ کے بعد اہل اسلام (صحابہ) نے قربانی کی اور اس قربانی کا عمل سنت کے طور پر ہمیشہ کے لئے جاری ہے۔"

یہ حدیث قربانی کے دائمی سنت رسول، سنت صحابہ اور شعار امت ہونے پر واضح اور قطع دلیل ہے۔

"خلاصہ بحث"

۳۵- گزشتہ تمام نظائر تاریخیہ اور دلائل شرعیہ کی روشنی میں اب تمام مسلمانوں کو خود بہ نظر غور دیکھ لینا چاہیے کہ ابتداء اسلام سے آج تک ملت ابراہیمیہ اور امت مسلمہ کا مستند اجماعی، مضبوط اور متواتر و مسلسل عمل کیا رہا ہے؟ خلاصہ ملاحظہ کریں۔

۳۶- عہد آدم علیہ السلام سے آغاز اسلام تک دنیا کی ہر قوم کسی نہ کسی شکل میں قربانی کا عقیدہ رکھتی اور اسے اداء کرتی رہی، حتیٰ کہ کفر میں مبتلا ہونے کے باوجود قربانی کے عقیدہ و عمل کو انہوں نے کبھی نہیں چھوڑا۔

۳۷- ملت ابراہیمیہ میں قربانی کا عمل زیادہ واضح اور معین کیا گیا۔ چنانچہ سیدنا "ابراہیم" خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے اس کو امتیازی نشان بنا کر خاتم النبیین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی پیروی اور امت میں اس کے اعلان اور اجراء سنت کا حکم دیا

گیا۔

۳۸۔ نبی علیہ السلام نے حکم قربانی کے نزول سے آخر حیات تک بطور عبادت مسلسل قربانی کی، صحابہ سے کرائی اور امت کو ترغیب اور حکم دے کر ہمیشہ کے لئے اس کو واجب العمل قرار دے دیا۔

۳۹۔ حج کے موقع پر "منیٰ" میں حجاج جو جانور ذبح کرتے ہیں ان کا الگ حکم ہے اور ایام قربانی میں حجاج سمیت ساری دنیا میں جو قربانی کی جاتی ہے وہ مستقل عبادت ہے۔ چنانچہ منیٰ میں بھیجے ہوئے جانور کو "حدی" "نکب" اور ایام قربانی میں مذبح جانوروں کو "أَضْحَاةٌ" "أَضْحِيَّةٌ" "مُنْسُكٌ" "نَسِيكَةٌ" وغیرہ کہتے ہیں۔

۴۰۔ قربانی تاریخ اقوام و امم سابقہ، قرآن کریم، احادیث شریفہ، اجماع امت کے دلائل قطعیہ کے ساتھ ثابت الہامی رسم، اسلامی نشان، موروثہ و موکدہ عبادت اور سنت ہے۔ نیز "عامل" کے لئے "بشارت" اور "تارک" کے لئے "وعید" کی شان رکھنے والا ایک لازم اور واجب العمل "شرعی حکم" ہے۔

"منیٰ میں حجاج کے ذبیحہ اور عام قربانی میں فرق"

۴۱۔ منیٰ میں حجاج کے ذبیحہ اور باقی غیر حجاج کی قربانی کے

گوشت اور کھال کے مصارف اور ان سے فائدہ اٹھانے کے احکام بالکل مختلف اور الگ الگ ہیں۔ مثلاً حجاج کے مخصوص جانور صرف دسویں تاریخ کو اور منیٰ میں ہی ذبح کئے جاسکتے ہیں۔ (۱) جب کہ قربانی کے جانور ذوالحجہ کی دسویں،

گیارہویں، اور بارہویں، کو شام سے پہلے پہلے پوری دنیا میں ذبح کئے جاسکتے ہیں۔ مزید یہ کہ ایام حج میں منیٰ پر صرف ذبیحہ حج ہی نہیں بلکہ واجبات حج اداء نہ کر سکنے پر بہ طور تاوان لازم آنے والے جانور بھی ذبح کئے جاتے ہیں اور حاجی قربانی کے جانور کی طرح تاوان کے جانور کا گوشت نہیں کھا سکتا۔ اور اسی سبب سے یہ دونوں ذبح مستقل عبادت شمار ہوتے ہیں۔ اور دونوں پر مستقل اشکال میں بلا اختلاف امت قریباً ڈیڑھ ہزار سال سے، بحمد اللہ صحیح عقیدہ کے ماتحت پورے ذوق و شوق اور جذبہ ایثار کے ساتھ عمل بھی ہو رہا ہے اور ملحدین و منکرین قرآن و حدیث کی تمام ناپاک مساعی اور جل مرنے کے باوجود انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک ہوتا رہے گا۔!

ہمیشہ رہا ہے، ہمیشہ رہے گا

"محمد" کا نام اور "محمد" کا کام!

"دعوت فکر و عمل"

۴۲۔ جب یہ ثابت ہو چکا کہ قربانی تمام انبیاء علیہم السلام کی

شرائع کا جز جلی آتی ہے، خصوصاً جد الانبیاء و مجدد الانبیاء سیدنا ابرہیم خلیل اللہ اور سیدنا "اسماعیل" ذریعہ اللہ علیہما السلام نیز حضور خاتم النبیین والمعصومین، قائد المرسلین، سیدنا "محمد" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس یادگار اور ابدی

۱۔ بعض کے نزدیک حجاج کی قربانی بھی ۱۰-۱۱ اور ۱۲ ذوالحجہ کو جائز ہے

(حاشیہ اضافہ از۔ مولانا فیض احمد صاحب)

سنت ہے۔ تو اب ہمارے لئے مقام فکر و غیرت ہے۔ کہ ایسی عظیم نیکی کو کسی بے دین جماعت کے شیطانی پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر، "دین سے الگ"، مولویوں کی گھڑت"، "مالی بوجھ"، "بے ضرورت" یا وقتی اور معمولی چیز" سمجھ کر اس کا "عقیدہ" رکھنے یا اس کے اداء کرنے میں ڈھیل یا سستی روا رکھنا؟ یا خدا نخواستہ سرے سے چھوڑنے کا ارادہ کرنا کتنی بڑی مرموی اور بد نصیبی ہے اور قبر و حشر میں حسرت و ہر مندگی کا اور عذاب الیم کا سودا ہے؟ یاد رکھیے ملحدین و منکرین قرآن و حدیث کا یہ فکر و عمل اور اس کی پیروی اسلام سے "صاف غداری" اور کھلی بغاوت ہے۔" یہ تحریک قرآن کا نام استعمال کر کے درحقیقت دنیا کو اصل اسلام سے منحرف کرنے اور بے خبر مخلوق خدا کو جسم میں دھکیلنے کا "دجالی پروگرام" ہے لہذا اس "کافرانہ مہم کے لفظی فریب" سے ہرگز مرعوب نہ ہوں۔ کیونکہ کتاب و سنت اور اجماع امت کے ناقابل تردید دلائل کے ساتھ اظہار حق اور اتمام حجت کیا جا چکا ہے، اگر اب بھی کوئی سیاہ باطن اس حکم کا انکار یا اس میں تاویل و تحریف کرے تو اس پر لعنت بھیج کر جملہ احکام قرآن اور نبی علیہ السلام کی دیگر ہزاراہ سنن کی طرح قربانی کو بھی "دین کا خاص نشان" اور لازم و واجب حکم "سمجھ کر ہمیشہ اداء کرنے کا عقیدہ و عزم رکھیے اور ہر سال اس کی تکمیل کر کے اس "دور فتنہ و فساد، اور عہد بدعت و الحاد" میں اپنے دین کی حفاظت اور حسن خاتمہ کی فکر" میں مشغول رہیے! اللہ تعالیٰ فریب باطل سے بچنے اور حق سمجھ کر اس کو قبول کرنے اور اس پر عمل کی توفیق سے ہمہ ور فرمائیں آمین۔! چونکہ قربانی اصولاً نماز کے بعد اداء کی جاتی ہے اس لئے ہم اس کے مدلل و مفصل علمی و تاریخی اور شرعی

ثبوت کے بعد "طبیعی و شرعی ترتیب" کے مطابق پہلے نماز عید الاضحیٰ، نیز اس وقت کے کچھ خاص احکام اور آخرت میں قربانی کے مسائل ذکر کریں گے۔ و باللہ التوفیق۔

"مسائل عید الاضحیٰ"

۳۳۔ اگر آسمان صاف ہو تو "عید الاضحیٰ" کے مہینے "ذوالحجہ" کے چاند کے لئے بھی رمضان المبارک اور عید الفطر کی طرح بہت سے لوگوں کا دیکھنا معتبر ہے۔ ایک دو آدمی کی بات سند نہیں ہوگی اور مطلع صاف نہ ہو تو رمضان کا چاند صرف ایک پوری مٹھی بھر شرعی دارطبی والے "دین دار" مستحق "اور" سچے " آدمی کی گواہی سے یا "ایک پردہ دار عقیض، مستقیہ اور سچی مؤمنہ خاتون کی گواہی سے ثابت ہوگا۔ کیونکہ مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں ایسا ہو سکتا ہے کہ کوئی مسلم مرد یا مسلمہ عورت تیز نگاہی کی وجہ سے اتفاقاً چاند دیکھ لے اور اکثر لوگوں کو مکدر فضاء میں چاند نظر نہ آ سکے، تو ایسے وقت میں کوئی صحیح نیک اور صاف نیت مسلمان اول تو کسی معاملہ میں بھی۔ پھر عام احکام شرعیہ میں اور خصوصاً روزہ جیسی نازک عبادت کے متعلق "کافرانہ دیدہ دلیری" کر کے اور غلط جھوٹی گواہی دے کر اپنے دین و دنیا کو برباد کرنے کی کبھی جرأت نہیں کر سکتا لہذا ایک مستحق مرد اور مستقیہ عورت کی معروفہ و مسلمہ نیکی کے ثبوت پر مکمل اعتماد کرتے ہوئے ایسے آزاد یا غلام مرد اور آزاد باندی عورت کی گواہی پر رمضان المبارک یا عید کا دن شروع ہونے کا اعلان کر دیا جائے گا۔ (حلال عید کا

حکم آگے آ رہا ہے) چنانچہ فقہ اسلامی میں یہ متفقہ ضابطہ مذکور ہے کہ:

وَإِذَا كَانَ بِاسْمَاءَ عِلَّةٌ، قَبْلَ شَهَادَةِ الْعَدْلِ فِي رُؤْيَةِ الْهَلَالِ. رَجُلًا كَانَ؟ أَوْ امْرَأَةً؟ حُرًّا كَانَ؟ أَوْ عَبْدًا (شرح البداية" ج ۱، ص ۱۹۷)

اور جب آسمان میں (دھند، غبار اور بادل وغیرہ جیسی کوئی علت اور رکاوٹ پیدا ہو گئی ہو تو پھر رمضان اور عید کا چاند دیکھنے میں (پوری مٹھی بھر شرعی دائرہ والے دین دار، مستی اور سچے مرد اور پردہ دار، متقیہ اور سچی عورت - جیسے) ایک "عادل" "آزاد یا غلام مرد یا آزاد یا باندی عورت کی گواہی قبول کر لی جائے گی۔

جبکہ اس کے مقابلہ میں صرف عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے لئے دو پوری مٹھی بھر دائرہ والے متشرع اور مستی آدمیوں یا ایسے ایک مرد اور دو پردہ دار اور پاکدامن نیک عورتوں کے کردار پر بہ حکم شریعت مکمل حسن ظن کے ساتھ پورا اعتماد کرتے ہوئے چاند ہونے کا اعلان کر دیا جائے گا۔ اور کسی بڑے گروہ اور مجمع کی گواہی پر معلق نہیں رکھا جائے گا۔ کیونکہ مکدر فضا میں کبھی بھی اکثر لوگوں کو چاند نظر نہیں آتا۔ بلکہ چند افراد ہی بہ مشکل چاند دیکھ سکتے ہیں۔

وَإِذَا لَمْ تَكُنْ بِاسْمَاءَ عِلَّةٍ لَمْ تُقْبَلِ الشَّهَادَةُ حَتَّى يَرَاهُ جَمْعٌ كَثِيرٌ يَقَعُ الْعِلْمُ بِخَبَرِهِمْ (شرح البداية" ج ۱، ص ۱۹۸)

اور جب آسمان میں دھند، غبار اور بادل وغیرہ جیسی کوئی علت اور رکاوٹ موجود نہ ہو تو ایسی حالت میں چونکہ بیک وقت ساری مخلوق کی نہ نظر خراب ہو سکتی ہے اور نہ ہی خدا نخواستہ سبھی اندھے ہو سکتے ہیں؟ اس لئے صرف ایک دو

آدمیوں کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ بلکہ لوگوں کا ایک اتنا بڑا مجمع کہ جن کی خبر اور گواہی سے چاند ہونے کا یقینی علم حاصل ہو جائے جب تک وہ چاند دیکھ کر گواہی نہ دے دیں؟ عید الاضحیٰ ادا نہیں کی جائے گی!

"بے نماز"، "بے روزہ"، "دارہی منڈا"، "جھوٹا"، "علائہ گناہوں میں مبتلا اور بد کردار شخص ہزار قسم بھی کھائے تو اس کی گواہی موجود و مروج "کافرانہ نظام" اور "فرنگی" کا شیطانی قانون! "بے شک ماننا رہے؟ لیکن "شریعت مطہرہ" کے نزدیک ہر گز معتبر نہیں ہو گی۔ لہذا ایسے مواقع پر کسی "بے دین اور فاسق و فاجر کی گواہی" اور کسی "سرکاری جاسوس" اور ٹوڈی مولوی و مفتی "کا فتویٰ ہر گز تسلیم نہ کریں۔

۴۴- ذوالحجہ کی آٹھویں اور نویں تاریخ کی درمیانی شب کو عبادت میں مشغول رہنا، اور نویں تاریخ یعنی "یوم الحج" یا "یوم عرفہ" کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔ ذوالحجہ کی دسویں - یعنی ۱۰م عید الاضحیٰ - نیز گیارہویں اور بارہویں کے تین دنوں میں روزہ رکھنا جائز نہیں حضور علیہ السلام کی مشہور حدیث ہے۔ لَا تَصُومُوا فِي هَذِهِ الْأَيَّامِ فَإِنَّهَا أَيَّامُ أَكْلٍ وَشُرْبٍ وَبُعَالٍ۔ (نصب الراية - ج ۲، ص ۲۸۲ بحوالہ طبرانی کبیر)

عید الاضحیٰ کے ان تین دنوں میں روزہ نہ رکھو۔ اس لئے کہ یہ کھانے پینے اور بیویوں سے قریب ہونے کے دن ہیں۔

"تکبیرات التشریق":

۴۵- ذوالحجہ کی نویں تاریخ "یوم عرفہ" یعنی حج والے دن نماز

غیر کے بعد سے تیرہویں کی عصر تک پانچ دنوں کے وقت کو "ایام التشریق" یعنی "چاشت کے وقت نماز عید پڑھنے اور قربانی واجب ہونے کے سبب سے تکبیر پکارنے کے دن" کہتے ہیں۔ ان دنوں میں "مقیم" لوگوں کو اکیلے، یا باجماعت، ہر فرض نماز کے بعد اونچی آواز کے ساتھ ایک بار "تکبیر التشریق"۔ یعنی "ایام حج و قربانی کی تکبیر کہنا واجب ہے۔ اگر "امام" سلام کے بعد بھول جائے تو بجائے چپ رہنے اور چھوڑنے کے کوئی "مقتدی" خود تکبیر شروع کر دے تاکہ عملاً یاد دلانے سے امام اور بقیہ سب مقتدی بھی تکبیر پکار لیں۔ (ہدایہ ج ۱ ص ۱۳۳ ورد المختار - ج ۱ - ص ۶۱۹ - طبع کوئٹہ پاکستان)

۴۶۔ "مسافر" پر تکبیر واجب نہیں، البتہ اگر مسافر لوگ نماز باجماعت پڑھیں اور ان میں کوئی مقیم موجود ہو تو پھر تکبیر کہ لیں اگر امام مقیم ہو تو مقتدی مسافر پر بھی تکبیر پڑھنا واجب ہے۔ (ہدایہ ج ۱ ص ۱۳۳)

۴۷۔ "خواتین" اگر اتفاقاً کسی عورت امام کی اقتداء میں اپنی انگ باجماعت نماز پڑھیں تو تکبیر نہ کہیں اور اگر "مرد" امام کے پیچھے ہوں تو پھر عورتوں کے لئے ضروری حد تک اخفاء اور ستر کے مقرر شرعی ادب اور حکم کے مطابق آہستہ آواز کے ساتھ تکبیر کہ لیں۔ (الدر المختار ج ۱ - ص ۶۲۰ - و طحاوی ص ۲۹۵)

۴۸۔ "تکبیر تشریق" یعنی ایام حج و قربانی کی تکبیر یہ ہے۔
اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ اَكْبَرُ،

اَللّٰهُ اَكْبَرُ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ

اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے اور اللہ ہی کے لئے سب تعریف ہے۔
 (الدر المختار ج ۱ ص ۶۱۹)

۴۹۔ نماز عید الاضحیٰ بھی عید الفطر کی طرح ظاہری ثبوت میں سنت مؤکدہ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکمل التزام اور کبھی ترک نہ کرنے کے باعث فرض کے قریب واجب ہے اور جن شرائط کے ساتھ، جن جگہوں پر، نماز جمعہ واجب ہے، انہیں شرائط کے تحت نماز عید بھی واجب ہے! لہذا جہاں جمعہ جائز نہیں! وہاں نماز عید بھی جائز نہیں!۔

۵۰۔ عید الفطر کی طرح عید الاضحیٰ کے دن بھی مسواک کرنا، نہانا، نئے یا دھلے ہوئے کپڑے پہننا خوشبو لگانا مسنون ہے۔ (الدر المختار ج ۱ - ص ۶۱۲)

"عید الاضحیٰ کے دن خالی پیٹ عید گاہ میں جانا واپس آکر کوئی چیز کھانا خصوصاً اپنی قربانی کا پکا ہوا گوشت چکھنا مسنون و مستحب ہے:"

۵۱۔ عید الفطر کے دن کو نماز کے لئے جانے سے پہلے کھجور یا

چھوہارے کے طاق دانے یا کوئی میٹھی چیز کھانا مسنون ہے اور عید الاضحیٰ کے روز خالی پیٹ عید گاہ میں جانا اور نماز سے واپس آکر کچھ کھانا پینا۔ خصوصاً اپنی قربانی کا پکا ہوا گوشت چکھنا مسنون و مستحب ہے، اس بارہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک یوں ہی منقول ہے۔

وَعَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. قَالَ: "كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. لَا يَغْدُو يَوْمَ الْفِطْرِ. حَتَّى يَأْكُلَ تَمْرَاتٍ وَيَأْكُلَهُنَّ وَتَرًا"

(البخاری ج ۱ ص ۱۳۰ "حنفی مشکوٰۃ". زجاجہ المصابیح" ج ۱. ص ۳۹۹ "شافعی مشکوٰۃ المصابیح" جلد ۱. ص ۱۲۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ: "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن عید گاہ کی طرف اس وقت تک روانہ نہیں ہوئے تھے جب تک کہ چند کھجوریں نوش نہ فرمالتے تھے، اور آپ ہمیشہ طاق (یعنی تین یا پانچ یا زائد) تعداد میں کھجور کے دانے استعمال فرمایا کرتے تھے۔"

وَعَنْ بُرَيْدَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. قَالَ: "كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَطْعَمَ وَلَا يَطْعَمُ يَوْمَ الْأَضْحَى حَتَّى يُصَلِّيَ"

(رواہ الترمذی وابن ماجہ والدارمی حنفی مشکوٰۃ. "زجاجہ المصابیح". ج ۱ ص ۱۲۶)

حضرت بریدہ ابن خصیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن نماز کے لئے حجرہ مبارک سے اس وقت تک باہر نہیں نکلتے تھے جب تک کہ کوئی چیز نوش نہیں فرمالتے تھے؟ اور عید الاضحیٰ کے دن کوئی چیز کھاتے نہیں تھے۔ جب تک کہ نماز اداء نہیں فرمالتے تھے۔"

"قربانی دینے والے شخص کے لئے ذبح سے

پہلے حجامت نہ بنوانا بہتر ہے:"

۵۲۔ جس شخص پر قربانی واجب ہو بہتر یہ ہے کہ ذوالحجہ کی پہلی

تاریخ سے لے کر دسویں کو قربانی سے فراغت تک نہ سر منڈائے نہ داڑھی مونچھ کے حد سے بڑھے ہوئے بال اور ناخن کٹوائے تاکہ اس وقت تک حج کرنے والوں کے ساتھ ظاہری مشابہت موجود رہے۔ اس سلسلہ میں استحبانی حکم کے طور پر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حسب ذیل ارشاد منقول ہے۔

عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا. قَالَتْ: "قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ رَأَى هَلَالًا ذِي الْحَجَّةِ. وَأَرَادَ أَنْ يُصْنَحِيَ؟ فَلَا يَأْخُذْ مِنْ شَعْرِهِ وَلَا مِنْ أَطْفَارِهِ!"

(رواہ مسلم "کتاب الاضاحی ج ۲. ص ۱۶۰)

حضرت ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "جو شخص ماہ ذوالحجہ کا چاند

دیکھ لے اور اس نے قربانی کرنے کا ارادہ کر لیا ہے، تو چاہیے کہ وہ نہ اپنے ہال کاٹے اور نہ ناخون کاٹے۔!

آپ کا مطلب یہ ہے کہ قربانی سے فارغ ہو کر حجامت بنوائے۔! عید الفطر کی طرح عید الاضحیٰ کے دن بھی نماز عید سے پہلے گھر یا مسجد یا عید گاہ میں کوئی نفل نماز پڑھنا مکروہ اور خلاف سنت ہے۔

”نماز عید کے بعد واپس آکر گھر میں نفل پڑھنا درست ہے:

۵۳۔ البتہ عید گاہ سے واپس آکر گھر یا مسجد میں حسب معمول

نفل پڑھنا ثابت ہے۔“

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ بْنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّي
قَبْلَ الْعِيدِ شَيْئًا فَإِذَا رَجَعَ إِلَى مَنْزِلِهِ صَلَّى
رَكْعَتَيْنِ. (رواه ابن ماجه)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کی نماز سے پہلے کوئی نفل نماز نہیں پڑھتے تھے۔ پھر جب اپنے گھر میں واپس تشریف لاتے تو (چاشت وغیرہ کی) دو رکعت نفل اداء فرما لیتے تھے۔“

۵۴۔ عید الفطر کی طرح عید الاضحیٰ کے دن بھی شہر سے باہر مقرر

جگہ میں جس کو ”المصلیٰ“ یا عید گاہ کہتے ہیں جانا اور نماز پڑھنا سنت ہے۔
عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ:
كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ
وَالْأَضْحَى إِلَى الْمُصَلَّى

(البخاری کتاب العیدین ج ۱ ص ۱۳۱)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ: ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ کی طرف تشریف لے جایا کرتے تھے۔“

لہذا اگر شہر میں بڑی جامع مسجد تمام اہل شہر کے لئے بھی کافی ہو سکتی ہو تب بھی عید گاہ میں جا کر نماز اداء کرنا ہی مسنون ہے ویسے شہر میں بھی نماز کا کچھ انتظام کر دینا بہتر ہے تاکہ جو معذور لوگ باہر نہیں جاسکتے وہ شہر میں ہی نماز اداء کر لیں اور ثواب سے محروم نہ ہوں۔

نماز عید الاضحیٰ کے لئے گھر سے نکلیں تو عید الفطر کی آہستہ تکبیرات کی جگہ ذرہ ذرہ وقفہ سے اونچی آواز کے ساتھ تکبیر کہتے چلیں۔

(مراقی الفلاح مع الطحاوی ص ۲۹۳۔ والدر المختار ج ۱۔ ص ۶۱۸)

۵۵۔ عید الاضحیٰ میں بھی عید الفطر کی طرح نماز کے لئے عید گاہ کو ایک

راستہ سے جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا مسنون ہے۔ (طحاوی ص ۲۹۰)
عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ "كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. إِذَا كَانَ يَوْمُ عِيدِ خَالَفَ الطَّرِيقَ".
 ("البخاری کتاب العیدین ج ۱. ص ۱۳۳)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: "نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب عید کا دن ہوتا تھا۔ راستہ بدل کر آتے جاتے تھے۔"

"نماز عید کے لئے اذان اور تکبیر

قطعاً ناجائز اور بدعت مردودہ ہے:"

۵۶۔

عید الفطر کی طرح عید الاضحیٰ میں بھی نماز سے پہلے اذان اور

اقامت و تکبیر خلاف سنت غیر جائز اور بدترین بدعت ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: "صَلَّيْتُ
 مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِيدَيْنِ غَيْرَ
 مَرَّةٍ وَلَا مَرَّتَيْنِ بِغَيْرِ أَذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ".

("مسلم". "کتاب العیدین" ج ۱. ص ۲۹۰ طبع دہلی انڈیا.
 "الترمذی"، کتاب الصلوٰۃ، باب أن صلوة العیدین بغیر اذان ولا
 اقامة، ص ۱۰۲. "ابوداؤد"، کتاب الصلوٰۃ، باب ترک الاذان فی
 العید، ج ۱. ص ۱۶۳ طبع کراچی)

حضرت جابر ابن سرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ: "ایک یا
 دو دفعہ کی بات نہیں، بلکہ بارہا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دونوں
 عید کی نماز بغیر اذان اور اقامت کے اداء کی ہے۔"

لہذا اگر کوئی "ضدی"، "فتنہ جو" اور "عاشق بدعات" قبر پر کھڑے ہو
 کر "اذان کی بدعت مردودہ" کی طرح عیدین کی نماز سے قبل بھی اذان و اقامت
 کا شغل اختیار کرے۔ تو اس کو پوری قوت کے ساتھ روک دیں۔ اور اگر اتنی
 طاقت نہ ہو تو پھر کسی دوسرے "متبع سنت و شریعت" امام کے پیچھے نماز ادا کر
 لیں تاکہ "توہین سنت" اور "عشق ولذۃ اندوزی بدعت" کے "وہال و عذاب"
 سے بچا جاسکے۔

"عید گاہ میں پہنچ کر سب سے پہلا کام نماز اداء کرنا اور

خطبہ سننا ہے، وعظ و تقریر اصل ترتیب کے مطابق

سب سے آخر میں ہونا چاہیے:"

۵۷۔

نماز عید سے پہلے وعظ و نصیحت بھی اس خالی مباح وقت کو
 ذکر و عبادت میں گزارنے کے لئے ایک "مصلحت آمیز رواج" ہے۔ سنت سے
 ثابت نہیں! لیکن بدعت بھی نہیں۔ چنانچہ اکابر اہل علم و فتویٰ ضرورتاً بیان
 فرماتے آئے اور اب بھی وعظ فرماتے ہیں، تاہم بہتر یہی ہے کہ سب سے پہلے
 نماز اداء کی جائے لہذا عید الفطر کی طرح عید الاضحیٰ بھی خطبہ سے پہلے ہی اداء کرنی
 لازم و واجب ہے، یہی اصل سنت رسول و سنت خلفاء راشدین۔ واجب التقليد
 حکم اور مقصود شریعت عمل ہے اور اس کے خلاف نماز سے پہلے خطبہ دینا کھلی
 بدعت اور توہین سنت ہے۔ اس مسئلہ کے متعلق نبی علیہ السلام کا اصل مسنون
 اور قابل اتباع عمل حسب ذیل حدیث میں منقول ہے۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْدًا بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ" (رواه البخاری، کتاب العیدین، ج ۱، ص ۱۳۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: "بلا شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن نماز کے لئے نکلے تو خطبہ سے پہلے نماز کو شروع فرمایا۔" حسب ذیل دوسری حدیث نے تو مسئلہ بالکل واضح اور مکمل کر دیا ہے۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ بْنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: "كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَلَا ضُحَىٰ إِلَى الْمُصَلَّى فَأَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَأُ بِهِ الصَّلَاةُ. (متفق علیہ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: "کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ میں تشریف لے جاتے تو سب سے پہلی چیز جسے شروع فرماتے تھے؟ وہ نماز ہوتی تھی۔"

ان احادیث نے مسئلہ صاف کر دیا کہ عید گاہ میں پہنچ کر سب سے پہلے اصل اور واجب الاتباع مشغلہ نماز ہے! وعظ و تقریر نہیں؟ لیکن نماز سے پہلے مباح وقت خالی ہونے کی وجہ سے چونکہ وعظ کا رواج عام ہو گیا ہے؟ لہذا بار بار مسئلہ سمجھا کر حسن تدبیر سے لوگوں کی عادت بدلنے اور اصل طریقہ واضح کر کے سنت قائم کرنے کے لئے عید گاہ میں پہنچ کر فوراً نماز پڑھ لینی چاہیے، نیز اس مسئلہ کی عام تبلیغ کا سلسلہ بھی شروع کرنا چاہیے تاکہ عوام سے پہلے خطیب

حضرات بھی احیاء و قیام سنت کے لئے نبوی طیار ہو سکیں۔

۵۸۔

"نیت" دل کے ارادہ کا نام ہے لہذا دوسری نماز کی طرح عید میں بھی زبان سے نیت کے الفاظ کہنا ضروری نہیں اتفاقاً کہ لے تو اچھا ہی ہے (بدائع الصنائع ج ۵ ص ۷۱) کوئی بری چیز اور بدعت بھی نہیں! لیکن زبانی نیت کو ضروری سمجھنا، اس پر اصرار کرنا، اور دوسروں کو زور دیکر نیت کے الفاظ کہلوانا؟ قطعاً غلط بات ہے کوئی مسئلہ نہیں بلکہ اس پر اصرار کرنے سے بدعت کی شکل بن جانے کا خطرہ ہے لہذا اعتدال سے کام لینا چاہیے۔

حسب ذیل تیسری حدیث میں خطبہ سے پہلے نماز اداء کرنے کو عہد نبوت و دور خلافت راشدہ کا مسنون اجماعی اور واجب الطاعت عمل ہونا وضاحتاً بیان فرمایا گیا ہے۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا ، قَالَ: "كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ وَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا. يُصَلُّونَ الْعِيدَيْنِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ"

(البخاری، کتاب العیدین، ج ۱، ص ۱۳۱، طبع دہلی، انڈیا)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ: "جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما، دونوں عید کی نماز خطبہ سے پہلے اداء فرمایا کرتے تھے۔"

نماز عید کا طریقہ

۵۹۔

نماز عید کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت نماز عید الاضحیٰ واجب

مع شش تکبیرات زائدہ کی نیت کر کے امام کے ساتھ پہلی تکبیر کانوں کے برابر دونوں ہاتھ اٹھا کر کہیں پھر ہاتھ باندھ کر حسب دستور۔ سبحنک اللہم۔ آخر تک پڑھ لیں پھر دوسری اور تیسری تکبیر پر کانوں کے برابر ہاتھ اٹھا کر کھلے چھوڑ دیں اور چوتھی تکبیر پر ہاتھ باندھ لیں اب امام فاتحہ اور سورۃ پڑھ کر پہلی رکعت پوری کرے گا۔ دوسری رکعت میں فاتحہ اور سورۃ کے بعد امام کے ساتھ تینوں تکبیرات میں ہاتھ کھلے چھوڑ دیں اور چوتھی تکبیر پر بغیر ہاتھ اٹھائے رکوع کر لیں، پھر باقی ارکان سمیت دوسری رکعت پوری کر کے نماز سے فارغ ہو جائیں۔ (مراقی الفلاح مع الطحاوی ص ۲۹۱)

۶۰۔ اگر نماز عید کی جماعت کھڑی ہونے اور پہلی رکعت میں عید کی تین زائدہ تکبیرات کہہ کر امام کے قراءۃ میں مشغول ہونے کے بعد کوئی شخص نماز میں شریک ہوا تو وہ شروع نماز میں رہی ہوئی اپنی تین تکبیرات کو امام کی قرات سنتے ہوئے حالت قیام میں ہی پڑھ لے اور اگر پہلی رکعت کے رکوع میں شریک ہوا ہو تو رکوع میں ہی تکبیرات پڑھ لے اب ہاتھ اٹھا کر چھوڑنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۶۱۶)

۶۱۔ جس شخص کی نماز عید میں پہلی رکعت رہ گئی اور وہ دوسری رکعت میں شریک ہوا وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو کر جب اپنی دوسری اور درحقیقت فوت شدہ پہلی رکعت پوری کرنے کے لئے ثناء فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھ لے تو رہی ہوئی تین تکبیرات زائدہ بھی کہہ کر پھر رکوع میں

جائے۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۶۱)

۶۲۔ ایک شخص بغیر تکبیرات زائدہ کھے ہوئے رکوع میں چلا گیا، تو اب صرف تکبیرات کہنے کے لئے دوبارہ سیدھا نہ کھڑا ہو، بلکہ رکوع میں ہاتھ اٹھائے بغیر تکبیرات پڑھ کر رکعت کا بقیہ حصہ پورا کر لے۔ (البحر الرائق ج ۲ ص ۱۶۱)

۶۳۔ اگر امام نے نماز عید میں اتنی دیر کر دی کہ نماز پڑھتے پڑھتے ہی زوال ہو گیا؟ تو نماز عید فاسد ہو جائے گی۔ (الدر المختار ج ۱ ص ۶۱۵)

"عید کی جماعت سے رہ جانے والا شخص اکیلا نماز عید نہ پڑھے بدون جماعت" عید کی قضاء نہیں ہوتی:

۶۴۔ عید کی نماز کے لئے جماعت ضروری ہے اگر کوئی شخص جماعت سے رہ کر اکیلا ہی نماز عید پڑھنا چاہے تو جائز نہیں ہے البتہ اگر کسی دوسری عید گاہ میں جا کر کسی اور امام کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے تو ایسا کر لے، کیونکہ عموماً ایک شہر میں بہت سی جگہوں پر نماز عید اداء کی جاتی ہے فقہاء کا ارشاد ہے۔

"وَلَا يُصَلِّيْهَا وَحْدَهُ اِنْ فَاتَتْ مَعَ الْاِمَامِ وَلَوْ اَمْكَنَ
الذَّهَابُ اِلَى اِمَامٍ اٰخَرَ فَعَلَّ! لِاَنَّهَا تُؤَدَّى بِمَصْرِ
وَاحِدٍ بِمَوَاضِعَ كَثِيْرَةٍ -

(الدر المختار ج ۱، ص ۶۱۸، والبحر الرائق ج ۲ ص ۱۶۲)

اور نماز عید اگر امام کے ساتھ پڑھنے سے رہ جائے تو اکیلا نہ پڑھے، اور اگر کسی دوسرے امام کے پیچھے جا کر پڑھ سکتا ہو تو ایسا کرے کیونکہ نماز عید ایک شہر میں بہت سی جگہوں پر اداء کی جاتی ہے۔

۶۵- جو شخص شہر میں کسی جگہ بھی باجماعت نماز عید نہ پڑھ

سکے؟ وہ چار رکعت نماز چاشت پڑھ لے۔ یہ چار رکعات چاشت کے نفل ہی رہیں گے۔ جماعت عید سے رہ جانے والے کے لئے نماز عید نہیں بن سکیں گی!

(ردالمحتار ج ۱- ص ۶۱۸)

عَنْ ابْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ فَاتَتْهُ صَلَوةُ الْعِيدِ فَلْيُصَلِّ أَرْبَعًا (المعجم الكبير) للطبرانی رحمه الله عليه

فقہ الامت حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: "جس شخص کی نماز عید فوت ہو جائے اسے بعد میں چار رکعات نفل پڑھ لینا چاہئیں"

نماز عید کے بعد دعاء مانگنا مستحب ہے:

ایک حدیث مبارک میں نبی علیہ السلام کا فرمان منقول ہے کہ
الدُّعَاءُ مَعَ الْعِبَادَةِ۔

دعاء عبادت کا مغز اور خود ایک مستقل عبادت ہے۔ ایسے ہی عام زندگی میں

مسلمان بھائیوں سے سلام اور اس کے بعد مصافحہ و معانقہ بھی مسنون اور باعث برکت و محبت ہے۔ لیکن زندگی کے تمام حرکات و سکنات کی طرح یہ سب کچھ بھی نبی علیہ السلام کے الہامی منشا و مرضی اور آپ کے قول و فعل کے مطابق ہو تو صحیح ہے ورنہ محض رسم اور دنیا داری ہوگی، بناء برس نماز عید سے فارغ ہو کر عام نمازوں کے بعد مسنون طریقہ سے دعاء مانگنے کے دستور و معمول کے مطابق۔ مستقل ہی دعاء مانگ لینا چاہیئے اس سلسلہ میں کئی احادیث شریفہ منقول ہیں جن سے بخوبی واضح اور ثابت ہوتا ہے کہ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے موقع پر نماز کے بعد امام اور نمازیوں کا مل کر دعاء کرنا بالکل جائز اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت شدہ عمل کی بناء پر اجتماعی دعاء کرنا یقیناً مستحب ہے بہ طور دلیل حسب ذیل احادیث ملاحظہ کریں۔

عَنْ أُمِّ عَطِيَّةٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ: "كُنَّا نُؤَمِّرُ أَنْ نَخْرُجَ يَوْمَ الْعِيدِ، حَتَّى تَخْرُجَ الْبُكْرُ مِنْ حُدُرِهَا، حَتَّى تَخْرُجَ الْحَيْضُ. فَيَكُنْ خَلْفَ النَّاسِ فَيَكْبِتُونَ تَكْبِيرَهُمْ وَيَدْعُونَ بِدُعَائِهِمْ يَرْجُونَ بَرَكَةَ ذَلِكَ الْيَوْمِ وَطَهْرَتَهُ"

(صحیح البخاری ج ۱، ص ۱۳۲، طبع دہلی و کراچی)

مشہور صحابیہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ: "ہم عورتوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ حکم دیا جاتا تھا کہ ہم عید کے دن نماز کے لئے عید گاہ کی طرف نکلیں، یہاں تک کہ کنواری لڑکیاں

اپنی کوٹھڑیوں سے نکلتی تھیں۔ حد یہ ہے کہ ہر مہینے میں خاص ایام کے باعث نماز روزہ اور حج کے کئی ارکان سے معذور ہو جانے والی خواتین بھی نکل آتی تھیں تو وہ سب لوگوں سے پیچھے بیٹھ جاتی تھیں اور سب لوگوں کے تکبیر کہنے پر تکبیر پکارتی تھیں اور ان کی دعاء کے وقت دعاء کر لیتی تھیں اور نماز سے معذور ہونے کی وجہ سے عید کے اس دن کی برکت اور پاکیزگی سے بہ قدر ممکن مستفید ہونے کی امید پر صرف تکبیرات اور دعاء میں شریک ہو جاتی تھیں۔

اس کی کچھ ہم لفظ اور ہم معنی دوسری حدیث بھی موجود ہے۔

عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا : أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ الْأَبْكَارَ وَالْبَعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُورِ وَالْحَيْضَ فِي الْعِيدَيْنِ، فَأَمَّا الْحَيْضُ فَيَعْتَزِلْنَ الْمُصَلِّيَ وَيُشْهَدْنَ دَعْوَةَ الْمُسْلِمِينَ" رواه الترمذی وقال حديث ام عطية حديث حسن صحيح (الترمذی، ابواب العیدین، ج ۱۔

ص ۱۰۳۔ ابوداؤد شریف باب العیدین ج ۱ ص ۱۶۱)

حضرت ام عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ "تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے موقع پر کنواری اور بالغ لڑکیوں نیز پردہ نشین خواتین اور ہر مہینے میں خاص ایام کے باعث نماز وغیرہ سے معذور عورتوں کو بھی نماز عید میں شرکت کے لئے نکلنے کا حکم دیتے تھے۔ البتہ خاص ایام والی معذور عورتیں عید گاہ سے پیچھے بٹ کر بیٹھ جاتی تھیں اور

تمام مسلمانوں کی دعاء میں شریک ہو جایا کرتی تھیں۔"

۶۷۔ ان دونوں احادیث کے مضمون کی تشریح کے لئے چند خاص امور کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

اولاً: یہ کہ ان احادیث میں نبی علیہ السلام کی معیت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دعاء کرنے اور ان کی دعاء میں عید گاہ کے قریب پیچھے بیٹھی ہوئی چھوٹی بڑی اور بوڑھی صحابیات رضی اللہ عنہم کے شریک ہونے کا ذکر و صاحتہ اور صراحتہ موجود ہے۔

ثانیاً: یہ کہ مذکورہ احادیث شریفہ سے واضح طور پر معلوم ہو گیا ہے کہ نماز عیدین میں ہر مہینے خاص ایام کے باعث نماز سے معذور عورتیں صحابہ کے پیچھے ٹھہری رہتی تھیں۔ اور ان کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہتی تھیں۔ اور دعاء کے وقت ان کی دعاء میں شریک ہو جاتی تھیں اور ظاہر ہے کہ اس دعاء سے خطبہ میں کی گئی دعاء ہر گز مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ خطبہ جمعہ کی طرح خطبہ عید میں بھی صرف امام اور خطیب کو ہی یہ طور اداء سنت دعاء کرنے کا حق حاصل ہے اور حاضرین و سامعین کو دعاء کرنے کی اجازت نہیں؟ بس ان کے لئے امام اور خطیب کے دعائیہ کلمات سن کر صرف دل سے آمین کہ لینا کافی ہے۔

ثالثاً: یہ کہ ان احادیث سے مرد و زن سب کا تکبیر کہنا اور مل کر دعاء کرنا ثابت ہو رہا ہے اور یہ بات بالکل واضح اور یقینی ہے کہ عیدین میں نماز سے پہلے بلند آواز کے ساتھ چھ تکبیرات زائدہ کہنے کا کوئی وقت نہیں کیونکہ یہ

تکبیرات صرف نماز کے اندر ہی بھی جاسکتی ہیں۔

رابعاً: یہ کہ دعاء لازماً نماز کے بعد ہی کی جاتی تھی۔ اور احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عورتیں مردوں کی دعاء میں شریک ہو جاتی تھیں تو اس سے خود بخود معلوم اور ثابت ہو گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں عیدین کے موقع پر اجتماعی دعاء ہوا کرتی تھی۔

خامساً: یہ کہ عیدین کے موقع پر دعاء کے متعلق احادیث میں خطبہ سے پہلے اور نماز کے بعد ہونے کی تو کوئی صراحت نہیں ملتی لیکن بہت سی دوسری احادیث میں ہر نماز کے بعد دعاء قبول ہونے کی بشارت موجود ہے اور نماز عید بھی یقینی طور پر نماز ہونے کی وجہ سے عام نمازوں میں شامل ہے، تو جیسے عام نمازوں کے بعد دعاء کرنا یقیناً ثابت اور مسنون ہے ایسے ہی نماز ہونے کی وجہ سے ہی نماز عید کے بعد بھی دعاء کا بالکل جائز ہونا ثابت ہو گا اور مستحب ہونا تسلیم کیا جائے گا۔

"تنبیہ":

۶۸- مذکورہ احادیث شریفہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ عیدین کے

موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص حکم کے تحت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجتماع میں پچھلی صفوف کے اندر صحابیہ خواتین رضی اللہ عنہم بھی نماز و خطبہ کے وقت عید گاہ میں موجود اور شریک دعاء ہوا کرتی تھیں۔ تو واضح رہے کہ پانچوں نمازوں کے وقت نیز نماز جمعہ اور اجتماع عیدین میں صحابیات

کی شرکت عہد نبوی اور خلافت راشدہ سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور کے واقعات میں سے ہے۔ جب کہ خواتین کو مذکورہ دینی اجتماعات میں شرکت کی عام اجازت تھی لیکن لاکھوں نئے لوگوں کے مسلمان ہوجانے کے بعد ان میں تقدس و تقویٰ کا صحابہ والا معیار پیدا نہیں ہوا تھا۔ اور خواتین کے متعلق بعض لوگوں کی طرف سے کچھ ناپسندیدہ واقعات بھی ظاہر ہوئے تھے جن کے باعث صحابہ و صحابیات۔ امت کے اخلاقی مستقبل کے سلسلہ میں پریشان ہوئے۔ حتیٰ کہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا نے ایک بار صحابیات کے سامنے یہ فرمادیا کہ: "اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج موجود ہوتے اور عورتوں کی آزاد طبعی دیکھ لیتے تو یقیناً ان کو نمازوں جمعہ اور عیدین میں شرکت سے منع فرمادیتے!" (البخاری۔ باب خروج النساء الی المساجد باللیل والنفس ج ۱ ص ۱۲۰۔ نموہ۔ فتح القدیر شرح الہدایہ ج ۲۔ ص ۳۱) اب آپ خود اندازہ کر لیں کہ یہ اسلام کا صدر اول اور خلفاء راشدین کا عہد مبارک ہے جس میں بحمد اللہ اسلامی نظام حیات اپنے تمام اصول و فروع کی اصل شکل اور صحیح روح کے ساتھ قائم و نافذ اور حاوی و اثر انداز تھا۔ لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں علم و عمل کا جو ملکوتی اور نورانی ماحول اور معیار سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا ہوا تھا اور خود ان کی ذات جس معیار کا حقیقی مصداق اور مجسمہ تھی، آپ کے بعد فطری اور عقلی طور پر جو فرق پیدا ہونا لازم تھا اور وہ ہوا۔ تو ام المؤمنین کو وہ معیار تقویٰ نظر نہیں آیا تو وہ خود اسی دور میں نماز جیسی عبادت میں بھی عورتوں کی شرکت پر پابندی کی ضرورت کا شدید احساس ظاہر فرما رہی ہیں۔ کیوں کہ نبی اور غیر نبی چاہے کتنا ہی معصوم الفطرت کیوں نہ ہو دونوں

کی زندگی اور اس کے اثرات و نتائج میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ چنانچہ مردوں کے علاوہ صحابہ خواتین میں جس شان کا تقدس و تقویٰ جلوہ گر تھا وہ تابعیات اور آگے ان کی لڑکیوں اور بچیوں میں اس انداز سے یقیناً نمایاں نہیں تھا۔ اس لئے دور خلافت راشدہ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں حضرت خلیفہ راشد ثانی و برحق کے ایماء پر صحابہ کی بہت بڑی اکثریت پر مشتمل اسلامی شوریٰ کے اجلاس میں عہد نبوی سے اس وقت تک کے معیار اخلاق و تقویٰ میں واضح فرق اور اس حال میں عورتوں کو پہلے کی طرح تقریبات دینیہ میں شرکت کی آزادی اور عام اجازت کے اثرات کا گہرا چارہ لے کر اتفاق و اجماع کے انداز تک یہ فیصلہ کر دیا گیا کہ: "آئندہ سے عورتیں، صلوٰۃ خمسہ، نماز جمعہ اور اجتماع عیدین میں شرکت نہ کریں۔" تاکہ ماحول میں تغیرات کے باعث کوئی شخص اخلاقی مضامد کی زد میں نہ آجائے اور بجائے حصول ثواب کے عورتیں اٹاکرو بات شرعیہ سے متاثر ہو کر اپنی زندگی خراب نہ کر بیٹھیں۔ لہذا کوئی شخص مذکورہ احادیث کو اجتماعات میں عورتوں کی آزادانہ شرکت کی دلیل نہ سمجھ لے، بلکہ حدیث و سیرت اور تاریخ اسلام کی روشنی میں اس کو قرن اول میں عارضی اجازت پر محمول کرے اور یہیں سے اس در خمر و خنزیر اور عہد فسق و فجور کی سراپا گناہ اور عریاں سرکاری اور غیر سرکاری تقریبات میں عورتوں کی شرکت ممنوع ہونے کے شرعی حکم کی ضرورت و اہمیت کا مکمل احساس و احترام کر لینا چاہیے اور کمیونسٹوں، دہریوں، ملحدین و منکرین حدیث، پرویزیوں اور دوسرے تمام امر کاؤروس زدہ لادین افراد اور پارٹیوں کے سراسر انکار خدا و رسول اور انکار قیامت و حساب آخرت پر مبنی دعوت کفر و الحاد اور تبلیغ عریانی و شراب و زنا

کے شیطانی جنجال سے نکلنے اور اس سے امکانی حد تک بچتے رہنے کو اپنا وظیفہ حیات بنالینا چاہیے۔ والعیاذ باللہ من ذالک۔

ایک درج ذیل تیسری حدیث میں بھی پہلے سے مختلف انداز کے ساتھ دعاء کا ذکر کیا گیا ہے۔ ارشاد نبی علیہ السلام ہے:-

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: "قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ لَيْلَةُ الْقَدْرِ نَزَلَ جَبْرَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي كَبْكَبَةٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ يُصَلُّونَ عَلَى كُلِّ عَبْدٍ قَائِمٍ أَوْ قَاعِدٍ بِذِكْرِ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ، فَإِذَا كَانَ يَوْمُ عِيدِهِمْ يَعْنِي يَوْمَ فِطْرِهِمْ بَاهِي بِهِمْ مَلَائِكَتَهُ فَقَالَ: يَا مَلَائِكَتِي! مَا جَزَاءُ أَحْيَرٍ وَقِي عَمَلُهُ؟ قَالُوا: رَبَّنَا جَزَاءُهُ أَنْ يُؤْفَى أَجْرُهُ" قَالَ: "مَلَائِكَتِي! عَبْدِي وَإِمَائِي قَصُّوْا فَرِيضَتِي عَلَيْهِمْ ثُمَّ خَرُّوْا يُعْجُونَ إِلَى الدُّعَاءِ. وَعِزَّتِي وَجَلَالِي وَكَرَمِي وَعُلُوِّي وَارْتِفَاعَ مَكَانِي! لَا جَبِينَهُمْ، فَيَقُولُ: إِرْجِعُوا قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ وَبَدَلْتُ سَيِّئَاتِكُمْ حَسَنَاتٍ! قَالَ: "فَيَرْجِعُونَ مَغْفُورًا لَهُمْ" (رواه البيهقي في شعب الایمان، "شافعی مشکوٰۃ" "باب ليلة القدر" ج ۱، ص ۲۸۲، ص ۱۸۳)

حضرت انس ابن مالک انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "جب شب قدر آتی ہے تو حضرت جبریل علیہ السلام فرشتوں کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ آسمان سے اترتے ہیں اور یہ سب فرشتے اللہ عزوجل کی یاد میں کھڑے اور بیٹھے ہوئے مشغول ہر بندہ خدا کی طرف۔ خاص رحمتہ بھیجتے اور دعاء کرتے ہیں پھر جب ان کی عید یعنی عید الفطر کا دن ہوتا ہے تو اللہ نماز و روزہ کے پابند لوگوں کی وجہ سے فرشتوں کے سامنے اظہارِ فخر کرتے ہیں تو فرماتے ہیں: "اے میرے فرشتو! بتاؤ جو مزدور اپنا کام پورا کر دے اس کو کیا بدلہ ملنا چاہیے؟" تو فرشتے کہتے ہیں: "اے ہمارے مالک! اس مزدور کا بدلہ تو یہی ہے کہ اس کی اجرت مزدوری پوری دے دی جائے!" تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "میرے فرشتو! میرے مردوزن غلام اور باندیوں نے روزہ اور نماز کا فرض ادا کر دیا ہے۔ پھر وہ شور اور گونج کے ساتھ مجھے پکارنے کے لئے نکلتے ہیں۔ مجھے میرے دبدبہ و غلبہ، میرے رعب اور میری بزرگی، میری بلند شان اور میرے رتبہ اور مقام کی قسم ہے! میں اپنے پکارنے والے تمام بندوں کی دعاء یقیناً قبول کروں گا" چنانچہ پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو گواہ بنا کر اپنی فرماں بردار مخلوق کے متعلق فرماتے ہیں: "جاؤ اپنے ٹھکانوں میں واپس چلے جاؤ۔ میں نے یقیناً تم کو بخش دیا ہے اور تمہاری اطاعت کے عوض میں تمہاری برائیوں کو (بھی اچائیوں سے بدل دیا ہے)" نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ: "اللہ تعالیٰ کے اس اعلانِ عفو و کرم کے بعد وہ سب لوگ اپنے گھروں کو بخشنے ہوئے لوٹ جاتے ہیں۔"

۶۹۔ اس حدیث مبارک میں دعاء کے متعلق یہ خاص الفاظ آئے ہیں کہ **ثُمَّ خَرَجُوا يَعْجُونَ إِلَى الدُّعَاءِ** (پھر وہ روزہ دار نمازی۔ شور اور گونج کے ساتھ اللہ کو پکارنے کے لئے نکلتے ہیں) ان سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعاء نماز کے اندر خطبہ کی دعاء نہیں ہو سکتی؟ کیونکہ نماز میں جو دعاء کی جاتی ہے وہ "سُورۃ" اور خفیہ ہوتی ہے اور خطبہ کے اندر صرف امام اور خطیب ہی دعاء کرتا ہے! حاضرین اس میں شریک نہیں ہو سکتے؟ اور حدیث میں مسلمانوں کے شور اور گونج کے ساتھ دعاء کرنے کا ذکر ہے؟ اور نماز اور خطبہ کی دعاء میں "عج" یعنی شور اور گونج کا مضموم و مصداق نہیں پایا جاتا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ گونج والی پکار اجتماعی دعاء ہوگی اور اجتماعی دعاء نماز کے بعد بھی ہو سکتی ہے تو ثابت ہو گیا کہ نماز عید کے بعد مل کر دعاء کرنا بالکل جائز اور نبی علیہ السلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے متفق علیہ اور مسلسل عمل کی روشنی میں یقیناً مستحب ہے لہذا نماز عیدین کے بعد دعاء کرنی چاہیے۔

"عیدین میں خطبہ کے بعد دعاء خلاف سنت"

اور اس پر اصرار بدعت ہے:"

۷۰۔ عیدین میں خطبہ کے بعد دعاء کسی حدیث سے ثابت نہیں۔

اس لئے نماز عید کے بعد دعاء کو دانستہ ترک اور مؤخر کر کے خطبہ کے بعد دعاء مانگنا سنت رسول علیہ السلام کو بدلتا ہے۔ جو کسی طرح سے درست نہیں بلکہ خلاف

سنت ہے اور اس پر جہالت یا کسی شخص یا طبقہ کے خلاف ضد اور شیطانی بغض و عداوت کے تحت۔ اصرار کرنا علانیہ بدعت ہے۔ لہذا اس غلط طرز عمل سے اجتناب و احتراز لازم ہے تاکہ ایک کام کو مباح سمجھتے اور بلا قید و احتیاط کرتے ہوئے الٹا ایک بدعت کے مرتکب اور مستقل عامل بننے کی صورت نہ بن جائے۔ وحفظنا اللہ منہ۔

"خطبہ کے بعد امام و خطیب کے ساتھ "سلام" اور مصافحہ و معانقہ اور عید کی مبارک باد پیش کرنا ثابت نہیں:"

۷۱۔ زندگی کے عام حالات میں مسلمان بانیوں سے سلام مسنون

اور اس کے بعد مصافحہ و معانقہ بھی حدیث سے قطعی طور پر ثابت عمل مسنون، باعث برکت اور موجب بشارت و محبت ہے۔ لیکن نماز و خطبہ عیدین کے بعد فارغ ہو کر نمازیوں سے مصافحہ و معانقہ اور عید کی "مبارک باد" پیش کرنا کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں ہے۔ لہذا یہ ایسے کام جو عام حالات میں سنت رسول علیہ السلام سے ثابت اور مباح بلکہ مستحب اور مسنون شمار ہوتے ہیں۔ لیکن عیدین کے موقع پر ان کے کرنے کا کوئی شرعی ثبوت موجود نہیں تو ان کو اور دوسرے اسی قسم کے چھوٹے چھوٹے غیر ضروری کاموں پر محض "شوق، یا غلط اندیشی، یا جہالت، یا ضد" اور نفسانی مخالفت کے تحت خواہ مخواہ زور دینا، یا خدا نخواستہ جہالت ہی کے زیر اثر ان کو "عید کی سنت" سمجھنا، یا کسی فعل واجب کی طرح ضروری "جاننا، اور اسی وہم و خیال فاسد کی بناء پر ان کا

اہتمام کرنا، اور جو امام اور خطیب یا نمازی یہ کام نہ کرے تو اس سے بحث یا لڑائی جھگڑا کرنا، اور شریعت کے مقابلہ میں زبردستی ایک نیا مسئلہ بنا کر "ذہنی خلفشار" اور "عملی انتشار" پیدا کرنا، اور اس "غیر شرعی فعل" کو "مشغلہ بنا کر" "قتلہ خیر بنی" اور "بدعت آفرینی" کی راہ ہموار کرنا، قطعاً غلط "بے مقصد" اور "مزاج شریعت و مفادات امت کے خلاف"۔ "احل بدعت و تحریف کا انداز زندگی" اپنانا ہے لہذا اس طرز عمل سے بہر حال بچنا لازم و واجب ہے۔

"امام و خطیب کے لئے عیدین میں نماز کے بعد خطبہ پڑھنا سنت اور نمازی حاضرین کے لئے سننا واجب ہے:"

۷۲۔ عید الفطر کی طرح نماز عید الاضحیٰ سے فارغ ہو کر خطبہ شروع

ہونے سے پہلے امام سمیت تمام لوگ بلند آواز کے ساتھ تکبیر تشریق کہ لیں۔ (الشمی ج ۱۔ ص ۶۲۱۔ والبر الزائقی ج ۲۔ ص ۱۶۵ طبع کراچی)

۷۳۔ عید الفطر کی طرح عید الاضحیٰ میں بھی نماز کے بعد تھوڑے سے وقفہ

مسنونہ کے ساتھ دو خطبات پڑھنا سنت ہیں اگرچہ خطبہ عید، خطبہ جمعہ کی طرح

مستقل فرض اور نماز جمعہ کے لئے اداء اور صحیح ہونے کی بنیادی شرط کی

حیثیت سے لازم و ملزوم کا درجہ تو نہیں رکھتا، تاہم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بے ناغہ نیز شدید تاکید مسلسل عمل کی وجہ سے

امت کے لئے قیامت تک نماز عید کے متصل بعد ایک مستقل اور مقررہ

عبادت ہے اور اس کا پڑھنا سننا۔ ظاہراً "سنت مؤکدہ" اور حقیقتہً نماز عید اور

قربانی کی طرح "حد فرض کے قریب پہنچا ہوا واجب ہے۔" خطبہ جمعہ کی طرح اس کا اصل طریقہ اور ادب یہ ہے کہ امام اور خطیب نماز سے فارغ ہو کر فوراً لوگوں کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو اور عید کا خطبہ پڑھے اور تمام نمازی اپنی اپنی صف پر اطمینان پڑھنے اور سلام پھیرنے کی حالت میں جیسے بیٹھے ہوئے تھے، آخر تک ویسے ہی ٹھہرے ہوئے پوری توجہ، خاموشی اور وقار کے ساتھ پورا خطبہ سنیں اور اس کا پورا اہتمام کر کے فرض و واجب کی ہم معنی اس سنت کے امکانی لحاظ اور احترام کا حق ادا کریں۔ تاکہ جاہل عوام اسے معاذ اللہ "عید سے غیر متعلق" اور بے ضرورت شے نہ سمجھ کر اپنی بدعات کے مطابق ہڑ بونگ مچا کر یکدم نہ اٹھ کھڑے ہوں اور عید کے تقدس اور عظیم بامقصد مجمع کو بد تمیزی سے منتشر نہ کر دیں۔ کیونکہ اس جہالت و غفلت آمیز عمل میں "دین" اور اس کے ایک "عظیم شعار" کی دانستہ اور جبری توہین کا ناقابل قبول انداز پایا جاتا ہے۔ حال آنکہ یہ مقدس و مبارک دن دین اور شعائر دین کی عزت اور قدرو منزلت کے مکمل انفرادی اور اجتماعی اظہار کا خاص اور اہم سالانہ موقع اور بہترین و منظم ذریعہ ہے۔ لہذا نماز کے بعد جملہ اور غافلین عوام والی یکدم جگ اٹھنے اور اجتماع عظیم کو بکا اور بے وقعت و بے رونق بنانے کی بدعات سے بہر طور بچنا اور آخر تک جم کر بیٹھ کے خطبہ سننا لازم و واجب ہے۔ بناء بریں اگر کسی امام اور خطیب نے بھول کر یا خدا نخواستہ جان بوجھ کر عید کا خطبہ نہ پڑھایا جہالت یا کسی غلط مذہب و مسلک کے زیر اثر نماز سے پہلے خطبہ پڑھ ڈالا تو اس غلط عمل سے نفس نماز عید پر تو کوئی اثر نہیں پڑے گا اور نماز کا واجب ادا ہو جائے گا۔ کیونکہ عیدین میں خطبہ نماز کے وجود اور ادا کی بنیادی شرط نہیں

ہے۔ لیکن خطبہ نہ پڑھ کر "ترک سنت" قبل از نماز پڑھ کر "ترک و تبدیل سنت" اور "ایجاد بدعت" کا گناہ اس پر ضرور لازم آئے گا اور اگر سب یا بعض نمازیوں نے روک ٹوک اور احتجاج کر کے اس غلط عمل کی تلافی کے لئے کوئی جدوجہد نہ کی تو وہ بھی اس گناہ میں برابر کے شریک ہوں گے اور بدون استغفار و تلافی اس کے وبال سے محفوظ نہیں رہیں گے۔ والعیاذ باللہ من ذالک۔ لہذا عید کے تمام واجبات ادا کرنے میں مسنون اور اجماعی طور پر مستقول و معمول ترتیب کا پورا لحاظ کر کے عبادت و ثواب کو آخر دم تک خالص رکھنے کی جدوجہد و سعی تازندگی جاری رکھنی چاہیے۔ واللہ الموفق!۔

۷۴۔ امام و خطیب عید کے لئے پہلے خطبہ کے شروع میں نو مرتبہ اور دوسرے خطبہ کے شروع میں سات مرتبہ تکبیر پڑھنا افضل ہے (بہشتی زیور ص ۸۳۔ بحوالہ بحر الرائق ورد المختار) جبکہ طاق دفعہ "تکبیر تشریق" پڑھ لینا مسنون و مستحب ہے ضروری اور واجب نہیں۔ اس لئے تین دفعہ یا کم از کم ایک بار تو ضرور تکبیر کہ لینا چاہیے، تاکہ سنت زندہ اور تازہ رہے اور عوام عملی طور پر مسئلہ سے خود بخود آگاہ ہوتے رہیں۔ تکبیر کے لفظ جو عام اور مشہور ہیں حسب ذیل ہیں۔

اللَّهُ أَكْبَرُ . اللَّهُ أَكْبَرُ ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ . وَاللَّهُ أَكْبَرُ
اللَّهُ أَكْبَرُ ، وَلِلَّهِ الْحَمْدُ .

۷۵۔ عید الفطر کی طرح خطبہ عید الاضحیٰ میں "تکبیرات تشریق"

قربانی" اور "نماز و خطبہ عید"۔ سے متعلق آیات و احادیث شریفہ اور اقوال و آثار ازواج و اصحاب رسول علیہم السلام پڑھ کر بعد میں وعظ و خطاب کے دوران ان کا ترجمہ سنانا اور پورا مطلب سمجھا دینا چاہیے تاکہ ہر شخص امکانی حد تک مسائل و احکام عیدین سے واقف ہو جائے۔ اور آئندہ ہمیشہ کے لئے نماز و قربانی۔ کو شریعت کے مطابق اداء کرتا رہے۔!

"عید کے دن نماز و خطبہ کے بعد وعظ و تقریر اور بیان و خطاب کرنا اصل اور مسنون عمل ہے"

۷۶۔ برصغیر ہند اور ہمارے ملک پاکستان میں نماز سے پہلے دینی وعظ و نصیحت اور مسائل حاضرہ پر تقریر و خطاب کا جو دیرینہ معمول چلا آتا ہے وہ اس ابتدائی خالی وقت کو "ذکر و عبادت" میں گزارنے کے لئے "ایک مصلحت" آئینہ رواج" ہے۔! سنت سے ثابت نہیں۔ لیکن "بدعت" اور خلاف شریعت بھی نہیں۔! ہاں اگر "بہالت" یا "ضد" کی وجہ سے خدا نخواستہ اس کو "عید کے اعمال مسنونہ" میں شمار کر کے ضروری سمجھا یا بتایا جا رہا ہو تو پھر اس کے "بدعت ہونے کا" اعلان کر دینا ضروری ہے۔ البتہ نماز و خطبہ سے فارغ ہو کر حسب گنجائش وعظ و نصیحت اور حسب ضرورت تقریر و خطاب اور کوئی تجویز و تحریک کرنا حدیث سے ثابت بالکل جائز بلکہ اصل قابل تقلید و عمل طریقہ وعظ و خطاب اور امر مطلوب و مسنون ہے، اس سلسلہ میں حسب ذیل احادیث مبارکہ قطعی دلیل اور مکمل رہنما کی حیثیت رکھتی ہیں۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَقُولُ: "إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ قَبْدًا بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ" ("البخاری" کتاب العیدین باب المشی والركوب الى العیدین بغیر اذان ولا اقامة ج ۱ ص ۱۸۱ طبع نور محمد اصحح المطابع کراچی)

حضرت جابر ابن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: "تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن عید گاہ کی طرف تشریف لے گئے تو آپ نے نماز عید کو (ابتداء میں وعظ و خطاب وغیرہ اور) خطبہ سے (بھی) پہلے شروع فرمایا تھا۔"!

۷۷. وَعَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ- لَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ قَبْدًا بِالصَّلَاةِ ثُمَّ خَطَبَ النَّاسَ بَعْدَ فَلَمَّا فَرَغَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ فَأَتَى النِّسَاءَ فَذَكَرَهُنَّ وَهُوَ يَتَوَكَّأُ عَلَى يَدِ بِلَالٍ.... وَبِلَالٌ بَاسِطٌ. ثَوْبُهُ تَلْقَى فِيهِ النِّسَاءُ صَدَقَةٌ

("البخاری" کتاب العیدین ج ۱ ص ۱۳۱ طبع کراچی)

حضرت جابر ابن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ "تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم (عید الفطر کے موقع پر عید گاہ میں مصلیٰ پر) کھڑے ہوئے تو آپ نے (سب کاموں سے پہلے) نماز شروع کی، پھر اس کے بعد لوگوں کو

خطبہ دیا، پھر اللہ کے نبی (نماز و خطبہ سے) فارغ ہو کر منبر سے اترے تو عورتوں کے مجمع کے پاس آئے اور انہیں وعظ و نصیحت فرمائی۔ اس اثناء میں آپ حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بازو پر ٹیک لگائے ہوئے تھے اور بلال نے اسلامی بیت المال کے چندہ کے لئے (عورتوں کے سامنے) کپڑا پھیلا رکھا تھا۔ جس میں خواتین صدقہ کی رقم ڈال رہی تھیں۔

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ بْنِ الْخَدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْأَضْحَى إِلَى الْمُصَلَّى. فَأَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَأُ بِهِ الصَّلَاةُ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُومُ مُقَابِلَ النَّاسِ. وَالنَّاسُ جُلُوسٌ عَلَى صُفُوفِهِمْ فَيُعْظُهُمْ وَيُوصِيهِمْ وَيَأْمُرُهُمْ ، وَإِنْ كَانَ بُرِيدٌ أَنْ يَقْطَعَ بَعْثًا قَطْعَهُ! أَوْ يَأْمُرَ بِشَيْءٍ؟ أَمَرَ بِهِ ثُمَّ يَنْصَرِفُ (متفق عليه. "البخاری" کتاب العیدین باب الخروج الى المصلی بغیر منبر. ج ۱. ص ۱۳۱ "مسلم" کتاب العیدین. ج ۱. ص ۲۹۰. طبع نور محمد اصح المطابع کارخانہ تجارت دہلی انڈیا)

حضرت ابو سعید۔ سعد ابن مالک خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ کی طرف تشریف لے جایا کرتے تھے۔ پھر سب سے پہلا کام جسے آپ شروع فرمایا کرتے تھے۔ وہ نماز ہوتی تھی پھر آپ مصلیٰ سے ہٹ کر اور منہ پیر

کر لوگوں کے سامنے متوجہ ہو کر کھڑے ہو جاتے جب کہ سب لوگ اپنی صفوں پر (تشہد کی حالت میں) ویسے ہی بیٹھے ہوتے تھے تو آپ ان کو وعظ فرماتے۔ پابندی شریعت کی وصیت کرتے اور ضروری احکام صادر فرماتے، اگر کہیں کوئی وفد یا فوجی دستہ بھیجنا ہوتا تو اس کی روانگی کا حکم جاری فرماتے، یا اور کوئی خاص حکم دینا ہوتا تو نافذ فرماتے اور پھر (سب کاموں سے فارغ ہو کر کھڑا) واپس تشریف لے آتے تھے۔!

۷۸۔ ان تینوں احادیث شریفہ سے تفصیلاً اور وضاحتہ معلوم ہو گیا

کہ عیدین میں سب سے پہلا فرض واجب کا نماز پڑھنا، پھر خطبہ دینا اور حسب گنجائش و حسب ضرورت وعظ و خطاب اور کوئی دینی و قومی تجویز و تحریک پیش کرنے کا اصل وقت نماز و خطبہ کے بعد ہے ان سے پہلے نہیں! جو ضروری حالات اور مسائل بتانے ہوں سنت کے مطابق بعد از نماز و خطبہ ہی بیان کرنے چاہئیں۔ مزید یہ ملموظ رہنا چاہیے کہ اس مسئلہ پر عمل درآمد کے سلسلہ میں شریعت کے اصل مخاطب۔ ائمہ اور خطباء حضرات ہیں۔ ان کا فرض ہے کہ سب سے پہلے خود پوری توجہ اور قوت کے ساتھ اپنا طریقہ اداء عید تبدیل کریں اور نماز و خطبہ سے پہلے وعظ و خطاب کے رواجی سلسلہ کو نماز و خطبہ کے بعد وعظ و خطاب کے مسنون طریقہ میں ڈھالیں اور اس پر مسلسل اور پختہ عمل جاری رکھ کر اصل مسئلہ پر استقامت کا مظاہرہ کر کے عوام کو قول و فعل کی مطابقت کے ساتھ صحیح طور سے متاثر کریں۔ پھر بڑے اخلاص اور حسن تدبیر کے ساتھ ان کے جذبات و خیالات اور رواجی معمولات کا رخ تبدیل کریں اور اصل اور صحیح مسئلہ

پر ان سے باقاعدہ عمل کرانے اور متروکہ سنت کو زندہ اور قائم کرنے کے لئے عید گاہ میں پہنچ کر امکانی عجلت کے ساتھ بالکل بلا تذبذب و تردد فوراً نماز عید شروع کر دینے کو اپنا مستقل معمول بنالیں تو انشاء اللہ تعالیٰ مصرف القلوب پروردگار کی خفیہ عنایت اور غیبی تدبیر کے اثر سے عوام بھی رواج چھوڑ کر اصل سنت کے شائق اور اس پر عامل ہونے لگ جائیں گے۔

وَاللّٰهُ الْمَوْفِقُ وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ !

"اسلام میں "عید الفطر" اور "عید الاضحیٰ" کے سوئی
اور کوئی تیسری "عید" نہیں"

۷۹۔

دنیا بھر کے کفار نے ہر شعبہ زندگی میں دین حق کا مقابلہ کرتے ہوئے "نسب" "شیطانی تصورات و نظریات"، "عقائد باطلہ"، "اخلاق فاسدہ" اور "اعمال سنیہ" کا ایک "بیبت ناک قلعہ" تعمیر کر رکھا ہے اور ان کے ذریعے سے اپنے منسوب الیہ انبیاء علیہم السلام کی صحیح الہامی تعلیمات کا حلیہ بگاڑ کر زندگی کے تمام قویٰ اور وسائل استعمال کر کے لاکھوں کروڑوں انسانوں کو گمراہ کر کے جہنم کا رہنما بنانے میں مشغول ہیں اور بدبختی یہ ہے کہ ان کے بہت سے ایجنٹ منافقین نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر "شریعت محمدیہ" کے اصول و فروع پر بھی اس "تحریف کا کلمہ" چلا رکھا ہے اور جسے بہت سے جاہل اور حقیقت سے "بے خبر عام مسلمانوں نے بھی" خوشنما اور جاذب عنوانات کی وجہ سے قبول کر کے اپنے معاشرہ کو ہر فتنہ اور "سازش و ترمیم" کا اٹھارہ بنوا

لینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی؟ اسی سلسلہ میں "سبائیوں رافضیوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف یہود و نصاریٰ اور ایرانی مجوس کی چلائی ہوئی تحریک عدم اعتماد" کو اپنا مقصد اور نعرہ بنا کر سرایا نفاق اور سراسر بغض و عداوت "جھوٹی حب اہل بیت کا ساکن بورڈ لگا کر اور رسول علیہ السلام اور ان کے ازواج و اصحاب پر سرایا افتراء و بہتان ڈرائے" کو اپنا دین بنا رکھا ہے اور "دعویٰ خلافت" علی "بلا فصل" کے "خطرناک سازشی اور تحریمی انداز" کے ساتھ "عید غدیر" کا نام دیا ہوا ہے۔ اور ان کی ریس میں "عقائد و اعمال میں رافضیوں کے "بلا اجرت دلیل" "بدعت پسندوں" نے "عید میلاد النبی" کا "خوبصورت" "جاذب" اور موثر نام و عنوان اختیار کر کے بڑی کاریگری اور اور عیاری کا ثبوت دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے معینہ اور مقررہ اسلامی عبادات کے محفوظ مرکز میں سرنگ لگا کر عجم کی ایک نقلی اور خود ساختہ عبادت کو "دین" بنانے اور منوانے کا "فسادی جہاد" شروع کر رکھا ہے اور یہود و نصرانی سیاست کے عین مطابق "اصول دین میں تحریف" اور "اعمال و شعائر میں پیوند کاری" قبول کرنے اور اسے جملہ اور دنیاوی افکار کے پجاریوں میں مقبول بنانے کا ضیث کاروبار ہماری کیا ہوا ہے جس سے بے شمار جاہل اوسادہ لوح مسلمان غلط اور من گھڑت تصورات کو معاذ اللہ دین سمجھ کر اپنی عاقبت برباد کر رہے ہیں۔ والعیاذ باللہ! اس "جعلی دین ساز تحریک" کی بنیاد اکھیرٹنے اور اس کی جڑیں کاٹنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک "اصولی عقیدہ" بیان فرما کر امت کے عقائد و اعمال کے تحفظ کا پیشگی انتظام فرما دیا تھا کہ نظام حیات میں معینہ عبادات کے ضمن میں نماز و روزہ کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے حقیقی "اسلامی

عید کے طور پر صرف عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دو دن مقرر ہیں: "اب ان کے علاوہ کسی دن کو چاہے کفار کسی "سازش" اور "دجل و حریت" کے ذریعہ مسلمانوں کو کوئی "نئی عید بنانے اور منانے کا" شیطانی سبق" پڑھائیں اور چاہے کچھ مسلمان کھلانے اور شریعت کی پابندیوں سے منافقین کی طرح کڑھنے والے "شیطان کے زیر اثر اور زیر تربیت" تحریف و تحریب کار" اپنی فسادی فطرت، جدت و بدعت پسند طبیعت اور "خالص دنیاوی مفاد و مصلحت کے تجارتی مظہر" اور "ہر مکروہ و حرام و سید کے ساتھ پیٹ پوجا کے نہایت مذہب و مسلک کے مطابق" سیاہ رسوم - بدعات" پر فرقی تقدس اور جعلی اسلامیت کا ملمع چڑھاتے رہیں اور خدا و رسول اور امت کی مقررہ عیدین کے مقابلہ میں اپنی کسی "دل پسند ایجاد کردہ تقریب" کو "فرضی عید" بنا کر اپنی فرقہ واریت کی دکان "چمکاتے رہیں اور غریب مسلمانوں کو زبردستی کفار کا پیرو بنا کر "جسم کی خریداری" میں مشغول بلکہ مبہوت و مدہوش رہیں اللہ اور ان کے رسول اور اصحاب رسول علیہم السلام کے عطاء فرمودہ سچے اور حقیقی دین میں ان کا یہ مردود عمل بہر حال تاقیامت ایک سراسر ناقابل قبول تحریفی اضافہ اور "سنت کی عمارت" میں "اصل رفض و بدعت کی تحریب کاری" کے سوئی انشاء اللہ ثم انشاء اللہ اور کوئی نام نہیں پاسکے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہماری آئندہ نسل کو اس بد عقیدہ اور بد عمل سے تازہ نگہی محفوظ رکھیں آمین ثم آمین۔ اس سلسلہ میں ذہن و فکر کی مدلل اور واضح ظاہری رہنمائی اور "تسکین روح و قلب کے باطنی علاج کے طور پر حسب ذیل حدیث مبارک اصل بنیادی اور الہامی قانون" صحیح شرعی معیار" اور آخری اجماعی لائحۃ العمل ہے۔ ملاحظہ کریں:-

وَعَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ:
 "قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِينَةَ وَلَهُمْ
 يَوْمَانِ يَلْعَبُونَ فِيهِمَا فَقَالَ مَا هَذَانِ الْيَوْمَانِ؟
 قَالُوا: كُنَّا نَلْعَبُ فِيهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ رَسُولُ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

"قَدْ أَبْدَلَكُمْ اللَّهُ بِهِمَا خَيْرًا مِنْهُمَا" يَوْمُ الْأَضْحَى
 وَيَوْمُ الْفِطْرِ. "ابوداؤد" باب صلوة العیدین ج ۱. ص ۱۶۱ طبع
 نور محمد کراچی "حنفی مشکوٰۃ" زجاجة المصابيح . ج ۱. ص
 ۲۰۰ شافعی مشکوٰۃ المصابيح" ج ۱. ص ۱۲۶

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دس سالہ خادم خاص رشتہ میں خالہ زاد بھائی اور
 عظیم المرتبت صحابی حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے
 انہوں نے فرمایا کہ: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب (ہجرت کر کے) مدینہ
 منورہ میں تشریف لائے تو اس زمانہ میں اہل مدینہ کی تفریح وغیرہ کے لئے دو
 دن مقرر تھے جن میں وہ کھیل کود کیا کرتے تھے تو نبی علیہ السلام نے یہ معلوم کر
 کے فرمایا کہ: "یہ جو دو دن ہیں ان کی تاریخی حقیقت اور "مذہبی حیثیت" کیا
 ہے؟ تو انصار صحابہ نے عرض کیا کہ: "جاہلیت اور کفر کے دور میں ہم لوگ ان
 دونوں دنوں میں کھیل کود اور تفریح کیا کرتے تھے" (اس لئے اب بھی رواج کے
 مطابق ان دنوں میں یہی کچھ ہوتا ہے) اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 ارشاد فرمایا کہ:

"اللہ تعالیٰ نے (اب اسلام جیسا دین بھیج کر) تم لوگوں کو ان دنوں کے بدل اور عوض میں (تفريح اور عبادت سے بھرپور) ان سے بہتر دو دن عطاء فرمادیئے ہیں۔" ایک عید الاضحیٰ کا دن ہے اور دوسرا عید الفطر "کا دن ہے (اور ان کے بعد اب جاہلیت کے رواج والے کسی "فرضی عید" اور میلے ٹھیلے کے دن کی قطعاً کوئی ضرورت اور گنجائش باقی نہیں رہی۔ لہذا اب اور کسی دن میں ایسی کوئی مشغولیت ہرگز اختیار نہ کرنا کیونکہ عیدین میں مطلوبہ عبادات کے ساتھ ساتھ تمام جائز اور ضروری انسانی اور اسلامی تفريحات کا بھی مکمل سامان مہیا کر دیا گیا ہے۔ لہذا ان کے علاوہ اب کوئی تقریب شریعت میں کسی مقدس نام اور عبادت کے انداز کے ساتھ منعقد کرنا منانا اور منوانا جائز نہیں رہا)۔

"عشرہ ذوالحجہ" کے فضائل:

۸۰-

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے "اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے "عشرہ ذی الحجہ" سے بہتر کوئی زمانہ نہیں اس دھاکے میں ایک دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے اور "ایک رات کی عبادت لیلۃ القدر کی عبادت کے برابر ہے۔ (الترمذی وابن ماجہ)

۸۱-

قرآن کریم کے تیسویں پارہ کی بارہویں سورۃ "والفجر" کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے دس خاص راتوں "کی قسم کھا کر" ان کی زبردست اہمیت ظاہر فرمائی ہے۔ امت کے جمہور علماء کے قول کے مطابق ان دس راتوں سے ذوالحجہ کی پہلی دس راتیں ہی مراد ہیں، اسی عشرہ میں سے خصوصاً نویں تاریخ یعنی

"عرفہ" کا دن اور عرفہ اور دسویں تاریخ یعنی عید الاضحیٰ کی درمیانی رات۔ بڑی فضیلت کی حامل ہیں چنانچہ عرفہ یعنی ذوالحجہ کی نویں تاریخ کا روزہ رکھنا ایک گزشتہ سال اور آئندہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے اور عید الاضحیٰ کی رات میں ہمت کر کے جاگنا اور تلاوت قرآن کریم، نوافل، ذکر الہی اور وظائف مسنونہ اور درود شریف وغیرہ جیسی عبادت میں مشغول رہ کر صبح تک کا وقت گزار دینا، بہت بڑی فضیلت اور ثواب کا موجب مستحب عمل ہے۔ اس نیکی کی عادت ڈال کر اجر و ثواب آخرت کا ذخیرہ بنانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

"نماز عید کا وقت کب تک باقی رہتا ہے؟":

۸۲-

"عید الفطر کی طرح نماز عید الاضحیٰ کا وقت بھی اس گھڑی میں شروع ہو جاتا ہے جب آفتاب ہماری آنکھوں کے ماحول اور نظر کی ظاہری حد احساس کے مطابق اپنے مطلع سے تھمینا تین گز یا بارہ ہاتھ باشت کے اندازہ میں بلند ہو جائے۔ (بارہ باشت طلوع شمس سے تقریباً بیس منٹس بعد مکروہ وقت ختم ہو جاتا ہے اور نفل نماز کا جائز وقت شروع ہو جاتا ہے) (طحاوی ص ۲۹۰۔

وکنز فی الشامی ج ۱۔ ص ۶۱۳) اور یہ وقت نماز اشراق کا ہوتا ہے، تو اس گھڑی سے لے کر نصف النہار "یعنی "زوال شمس" اور دوپہر کے قریب تک باقی رہتا ہے لیکن مسنون و ماثور عمل کے مطابق نماز چاشت کے وقت یعنی قریباً دن کے دس بجے تک نماز عید سے فارغ ہو جانا سنت ہے اور جان بوجہ کر زوال تک دیر کرنا بدعت ہے۔

۸۳- اگر امام نے نماز عید میں لمبی قراۃ اور لمبے رکوع و سجود وغیرہ کے ذریعہ اتنی دیر کر دی کہ نماز پڑھتے پڑھتے زوال ہو گیا؟ تو اس حالت میں نماز عید فاسد ہو جائے گی اور جبر و نقصان کے لئے دوسرے دن بطور قضاء لازماً دوبارہ پڑھنی پڑے گی۔ اور خدا نخواستہ دوسرے یا تیسرے دن تک دانستہ اداء نہ کرنے اور بالکل چھوڑ دینے سے امام اور مقتدی سب کے سب سنت گنہگار ہوں گے۔

۸۴- اگر ذوالحجہ کی دسویں تاریخ یعنی عید الاضحیٰ کے دن آندھی، بارش، سیلاب، یا کسی اور شرعی عذر کی وجہ سے نماز عید الاضحیٰ بیرونِ شہر عید گاہ، کھلے میدان اور صحراء میں حتیٰ کہ شہر کی جامع مسجد میں بھی نہ پڑھی جاسکے، تو دوسرے دن یعنی گیارہویں تاریخ کو اسی اشراق کے وقت سے لیکر زوال سے پہلے تک اداء کی جاسکتی ہے۔ اور اگر دوسرے دن شرعی عذر کے وجہ سے بھی پڑھنا مشکل ہو تو پھر تیسرے دن یعنی بارہویں تاریخ کو بطور قضاء اسی اشراق سے اور زوال کے درمیانی وقت میں پڑھ لینا جائز ہے۔ اور اگر خدا نخواستہ تیسرے دن بھی عذر شرعی کی وجہ سے عید گاہ یا شہر سے باہر کسی میدان میں نہ پڑھ سکیں تو پھر اندرونِ شہر جامع مسجد میں یا کسی نسبتاً بڑھی مسجد میں اداء نماز کی سعی کی جائے! اور اگر بالفرض مذکورہ امور میں سے کسی بھی شرعی عذر کے باعث شہر کے اندر کسی مسجد میں بھی پڑھنا ممکن نہ رہے، تو پھر معاف ہے۔ لیکن چوتھے دن یعنی ذوالحجہ کی تیرہویں تاریخ کو اگرچہ تمام شرعی عذر ختم بھی ہو

جائیں؟ تب بھی نہ اندرونِ شہر کسی مسجد میں اور نہ بیرونِ شہر عید گاہ یا کسی میدان یا باغ یا صحراء میں کہیں بھی نماز عید پڑھنا ثابت اور جائز نہیں اور چونکہ نماز کے لئے مقررہ وقت میں مکمل شرعی عذر موجود تھا اس لئے ترک واجب کا گناہ بھی نہیں ہوگا۔

۸۵- نماز عید الاضحیٰ کو دوسرے یا تیسرے دن تک بلاوجہ عذر شرعی مؤخر کر کے پڑھنا سنت غلطی اور مکروہ ہے۔

"شرعی عذر موجود ہو تو نماز عید الاضحیٰ عید گاہ کو چھوڑ کر شہر کی کسی مسجد میں پڑھنا ثابت اور جائز ہے"

۸۶- حدیث شریف میں وارد ہے کہ ایک بار عید الفطر کے موقع پر بارش ہو گئی اور اس عذر شرعی کی وجہ سے عید گاہ میں نماز اداء کرنا مشکل ہو گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سمیت عید گاہ میں تشریف نہیں لے گئے بلکہ آپ نے اپنی مبارک اور محبوب "مسجد نبوی" میں ہی نماز اداء فرمائی تھی تو آپ کے اسی عمل کی روشنی میں یہ وقت عذر شرعی عید گاہ کو چھوڑ کر شہر کی کسی مسجد میں نماز عید اداء کر لینا ثابت ہو جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں بطور دلیل و مثال حسب ذیل حدیث مبارکہ ملاحظہ کریں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّهُ أَصَابَهُمْ مَطَرٌ فَيَوْمَ عِيدٍ فَصَلَّى بِهِمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

رحمة الله عليه ج ۱۲ - ص ۲۴۶-۲۴۷

اور "ضحیٰ بشاة من الاضحیہ" کے محاورہ کا مطلب وہ بکری ہے جو یوم الاضحیٰ میں ذبح کی جاتی ہے۔ اور ضحیہ "وہ جانور ہے جسے تم قربان کرو اور وہی "اضحاة" بھی ہے جس کی جمع "اضحیٰ ہے" اور اسی لفظ اضحیٰ سے "یوم الاضحیٰ" (عید قربان کا دن) کا نام رکھا گیا ہے۔!

۳. وَضَحِي تَضَحِيَّةٌ اِذَا ذَبَحَ الْاَضْحِيَّةَ وَقَتِ الضَّحٰى - هَذَا اَصْلُهُ ثُمَّ كَثُرَ حَتَّى قِيلَ "ضَحِي رَفِيْ اَيَّ وَقَتٍ كَانَ مِنْ اَيَّامِ التَّشْرِيقِ - (المصباح المنير" - للمقرئ ج ۲، ص ۱۰۳)

اور ضحیٰ تضحیتہ کا معنی ہے: "کسی آدمی نے "ضحیٰ" یعنی پاشت کے وقت جانور قربان کیا" اس کا اصل معنی ہے پھر استعمال عام ہو گیا۔ یہاں تک کہ قربان کے تین دنوں میں جس وقت بھی جانور ذبح کیا جائے تو یہ محاورہ بول دیا جاتا ہے

۴. اَلْقُرْبَانُ كُلُّ مَا يُتَقَرَّبُ بِهِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ ذَبِيْحَةٍ وَغَيْرِهَا (المنجد" للونس معلوف النصرانی ۱۶۵)

"قربان" ہر اس "ذبیحہ" "غذہ" "میوہ" وغیرہ کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کر کے ان کا قرب و رضاء حاصل کیا جائے۔

۹۰ - ذبیحہ و قربان انبیاء علیہم السلام کی تمام شرائع کا اہم جزء ہے سیدنا ابراہیم خلیل اللہ اور سیدنا اسماعیل ذبیح اللہ علیہما السلام کی خصوصی یاد

گار ہے سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا بہت بڑا شعار و امتیاز ہے اور سابق تحقیق و تشریح کے مطابق نوع انسانی کے جاہلیت و بہیمیت سے معرفت و ملکوتیت کی طرف ارتقاء کی علامت ہے۔ یعنی اولاد آدم خصوصاً امت مسلمہ "کو قیامت تک کے لئے "وطن"، "جاگیر"، "مال"، "جان" اولاد اور "آبرو" کو وحی و شریعت کی عزت و ناموس اور دین و آخرت کی غیرت پر نثار و قربان کرنے کا ابدی، لازوال اور ناقابل فراموش سالانہ درس عبرت و نصیحت اور پیام اخلاص و ایثار ہے اور کوئی شک نہیں کہ ہر سال صرف جانوروں کے ذبح کی شکل میں مال صرف ہو رہا ہے اور جذبہ جہاد و شوق شہادت کے احیاء و تجدید کے لئے اپنی جان کے عوض بہ حکم خدا اور رسول ایک اور جان کا نذرانہ بھی پیش کیا جا رہا ہے اور یہ روح پیدا کرنا ہی ان ذبائح و قربان کے واجب کرنے کا اصل الٰہی فلسفہ اور پیغامبرانہ مقصد ہے۔

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا هَذِهِ الْأَضَاحِي؟ قَالَ: سُنَّةُ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

(مسند احمد" مشکوٰۃ، ص ۱۲۹ - ابن ماجہ" ص ۲۳۳، تفسیر ابن کثیر" - (رحمة الله عليه ج ۳ - ص ۲۲۱)

حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں نے عرض کیا کہ "اے اللہ کے رسول! یہ ذبیحہ

قربان کیا ہیں۔؟ (ان کی کیا حقیقت و حیثیت ہے؟)

فرمایا: "تمہارے جد امجد ابراہیم علیہ السلام کی سنت اور یادگار ہیں۔"

"ایام قربانی میں حکم الہی کے تحت جانوروں کا خون بہانا ہی

سب سے بڑی اور سب سے زیادہ پسندیدہ عبادت ہے۔"

۹۱۔

یہ عمل اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ و محبوب اور رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کا مرغوب ہے اس لئے امت پر واجب کیا گیا۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَا عَمِلُ ابْنِ آدَمَ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدِّمِ"

(ترمذی۔ ابن ماجہ شافعی مشکوٰۃ۔ ج ۱ ص ۱۲۸)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "اولاد آدم کا عید کے دن کوئی عمل ذبیحہ قربان کے خون بہانے سے زیادہ اللہ کو محبوب نہیں۔"

"تکبیرات تشریق کے پانچ دن"

اور "قربانی کے صرف تین دن ہیں:"

۹۲۔

عید الاضحیٰ یعنی ذوالحجہ کی دسویں تاریخ کے بعد دو دن یعنی

گیارہویں بارہویں تاریخ کو سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے قربانی کا وقت باقی رہتا ہے۔ اس کے بعد نہیں، البتہ یوم "عرفہ" یعنی نویں تاریخ سے لے کر تیرہویں کی عصر تک تکبیرات تشریق پڑھنے کا وقت رہتا ہے۔ اس سلسلہ میں تفصیلی بحث کو عدم فرصت کی بناء پر دانستہ ملتوی رکھتے ہوئے۔ حسب ذیل حدیث مبارک سے صحیح رہنمائی حاصل کریں۔

عَنْ أَبِي عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: الْأَضْحَى ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ. يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ النَّحْرِ.

(رواہ الامام المجتہد ابو جعفر الطحاوی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ بسند حیدد، ورواہ امامنا الاعظم ابو حنیفہ۔ التابعی الجلیل رحمۃ اللہ علیہ عن الشیخ الفقیہ الامام ابراہیم النخعی رحمۃ اللہ علیہ "حنفی مشکوٰۃ" زجاجة المصابیح" ج ۲۔ ص ۲۱۳۔ طبع حیدر آباد دکن انڈیا)

براہر عمم زاد رسول، محدث صحابہ، سیدنا حضرت عبداللہ ابن عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ: (ذوالحجہ میں) "ذبیحہ و قربانی کا کل وقت صرف تین دن ہیں یعنی دسویں تاریخ کے بعد دو دن۔"

ذبیحہ و قربان کا ایک ایک بال اور رُوّاں

باعث خیر اور ذریعہ نیکی و نجات ہے

۹۳۔ (وَفِي الْحَدِيثِ السَّابِقِ أَيْضًا قَالُوا فَمَا لَنَا

فِيهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ. قَالَ: "بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةً"
قَالُوا "فَالصَّوْفُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: "بِكُلِّ شَعْرَةٍ
مِّنَ الصَّوْفِ حَسَنَةً" (مشکوٰۃ ص ۱۲۸)

(پہلی سے پہلی حدیث میں یہ بھی ہے کہ) صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا "یا رسول اللہ! ان قربانیوں میں ہمارے لئے کیا مفاد اور کیا اجر ہے؟ فرمایا؟" ہر بال کے بدل میں ایک نیکی "صحابہ نے (پھر) عرض کیا "حضور! تو اس اون اور پشم کا کیا حکم ہے؟" فرمایا: "اون کے ہر رون میں کے عوض میں بھی ایک نیکی ہے۔"

"نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور امت کے کسی بھی فرد کو ایصال ثواب کے لئے نفل قربانی کرنا مسنون ہے:"

۹۴. عَنْ أَبِي رَافِعٍ. رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَ إِذَا ضَحَّى اشْتَرَى كَبْشَيْنِ عَظِيمَيْنِ أَمْلَحَيْنِ، حَتَّى إِذَا خَطَبَ النَّاسَ وَصَلَّى أَتَى بِأَحَدِهِمَا وَهُوَ قَائِمٌ فِي مُصَلَّاهُ فَذَبَحَهُ بِيَدِهِ ثُمَّ قَالَ: اَللَّهُمَّ هَذَا عَنْ أُمَّتِي جَمِيعًا مِنْ شَهِدَ لَكَ بِالتَّوْحِيدِ وَشَهِدَ لِي بِالْبَلَاغِ ثُمَّ يُؤْتَى بِالْآخِرِ فَيَذْبَحُهُ ثُمَّ يَقُولُ

"اَللَّهُمَّ هَذَا عَنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ" رواه الطحاوی رحمۃ اللہ

علیہ "حنفی مشکوٰۃ. "زجاجة المصابيح" ج ۲. ص ۴۰۷، طبع حیدر آباد دکن انڈیا)

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: "بلاشبک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب قربانی کا ارادہ کرتے تو سیاہ و سفید مخلوط رنگ والے دو بڑے بینڈھے خرید لیتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ جب عید کے خطبہ اور نماز سے فارغ ہو جاتے تو پہلے ایک بینڈھا لٹایا جاتا اور آپ اس وقت بھی اپنے مصلیٰ پر کھڑے ہوتے تھے سواپنے ہاتھ سے اسے ذبح کرتے پھر فرماتے "اے اللہ! یہ بینڈھا میری تمام امت کی طرف سے قربان ہے۔ یعنی جو لوگ آپ کی توحید اور میری پیغمبری کی گواہی دیں ان کی طرف سے" پھر دوسرا بینڈھا لایا جاتا تو آپ اسے ذبح کرتے پھر فرماتے "اے اللہ! یہ بینڈھا محمد اور محمد کے بیوی بچوں اور مسلم و موسیٰ رشتہ داروں کی طرف سے قربان ہے۔"

۹۵۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی

ذات کے علاوہ اپنے اہل و عیال اور ساری امت کے نیک و گنہگار سب مسلمانوں کو یاد فرمایا اور ان کی طرف سے پیشگی نفل قربانی دی تھی اور یہ عمل اس کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ ایسے بے مثال شفیق و رحیم لسانی مومن اور ماں باپ سے کروڑوں گونہ بڑھ چڑھ کر ہمدرد و غم خوار امت آقا اور مرنی کے ساتھ قرب تعلق پیدا کرنے اور ان کی روحانی خوشنودی کے حصول نیز دیگر اکابر کے ایصال ثواب کے لئے نفل قربانی اداء سنت موجب خیر و برکت اظہار احسان مندی و اقرار ممنونیت اور پاسداری محبت و وفا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب

کو اس نیکی کی بیش از بیش توفیق ارزانی فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔ ورنہ ہر اپنا اور بیگانہ کہہ سکتا ہے کہ:

وفا کنند کہ "بیگانہ" - "آشنا" گردد!

تراچہ شد؟ کہ نمی پرسی "آشنائے"۔

"قربانی کس شخص پر واجب ہوتی ہے؟"

۹۶۔

ہر آزاد انسان جو وراثت، یا خرید و فروخت کے ذریعہ یا جنگی قیدی بن کر کسی کا شرعی مملوک اور غلام نہ ہو اور اس غلامی سے اپنی قومی حکومت کی جگہ کسی غیر اور مخالف و دشمن قوم کے غالب آجانے سے مسلط ہو جانے والی "ملکی اور سیاسی غلامی" یا اس کے نظام حکومت اور قوانین کے مطابق اس کے وزم بن کر عائد ہونے والی "پابندی" اور "مجبوری" میں منقول شریعت کے مقرر کردہ اور تسلیم کردہ مضموم کے مطابق مولکیت کی مذکورہ اور غیر مذکورہ اقسام میں سے کسی قسم کے ساتھ شرعی غلام نہ ہو۔

۹۷۔

چونکہ ہمارے ملک میں "خالص اسلامی جہاد" نہ ہونے کے باعث "شرعی غلام اور باندی" کا کوئی وجود نہیں پایا جاتا تو اس لحاظ سے یہاں کا ہر مرد و زن آزاد ہے، سرکاری ملازمین آزاد ہیں۔ اور قیدی بھی آزاد ہیں، کیونکہ یہ لوگ مختلف حالات میں مختلف قوانین کے تحت بعض چیزوں کے پابند تو ہیں۔ لیکن کسی شخص یا حکومت کے زر خرید و مملوک اور شرعی غلام نہیں ہیں، لہذا یہ لوگ اگر عید الاضحیٰ کے موقع پر صاحب نصاب زکوٰۃ یعنی شرعاً امیر اور مال

دار ہوں تو ان پر قربانی واجب ہوگی۔

۹۸۔

نیز عاقل، بالغ "مسلم" و "مومن" مرد ہو ایسے ہی ہر آزاد خاتون جو وراثت یا خرید و فروخت کے ذریعہ یا جنگی قیدی بن کر کسی کی شرعی مملوکہ باندی اور کنیز نہ ہو۔ نیز عاقلہ، بالغہ مسلمہ "و مومنہ" عورت ہو اور اپنے گھر اور وطن میں مقیم ہو۔ ایسے ہی سرکاری ملازمین اور قیدی بھی جن کے پاس گھر کی یومیہ حاجات و ضروریات کے خرچ سے زائد و فارغ ساڑھے ہاون تو لے چاندی یا اتنے وزن کے نقرئی زیور اور برتن، یا روپے، یا ساڑھے سات تو لے سونا، یا اتنے وزن کے طلائی زیور یا ڈٹی اور سلخ یا اتنے سونے کی قیمت و مالیت کے اشرافی اور پاؤنڈ جیسے سکے موجود ہوں اور اس مال پر چاند کی تواریخ کے مطابق بارہ اسلامی مہینوں کا سال گزر چکا ہو اور سال بھر تک ہر قسم کے اخراجات کے بعد بھی مذکورہ نقدی اور موجودہ مال کی مقدار میں کوئی کمی نہ آئی ہو تو ایسے صاحب مال پر جس طرح زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے بالکل ویسے ہی اس پر شوال المکرم کا چاند طلوع ہوتے ہی صدقۃ الفطر واجب ہو جاتا ہے اور ذوالحجہ کی دسویں تاریخ کو اس پر قربانی بھی واجب ہو جاتی ہے!

۹۹۔

اسی طرح جس شخص کے پاس مذکورہ تفصیل کے مطابق اتنے ہی وزن اور قیمت کا سونا چاندی موجود ہو یا غلہ و اجناس محفوظ ہوں یا گھر اور مکان میں یومیہ استعمال کی ضرورت سے زائد اور فاضل تانبے، پیتل جست سلور، ایلومینیم لوہے، ٹین وغیرہ کسی دھات سے بنے ہوئے یا پلاسٹک، لکڑی، مٹی،

چینی اور شیشہ وغیرہ کے برتن نیز لکڑی اور لوہے وغیرہ سے بنے ہوئے مستعمل میز و کرسی اور دوسرے فرنیچر وغیرہ کی صورت میں قیمتی سامان پڑا ہوا ہو۔ یا اسی مقدار و مالیت کا مال تجارت موجود ہو۔ لیکن اس کے مملوکہ ہونے چاندی اور مال تجارت پر اسلامی سال نہ گزرا ہو اور جو استعمالی سامان موجود ہے فروخت کر کے بھی اس کی قیمت نقد روپے یا زیور کی شکل میں مالک کے پاس جمع نہ ہوئی ہو اور اس پر بھی اسلامی سال نہ گزرا ہو تو ایسے آدمی پر شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے زکوٰۃ تو فرض نہیں ہوگی؟ لیکن اس کے پاس چونکہ کسی نہ کسی شکل میں اتنی مالیت موجود ہے جو شرعی طور پر قربانی وغیرہ جیسے کئی احکام لازم ہو جانے کا سبب بن جاتی ہے اور وجوب قربانی کے لئے صرف مذکورہ مالیت موجود ہونا ہی شرط ہے اور اس پر اسلامی سال کا گزرنہ بھی شرط نہیں۔ لہذا اتنے مال و اسباب کے مالک پر جیسے سوال کا چاند دیکھتے ہی صدقۃ الفطر واجب ہو جاتا ہے؟ ویسے ہی دس ذوالحجہ کے دن مطلوبہ مالیت موجود ہونے کی بناء پر قربانی بھی لازم و واجب ہو جائے گی۔

چنانچہ اگر کسی شخص کے پاس آٹھ ذوالحجہ تک کوئی سونا چاندی، روپیہ، مال تجارت اور دوسرا سامان کچھ بھی موجود نہیں تھا مگر نو ذوالحجہ کو عصر کے وقت اس کے پاس کسی ذریعہ سے نصاب زکوٰۃ کی مقدار میں مال یا اتنی قیمت کا سامان آگیا جس کے موجود ہونے سے قربانی واجب ہو جاتی ہے تو دوسرے روز یعنی دس ذوالحجہ کو اس پر قربانی کرنا واجب ہو جائے گا۔ اور دس تاریخ کو صبح صادق سے لیکر بارہویں تاریخ کی مغرب تک کتاب و سنت کی نصوص قطعیت سے ثابت اور مقررہ مخصوص حلال جانوروں میں سے کسی ایک قسم کے جانور کو اللہ تعالیٰ کے

حکم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مؤکدہ بہ شکل واجب کی مکمل تعمیل کرتے ہوئے۔ بہ نیت عبادت ذبح اور قربان کرنا فرض کے درجہ میں واجب و لازم ہو جاتا ہے۔ جس کو شرعی زبان میں "اضحیۃ" اور ہماری عام بول چال میں عربی کے قرآنی لفظ "قربان" کو ہی ذرہ سا بدل کر "قربانی" کہتے ہیں۔

"ایک گھر اور خاندان کے تمام بالغ و نصاب زکوٰۃ جتنی مالیت کے مالک افراد پر قربانی واجب ہے۔"

♦ ♦ ۱ - ایک گھر میں باپ، ماں اور بالغ بیٹے بیٹیاں موجود ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی ذاتی ملکیت میں عید الاضحیٰ کے دن ساڑھے باون تو لے چاندی، روپیہ یا اتنی مالیت کا زائد از ضرورت سامان وغیرہ موجود ہے؟ تو شرعاً ان سب کی ملکیت الگ الگ معتبر مانی اور مستقل قرار دی جائے گی اور صدقۃ الفطر کی طرح ان تمام افراد خاندان میں سے مرد و زن ہر ایک شخص پر الگ الگ اور مستقل قربانی واجب ہو جائے گی۔ چنانچہ جیسے آج کل بہ ظاہر بالکل غریب لوگوں کے گھروں میں بھی عام طور پر نصاب زکوٰۃ کی مقدار میں روپیہ اور سامان موجود ہوتا ہے ایسے ہی عموماً عورتوں کے پاس بھی اتنی مالیت کا زیور موجود ہوتا ہے تو جیسے صاحب نصاب مردوں پر قربانی واجب ہوتی ہے اسی طرح مذکورہ مالیت کے زیور کی مالک ماں یا بیٹی پر زکوٰۃ تو اس مال پر اسلامی سال گزرنے کے بعد بھی اتنی مالیت برقرار رہنے سے ہی فرض ہوگی لیکن شرط مالیت پائے جانے

کی وجہ سے ایسی عورتوں پر قربانی بہر حال واجب ہو جائے گی۔ اور وہ "رواجی غربت" کی آڑ میں اس فرض سے سبکدوش نہیں ہو سکیں گی۔ اور ماں باپ، بھائی بہن یا خاوند کی قربانی اس کے لئے سہارا نہیں بن سکے گی۔ لہذا لازم و واجب ہے کہ گھر کے تمام بالغ مرد و زن اپنی اپنی قربانی مستقل طور پر خود ادا کریں۔ ورنہ سخت گناہ گار ہوں گے کیونکہ بے خبر عوام غربت کے خود ساختہ تصور میں سارے گھر والوں کے لئے ایک فرد کی قربانی کو ہی "کافی" سمجھ کر مطمئن ہو بیٹھتے ہیں جو بالکل غلط ہے!

"ایک شخص پر صرف ایک ہی قربانی واجب ہے"
البتہ نفل قربانی جتنی چاہے کر سکتا ہے"

۱۰۱۔ ایک آدمی چاہے کتنا بھی زیادہ مال دار کیوں نہ ہو۔ شریعت کی طرف سے اس پر صرف ایک ہی قربانی واجب ہوگی۔ البتہ ادا واجب کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کی ازواج مطہرات امہات المؤمنین، آپ کی اولاد کرام تین فرزندان، چار پاک بیٹیوں، نو نواسے نواسیوں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اولیاء امت، اپنے فوت شدہ پیرومرشد سلسلہ طریقت و روحانیت، اساتذہ، دینی رہنما، آباؤ اجداد، ماں باپ، بھائیوں بہنوں اور دوسرے اعزہ اقارب اور احباب و متعلقین، نابالغ یا مجنون اولاد، غرض اپنے سوائے کسی بھی غیر کی طرف سے ایصالِ ثواب کے مقصد سے جتنی زائد نفل قربانی دینا چاہے تو کر سکتا ہے، خصوصاً مالکِ نصاب، صاحب حیثیت اور امیر آدمی کو تو لازماً ہی یہ

نیکی کمانی چاہیے اور سفید پوشوں کو بھی یہ وقت توفیق یہ ثواب ضرور حاصل کرنا چاہیے۔ چنانچہ بطور سنت یہ عمل بھی نبی علیہ السلام سے بالکل ثابت اور امت کا معمول ہے۔

"غیر بالغ بچہ"۔ "مجنون"۔ اور "پاگل"
پر قربانی واجب نہیں!"

۱۰۲۔ غیر بالغ لڑکے اور غیر بالغ لڑکی نیز مجنون اور پاگل کی ملک میں اگر نصابِ زکوٰۃ جتنا یا اس سے زائد مال بھی موجود ہو تو پھر بھی اس پر نہ تو زکوٰۃ فرض ہوتی ہے اور نہ ہی قربانی واجب ہوتی ہے؟ حتیٰ کہ "مفتی بہ فقہی قول" کے مطابق نابالغ بچہ کے ماں، باپ یا کسی دوسرے ولی اور سرپرست پر بھی اپنے پیسوں کے ساتھ یا نابالغ کے مملوکہ مال میں سے اس کے لئے قربانی کرنا واجب نہیں! ہاں اگر ماں یا باپ یا بھائی بہن یا کوئی رشتہ دار یا دوست واقف یا کوئی دوسرا سرپرست بچہ کی طرف سے نفل قربانی دینا چاہے تو وہ بالکل جائز ہے۔ اور موجبِ ثواب عمل ہے اور ایسے ہمدرد کو غیر بالغ بچہ یا وفات پائے ہوئے متعلقین کو ایصالِ ثواب کے لئے حسبِ منشاء توفیق، نفل قربانی کرنے کا اختیار حاصل ہے!

"مسافر پر قربانی واجب نہیں:"

۱۰۳۔ جو شخص شرعی ضابطہ کے مطابق اپنے وطن سے کم از کم

اڑتالیس میل دور کی مسافت تک جانے کے لئے مسافر ہو جائے تو اس پر دوران سفر میں جمعہ کی طرح قربانی بھی واجب نہیں۔ (الدر المختار ج ۵ ص ۲۲۴) کیونکہ سفر کی مشکلات کے پیش نظر شرعاً وہ معنوی طور پر "فقیر" کے حکم میں ہو جاتا ہے۔ تو جیسے بے مال فقیر پر زکوٰۃ فرض نہیں ایسے ہی مسافر پر بھی قربانی واجب نہیں ہوتی اور مقیم لوگ چاہے دیہاتی یا قصباتی ہوں یا شہری، ان سب پر مذکورہ بالا شرائط کے مطابق قربانی واجب ہوگی۔!

(نوٹ) مسافر سفر میں پندرہ روز یا اس سے زائد ٹھہرنے کا ارادہ کر لے تو قربانی واجب ہو جائے گی۔ (بہشتی زیور ج ۳ ص ۳۸-۳۸)

۱۰۴۔ جو مسافر گھر میں صاحب حیثیت تھا اور اس پر زکوٰۃ فرض ہو

چکی تھی تو اس پر قربانی بھی واجب ہے لہذا وہ باہر جانے سے پہلے اپنے گھر والوں میں سے کسی کو قربانی اجازت دے چکا ہو یا دوران سفر میں خط لکھ کر اپنے گھر کے کسی فرد کو اپنا نمائندہ اور وکیل بنا کر قربانی کی اجازت دے دے اور نمائندہ اور وکیل اس کی طرف سے قربانی کر دے تو وہ قربانی صحیح ہوگی اور ادا ہو جائے گی۔

"گھر اور وطن سے غائب کسی بیرونی ملک میں مقیم شخص کی قربانی":

۱۰۵۔ ایک شخص ملازمت، کاروبار، یا کسی اور غرض اور وجہ سے

یہاں گھر اور وطن میں موجود نہیں۔ جیسے کہ آج کل ہمارے لاکھوں ہم وطن "امارات متحدہ"، "عراق"، "سعودی عرب"، "یونان"، "افریقہ"، "یورپین ممالک"، "انگلینڈ"، "امریکا"، "کینیڈا"، "آسٹریلیا"، "جزائر فیجی و شرق الہند و مالدیپ"، "سیلون"، "ٹولیا"، "انڈونیشیا"، "بانک گانگ"، "کوریا" اور "جاپان" وغیرہ میں برسوں سے تقریباً مستقل طور پر مقیم ہیں۔ جب کہ ان کے ماں باپ، بھائی بہن اور سسرال کے اکثر گھر انے یہاں آباد ہیں۔ تو بیرون ملک میں اب ہر مقیم شخص اپنے دو حیاں، نھیاں اور سسرال والوں کو یا کسی اور دوست اور واقف کو خط لکھ کر اپنا نمائندہ اور وکیل بنا دے اور اپنی طرف سے قربانی کرنے کی اجازت دے کر یہ تاکید کرے کہ: "میری قربانی کر دو" تو اس کی طرف سے "وکالت" کی ہوئی قربانی درست ہوگی اور شرعاً ادا ہو جائے گی۔

۱۰۶۔ ایک شخص گھر اور وطن سے غائب تھا کہ عید الاضحیٰ کا دن آ گیا اور اس نے ٹیلیفون کر کے یا خط لکھ کر گھر والوں کو اپنی طرف سے قربانی کے لئے نمائندہ اور وکیل نہیں بنایا تھا مگر گھر والوں نے بغیر اس کی اجازت و ہدایت کے جہالت یا غلط اندیشی کے ساتھ از خود ہی اس کی طرف سے قربانی کر دی تو وہ قربانی صحیح نہیں ہوگی اور اس غائب شخص پر صاحب حیثیت ہونے کی بناء پر ماہ ذوالحجہ کی مناسبت سے لازم ہونے والی قربانی ایک فرض کے طور سے بدستور واجب رہے گی، ایسے ہی اگر گھر والوں نے بغیر اجازت و ہدایت غائب شخص کی طرف سے گائے، بیل، بھینس یا اونٹ میں اس کی قربانی کا حصہ رکھ دیا۔ تو چونکہ ان بڑے جانوروں میں ساتوں حصہ دار افراد کی باقاعدہ

اجازت و ہدایت شرط ہے۔ لہذا شرط نہ پائے جانے کی بناء پر نہ تو اس غائب کی قربانی صحیح اور اداء ہوگی بلکہ فقدان شرط کے اثر سے دوسرے تمام چھ افراد کی قربانی بھی فاسد ہو جائے گی اور اداء نہیں ہوگی۔ اور ان سب کے ذمہ میں اصل قربانی قرض رہے گی اور مذکورہ ہر دو صورت میں اگر غائب شخص نے ایام عید میں اصل قربانی اداء نہ کی۔ یا آئندہ سال اس کی قضاء نہ دی تو وہ تا آخر گنہگار رہے گا اور اداء کرنے تک شرعاً زیر بار رہے گا۔

"مقروض کی قربانی:"

۱۰۷۔ ایک شخص صاحب نصاب زکوٰۃ مال دار ہو اور اس پر قرض بھی ہو تو اب حساب کرنے پر اگر قرض اتنا زیادہ نکلا جس سے کل مال اور سرمایہ ختم ہو جائے اور قرض اداء کرنے کے بعد وہ بجائے امیر ہونے کے الاغریب اور مستحق زکوٰۃ بن جائے تو اس پر قربانی لازم نہیں ہوگی اور اگر قربانی اداء کرنے کے بعد اس کے پاس نصاب زکوٰۃ جتنی مالیت باقی بچ رہے جس سے وہ شرعاً مال دار شمار ہو سکے تو پھر اس پر قربانی واجب ہوگی۔

ایک شخص پر غریب ہونے کی وجہ سے قربانی واجب نہیں تھی مگر اس نے طبعی خواہش اور محض شوق کے تحت کچھ روپیہ قرض اٹھا کر قربانی کر دی تو یہ عمل بہتر نہیں ہے کیونکہ جب غربت کی وجہ اس پر سرے سے زکوٰۃ اور قربانی واجب ہی نہیں تھی تو پھر بلا ضرورت شرعیہ خواہ منوہ یہ بوجھ اٹھانا محض تکلف، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہوئی رخصت و رعایت کے ساتھ مذاق ہے اور دوسرے کسی غرباء کو اپنے مشکوک عمل کے ذریعہ سے مسئلہ قربانی کے

متعلق مغالطہ میں ڈالنے کا موجب ہے۔ لہذا بلا وجہ زیر بار ہو کر بے روح عبادت سے احتراز کرنا ضروری ہے۔!

"وانستہ یا غفلتہ" قربانی نہ کرنے والا شخص عید گاہ

میں جانے کے لائق نہیں:"

۱۰۸۔ جس شخص کے پاس گنجائش ہو یعنی شرعاً اس پر قربانی

واجب ہوتی ہو اور وہ خدا نخواستہ جان بوجہ کر یا غفلت اور سستی سے اداء نہ کرے تو یہ بڑی محرومی و بد نصیبی ہے۔ اور ایسے تارک یا غافل کو بڑا گناہ ہو گا ایسے آدمی کی نماز عید حقیقتہً "بے روح" اور "بے مقصد" بن کر رہ جائے گی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ. رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: "قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يَصْنَحْ؟ فَلَا يَقْرَبَنَّ مَصَلَانَا"

(البخاری ج ۲ ص ۸۳۲ "ابن ماجہ" ص ۲۳۲، جمع الفوائد)
(المقرونی ج ۱ ص ۲۰۳ والمستدرک "للحاکم النیشا پوری")
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: "جس شخص کے پاس مال خرچ کرنے کی گنجائش ہو اور اس نے قربانی نہ کی تو ایسا آدمی ہماری "مسجد و عید گاہ" کے قریب نہ پھٹکے۔"

اسی مفہوم کو دوسری حدیث میں بھی بیان فرمایا گیا ہے کہ:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ وَجَدَ سَعَةً لِأَنْ يُضَحِّيَ فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَحْضُرُ مُصَلَّائَنَا!"

(رواہ الحاکم الترغیب والترہیب للمنذری ج ۲، ص ۱۰۳)

"جس شخص نے گنجائش پائی اور قربانی نہ کی تو پھر وہ ہماری عید گاہ میں نہ آئے۔"

۱۰۹۔ جو لوگ اس حکم کو عہداً نہیں مانتے یا غفلت کرتے ہیں۔

انہیں مبوش کرنا چاہیئے اور جو سرے سے منکر ہیں انہیں شرم اور غیرت کرنی چاہیئے کہ جس کام کے نہ کرنے والے کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسی رحیم و کریم ہستی مسجد و عید گاہ جیسی عام وقف عبادت گاہ میں آتا ہوا دیکھنا پسند بھی نہ فرمائیں، "پرویزی ملحدین کی خرافات اور بکواس کے مطابق" کیا وہ عمل محض "نکہ کی مقامی عبادت" یا "غیر مؤکدہ سنت" یا کوئی "عام معمولی اور مباح" کام ہو گا یا کہ "واجب" کی شکل میں ایک قسم کا فرض، ایمان اور غیرت کی رتی بھی جس کے دل میں ہوگی۔ وہ اس حدیث کو پڑھ کر نہ تو قربانی کو عہداً یا غفلتاً چھوڑے گا اور نہ ہی اس کا مخالف و منکر بن کر کھلی آنکھوں جہنم خریدے گا۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائیں اور ہدایت پر قائم رکھیں!

۱۱۰۔ ایک شخص پر شرعاً قربانی لازم نہ تھی لیکن اس نے قربانی

کی نیت سے جانور خرید لیا تو اب اس کی قربانی واجب ہے کیونکہ اس کا یہ عمل شریعت کی طرف سے کوئی عبادت لازم اور واجب کرنے کی نقل ہے تو جیسے شرعی حکم کو پورا کرنا لازم ہوتا ہے۔ ایسے ہی بلا ضرورت اپنے اوپر لازم کردہ عبادت اور نذر جیسے عمل کو پورا کرنا بھی واجب ہوگا۔

"قربانی کی" بنیادی اقسام "اور ان کے" ضروری احکام ":

۱۱۱۔ واضح رہے کہ ایام عید الاضحیٰ میں ذبح کرنے کے لئے

شریعت کے مقررہ طلال جانوروں کی قربانی اصولاً دو قسم کی ہے (۱) ایک "واجب" اور دوسری "نفل" پھر واجب قربانی بھی تین قسم کی ہے۔ پہلی قسم وہ ہے جو امیر اور غریب اور غنی و فقیر دونوں پر لازم ہو جاتی ہے، دوسری قسم وہ ہے جو صرف غریب اور فقیر پر لازم ہوتی ہے اور مال دار پر نہیں اور تیسری قسم وہ ہے جو صرف امیر پر لازم ہوتی ہے فقیر پر نہیں!

"واجب قربانی کی تین اقسام ":

۱۱۲۔ واجب قربانی کی پہلی قسم جو امیر اور غریب دونوں پر بیک

وقت لازم ہوتی ہے۔ وہ قربانی ہے جس کی نذر اور منت مانی جائے اور منت کا ماننے والا چاہے امیر ہو، یا غریب ہو، نذر اور منت کو پورا کرنا بہر حال لازم و

واجب ہے۔ تو جس شخص نے حسب ذیل الفاظ کہ کر کسی جانور کو ذبح کے لئے خاص کر لیا کہ: "میں اللہ کے لئے یہ نذر ماننا ہوں کہ ایک بکری قربان کروں گا!" یا ایک "اونٹ قربان کروں گا" یا جانور کا نام لینے کے ساتھی ہی اس جانور کی طرف اشارہ کر کے یوں کہے کہ: "میں یہ "بکری" یا یہ "اونٹ" قربان کروں گا"۔ یا یہ کہے کہ: "میں نے اس بکری کو قربانی بنا دیا ہے" یا قربانی کے لئے مقرر کر دیا ہے تو ان الفاظ کے ساتھ اس جانور کو نذر اور منت کے طور پر ذبح کرنا بہ حکم خدا و رسول واجب ہو جائے گا۔ (بدائع الصنائع للکاسانی ج ۵- ص ۶۲) کیونکہ ایسے الفاظ اور ان کے مضموم ایک خاص عبادت کو اپنے اوپر لازم کرنے کا معنی دیتے ہیں، اور ہر لازم ہونے والی عبادت کا مضموم یہ ہو گا کہ اس شخص نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے لازم کی ہوئی عبادت کی طرح ہی عبادت کے نقطہ نظر سے مذکورہ نامزد جانور کو ذبح کرنا اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔ نتیجتاً شریعت کی طرف سے دوسری مقررہ عبادت کی طرح منت مان کر اپنے ذمہ میں لی ہوئی ذبح کی یہ عبادت بھی واجب قرار پا جائے گی۔

"واجب قربانی کی دوسری قسم":

۱۱۳۔ واجب قربانی کی دوسری قسم وہ ہے۔ کہ ایک فقیر اور

غریب آدمی جس پر شرعی شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے اصولاً قربانی واجب نہیں تھی، اس نے از خود ایک جانور خریدا اور ساتھ ہی یہ نیت کر لی کہ: "اس کی قربانی دوں گا" تو اب ایام عید الاضحیٰ میں اس فقیر پر بھی یہ جانور ذبح کرنا لازم اور واجب ہو جائے گا۔ (بدائع الصنائع للکاسانی ج ۶- ص ۶۲) چونکہ شرعی لحاظ سے

جس شخص پر قربانی واجب نہ ہو اس کا قربانی کی نیت کے ساتھ از خود جانور خرید لینا عرف عام میں ایک عبادت کو اپنے ذمہ واجب کرنے کا ہم معنی ہے، اور شریعت کی طرف سے مقررہ عبادت کے علاوہ کوئی نیکی اپنے اوپر لازم کرنے کو ہی نذر اور منت کہتے ہیں لہذا جب غریب آدمی نے فقر و غربت کے باعث قربانی واجب نہ ہونے کے بعد بھی قربانی کی نیت کے ساتھ جانور خریدا تو ظاہر ہے کہ وہ اسے بطور عبادت قربان ہی کرے گا کسی دوسرے مصرف میں نہیں لائے گا تو گویا اس کی نیت کا شرعاً یہ مضموم بن جائے گا کہ اس نے قربانی کا صرف خیال ہی نہیں کیا بلکہ یہ الفاظ کہے ہیں کہ "میں نے اس بکری کو قربانی کے لئے مقرر کر دیا ہے"۔ چنانچہ ایسی نیت اور اس قسم کے الفاظ کا مضموم و مطلب شرعاً نذر اور منت ماننا ہی قرار دیا گیا ہے۔ اور نذر کو پورا کرنا ہر حال میں واجب ہے۔ نتیجتاً شریعت کے احکام کی نقل اور پیروی کرنے کی بناء پر غریب اور فقیر ہوتے ہوئے بھی اس شخص پر قربانی لازم اور واجب ہو جائے گی۔!

"واجب قربانی کی تیسری قسم":

۱۱۴۔ واجب قربانی کی تیسری قسم جو صرف امیر پر لازم ہوتی

ہے۔ اور غریب پر نہیں! وہ قربانی ہے جس کی نہ منت مانی جائے۔ اور نہ جانور خریدتے وقت اس کی قربانی کی نیت ہی کی جائے بلکہ "زندگی جیسی نعمت عظمیٰ کا شکر ادا کرنے اور حضرت خلیل اللہ ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی دینی و روحانی وراثت کو زندہ اور باقی رکھنے کے لئے ادا کی جائے (بدائع

الصنائع ج ۵- ص ۶۲) اور اس مفہوم و مطلب کے ساتھ اور مال دار ہونے کی شرط کے ساتھ جانور ذبح کرنے کا حکم دینا بطور عبادت صرف اللہ تعالیٰ کے منشاء کے مطابق ہی ہو سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ عالم الغیب اور حکیم مطلق پروردگار جل جلالہ نے اپنی خاص حکمت اور رحمت کے ساتھ ہر غریب اور فقیر مسلمان کو ایسی عبادت کی پابندی سے از خود مستثنیٰ کر دیا ہوا ہے۔ لہذا وہ صرف امیر پر تو لازم و واجب ہوگی غریب پر نہیں۔

"مطلق قربانی کی دوسری قسم۔ ذبیحہ نفل کا حکم:"

۱۱۵۔ قربانی کی دوسری بنیادی قسم "تَطَوُّع"۔ اور "نفل" قربانی

ہے جو اصولاً امیر اور غریب کسی پر بھی لازم نہیں ہوتی لیکن خیر و برکت کی نیت سے کر دینے پر ہر شخص کو اس کا ثواب لازماً مل جاتا ہے۔ اس کی پہلی مثال "مسافر" کی قربانی ہے۔ کہ شریعت کی طرف سے خاص رعایت کے تحت مستثنیٰ ہونے کی وجہ سے مسافر پر قربانی واجب نہیں تھی لیکن اس نے اگر دوران سفر میں بھی یہ نیکی کر ڈالی تو وہ نفل عبادت کے ثواب کا لازماً مستحق ہو جائے گا۔ اور اس نفلی قربانی کی دوسری مثال اس غریب اور فقیر کی قربانی کی ہے جس نے نہ تو قربانی کے لئے نذر اور منت مانی اور نہ ہی قربانی کی نیت سے کوئی جانور خریدا تو قربانی واجب ہونے کے شرعی سبب اور شرط نہ پائے جانے کی وجہ سے اس غریب پر قربانی واجب نہیں تھی لیکن اگر اس نے اپنی باعث رعایت و استثناء حالت میں پھر بھی یہ نیکی کر ڈالی تو وہ نفل عبادت کے ثواب کا لازماً مستحق ہو جائے گا۔

وَلَوْ نَذَرَ أَنْ يُضَحِّيَ بَشَاءَ وَذَلِكَ فِي أَيَّامِ النَّحْرِ وَهُوَ مُوسِرٌ فَعَلَيْهِ أَنْ يُضَحِّيَ بِشَاتَيْنِ عِنْدَنَا شَاءَ لِأَجْلِ النَّذْرِ وَشَاءَ بِإِجَابِ الشَّرْعِ ابْتِدَاءً إِلَّا إِذَا عَنِيَ بِهِ الْإِخْبَارُ عَنِ الْوَاجِبِ عَلَيْهِ بِإِجَابِ الشَّرْعِ ابْتِدَاءً فَلَا يَلْزَمُهُ إِلَّا التَّضَحُّيَةُ بِشَاءٍ وَاحِدَةٍ

(١) "بدائع الصنائع" فی ترتیب الشرائع" تالیف: حضرت الامام العلام ملک العلماء علاء الدین ابوبکر ابن مسعود الکاسانی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۵۸۷ کتاب التضحیہ" ج ۵- ص ۶۳)

جس شخص پر نصاب زکوٰۃ کا مالک اور مال دار ہونے کی وجہ سے قربانی واجب تھی اس نے ایام عید الاضحیٰ کے اندر ایک بکری قربان کرنے کی نذر اور منت مان لی تو اب اس پر دو جانور ذبح کرنا لازم ہے۔ ایک جانور نذر اور منت ماننے کی بناء پر دوسرا عید کے دن، مال دار ہونے کی وجہ سے شریعت کے مستقل حکم کی بناء پر اور اگر اس آدمی نے اپنی نذر اور منت کا یہ مطلب بیان کیا کہ: اس نذر کے لفظ سے مجھے عید کے دن واجب شدہ اصل قربانی کا اعلان کرنا مقصود تھا "تو اب اس کی قربانی اس کی نیت کی تشریح کے مطابق اس پر صرف عید والی ایک ہی قربانی واجب ہوگی۔

"قربانی کی "نذر" (منت) اور "وصیت" کے احکام:"

۱۱۶۔ ایک مال دار شخص پر قربانی واجب تھی مگر اس نے ایام

قربانی سے پہلے ایک جانور خرید کر صرف قربانی کے لئے نہیں بلکہ نذر اور منت

کے طور پر معین کر دیا تو ایام نحر میں نذر والا جانور ذبح کرنے سے اس کی منت تو پوری ہو جائے گی مگر مال دار ہونے کی وجہ سے عید الاضحیٰ کے دن اس پر جو اصل قربانی واجب ہوئی تھی وہ اداء نہیں ہوگی اور چونکہ وہ صاحب نصاب ہے اس لئے اصل قربانی کے لئے اس پر مستقل جانور قربان کرنا واجب ہوگا۔ اور اگر اس نے جانور تو ایام عید سے پہلے خریدا اور منت کے طور پر معین نہیں کیا تو اس کے لئے اب خرید کردہ جانور کو "قربانی" کے نام سے مخصوص اور معین کرنے کے لئے نسی نیت کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی، بلکہ عید الاضحیٰ کے دنوں میں عرف عام کے مطابق قربانی کے لئے خریدنا ہی نیت قربانی کی علامت کے طور پر کافی ہوگی اور اس پر صرف خرید کر وہ اسی ایک جانور کی ایک ہی قربانی واجب ہوگا۔

۱۱۷۔ ایک مال دار شخص نے جس پر قربانی واجب تھی اصل قربانی کے علاوہ کسی کام کے پورا ہونے پر قربانی کی نذر مان لی۔ پھر اتفاقاً اس کا وہ کام پورا بھی ہو گیا تو اس پر منت کی وجہ سے لازم ہو جانے والی قربانی کرنا واجب ہے۔ اور مال دار ہونے کی وجہ سے عید الاضحیٰ والی لازم شدہ اصل قربانی مستقل طور سے اداء کرنا واجب ہے۔ ایسے ہی اگر کسی امیر یا فقیر آدمی نے کوئی کام پورا ہونے پر بطور تشکر قربانی کی نذر اور منت مان لی۔ اور اتفاقاً اس کا وہ کام بھی پورا ہو گیا، تو اب منت مان لینے کی وجہ سے اس پر قربانی واجب ہو جائے گی۔

۱۱۸۔ قربانی کی منت ماننے والا شخص اگر صاحب نصاب زکوٰۃ ہو

تو منت والی قربانی کے بعد عید کے دن مال دار ہونے کی وجہ سے واجب ہونے والی قربانی مستقل طور پر خدائی قرض بن کر اس کے ذمہ لازم رہے گی۔ اور وہ اصل قربانی نہ کرنے کی صورت میں گنہگار ہوگا۔ اور اداء کرنے تک شرمناک و زاریاں رہے گا۔!

۱۱۹۔ جس شخص پر قربانی واجب نہیں تھی اس نے ایام عید سے پہلے یا ایام نحر میں ہی جانور خریدا یا اس کے گھر میں پہلے سے کوئی جانور موجود تھا جو اس نے قربان کرنے کے لئے مخصوص اور معین کر لیا تو اب ایام عید کے اندر اندر اس کو دوسرا جانور بدل کر ذبح کرنے کی اجازت نہیں! بلکہ نذر اور منت میں مخصوص اور معین کئے ہوئے جانور کی طرح صرف اسی مقرر جانور کی قربانی کرنا ہی واجب ہوگا۔!

۱۲۰۔ جس شخص پر قربانی واجب نہیں تھی اس نے ایام نحر میں بہ نیت قربانی کوئی جانور خریدا یا تو اس خرید سے ہی اس پر وہ جانور قربان کرنا واجب ہو جائے گا۔ لیکن اس نے قربانی واجب ہونے پر بھی جانور ذبح نہیں کیا یا سرے سے جانور نہیں خریدا۔ بلکہ ایام عید کے اندر بعینہ اس جانور کو صدقہ کرنے کی نیت کر لے یا فروخت کر کے اس کی قیمت کو اپنی جہالت یا کسی شخص کے بتائے ہوئے غلط مسد کے زیر اثر قربانی کا ثواب حاصل کرنے کے خیال سے صدقہ کر دے تو وہ از خود اپنے اوپر لازم کردہ قربانی کے واجب سے سبکدوش نہیں ہوگا۔ اور نہ اداء سنت رسول علیہ السلام کا ثواب اور قربانی کے

لئے حکم الہی کی تعمیل کا اجر ملے گا۔ اب اگر صدقہ کی نیت والا جانور اس کے پاس ہی موجود ہے اور عید الاضحیٰ کے تین دنوں کے اندر اندر اسی جانور کو ذبح کر دے تو نذر اور منت کی طرح اپنے اوپر لازم کی ہوئی قربانی کی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائے گا۔ اور اگر ایام نحر نکل گئے اور وہ جانور ابھی اس کی تحویل میں ہی تھا اور اس کے جہالت میں رہتے ہوئے یا صحیح مسد سے باخبر ہو کر بھی وہ جانور ذبح کر کے واجب اداء نہ کیا تو پھر قربانی نہ کرنے سے گناہ گار ہو گا اور چونکہ قربانی کے لئے مخصوص جانور کسی دوسرے مصرف میں استعمال نہیں کیا جا سکتا اس لئے بعینہ اس جانور کو اور اگر وہ جانور اپنے غلط خیال اور نیت کے مطابق کسی کو دے چکا ہے، تو پھر اس کی قیمت کے برابر رقم صدقہ واجبہ کی حیثیت سے ہی کسی ایک غریب کو دے دے یا چند فقراء میں تقسیم کر دے! باقی اپنے غلط عمل کی بناء پر وہ اجر قربانی سے تو محروم رہے گا البتہ صدقہ نفل کا ثواب مل جائے گا، لیکن اس کے لئے عید الاضحیٰ کے دنوں میں ایسی نیت کے ساتھ اپنی قربانی خراب کرنے کی کوئی تک نہیں کیونکہ نفل کا ثواب تو سارا سال ہی حاصل کیا جاسکتا ہے۔

۱۲۱۔ واضح رہے کہ شرعاً ہر مسلم و مومن مرنے سے پہلے اہل خانہ کو اپنے کل ترکہ میں سے ایک تہائی مال کسی بھی نیکی میں خرچ کرنے کی وصیت کر سکتا ہے۔ تہائی سے زائد مال میں وصیت جاری نہیں ہوگی، اس شرعی رعایت اور ہدایت کے مطابق ایک شخص نے مرنے سے پہلے اپنے متعلقین کو وصیت کی کہ "میرے مرنے کے بعد میرے تہائی مال میں سے مجھے ایصال ثواب کے لئے قربانی کر دی جائے۔" چنانچہ متعلقین نے اس کی موت کے بعد

حب وصیت تہائی ترکہ میں سے قربانی کر دی۔ تو وہ درست اور وصیت کرنے والے کے لئے موجب اجر و ثواب ہوگی، لیکن وفات پانے ہوئے لوگوں کے لئے ان کی وصیت کے مطابق دی گئی قربانی کی شکل بھی ان کی تعیین اور تخصیص کر دینے سے نذر اور منت کے مشابہ ہوتی ہے اور نذر اور منت کی یا اس کے ہم معنی قربانی صدقہ واجبہ ہوتا ہے۔ ۹ اور صدقہ کا مال بلا جواز اور بلا استحقاق کھانا کسی کے لئے جائز نہیں۔ اور وصیت والے کے اہل خانہ اپنی اپنی قربانی کرنے کی حالت میں مالک نصاب زکوٰۃ یعنی، شرعاً امیر اور مال دار ہیں۔ اس لئے صدقہ کھانے کے مستحق نہیں۔ لہذا اس صورت میں وہ وصیت والی قربانی کا گوشت بھی نہ خود کھائیں نہ دوسرے امیر رشتہ دار اور احباب و متعلقین اور سادات نیز بنو ہاشم کو کھلائیں بلکہ نذر اور منت والی قربانی کے گوشت کی طرح غرباء و فقراء اور مساکین میں خیرات اور تقسیم کر دینا واجب ہے۔! اور اگر خدا انہو سے کسی بھی وجہ سے انہوں نے وہ گوشت خود کھالیا یا کسی بھی غیر مستحق کو کھلا دیا تو وہ گناہ ہو گا اس سے استغفار کریں اور آئندہ ایسے غلط عمل سے مکمل اجتناب و احتراز کریں۔ اور کفارہ کے طور پر جتنا گوشت خود کھایا یا کسی غیر مستحق کو کھلایا اتنی ہی مقدار میں بازار سے عام گوشت خرید کر فقراء و مساکین میں بطور صدقہ ہی تقسیم کر دیں۔

"نذر اور منت کی قربانی کا گوشت صدقہ واجبہ ہوتا ہے، اس کو فقراء کے لئے خیرات اور تقسیم کر دینا واجب ہے۔"

کے مفہوم والی ہر صورت میں نذر والی قربانی کا گوشت بہ حکم شریعت زکوٰۃ، عشر اور صدقۃ الفطر کی طرح "صدقہ واجبہ" ہوتا ہے اور اپنا ہر قسم کا صدقہ خود کھانا یا اپنے اہل و عیال یا مال دار اعزہ و احباب کو کھلانا قطعاً غیر جائز ہے۔ اور سادات و بنو ہاشم کو کھلانا حرام ہے لہذا اس قربانی والا شخص یہ گوشت نہ خود کھائے نہ مال دار رشتہ دار اور احباب و متعلقین اور سادات و بنو ہاشم کو کھلائے بلکہ حسب ضابطہ صدقات کے مستحق صرف فقراء و مساکین کو دے دے۔

۱۲۳۔ لیکن اگر نذر کی قربانی والے شخص نے مسدہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے؟ یا بھول کر یا خدا نخواستہ آج کل وباء کی طرح عام شدہ عدم احتیاط، جہالت اور ضد کی وجہ سے جان بوجھ کر اپنی منت والی قربانی کا گوشت کھالیا یا کسی غیر مستحق۔ سید، علوی۔ عقلی۔ جعفری اور عباسی۔ ہاشمی یا امیر اور مال دار شخص کو کھلا دیا تو یہ حرام کھلانا بہت ہی برا عمل اور گناہ ہے اس پر استغفار کرنا چاہیے اور آئندہ کے لئے اس سے مکمل اجتناب و احتراز کرنا لازم ہے اور اس شخص نے اپنی منت اور صدقہ کا جتنا گوشت خود کھالیا یا کسی غیر مستحق کو کھلایا ہے اب اس پر اتنی ہی مقدار میں بازار سے گوشت خرید کر بہ شکل کفارہ غرباء و فقراء میں صدقہ کے طور پر ہی خیرات اور تقسیم کر دینا واجب ہے۔

"دیہات اور شہروں میں وقت قربانی کا فرق"

۱۲۴۔ قصبات اور شہروں میں نماز عید الاضحیٰ اداء ہونے سے پہلے قربانی کرنا جائز نہیں۔ نماز کے بعد ذبح شروع کرنا چاہیے۔

۱۲۵۔ جن بستیوں اور بڑے دیہات میں نماز جمعہ و عیدین پڑھنا جائز ہو وہاں نماز عید سے پہلے قربانی جائز نہیں لہذا اگر کسی شخص نے ایسے بڑے گاؤں یا قصبہ یا شہر میں نماز سے پہلے قربانی کر دی تو وہ اداء نہیں ہوگی۔ بلکہ اسے نماز کے بعد دوبارہ اداء کرنی پڑے گی۔ نبی علیہ السلام کے واضح ارشادات گرامی ملاحظہ ہوں

عَنْ جُنْدُبِ بْنِ سُفْيَانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: "شَهِدْتُ الْأَضْحَى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَعُدْ أَنْ صَلَّى وَفَرَّغَ مِنْ صَلَاتِهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا هُوَ يَرَى لَحْمَ أَضَاحِيٍّ قَدْ ذُبِحَتْ قَبْلَ أَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلَاتِهِ فَقَالَ: "مَنْ كَانَ ذَبَحَ أَضْحِيَّتَهُ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ أَوْ نُصَلِّيَ؟ فَلْيَذْبَحْ مَكَانَهَا أُخْرَى وَمَنْ كَانَ لَمْ يَذْبَحْ؟ فَلْيَذْبَحْ بِاسْمِ اللَّهِ"

("مسلم" کتاب الاضاحی ج ۲۔ ص ۱۵۳۔ طبع دہلی انڈیا)

حضرت جندب ابن سفیان بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ: "میں عید الاضحیٰ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نماز عید پڑھنے سے فارغ ہوئے اور سلام پھیرا تو آپ نے اچانک کچھ قربانیوں کا گوشت دیکھا جو آپ کے نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ذبح کی جا چکی تھیں تو فرمایا کہ: "جس شخص نے اپنی نماز پڑھنے یا فرمایا کہ"

میرے نماز پڑھنے سے پہلے "اپنی قربانی ذبح کر دی تو اس پر لازم ہے کہ وہ قبل از نماز ذبح شدہ جانور کی جگہ دوسرا اور نیا جانور ذبح کرے اور جس شخص نے نماز سے پہلے جانور ذبح نہیں کیا ہے تو وہ اب نماز کے بعد اللہ کے نام کے ساتھ اپنی اصلی قربانی ذبح کرے۔"

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: "خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَوْمِ النَّحْرِ فَقَالَ: "لَا يَذْبَحَنَّ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُصَلِّيَ إِلَى آخِرِهِ" (الترمذی، کتاب الاضاحی ج ۱، ص ۲۳۷)

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دسویں تاریخ کو قربانی کے دن ہمارے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا کہ: "تم میں سے کوئی آدمی جب تک عید کی نماز نہ پڑھ لے قربانی کا جانور ذبح نہ کرے۔"

مَنْ كَانَ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ ؟ فَلْيَذْبَحْ مَكَانَهَا أُخْرَى وَمَنْ لَمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ بِسْمِ اللَّهِ. (البخاری، کتاب الاضاحی، ج ۱)

جس شخص نے نماز عید الاضحیٰ سے پہلے جانور ذبح کر ڈالا ہو اس پر لازم ہے کہ اس ذبیحہ کی جگہ دوسرا جانور ذبح کر لے اور جس نے ابھی ذبح نہیں کیا وہ اب نماز کے بعد اللہ کے نام کے ساتھ ذبح کرے۔"

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى ثُمَّ خَطَبَ قَامَرًا: مَنْ كَانَ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ أَنْ يُعِيدَ ذَبْحًا (صحیح مسلم، کتاب الاضاحی ج ۱، ص ۱۵۵، طبع نور محمد دہلی)

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عید پڑھی پھر خطبہ دیا اور جس آدمی نے نماز عید سے پہلے جانور ذبح کر دیا ہو اس کے متعلق حکم فرمایا کہ: "وہ دوبارہ جانور ذبح کرے"

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ: قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّمَا يَذْبَحُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ ذَبَحَ بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَدْ تَمَّ نُسُكُهُ وَأَصَابَ سُنَّةَ الْمُسْلِمِينَ"

(البخاری، کتاب الاضاحی ج ۱، طبع دہلی انڈیا)

حضرت انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ: "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: "جس شخص نے نماز عید سے پہلے جانور ذبح کر دیا؟ تو سمجھ لو کہ وہ صرف اپنی ذات کے کھانے پینے کے نفع کے لئے ذبح کیا اور جس شخص نے نماز عید کے بعد جانور ذبح کیا تو یقیناً اس کی شرعاً واجب قربانی پوری ہو گئی اور اس نے اہل اسلام کے صحیح طریقہ کو پایا لیا۔"

۱۲۶ - اگر کسی شرعی عذر کی وجہ سے دسویں تاریخ کو پہلے دن نماز

عید الاضحیٰ ادا نہ کی جائے تو نماز عید کا وقت گزر جانے پر زوال کے بعد قربانی کرنا جائز ہے۔

۱۲۷۔ جو شخص ایسے چھوٹے گاؤں میں رہتا ہو جہاں نماز جمعہ کی

طرح نماز عیدین بھی نہیں پڑھی جاتی تو اس کے لئے صبح صادق طلوع ہونے کے بعد قربانی کر دینا جائز ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

۱۲۸۔ اگر کوئی شخص خود تو شہر میں رہے اور اپنا جانور گاؤں میں

بھیج دے تو اب اس کو دیہاتیوں کی طرح طلوع فجر کے فوراً بعد ہی ذبح کر دینا اور اس کا گوشت شہر میں منگوا کر تقسیم کرنا اور کھانا جائز ہے۔

۱۲۹۔ اگر کوئی شخص دسویں، گیارہویں، حتیٰ کہ بارہویں تاریخ کو

بھی سفر میں تھا۔ مگر بارہویں کو سورج ڈوبنے سے پہلے واپس وطن پہنچ گیا اس نے دوران سفر میں کسی جگہ صرف پندرہ دن ٹھہرنے یا مستقل قیام کی نیت کر لی تو اب مقیم ہو جانے کی وجہ سے اس پر بھی قربانی واجب ہوگی۔

۱۳۰۔ اگر مقیم شخص نے کسی بھی وجہ سے بارہویں تک قربانی کو

موخر کیا یا کوئی شخص مسافر تھا اور وہ بارہویں کو وقت پر گھر نہ پہنچ سکا حتیٰ کہ سورج ڈوب گیا تو شام کے بعد وقت فوت ہو جانے کی وجہ سے اس کی قربانی درست نہ ہوگی۔ البتہ مقیم آدمی کے لئے ضروری ہے کہ ایک بکری یا بھیڑ کی قیمت خیرات کر دے اور اگر جانور خرید چکا تھا مگر قربانی نہ کر سکا تو بیعینہ وہی

جانور خیرات کر دے۔ کیونکہ قربانی کا جانور حکم قربانی اور نیت کی وجہ سے نذر اور منت کی طرح متعین و مقرر ہو جاتا ہے اور ایسے جانور کو صدقہ کرنا واجب ہو جاتا ہے کسی اور مصرف میں لانا جائز نہیں البتہ، تاخیر کے سبب فوت قربانی کا گناہ ہوگا تو یہ خیرات وقتی طور پر کفارہ گناہ ہو جائے گی۔

۱۳۱۔ اگر کسی شخص نے غفلتاً یا عمدتاً کچھ مدت قربانی نہیں کی تو وہ

معاذ نہ ہوگی بلکہ جب تک یکجا یا قسط وار سابقہ قربانی ادا نہ کر دے؟ اس کے ذمہ میں واجب رہے گی اور وہ مسلسل گناہ گار رہے گا۔

۱۳۲۔ ایک امیر آدمی نے جس پر شرعاً قربانی واجب تھی اس نے

قربانی کی نیت سے جانور خریدا ہوا تھا وہ گم ہو گیا تو اس نے دوسرا خریدا لیا اور قربانی کا وقت آیا تو پہلا گم شدہ جانور بھی مل گیا تو چونکہ مالدار ہونے کی وجہ سے اس پر شرعی حکم کے مطابق ابتداء سے صرف ایک ہی قربانی واجب تھی اور اس نے پہلے جو جانور خریدا تھا وہ بھی شرعی واجب ادا کرنے کی نیت سے ہی خریدا تھا اور قربانی کے علاوہ اس نے کوئی نذر اور منت نہیں مانی تھی اس لئے اس پر کوئی دوسرا جانور ذبح کرنا لازم و واجب نہیں تھا اور پہلے جانور کی گمشدگی کے بعد اس نے دوسرا جانور بھی کسی نئی قربانی یا نذر کی نیت سے نہیں خریدا بلکہ اول وقت سے واجب شدہ قربانی ادا کرنے کے لئے ہی لیا تھا تو اس کے ذمہ میں حقیقتاً جو صرف ایک ہی جانور کو ذبح کرنا لازم تھا وہی اب بھی باقی ہے۔ لہذا اس کو اختیار ہے کہ اگر دونوں کی قیمت برابر ہے تو جسے چاہے ذبح کر دے! اور

اگر دوسرے کی قیمت پہلے سے کچھ زائد ہے تب بھی اسے ذبح کر دے اور اگر دوسرے کی قیمت پہلے سے کم ہو تو پھر پہلے کو ہی ذبح کر دے اور دوسرے کو جس طرح چاہے اپنے مصرف میں لے آئے! یعنی چاہے ذبح کر کے اس کا گوشت استعمال کر لے چاہے پکا کر کھلا دے چاہے فروخت کر دے چاہے کسی کو ہدیہ دے دے مذکورہ بالا ہر صورت میں اس کی قربانی بالکل جائز اور صحیح طور پر اداء ہو جائے گی۔

۱۳۳۳ - ایک غریب آدمی نے جس پر شرعاً قربانی واجب نہیں تھی

لیکن اس نے شوق ثواب میں یا صرف تکلف کر کے قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا تھا وہ گم ہو گیا تو اس نے دوسرا خرید لیا اور قربانی کا وقت آیا تو پہلا گم شدہ جانور بھی مل گیا تو چونکہ غریب ہونے کی وجہ سے اس پر شرعاً قربانی واجب ہی نہیں تھی۔ بلکہ اس نے تکلف کر کے از خود قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا تھا اور چونکہ اس کی نیت نذر اور منت کی حیثیت رکھتی ہے اس لئے غریب کا خرید کردہ جانور منت کے جانور کی طرح ذبح کے لئے بالکل معین اور مقرر ہو جاتا ہے اور اس کو قربانی کے علاوہ کسی بھی دوسرے مصرف میں استعمال نہیں کیا جاسکتا تو ایسے غریب پر اسی جانور کا ذبح کرنا لازم و واجب تھا۔ لیکن جب وہ جانور گم ہو گیا تو غریب کے ذمہ جو ذبح واجب تھا اس ذبح کا محل و مصداق ضائع ہو جانے کی وجہ سے قربانی کا وہ واجب عمل بھی غریب کے ذمہ سے ساقط اور کالعدم ہو گیا! مگر اس نے بلا ضرورت و بلا حکم شرعی اسی نیت سے جب دوسرا جانور بھی خرید لیا تو نئی قربانی کی مستقل نیت کرنے اور اس کی نیت کے نذر

اور منت کے ہم معنی ہونے کی وجہ سے اس دوسرے جانور کو ذبح کرنا بھی واجب ہو گیا۔ اور جب دوسرا خریدنے کے بعد پہلا گمشدہ جانور بھی مل گیا تو منت جیسی نیت کی وجہ سے لازم ہونے والا ذبح کا محل و مصداق مکرر طور سے موجود ہو جانے کے باعث قربانی کے عمل کا ختم شدہ وجوب بھی شرعی قانون کے تحت دوبارہ واپس آجائے گا اور چونکہ منت جیسی نیت کے باعث دونوں جانور صرف قربانی کے لئے معین و مقرر ہو چکے ہیں اور اس کے علاوہ کسی بھی دوسرے مصرف میں استعمال نہیں ہو سکتے اور نہ خیرات میں دیئے جاسکتے ہیں نتیجتاً اس غریب کی اپنی نیت اور اپنے ہی عمل کے سبب سے مستقل طور پر دوبار خرید کردہ دونوں جانوروں کا ذبح کرنا اس پر لازم و واجب ہو جائے گا لہذا مذکورہ صورت کے مطابق یہ غریب شخص صرف ایک ہی جانور ذبح کر کے واجب سے سبکدوش نہیں ہو سکے گا؟ اور اس کے علاوہ کسی بھی دوسرے مصرف میں استعمال نہیں ہو سکتے اور نہ خیرات میں دیئے جاسکتے ہیں نتیجتاً اس غریب کی اپنی نیت اور اپنے ہی عمل کے سبب سے مستقل طور پر دوبار خرید کردہ دونوں جانوروں کا ذبح کرنا اس پر لازم و واجب ہو جائے گا لہذا مذکورہ صورت کے مطابق یہ غریب شخص صرف ایک ہی جانور ذبح کر کے واجب سے سبکدوش نہیں ہو سکے گا؟ بلکہ امیر کی بلا ضرورت ریس کرنے کے نتیجے میں بیک وقت دونوں جانور ذبح کرنے سے ہی اس کی قربانی صحیح اداء سمجھی جائے گی۔ یہ مسئلہ پوری توجہ اور مکمل غور و فکر کے ساتھ پڑھ کر اچھی طرح سمجھ لیں تا کہ کوئی سادہ لوح یا جاہل آدمی اس قانون کو معاذ اللہ! امیر آدمی کی "بے جا رعایت" اور غریب پر بے جا تحکم اور تشدد اور "تاوان اندازی" نہ قرار دیدے

علاوہ مثلاً خرگوش اور شتر مرغ وغیرہ دوسرے تمام چھوٹے بڑے حلال جنگلی جانوروں کو قربانی میں ذبح کرنا جائز نہیں ہے۔ (ان تینوں اجناس کے جواز اور تخصیص کی دلیل مرفوع صحیح احادیث وغیرہ میں جن کی تفصیل نصب الرایۃ للزیلعی ج ۴- ص ۳۱۶ کتاب الاضحیۃ میں ملاحظہ فرمائیں۔)

۱۳۷- اگر کوئی حلال جانور کسی جنگلی اور مانوس شہری جانور سے

مخلوط طور سے پیدا ہوا ہو تو پھر سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور ائمہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں واردہ ہدایات و علامات اور شرائط کے مطابق یہ تفصیل ملحوظ رکھی جائے گی۔ کہ اس جانور کی ماں کس جنس اور نوع سے تعلق رکھتی ہے کیونکہ شریعت میں قربانی کے لئے حلال جانوروں کی تعیین میں اس کی ماں کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ اگر وہ ماں غیر جنگلی اور مانوس شہری ہوئی تو اس کا بچہ قربانی کے لئے جائز ہو گا۔ ورنہ نہیں کیونکہ جانور کا بچہ ماں کے پیٹ سے نکل کر ہی اس سے جدا ہوتا ہے اور قابل فروخت اور باقیمت مال بن جاتا ہے۔ جس پر بہت سے احکام جاری ہوتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں باپ کے وجود میں سے سوئی اس کے نطفہ کے جو مادین کے رحم میں جا کر بچہ بن گیا اور کوئی قابل توجہ اور اہم چیز برآمد نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کی کوئی قیمت ہوتی ہے اور نہ اس پر خاص احکام ہی جاری ہوتے ہیں پھر اگر چہ نسب اور نسل کی پہچان کی غرض سے عرف عام اور شریعت دونوں میں بچہ کو باپ کی طرف ہی منسوب کر کے بلایا نیز عزت افزائی اور کسی قانون اور حکم کا محل و مصداق بنایا جاتا ہے، لیکن قربانی کے حلال جانوروں کی تعیین کا معاملہ انسانوں کی آزادی اور غلامی کے مسئلہ کے ساتھ

زبردست مشابہت رکھنے کی وجہ سے ماں کی حالت کے مطابق نمٹایا جاتا ہے۔ چنانچہ جیسے جنگلی قیدی یا خرید و فروخت کے ذریعہ حاصل ہونے والی کنیز اور باندی کے ساتھ آنے والا بچہ اپنی ماں کے تابع رکھا جاتا ہے کہ جب تک وہ باندی رہے گی۔ اس کا بچہ بھی غلام اور قابل خرید و فروخت رہے گا اور جب وہ کسی طرح بھی آزاد ہوگی۔ تو اس کا بچہ بھی ساتھ ہی آزاد ہو جائے گا بناء بریں اگر کوئی عام "شہری گائے" "جنگلی نیل گائے" کے ز سے ملی اور اس سے کوئی بچہ پھر پھر پیدا ہوا تو چونکہ اس کی یہ ماں قربانی کے لئے شرعاً مقرر غیر جنگلی اور مانوس شہری جانور ہے۔ تو ز نیل گائے کے اس بچہ کو شہری گائے کے بچہ سے بچہ پھر پھر کی طرح قربانی میں ذبح کرنا جائز ہو گا۔ ورنہ اس کے بالعکس اگر جنگلی نیل گائے کے ساتھ عام مانوس شہری بیل کا ملاپ ہونے سے کوئی بچہ پیدا ہوا۔ تو اگرچہ نیل گائے اصولاً بالکل حلال اور طیب جانور ہے۔ لیکن شریعت نے چونکہ اس کی قربانی کو ممنوع قرار دیا ہوا ہے۔ اس لئے نیل گائے سے عام شہری بیل کے پیدا شدہ بچے کی قربانی دینا جائز نہیں ہو گا۔

۱۳۸- اگر "جنگلی برن" کا شہری بکری سے ملاپ ہوا اور بکری نے

اس سے بکری جیسا ہی بچہ جنا تو اس بچہ کو بکری ہی شمار کیا جائے گا۔ اور اس کی قربانی جائز ہوگی اور اگر بکری سے برن جیسا بچہ پیدا ہوا تو اسے برن ہی شمار کیا جائے گا اور اس کی قربانی جائز نہیں ہوگی۔

"گھوڑا" حلال جانور "نہیں۔ اور نہ ہی قربانی کے لئے مقررہ جانوروں میں شامل ہے۔ لہذا اس کو نہ عام حالات میں ذبح کر کے کھانا جائز ہے؟ اور نہ اس کی قربانی جائز ہے۔":

۱۳۹۔ اس سلسلہ میں بھی اصول کے مطابق دین کے تین بنیادی ماخذ "کتاب اللہ" سنت رسول "اجماع امت" سے مہیا شدہ دلائل ترتیباً ذکر کئے جاتے ہیں۔ تاکہ اس مسئلہ کی اصولی حیثیت اور عملی کیفیت بالکل قطعی و یقینی اور عوام و خواص کے لئے اطمینان بخش طور سے واضح اور آشکارا ہو جائے۔ چنانچہ امت کی واحد نمائندہ ننانوے فی صد قطعی اکثریت "اہل السنۃ والجماعت" ابو حنیفہ نعمان ابن ثابت "رحمۃ اللہ علیہ کے الہامی اجتہاد اور عالم گیر مسلک حق کے مطابق۔ کتاب و سنت اور اجماع امت کی بناء پر گھوڑے کا گوشت مکروہ تحریمی بلکہ حرام ہے۔ چنانچہ اسلامی قانون اور فقہ حنفی اسلامی کے عظیم ماہر و محقق ملک العلماء علامہ "ابو بکر ابن مسعود" کاشانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مایہ ناز کتاب "بدائع الصنائع" میں حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مضبوط و مدلل اجتہاد اور ہمہ گیر مسلک حق کو بڑے واضح و دل نشین اور مدلل انداز میں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"أَمَّا الْكِتَابُ الْعَزِيزُ فَقَوْلُهُ جَلَّ شَانُهُ: وَالْخَيْلُ وَالْبِغَالُ وَالْحَمِيرُ لَتَرْكَبُوهَا وَزِينَةٌ أَهْ وَوَجْهُ الْإِسْتِدْلَالِ بِهِ مَا حُكِيَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا. فَإِنَّهُ رَوَى أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ لَحْمِ الْخَيْلِ فَقَرَأَ

بِهَذِهِ الْآيَةِ الشَّرِيفَةِ وَقَالَ: "لَمْ يَقُلْ تَبَارَكَ وَتَعَالَى لَتَأْكُلُوهَا" فَيَكْرَهُ أَكْلَهَا" وَتَمَامُ هَذَا الْإِسْتِدْلَالِ. إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى ذَكَرَ الْأَنْعَامَ فِيمَا تَقَدَّمَ وَ مَنَّا فَعَهَا وَبَالِغَ فِى ذَلِكَ بِقَوْلِهِ تَعَالَى: "وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعٌ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ" وَلَكُمْ فِيهَا جَمَالٌ حِينَ تَرِيحُونَ وَحِينَ تُسْرَحُونَ" وَتَحْمِلُ أَثْقَالَكُمْ إِلَىٰ بَلَدٍ لَّمْ تَكُونُوا بِالْغِيهِ إِلَّا بِشِقِّ الْأَنْفُسِ إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَوْفٌ رَّحِيمٌ" وَكَذَا ذَكَرَ فِيمَا بَعْدَ هَذِهِ الْآيَةِ الشَّرِيفَةِ مُتَّصِلًا بِهَا مَنَافِعُ الْمَاءِ الْمُنَزَّلِ مِنَ السَّمَاءِ وَالْمَنَافِعُ الْمُتَعَلِّقَةُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ وَالنُّجُومِ وَالْمَنَافِعُ الْمُتَعَلِّقَةُ بِالْبَحْرِ عَلَىٰ سَبِيلِ الْمُبَالَغَةِ بَيَانِ شِفَاءٍ لَا بَيَانَ كِفَايَةٍ وَذَكَرَ فِى هَذِهِ الْآيَةِ أَنَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى خَلَقَ الْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِلرُّكُوبِ وَالرِّيَّةِ، ذَكَرَ مَنَفَعَةَ الرُّكُوبِ وَالرِّيَّةِ وَلَمْ يَذْكُرْ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى مَنَفَعَةَ الْأَكْلِ فَدَلَّ أَنَّهُ لَيْسَ فِيهَا مَنَفَعَةٌ أُخْرَى سِوَى مَا ذَكَرْنَاهُ وَلَوْ كَانَ هُنَاكَ مَنَفَعَةٌ أُخْرَى سِوَى مَا ذَكَرْنَاهُ لَمْ يَحْتَمِلْ أَنْ لَا يَذْكُرَهَا

عِنْدَ ذِكْرِ الْمَنَافِعِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِهَا عَلَى سَبِيلِ الْمُبَالَغَةِ وَالْإِسْتِقْصَاءِ!

"کتاب عزیز میں سے ہماری دلیل اللہ جل شانہ کا یہ ارشاد ہے کہ: "اللہ نے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کئے تاکہ تم ان پر سواری کرو اور تمہاری زینت کے لئے"۔ اس آیت شریفہ سے استدلال کی توجیہ وہ واقعہ ہے جو مفسر صحابہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے چنانچہ پختہ روایت کی گئی ہے کہ ان سے گھوڑے کا گوشت حلال یا حرام ہونے کے متعلق سوال کیا گیا۔ (کہ اس کا کیا حکم ہے؟) تو انہوں نے جواب دیتے ہوئے یہی آیت شریفہ پڑھی اور فرمایا کہ: "اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہاں (گھوڑے، خچر اور گدھے کے ذکر میں سواری اور زینت کے کام آنے کے علاوہ "لِأَكْلِهِمْ" تاکہ تم ان جانوروں کا گوشت کھاؤ۔" نہیں فرمایا؟ اس لئے ان کا کھانا (حرام کا ہم معنی) مکروہ تحریمی ہو گا۔" اس استدلال کی تفصیل یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مذکورہ آیت سے پہلے آیات میں کچھ چوپایہ جانوروں کا ذکر کیا ہے اور انسان کے لئے ان کے اندر جو فوائد و منافع رکھے گئے ہیں ان کو اپنے حسب ذیل ارشاد کے ذریعہ سے مستقل اور بھرپور طریقہ سے بیان فرمایا ہے کہ: اور اللہ نے پالتو چوپایوں کو پیدا کیا، تمہارے لئے ان کے اون اور بال کھال میں گرمائش اور لباس کا سامان ہے اور (دودھ، سواری، بار برداری وغیرہ کے بہت سے فوائد ہیں، اور انہیں میں سے بعض کو) بکری، بھیڑ، دنب، گائے، بھینس اور اونٹ جو کھانے کے قابل ہیں ان کو کھاتے بھی ہو اور تمہارے لئے ان میں رونق و عزت ہے۔ جب شام کے

وقت ان کو جنگل سے چرا کر واپس گھروں میں لاتے ہو اور صبح کے وقت جب ان کو چرانے کے لئے گھروں سے جنگل میں لے جا کر چھوڑ دیتے ہو، اور وہ اٹھائے جاتے ہیں تمہارے بوجھ بھی ان شہروں تک کہ جہاں تم نہ پہنچ سکتے مگر جان مار کر؟ یقیناً تمہارا پالنا بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے، اور اس اللہ نے پیدا کئے گھوڑے اور خچر اور گدھے تاکہ تم ان پر سواری کرو اور زینت و آرائش کے لئے اور تمہاری (غذا لباس اور سواری وغیرہ کے لئے) ایسی چیزیں بناتا ہے جو تم نہیں جانتے۔"

ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے اس آیت شریفہ کے بعد متصلاً آسمان سے اتارے گئے بارش کے پانی کے فوائد و منافع کا ذکر کیا ہے، اور رات اور دن اور سورج اور چاند اور ستاروں سے تعلق رکھنے والے فوائد اور سمندر سے وابستہ منافع صرف بہ قدر کفایت نہیں؟ بلکہ بڑے بھرپور اور روح و قلب کے اضطراب کو شفاء اور اطمینان و سکون بخشنے والے انداز کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور اسی آیت میں اللہ سبحانہ، و تعالیٰ نے یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ "انہوں نے گھوڑے خچر اور گدھے۔ سواری اور زیبائش کے لئے پیدا کئے ہیں۔" تو یہاں انہوں نے ان جانوروں کے صرف دو منافع ذکر کئے ہیں۔ ایک سواری اور دوسرے زینت اور اللہ سبحانہ، و تعالیٰ نے ان کے گوشت کھانے کا تیسرا فائدہ اور نفع ذکر نہیں کیا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان تینوں جانوروں میں ہمارے ذکر کردہ منافع کے سوا کوئی فائدہ موجود نہیں! اور اگر ہمارے ذکر کردہ منافع کے سوا انہیں کوئی بھی اور نفع اور مفاد ہوتا تو پھر اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ احتمال اور خیال بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ ان جانوروں سے متعلق منافع

بیان کرتے وقت اس تیسرے فائدہ اور نفع کا بھرپور اور مکمل انداز کے ساتھ ذکر نہ فرماتے۔

"وَقَوْلُهُ عَزَّوَجَلَّ: يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبُ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبِيثَ: وَلَحْمُ الْخَيْلِ لَيْسَ بِطَيِّبٍ بَلْ هُوَ خَبِيثٌ، لِأَنَّ الطَّبَاعَ السَّلِيمَةَ لَا تَسْتَطِيعُهُ. بَلْ تَسْتَخْبِئُهُ. حَتَّى لَا تَجِدَ أَحَدًا تَرَكَ بِطَبْعِهِ؟ إِلَّا وَتَسْتَخْبِئُهُ تَبْقَى طَبْعُهُ عَنْ أَكْلِهِ، وَإِنَّمَا يُرْغَبُونَ فِي رُكُوبِهِ إِلَّا يُرْغَبُ طَبْعُهُ فِيمَا كَانَ مَجْهُولًا عَلَيْهِ! وَبِهِ تَبَيَّنَ أَنَّ الشَّرْعَ إِنَّمَا جَاءَ بِإِحْلَالِ مَا هُوَ مُسْتَطَابٌ فِي الطَّبْعِ لَا بِمَا هُوَ مُسْتَخْبِئٌ؛ وَلِهَذَا لَمْ يَجْعَلِ الْمُسْتَخْبِئَ فِي الطَّبْعِ غِذَاءَ الْيُسْرِ وَإِنَّمَا جَعَلَ مَا هُوَ مُسْتَطَابٌ بَلَغَ فِي الطَّبِيبِ غَايَتَهُ۔"

"اور کتاب اللہ سے ہی (گھوڑا حلال نہ ہونے کی) دوسری دلیل اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے کہ: (وہ سچے مومن لوگ صحابہ کرام اس رسول نبی امی کی پیروی کرتے ہیں جس کی یہ بھی صفت ہے کہ) "اور وہ رسول اللہ کے منشاء اور حکم کے مطابق حلال کرتا ہے ان کے لئے سب پاک اور نفیس چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر پلید اور گندی چیزیں" اور گھوڑے کا گوشت پاک اور نفیس نہیں ہے بلکہ وہ گندہ اور غلیظ ہے اس لئے کہ فطری طور پر عقل اور ذوق کی کمزوریوں

سے محفوظ طبائع اس کو پاکیزہ اور نفیس نہیں سمجھتیں! چنانچہ جس شخص کو بھی تم دیکھو گے کہ اس نے گھوڑے کے گوشت کو اپنی طبیعت کی سلامت و نفاست کی وجہ سے کھانا چھوڑا ہے؟ تو وہ حقیقتہً اس کو گندہ اور غلیظ ہی سمجھتا ہے اس لئے اسے کھانا چھوڑتا ہے اور اس کی طبیعت اس گوشت کو کھانے سے بچتی اور پرہیز کرتی ہے۔ اور حقیقتہً یہی ہے کہ لوگ گھوڑے کی سواری میں رغبت رکھتے ہیں "ہاں جس جانور کی حقیقت سے کوئی شخص بے خبر ہو تو وہ اس کے کھانے کی رغبت کر لیتا ہے۔ اور اسی آیت کریمہ سے مستفاد سراپا عقل دلیل سے یہ امر بھی واضح ہو گیا کہ یقیناً شریعت انہی چیزوں کو حلال کر کے انسانوں کے سامنے لاتی ہے جو حقیقتہً پاکیزہ اور نفیس ہیں۔! جو چیزیں پلید اور غلیظ ہیں اس نے انہیں حلال بنا کر پیش نہیں کیا اور اسی الہامی اور فطری بنیاد پر شریعت نے کسی بھی پلید اور غلیظ چیز کو عام حالات میں انسانی غذاء نہیں بنایا، بلکہ اس نے ہر اس پاکیزہ اور نفیس چیز ہی کو عام غذاء بنایا ہے جو ناقابل تردید تجربات و مشاہدات کے مطابق پاکیزگی اور نفاست میں اپنی انتہاء کو پہنچی ہوئی تھی۔"

۱۴۰۔ اس سے بالکل واضح اور مدلل طور پر معلوم ہو گیا کہ جب اللہ

تعالیٰ نے گھوڑے، خیر اور گدھے کی تخلیق میں سواری و بار برداری اور زینت و زیبائش کے سوئی کھائے جانے کے قابل ہونے کی خصوصیت اور منفعت ہی نہیں رکھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے منشاء اور حکم کے مطابق حلال کردہ پاکیزہ اور نفیس چیزوں کی فہرست میں ان کو شامل ہی نہیں

کیا، تو یہ جانور بنیادی طور پر حلال نہیں ہیں اس لئے ان کا گوشت کھانا بھی حرام اور ناجائز ہے اور اگر حلال بھی ہوتے تو چوں کہ قربانی کے لئے جو جانور اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کے واسطے سے امت کے لئے قیامت تک معین و نامزد اور مقرر کر دیئے ہیں ان میں گھوڑے، خیر اور گدھے کو بہر حال اور نیل گائے وغیرہ دوسرے بہت سے طلال جانوروں کی طرح شامل نہیں کیا جاسکتا تھا؟ اس لئے ان کو قربانی کے لئے پھر بھی ذبح کرنا بالکل جائز نہیں ہو سکتا تھا۔ لہذا گھوڑے کی قربانی بہر حال ناجائز ہے۔

"وَأَمَّا السَّنَةُ. فَمَا رَوَى عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: كَانَ يَوْمٌ خَبِيرٌ. أَصَابَ النَّاسَ مَجَاعَةٌ. فَأَخَذُوا الْحُمْرَ الْأَهْلِيَّةَ فَذَبَحُوهَا فَحَرَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. لَحُومَ الْحُمْرِ الْإِنْسِيَّةِ وَالْحُومَ الْخَيْلِ وَالْبِغَالِ. وَكُلَّ ذِمٍّ نَابٍ مِنَ السَّبَاعِ وَكُلَّ ذِي مُخَلَبٍ مِنَ الطَّيْرِ، وَحَرَّمَ الْخَلْسَةَ، وَالنَّهْبَةَ. (رواه الطحاوی باسناد حسن)

اور سنت رسول علیہ السلام سے گھوڑے، خیر اور گدھا حلال نہ ہونے کی دلیل وہ احادیث ہیں جو مختلف صحابہ سے روایت کی گئی ہیں۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ: "جب (مہرم ۷ھ میں) غزوہ خیبر کا موقع آیا تو صحابہ کے لشکر کو کھانے پینے کے سامان کی قلت کی وجہ سے فاقہ کی صورت پیش آگئی۔ تو لوگوں نے شہری گدھے پکڑ لئے اور ذبح کر لئے۔ اس کا

علم ہونے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے منشاء اور حکم کے مطابق سواری اور بار برداری کے پالتو شہری گدھوں کے گوشت اور گھوڑوں اور خیروں کے گوشت اور تمام کھجلی دانت والے درندوں اور سب شکاری پتہ والے پرندوں کے گوشت حرام قرار دینے کا اعلان فرما دیا تھا اور ایسے ہی کسی سے اچانک جھینے اور بلا جہاد لوٹے ہوئے مال و مویشی کو بھی حرام قرار دے دیا تھا۔

۲. وَعَنْ خَالِدِ ابْنِ الْوَلِيدِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: "تَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْلِ لَحُومِ الْخَيْلِ وَالْبِغَالِ وَالْحَمِيرِ"

(رواه الامام احمد ابن حنبل، والنسائی والدارقطنی)

سپہ سالار امت، مجاہد و فاتح اعظم، سیف اللہ المسلموں، سیدنا حضرت خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے اور خیر اور گدھے کا گوشت کھانے سے منع فرما دیا تھا۔"

۳. وَعَنْ الْمُقَدِّمِ بْنِ مَعْدِي كَرَبٍ. رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ قَالَ: حُرِّمَ عَلَيْكُمُ الْحِمَارُ الْأَهْلِيُّ وَخَيْلُهَا" (رواه الطبرانی)

("بدائع الصنائع" كتاب الذبائح والصيد. ج ۵. ص ۳۸)

مشہور صحابی حضرت مقدم ابن معدی کرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ۔ "تم پر پالتو شہری گدھا اور گھوڑے حرام کر دیئے گئے ہیں۔"

۴. وَعَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ "الْخَيْلُ لثَلَاثَةٍ فَهِيَ لِرَجُلٍ يَسْتُرُ وَلِرَجُلٍ أُجْرُ، وَلِرَجُلٍ رِزْرُ" (رواه البخاری و مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا۔ "گھوڑے تین کاموں کے لئے ہوتے ہیں۔ سو یہ ایک سفید پوش شائق شسواری اور اجرت پر چلانے والے آدمی کے لئے پردہ پوشی کا ذریعہ ہیں اور ایک مجاہد و غازی آدمی کے لئے باعث اجر ہیں اور ایک (خلاف شریعت مشاغل اور جوئے کی شرط لگانے اور ریس کھیلنے والے) آدمی کے لئے موجب گناہ ہیں۔"!

علاوہ کاشانی رحمۃ اللہ علیہ اس آخری حدیث کی عقلی توجیہ و توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

وَلَوْ صَلَّحْتُ لِلْأَكْلِ؟ لَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ "الْخَيْلُ لِأَرْبَعَةٍ: لِرَجُلٍ يَسْتُرُ، وَلِرَجُلٍ أُجْرُ، وَلِرَجُلٍ رِزْرُ، وَلِرَجُلٍ طَعَامُ"

اور گھوڑے کھانے کے قابل ہوتے تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے صرف تین مصرف نہ گنواتے بلکہ (ان کا چوتھا مصرف یعنی کھانے کے قابل ہونا گنواتے ہوئے) یوں فرماتے کہ "گھوڑے ایک آدمی کے لئے پردہ پوشی کا ذریعہ اور ایک آدمی کے لئے باعث اجر ہیں اور ایک آدمی کے لئے موجب گناہ ہیں اور ایک آدمی کے لئے خوراک ہیں۔"!

تو جب آپ نے ایسا نہیں فرمایا بلکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے گھوڑے، خیر اور

گدھے کے صرف دو فوائد و منافع بیان کرنے پر اکتفاء فرمایا ہے اور ان کو انسانی خوراک اور غذا ہونے کی تیسری منفعت کی نفی کر دی ہے۔ ویسے ہی نبی علیہ السلام نے بھی ان جانوروں کے صرف تین انسانی مصرف بیان کرنے پر اکتفا فرمایا ہے اور انسانی غذا بننے کا چوتھا مصرف جو ہو سکتا تھا اس کی نفی فرمادی ہے۔ لہذا یہ جانور نہ عام حالات میں حلال ہیں اور نہ قربانی کے لئے جائز ہیں۔

"اجماع الامت":

۱۴۱۔ علامہ کاشانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

وَأَمَّا دَلَالَةُ الْإِجْمَاعِ. فَهِيَ أَنَّ الْبَغْلَ حَرَامٌ بِالْإِجْمَاعِ وَهُوَ وَلَدُ الْفَرَسِ، فَلَوْ كَانَتْ أُمُّهُ حَلَالًا. لَكَانَ هُوَ حَلَالًا لَا أَيْضًا. لِأَنَّ حُكْمَ الْوَلَدِ حُكْمُ أُمِّهِ لِأَنَّهُ مِنْهَا وَهُوَ كَبَعْضِهَا الْأَتْرَى أَنَّ حِمَارَ وَحْشٍ لَوْ تَزَى عَلَى حِمَارَةٍ أَهْلِيَّةٍ فَوَلَدَتْ؟ لَمْ يُؤْكَلْ وَلَدُهَا! وَلَوْ تَزَى حِمَارٌ أَهْلِيٌّ عَلَى حِمَارَةٍ وَحْشِيَّةٍ فَوَلَدَتْ؟ يُؤْكَلْ وَلَدُهَا، لِيَعْلَمَ أَنَّ حُكْمَ الْوَلَدِ حُكْمُ أُمِّهِ فِي الْحِلِّ وَالْحَرَمَةِ دُونَ الْفَحْلِ. فَلَمَّا كَانَ لَحْمُ الْفَرَسِ حَرَامًا كَانَ لَحْمُ الْبَغْلِ كَذَلِكَ."

اور اجماع امت کے طور پر گھوڑا حرام ہونے کی دلیل یہ ہے کہ "خیر" پوری امت

کے اجتماع کے مطابق حرام ہے۔ حال آنکہ وہ (گدھے کے ساتھ ملاپ کے ذریعہ) گھوڑی کا بچہ ہے؟ سو اگر اس کی ماں۔ گھوڑی حلال ہوئی! تو خیر بھی ضرور حلال ہوتا۔ کیوں کہ کسی جانور کے بچہ کے حلال یا حرام ہونے کا حکم اس کی ماں کے حلال یا حرام ہونے کے حکم کے مطابق ہوتا ہے اس لئے کہ بچہ اپنی ماں سے پیدا ہوتا ہے، اور اس کا ایک جز ہے تو جو حکم کل کا ہو گا وہی اسی کے جز کا ہو گا۔ تم نے دیکھا نہیں کہ اگر ایک وحشی جنگلی گدھا جو شرعاً بالکل حلال ہے اور کسی صحابہ نے اس کا شکار کر لے کھا یا ہے۔ ایک شہری پالتو گدھی سے ملاپ کر لے اور وہ پالتو شہری گدھی بچہ جن دے تو اس کے بچہ کا گوشت اس کی ماں پالتو شہری گدھی کا گوشت حرام ہونے کی وجہ سے نہیں کھایا جائے گا اور (اس کے مقابلہ میں) اگر ایک پالتو شہری گدھا (وحشی جنگلی گدھی سے ملاپ کر لے اور وہ وحشی جنگلی گدھی بچہ جن دے؟ تو اس کے بچہ کا گوشت (اس کی ماں جنگلی گدھی کا گوشت حلال ہونے کی وجہ سے) کھایا جائے گا۔؟ تا کہ یہ خوبی معلوم ہو جائے کہ کسی بھی جانور کے بچہ کے حلال اور حرام ہونے کا حکم اس کی ماں کے حلال اور حرام ہونے کے مطابق ہوتا ہے۔ کسی ز جانور کے متعلق یہ ضابطہ نہیں ہے۔ سو جب گھوڑی کا گوشت حرام ہوا تو (اس کی اولاد) خیر کا گوشت بھی ایسے ہی حرام ہو گا۔“

ان نصوص قطعیہ کے پیش نظر چند امور کو بہ طور توجیہ و دلیل ملحوظ رکھنا لازم ہے۔!

اولاً: یہ مذکورہ بالا تمام احادیث گھوڑے، خیر اور گدھے کا گوشت حرام ہونے پر

نص قطعی ہیں، اور ان سے اصل مسئلہ کی حقیقت کھل گئی کہ حضرت جابر کا ایک دوسری روایت اور حضرت انس بن مالک اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم اور سیدہ اسماء بن ابی بکر رضی اللہ عنہم کی جن بعض روایات میں گھوڑے کا گوشت کھانے کھلانے کا ذکر ہے۔ وہ محرم ۷ھ میں ان کے حرام قرار دینے سے پہلے کے واقعات ہیں، کیوں کہ ابتداء اسلام میں ابھی حرام و حلال جانوروں کی تفصیل بیان نہیں کی گئی تھی اور جب نزول قرآن کریم کے تدریجی معمول کے مطابق حسب ضرورت احکام نازل ہوتے ہوئے غزوہ خیبر کا موقع آیا تو جیسے وہاں عرب میں دوسرے کسی غلط طریقہ ہائے نکاح کی طرح خاص طور سے مروج ”نکاح متہ“ علی الاعلان حرام قرار دے دیا گیا تھا؟ اور جن صحابہ نے ابتدائی دور کے مطابق متہ کیا ہوا تھا؟ انہوں نے اس ذریعہ سے حاصل کی ہوئی عارضی بیویوں کو فوراً جدا کر دیا تھا۔ ایسے ہی وہاں مستقل حکم کے ذریعہ سے گھوڑے، خیر اور گدھے کا گوشت حرام ہونے کا بھی اعلان کر دیا گیا تھا۔ تو صحابہ نے فوری تعمیل کرتے ہوئے شہری گدھوں وغیرہ کے پکے ہوئے گوشت والی بانڈیاں الٹ دی تھیں اور نئے سرے سے دوسرا متبادل سالن پکا کر روٹی کھائی تھی۔ کتاب اللہ کے بعد سنت رسول علیہ السلام کی رو سے بھی ان احادیث شریفہ کی روشنی میں ثابت ہو گیا کہ گھوڑا، خیر اور گدھا حلال جانور نہیں ہیں اور اگر حلال بھی ہوتے؟ تو چوں کہ ان کو قربانی کے لئے شرعاً مقررہ حلال جانوروں میں محض قیاس کے ساتھ شامل نہیں کیا جاسکتا تھا۔ (اس لئے ان کو قربان کرنے کے لئے پھر بھی ذبح کرنا جائز نہیں ہو سکتا تھا۔ لہذا اب گھوڑے کی قربانی بہر حال ناجائز ہے۔

ثانیاً: یہ کہ اگر ممانعت کے بعد بھی دور صحابہ میں گھوڑے کا گوشت کھانے کا ثبوت مل جائے تو اس کی وضاحت مشہور عالم راوی حدیث جناب "ابن شہاب زہری تابعی" رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ:-

مَا عَلِمْنَا الْخَيْلُ أَكَلَتْ؟ إِذْ فِي حِصَارٍ!

"ہمیں گھوڑے کے کھائے جانے کے متعلق اس کے سوا کچھ معلوم نہیں کہ وہ جب بھی کھائے گئے تو اسلامی لشکر کے محصور اور بے رسد ہو جانے کے باعث ہی کھائے گئے ہیں ورنہ نہیں"

ایسے ہی مشہور جلیل القدر تابعی بزرگ حضرت "حسن بصری" رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ:

"كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْكُلُونَ لَحْمَ الْخَيْلِ فِي مَغَارِبِهِمْ"

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ گھوڑوں کا گوشت غزوات اور جنگوں میں انتہائی مجبوری کے وقت کھایا کرتے تھے!"

تو صحابہ کے بعد تابعین کی گواہی سے بھی ثابت ہو گیا کہ گھوڑا بنیادی طور پر حلال جانوروں میں شامل نہیں بلکہ صحابہ کو حالت ضرورت و اضطرار میں مجبوراً کبھی اس کا گوشت کھانا پڑ گیا تھا اور ظاہر ہے کہ یہ تو مردار اور خنزیر کی طرح حرام اور نجس جانور نہیں اور مجبوری میں جان بچانے کے لئے جب ان کا گوشت کھا لینا بھی جائز ہے تو پھر اگر گھوڑے جیسے ممدوح و مقبول جانور کا گوشت کبھی مجبوراً کھالیا گیا یا کھانا پڑ جائے تو اس میں شرعاً کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

ثالثاً: یہ کہ اگر کبھی گھوڑے کا گوشت استعمال بھی کیا گیا ہے تو کھانے والوں نے جن چند احادیث میں بعض صحابہ کے یہ گوشت کھانے کا ذکر ہے۔ ان کی دلیل شرعی سمجھ کر ہی استعمال کیا ہو گا؟ لہذا اصولاً کوئی اعتراض نہیں!

رابعاً: یہ کہ جب کسی چیز کے جائز اور غیر جائز ہونے میں اختلاف پیدا ہو رہا ہو اور دونوں کے متعلق دلائل نظر آئیں تو پھر اصول فقہ کے مسلم قانون اور ضابطہ کے مطابق بیع اور جائز و حلال بتانے والی حدیث کے مقابلہ میں آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اور ائمہ مجتہدین کے قیاس شرعی کے مطابق حاضر و ناہی یعنی روکنے اور منع کرنے والی اور ناجائز و حرام بتانے والی نصوص حدیث کو از روئے احتیاط و تقویٰ ترجیح دیے۔ اگر اختلافی چیز کو ممنوع اور غیر جائز اور حرام قرار دیا جائے گا۔ تو چونکہ مذکورہ بالا احادیث کے علاوہ بعض دوسری روایات میں گھوڑے کا گوشت کھانے کا ذکر ہے اور وہ اس کو مباح اور جائز و حلال بتانے والی نظر آتی ہیں؟ اور ہماری مذکورہ احادیث صراحۃً اور وضاحتاً قطعی اور یقینی انداز کے ساتھ گھوڑے کے گوشت کو ممنوع و غیر جائز اور حرام بتا رہی ہیں۔؟ تو مسلمہ ضابطہ فقہیہ کے مطابق ان احادیث کو ترجیح دے کر گھوڑے کے گوشت کو ختم اور گدھے کی طرح حرام قرار دیا جائے گا۔ لہذا اس کا عام طور پر کھانا بھی قطعاً ناجائز ہو گا اور قربانی کے لئے مقررہ حلال جانوروں میں شرعاً شامل نہ کئے جانے کے باعث اس کی قربانی بہ درجہ اولیٰ ناجائز ہو گی۔

خلاصہً: یہ کہ اصول حدیث کے مطابق تحقیق کے بعد گھوڑے کا گوشت کھانے

کا جواز بتانے والی روایات اس کو مکروہ تحریمی اور حرام بتانے والی احادیث کو ترجیح دے کر گھوڑے کو حرام جانور اور اس کے عام ذبح یا قربانی کے لئے ذبح کو لازماً ناجائز قرار دیا جائے گا۔ لہذا ہر قسم کے دلائل کے مطابق گھوڑا، خچر اور گدھے کی طرح ممنوع الاستعمال جانور ہے اس سے پرہیز واجب ہے۔ چوں کہ قربانی کے لئے مذکورہ احادیث صحیحہ کی نصوص قطعیہ کے مطابق جانور کا حلال اور شریعت کے مقرر کردہ۔ بکری، بھیڑ، دنبہ، گائے، بھینس، اونٹ، چھوے جانوروں میں ایک ہونا ضروری ہے؟ اور چوں کہ یہ عبادت ہے اور عبادت میں کسی کی رائے اور قیاس یا پسند کا کوئی دخل قابل تصور اور قابل قبول نہیں ہو سکتا اس لئے فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے ان نصوص سے ثابت مسئلہ کو ایک ضابطہ اور قانون کی شکل میں ذکر کیا ہوا ہے۔ چنانچہ ابو حنیفہ ثانی، فقہیہ اعظم، علامہ شیخ ابن نجیم "حنفی مصری رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور اور مستند کتاب "البحر الرائق" میں فرماتے ہیں:

"وَالْأَضْحِيَّةُ مِنَ الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ وَالْغَنَمِ. لِأَنَّ جَوَارَ التَّضَحِّيَةِ بِهَذِهِ لَأَشْيَاءٌ عُرِفَتْ شَرْعًا بِالنَّصِّ خِلَافَ الْقِيَاسِ. فَيُقْتَصَرُ عَلَى مَا وَرَدَ."

(البحر الرائق، ج ۸، ص ۲۰۱ و الفتاویٰ الہندیہ، "عالمگیری" ج ۵، ص ۴۹۷، "ورد المحتار"، "الشامی" ج ۵، ص ۱۰۹۸)

قربانی اونٹ اور گائے اور بکری میں سے دی جا سکتی ہے کیوں کہ قربانی کا جواز صرف ان جانوروں میں ہے جو محض عقل و قیاس کی جگہ شرعی طور پر نص قطعی کے ساتھ ثابت ہیں۔ لہذا قربانی کا عمل صرف انہی حلال جانوروں تک محدود

رہے گا جن کے جواز کے متعلق نص وارد ہے (ان کے علاوہ ہرن اور نیل گائے اور گھوڑے وغیرہ کسی دوسرے جانور کی قربانی قطعاً ناجائز ہے۔"

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْحَرُ يَوْمَ الْأَضْحَى بِالْمَدِينَةِ قُلًا: وَكَانَ إِذَا لَمْ يَنْحَرْ ذَبَحَ"

(مسند الامام احمد، ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ج ۹، ص ۱۹۸)
حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ: "بلا شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید قربان کے دن گلے کی جڑ میں نیزہ مار کر اونٹ کو قربانی کیا کرتے تھے۔ نیز فرمایا کہ "جب اونٹ قربان نہ کرتے تو بکرے یا بچے وغیرہ کسی دوسرے جانور کو ذبح فرمادیتے تھے۔"

"قربانی کے جانوروں کو پیشگی خرید کر پورے اہتمام کے ساتھ پالنا اور خوب کھلا پلا کر موٹا تازہ کرنا مستحب و مسنون ہے:"

۱۴۲ - قربانی اللہ کی بارگاہ میں جہاد یا شہید جہاد کے ہر موقع پر اپنی

جان کا نذرانہ پیش کرنے کی تمثیل ہے نیز زندگی و صحت اور دوسری ہر نعمت کا انفرادی اور اجتماعی انداز سے شکر ادا کرنے کا اظہار و اعلان ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جب کسی کو ہدیہ دینا ہو تو چن کر اچھی سے اچھی، ضخیم، وزنی اور باحیثیت و قابل قدر چیز ہی پیش کی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ سب سے بڑے اور پوری کائنات کے خالق و مالک ہیں۔ ان کی شان کے مطابق تو دونوں جہاں بھی ہدیہ بننے کے

قابل نہیں۔ اور یہ ان کا خاص فضل و کرم ہے کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ سے انسانی "وجود جیسی متاع عزیز اور بے بدل نعمت کی" محض چند حلال جانوروں کی قربانی پیش کر دینے پر اپنی پسندیدگی اور رضامندی کا اظہار و اعلان فرما دیا ہے تو اب امت کے ہر فرد کا فرض ہے کہ اپنے مالک و مولیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے حسین سے حسین، بہتر سے بہتر، تندرست و صحت مند، فریب و تازہ، طاقت ور، قد آور پر گوشت اور نفع مند جانور تلاش کر کے بدیہ قربانی پیش کرے۔ بے ٹکا، کمزور و لاغر، بے گوشت مریل اور ناکارہ و ناقابل انتفاع جانور ذبح کر کے اپنے ایمان و تقویٰ اور جذبہ ایثار کی توہین نہ کرے اور کفر ان نعمت کا انداز اختیار کر کے، زندگی کو بے برکت نہ بنائے۔ ہر باشعور اور ذی فہم مسلمان کو اتنی معمولی اور معقول ترین وجہ و دلیل خود بخود سوچ کر پوری خودی اور حوصلہ مندی کے ساتھ جذبہ عبودیت و اطاعت کے تقاضی کی امکانی حد تک تکمیل کر دینی چاہیئے۔ بلکہ اور کمزور جانور سے رسم قربانی تو اداء ہو جائے گی لیکن صحت مند اور فریب قربانی پیش کرنے کا جو ثواب بتایا گیا ہے وہ حاصل نہ ہو سکے گا۔ اس لئے دنیا داری کے غلط تصور کے تحت "حُب مال" اور "بخل" کے منہوس مظاہرہ سے ہر حال میں بچنا لازم و واجب ہے۔ ہر کیف اللہ تعالیٰ کے تقدیری فیصلہ و منشاء اور ازلی وابدی فرمان کے مطابق دوسرے اعمال حسنہ کی طرح عید الاضحیٰ کے موقع پر چند خاص حلال جانوروں کا زیادہ سے زیادہ خون بہانا ہی قربانی کا اصل مقصد و مدعی قرار دیا گیا ہے۔ تو واضح رہے کہ جتنی قربانی دی جائے گی اتنا ہی زیادہ خون بہے گا۔ اور جانور جتنے زیادہ پلے ہوئے اور صحت مند ہوں گے۔ ان میں اتنا ہی خون بھی زیادہ ہو گا جو زیادہ اچھی پرورش

اور زیادہ سے زیادہ عمدہ غذا پر موقوف ہے۔ لہذا قربانی کے موقع پر پوری فراخ دلی اور شکر نعمت کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے عید سے کافی دن پہلے مالی گنجائش کے مطابق زیادہ سے زیادہ اور اچھے سے اچھے اور بے عیب جانور خریدنے میں سبقت کرنی چاہیئے۔

اور وقت ذبح تک اپنے گھر کے آدمیوں کی طرح پوری توجہ اور محبت کے ساتھ ان کو کھلانے پلانے، نملانے دھلانے اور آخر دم تک بیماری اور زخم وغیرہ سے بچا کر اور خوب اچھی طرح سے پال کر محفوظ و مضبوط بنانے کا انتظام و استہمام جاری رکھنا چاہیئے اور بہتر سے بہتر حالت میں قربانی کرنی چاہیئے تاکہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ بدیہ جو ہمارے پاس ایک مقدس امانت ہے۔ ان کی بارگاہ میں پہنچنے کے لئے امکانی حد تک صحیح اور بہتر حالت میں موجود رہے۔ اور جب مقرر وقت میں اسے پیش کیا جائے تو اپنا ضمیر بھی مطمئن ہو، اور دیکھنے والے بھی رشک کریں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اس کی قبولیت کے آثار ظاہر ہو جائیں۔ اس سلسلہ میں عام رہنمائی کے لئے ایک حدیث شریف ملاحظہ کریں۔

قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ "سَمِعْتُ أَبَا أُمَامَةَ بْنَ سَهْلٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. قَالَ "كُنَّا نُسَمِّي الْأُضْحِيَّةَ بِالْمَدِينَةِ وَكَانَ الْمُسْلِمُونَ. يُسَمِّنُونَ."

(البخاری "كتاب الاضاحی" "باب الاضحی والمنحر بالمصلی".

ج ۲، ص ۸۳۳، طبع دہلی انڈیا)

مشہور جلیل القدر تابعی اور امام حدیث حضرت یحییٰ ابن سعید القطان رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ۔ "میں نے صحابی رسول علیہ السلام حضرت ابوامامہ اسعد ابن

سہل انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا تھا انہوں نے فرمایا کہ۔

"ہم صحابہ رسول قربانی کے جانوروں کو پال کر خوب موٹا تازہ کیا کرتے تھے اور دوسرے سب مسلمان بھی جانوروں کو خوب پال کر موٹا تازہ کیا کرتے تھے۔"

قربانی کے جانوروں کی کیا عمر ہونی چاہیے؟

۱۴۳- قربانی کے لئے مقررہ تمام جانوروں کی عمر کی مقدار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق حسب ذیل تفصیل و ترتیب کے ساتھ ملحوظ رکھ کر جانور ذبح کرنا واجب ہے۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: "قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا تَذْبَحُوا إِلَّا مُسِنَّةً إِلَّا أَنْ يَعَشَرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوا. جَذَعَةٌ مِّنَ الصَّانِ".

(صحیح مسلم "کتاب الاضاحی ج ۲، ص ۱۵۵)

حضرت جابر ابن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: "ایک سال (یعنی سامنے والے نچلے دودانت گرے ہوئے) سے کم عمر کا بکرا بکری ذبح نہ کرو، ہاں اگر تمہارے لئے وقت پر ملنا مشکل ہو جائے۔ تو پھر بھیڑ، دنبہ میں سے چھٹے مہینے سے زیادہ عمر کا بچہ ذبح کر دو۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اوپر والی حدیث شریف کے علاوہ یہ بھی منقول

ہے کہ:

ضحوا بالثنایا. (او کما قال)

دودانت ہو جانے والے جانور کی قربانی کیا کرو۔

۱۴۴- بکرا بکری پورے ایک سال کے اور دودانت والے ہونا لازم

و واجب ہے، عام حالات میں بھیڑ، بھیڑ اور دنبہ بھی ایک سال کے ہونے چاہئیں لیکن اگر اتفاقاً پورے ایک سال کا بھیڑ یا دنبہ نہ ملے تو پھر بھیڑ اور دنبہ کا چھ مہینے سے زائد عمر کا ایسا تندرست، موٹا تازہ اور قد آور بچہ کہ جسے سال بھر والے بھیڑوں اور دنبوں میں چھوڑا جائے تو ان دونوں میں کوئی فرق معلوم نہ ہو تو ایسے شش ماہہ بھیڑ دنبہ کی قربانی پھر جائز ہوگی ورنہ ایسا بچہ نہ ملے تو پھر حسب ہدایت شریعت ان کی عمر بھی پوری ایک سال ہی ہونی چاہیے۔

۱۴۵- بیل گائے اور بھینس، بھینسا پورے دو سال کا اور سامنے

والے گرے ہوئے دودانت والا ہونا لازم و واجب ہے۔ اور آغاز دنیا سے آج تک کے تمام انسانوں کا یہ ناقابل تردید تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ بھیڑ، دنبہ ایک سال کے بعد، گائے، بیل بھینس اور بھینسا دو سال کے بعد اور اونٹ، اونٹنی پانچ سال کے بعد لازماً دودانتے ہو جاتے ہیں۔ یعنی ان کے دودھ والے نچلے دانت گر جاتے ہیں اور چونکہ وصف یقینی ہے اس لئے فقہاء نے جانوروں کی عمر کے متعلق زیادہ تر ان کے دودانتا ہونے کی شرط کو بیان کیا ہے۔ کیونکہ عام حالات میں تو ماں باپ کی جہالت یا غفلت کی وجہ سے بے شمار انسانوں کی بھی صحیح

عمر معلوم نہیں ہوا کرتی تو پھر جانوروں کی عمر کی حد بندی کو کیسے صد فی صد یقینی کہا جاسکتا ہے لہذا ان کی عمر کی تعیین کے لئے اکثر و بیشتر دو دانتا ہونے کی صفت کو ہی قربانی کا مدار بنایا جائے گا بناء بریں اونٹ اور اونٹنی پورے پانچ سال کا اور دو دانتا ہونا لازم و واجب ہے۔

۱۴۶۔ قربانی کا جانور اگر کچھ دبلا ہو تو جائز ہے لیکن ایسا کمزور اور مرل جانور جس کی ہڈیوں میں گودا نہ ہو اور بے چارہ کو سہارا دے کر چلایا اور کھینچا جائے؟ اس کو ذبح کرنا جائز نہیں۔

۱۴۷۔ قربانی کا جانور بے عیب ہونا چاہیے اگر خریدنے کے بعد اس میں کوئی ایسا عیب پیدا ہو جائے جس کی وجہ سے قربانی درست نہیں ہوتی تو دیکھیں کہ مالک جانور کی حالت کیا ہے اگر وہ امیر آدمی ہے تو اس پر لازم ہے کہ معیوب ہو جانے والا جانور ہر گز ذبح نہ کرے، بلکہ نیا خرید کر قربان کرے اور اگر مالک ایسا غریب ہو کہ جس پر ضرعاً قربانی واجب نہ تھی مگر اس نے شوق سے جانور خرید لیا تو اس کے لئے یہی معیوب جانور باوجود مجبوری غربت کے قربانی کی نیت کے اثر سے نذر اور منت کے جانور کی طرح معین ہو جائے گا۔ لہذا چاہیے کہ اب وہ اس جانور کو کسی اور مصرف میں نہ لائے بلکہ قربانی ہی کے لئے ذبح کر دے۔ (الذّر المختار)

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ . قَالَ :
اِبْتَعْنَا كَبْشًا نَضَحِي بِهِ . فَأَصَابَ الذِّئْبُ مِنْ الْيَتِيهِ

وَأَذْنِهِ فَسَأَلْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَنَا أَنْ نَضَحِي بِهِ" (رواہ ابی ماجہ۔ "زجاجہ" ج ۲۔ ص ۴۱۲)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ: "ہم نے قربانی کے ارادہ سے ایک پیٹھا خریدا تو اچانک اس کے سر میں اور کان پر سے بھڑیے نے کچھ گوشت کاٹ کھایا۔ اس پر ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا۔ تو آپ نے ہمیں اسی کی قربانی کا حکم دے دیا۔"

"قربانی کے جانوروں کا فوری ضرورت سے زائد گوشت بچا لینا،" سکھا کر ذخیرہ کر لینا، اور ایام عید کے بعد حسب منشاء مدت تک اسے استعمال کرتے رہنا بالکل جائز ہے۔"

۱۴۸۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

جب مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں تشریف لے آئے تو ڈیڑھ سال بعد شوال یا ذوالقعدہ کی کسی تاریخ کو تیوس پارہ کی سورۃ "الکوثر" نازل ہوئی اور اس کی آیت "فصل لربک وانحر" (آپ اپنے پالنے والے کے لئے عید الاضحیٰ کی نماز پڑھیے اور قربانی کیجئے) کے ذریعہ سے "نماز عید الاضحیٰ اور قربانی" واجب ہوئے کا حکم نافذ ہوا، تو اس حکم کے نفاذ کا اعلان ہونے کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ماحول کے سب مسلمانوں کو قربانی کے گوشت کے ہر طرح سے استعمال کے متعلق مکمل آزادی حاصل تھی۔ چنانچہ وہ حضرات حسب ضرورت استعمال کے بعد کچھ گوشت بچا کر سکھاتے اور ذخیرہ کر لیتے تھے اور عید الاضحیٰ

کے بعد کافی دنوں تک اسے استعمال کرتے رہتے تھے۔

۱۴۹- "خصی" یعنی بدھیا اور کچلے ہوئے "قوطہ" والے جانور کی

قربانی بالکل درست اور افضل بلکہ نبی علیہ السلام کی پسندیدگی اور آپ کے علانیہ عمل کے باعث مستحب و مسنون بھی ہے ("الدر المختار" الشامی "-) خصی ہونا عیب نہیں بلکہ اس عمل سے جانور خوب پختا پھولتا اور فریب ہو جاتا ہے۔

۱۵۰- خارش جانور کی قربانی جائز ہے لیکن اگر اس مرض سے بہت

لاغر ہو گیا تو پھر جائز نہیں۔

۱۵۱- جس جانور کے پیدائش میں ہی سینگ نہ ہوں یا تھے مگر ٹوٹ

گئے لیکن بالکل جڑ سے نہیں ٹوٹے یعنی سینگ تو اندر سے محفوظ ہوں مگر ان کے اوپر والاخول اور غلاف اکھڑ جائے تو اس کی قربانی جائز ہے۔

۱۵۲- جس جانور کے پیدائش میں ہی کان نہ ہو یا پٹلے تھے مگر بعد

میں ایک کان کا تہائی یا تہائی سے زائد حصہ کسی طرح کٹ گیا تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ اور اگر کان قدرۃً بالکل ذرہ ذرہ اور چھوٹے چھوٹے ہوں تو اس کی قربانی جائز ہے۔

۱۵۳- جانور بالکل اندھا یا کانابو یا اس کی ایک آنکھ کی تہائی یا تہائی

سے زائد روشنی صانع ہو جائے تو اس کی قربانی جائز نہیں۔

۱۵۴- جس جانور کا ابتداء سے ہی کوئی دانت نہ ہو اس کی قربانی

جائز نہیں اور اگر پہلے دانت تھے اور بعد میں کچھ گر گئے لیکن جتنے گرے ہیں ان سے زائد باقی موجود ہوں تو اس کی قربانی جائز ہے۔

۱۵۵- جس جانور کی تہائی یا تہائی حصہ سے زائد دم کٹ جائے اس

کی قربانی جائز نہیں۔

۱۵۶- جو جانور کسی مرض یا چوٹ وغیرہ کے سبب اتنا لنگڑا ہو کہ

صرف تین پاؤں پر چلے اور چوتھا پاؤں زمین پر بالکل نہ رکھ سکے یا رکھ سکے مگر اس سے چل نہ سکے بلکہ اس کو گھسیٹنا رہے تو اس کی قربانی جائز نہیں! اور اگر چلتے وقت چوتھا پاؤں زمین پر ٹیکے اور چلنے میں اس سے کچھ سہارا لے کر لنگڑاتا رہے تو اس کا ذبح جائز ہے۔

عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ ، رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ مَا ذَا يُتَقَى مِنَ الصَّحَابِيَّاتِ ؟ فَأَشَارَ بِيَدِهِ فَقَالَ أَرْبَعٌ . الْعَرَجَاءُ ، الْبَيِّنُ ظَلْعُهَا ، وَالْعَوْرَاءُ ، الْبَيِّنُ عَوْرُهَا ، وَالْمَرِيضَةُ الْبَيِّنُ مَرَضُهَا ، وَالْعَجْفَاءُ الَّتِي لَا تُنْقَى (رواه مالک و احمد، والترمذی، وابوداؤد، والنسائی، وابن ماجه، والدارمی، والطحاوی، زجاجة المصابیح، ج. ۲، ص ۴۱۱)

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ: "قربانی کے کن جانوروں سے بچا جائے؟ تو آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور فرمایا چار جانوروں سے، (۱) جس کا ٹنگڑا پن ظاہر ہو (۲) جس کا کاننا پن ظاہر ہو، (۳) جس کا بیمار ہونا ظاہر ہو۔ (۴) اور ایسا کمزور اور مریل جانور کہ اپنی ہڈی سے گودا نہ دے (یعنی جو کھوکھلا ہو چکا ہو)

۱۵۷۔ اگر مادہ جانور بھیڑ بکری دینی یا گائے یا اونٹنی خریدی جس کے تھنوں میں دودھ تھا تو اس کا دودھ پی پلا لیا یا بیچ دیا یا اون اور پشم والا جانور خریدا تو اون اور پشم استعمال کر لی یا بیچ ڈالی تو جائز نہ تھا لہذا تلافی کے لئے اس دودھ اور اون اور پشم کی قیمت کے برابر پیسے فقراء میں بطور صدقہ تقسیم کر دے۔

"حاملہ بکری گائے اور اونٹنی کی قربانی مکروہ ہے:"

۱۵۸۔

اگر کوئی مادہ جانور بکری گائے یا اونٹنی خریدی اور وہ حاملہ تھی تو اس کی قربانی مکروہ ہے، لیکن اگر وہ ذبح کر دی گئی تو قربانی اداء ہو جائے گی۔ پھر اگر اس کے پیٹ سے بچہ زندہ نکل آئے تو اس کو بھی ذبح کرنا ضروری ہے اور قربانی کے عام گوشت کی طرح اس کو استعمال میں لانا بھی درست ہے۔ لیکن قربانی کے لئے عمدہ حاملہ جانور خریدنے سے بالکل احتراز کرنا چاہیے کیونکہ اکثر اوقات پیٹ کے بچے ادھورے ہوتے ہیں۔ ذبح سے مفت میں ان کا نقصان ہوتا ہے۔ اور یہ فعل پسندیدہ نہیں اس لئے تھوڑی قیمت کے لئے ایک ذبح سے دوسری ناقابل ذبح جان کو بلاوجہ ضائع کرنا بہت بری بات اور بڑی سنگدلی و بے رحمی ہے۔ بہت سے لوگ ایسا کرتے ہیں، ان کو ثواب میں گناہ کی

آزمیزش سے بچنا چاہیئے۔

"بکری، بھیڑ، دنبہ، صرف ایک آدمی کی طرف سے ذبح کیا جاسکتا ہے اور گائے، بھیینس، اونٹ میں سات آدمی شریک ہو کر قربانی کر سکتے ہیں:"

۱۵۹۔ بکری، بھیڑ اور دنبہ کو صرف اکیلا آدمی ہی اپنی طرف سے ذبح کر سکتا ہے۔ اس میں شرکت جائز نہیں۔ البتہ گائے، بیل، بھیینس، بھیینے اور اونٹ، اونٹنی میں بیک وقت سات آدمی زن و مرد اور خرد و کلاں شریک ہو کر قربانی دے سکتے ہیں۔ لیکن شرط یہ ہے کہ کسی بھی شریک کا حصہ ساتویں حصہ سے ذرہ بھی کم نہ ہو یعنی سب کے حصص برابر ہوں۔ نیز سب کی نیت قربانی کی ہو۔ ورنہ اگر کسی کا حصہ کچھ بھی کم ہوا یا کوئی شخص اس ذبح میں محض گوشت کھانے یا اس گوشت کی تجارت کے خیال سے شریک ہوا تو پورے یا کم حصہ والوں میں سے کسی ایک کی قربانی بھی درست نہیں ہوگی۔ بلکہ دوبارہ سب کو مستقل جانور قربان کرنا پڑے گا۔ اب گائے اور اونٹ کی قربانی اور اس میں سات افراد کے حصہ دار بننے کے ثبوت کے لئے حسب ذیل حدیث مبارک ملاحظہ کریں۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "الْبَقَرَةُ عَنْ

سَبْعَةٍ. وَالْجَزُورُ عَنْ سَبْعَةٍ

(رواہ "مسلم" ابوداؤد، واللتظله "ابوداؤد" کتاب الاضاحی ج ۲.

ص ۲۱۸ طبع کراچی، زجاجہ ج ۲. ص ۴۰۸)

حضرت جابر ابن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "تحقیق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قربانی میں گائے، بھینس سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہے اور اونٹ بھی سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہے۔"

۱۶۰۔ اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے کسی کو ثواب پہنچانے کے

لئے نفل قربانی کرے؟ مثلاً نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام، ازواج و اولاد رسول، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، اولیاء امت یا اپنے ماں باپ، بھائی بہن، استاد اور پیرو مرشد، دوستوں میں سے کسی ایک یا سب کے لئے ایصال ثواب کی نیت سے قربانی کرے تو اس کے گوشت میں سے اپنی قربانی کے گوشت کی طرح خود کھانا اور دوسروں کو کھلانا بالکل درست ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص مرنے سے پہلے اپنے تہائی مال میں سے قربانی کی وصیت کر گیا اور وصیت کے مطابق اس کے مال میں سے جانور ذبح بھی کر دیا گیا تو اب وہ صدقہ واجبہ کے حکم میں ہے۔ لہذا اس کا تمام گوشت فقراء اور مساکین پر خیرات کر دینا واجب ہے کیونکہ صدقات کے اصل مستحق وہی لوگ ہیں۔

۱۶۱۔ ایک آدمی نے اگر گائے اور اونٹ وغیرہ کسی بڑے جانور

میں سے کسی غائب شخص کی اطلاع و اجازت اور حکم کے بغیر اس کا حصہ ڈال دیا

تو غائب کی نامرضی کے سبب بقیہ تمام حصہ داروں کی قربانی بھی ناجائز ہو جائے گی۔

۱۶۲۔ اگر بڑے جانور میں سات سے کم مثلاً چھ یا پانچ آدمی شریک

ہوئے اور کسی کا حصہ بھی ساتویں حصہ سے کم نہ ہو تو بھی سب کی قربانی درست ہو جائے گی اور اگر سات کی مقررہ تعداد سے زائد مثلاً آٹھ یا اور زیادہ آدمی شریک ہوئے تو کسی کی قربانی بھی ادا نہ ہوگی۔ اور ان سب کو اپنی اپنی مستقل قربانی کے لئے نیا جانور ذبح کرنا پڑے گا۔

۱۶۳۔ جس جانور میں سات آدمی شریک ہوں اس کا گوشت سب

کو برابر مقدار میں بانٹنا چاہیے۔ ورنہ ایک دوسرے کے حصہ میں کمی بیشی کی وجہ سے زائد لینے والے کے لئے وہ گوشت سود کی طرح ناجائز اضافہ اور نفع بن جائے گا اور اس کا لینا گناہ ہو گا البتہ اگر کسی نے گوشت تو کم لیا؟ مگر ساتھ ہی سری پائے اور کھال بھی لے لی تو پھر گوشت کی کمی سے کوئی حرج نہیں ہو گا۔ بلکہ سری پائے اور کھال سے کم حصہ کی کسر پوری ہو جائے گی۔ لیکن جس نے فالتو گوشت لے کر پھر سری پائے اور کھال بھی سنبھال لی تو پھر سودی اضافہ ہے اور اس کا لینا گناہ ہو گا۔

۱۶۴۔ اگر سات شریک آدمی ذبح کے بعد گوشت بچائے خود لینے

کے بالاتفاق تمام کا تمام فقراء و مساکین اور احباب و متعلقین کو دینا یا پکا کر کھلانا چاہیں تو جائز ہے لیکن اگر آپس میں تقسیم کرنا ہو تو پھر وہی برابری ضروری

ہے۔

۱۶۵۔ ایک شخص نے بڑا جانور خریدا اور ساتھ ہی کسی کو شریک کرنے کی نیت کر لی! اب اگر کچھ لوگ شریک ہوں تو قربانی درست ہے اور اگر جانور خریدتے وقت کسی کو شریک کرنے کی نیت نہیں تھی بلکہ صرف اپنی ہی طرف سے ذبح کا ارادہ تھا! تو اب کسی کو شریک کرنا بہتر نہیں۔ لیکن اگر شریک کر لیا تو پھر یہ جانور خریدنے والا اگر امیر آدمی ہے تو قربانی درست ہوگی اور اگر اتنا غریب ہو جس پر شرعاً قربانی واجب نہیں ہوتی تو پھر قربانی جائز نہیں ہوگی۔ بلکہ اس پر یہ تاوان ہوگا کہ اگر قربانی کا کچھ وقت باقی ہو تو جتنے حصص اس نے دوسروں کو دیئے تھے اتنے ہی مزید قربانی کرے اور اگر وقت ختم ہو چکا ہو تو پھر سانچہ پر دیئے ہوئے حصص کی قیمت فقراء و مساکین کو دے دے۔ باقی جن کو شریک کیا تھا ان کی قربانی بہر حال درست ہو جائے گی۔

۱۶۶۔ قربانی کے لئے سب سے افضل وقت اور دن دسویں تاریخ ہے پھر گیارہویں اور پھر بارہویں تاریخ کو عصر کے آخر وقت میں جب تک سورج کا کنارہ نظر آتا رہے قربانی کرنا جائز ہے اور اگر ارادہ کرتے کرتے ہی سورج ڈوب گیا تو اب قربانی کا وقت ختم ہو جائے گا اس لئے شام کے وقت جانور ذبح کرنا درست نہیں۔ ان تینوں تواریخ میں دن اور رات میں ہر وقت قربانی کرنا جائز ہے۔ البتہ رات کو ذبح کرنا مناسب اور بہتر نہیں کیونکہ اندھیرے میں

رگیں صحیح نہ کٹ سکنے کے شر سے قربانی خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے دن کو ذبح کرنا افضل اور بہتر ہے۔ لیکن اگر رات کو کافی روشنی کا انتظام ہو جائے جیسا کہ اب ترقی یافتہ سائنسی اور مشینی دور میں شہروں اور قصبات بلکہ آج کل بہت سے دیہات تک میں بجلی پہنچ گئی ہے اور پچھلے زمانہ کے مقابلہ میں بہت ہی زیادہ اور مسلسل روشنی کا انتظام ہو گیا ہے تو ایسی روشنی کی صورت میں رات کے وقت جانور ذبح کر لینا بالکل درست ہوگا اور قربانی پوری طرح اداء ہو جائے گی۔

۱۶۷۔ اگر امام اور خطیب نماز و خطبہ اور قربانی کی شرعی ترتیب کو لازماً قائم رکھنے اور ماحول کے جاہل اور بے خبر دیہاتی یا شہری لوگوں کو اصل مسئلہ کی حقیقت بتانے اور ان کو عملاً واقف کرنے کے لئے نماز عید کے بعد عید گاہ کے پاس ہی اپنی قربانی ذبح کر دے تو یہ جائز اور مقصد کے لحاظ سے بہ وقت ضرورت زیادہ بہتر ہے۔ مگر ہمارے ہاں بدت ہائے دراز سے اس کا قطعاً کوئی رواج نہیں ہے۔ بہر حال یہ طریق ضروری نہیں بلکہ نبی علیہ السلام کی ایک اداء ہے کہ اگر کوئی شخص بغیر مسئلہ جانے کے ایسا کرنا چاہے تو وہ محض رسم نہیں بلکہ حقیقتاً ایک سنت ہوگی۔ اگرچہ عوام و خواص معمول نہ ہونے کے باعث حسب عادت اس کو اوپر اکام ہی سمجھیں تو اس کی پروا نہ کی جائے۔ بلکہ دل چاہے اور خیال آجائے تو ائمہ اور خطباء کبھی کبھی یہ عمل بھی کر لیا کریں۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا. قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْبَحُ وَيَنْحَرُ بِاَلْمُصَلَّى

(رواہ البخاری زجاجہ "ج. ۲ ص ۴۰۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ: "نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ میں بکرے، مینڈھے اور گائے کو ذبح اور اونٹ کو نیزہ سے حلال کیا کرتے تھے۔"

۱۶۸۔ اپنی قربانی کو خود ذبح کرنا افضل اور سنت و مستحب ہے۔

علامہ ازیں اس سے ذبح کی مشق ہوتی ہے او وحشت جاتی رہتی ہے۔ اس لئے خود اور تمام گھروالوں کو اس کی عادت ڈالنی چاہیے۔

ایک پہلے گزری ہوئی حدیث میں ہے کہ

(فِي حَدِيثٍ مَرْقُوبٍ حَتَّى إِذَا خَطَبَ النَّاسَ وَصَلَّى .
أَتَى مِنَ الْكَبْشَيْنِ بِأَحَدِهِمَا وَهُوَ قَائِمٌ فِي مُصَلَّاهُ
فَذَبَحَهُ بِيَدِهِ) (رواہ الطحاوی) ("زجاجہ" ج. ۲ ص ۴۰۶)

یہاں تک کہ نبی علیہ السلام جب خطبہ و نماز سے فارغ ہو جاتے تو آپ کے خریدے ہوئے دو مینڈھوں میں سے ایک کو لایا جاتا۔ حالانکہ آپ ابھی اپنے مصلیٰ پر کھڑے ہوتے تھے۔ تو آپ اپنے دست مبارک سے اسے ذبح فرما دیتے تھے۔

"اگر کوئی شخص کسی وجہ سے خود ذبح نہ کر سکے؟

تو کسی دوسرے سے ذبح کرانا جائز ہے:"

۱۶۹۔ اگر صاحب قربانی سفر، کاروبار، بیماری یا ذبح کا طریقہ نہ

جاننے کے عذر سے یا عادت نہ ہونے کے باعث کچھ جھجک کی وجہ سے یا طبی کمزوری کی بناء پر ڈر سا محسوس کرنے کی وجہ سے پھر کسی دوسرے فرد یا کسی واقف سے کہ کر یا قصاب کے ذریعہ سے ذبح کرا سکتا ہے۔

عَنْ نَافِعٍ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا .
صَحَّى مَرَّةً بِالْمَدِينَةِ قَالَ نَافِعٌ فَأَمَرَنِي أَنْ أُشْتَرِيَ
لَهُ كَبْشًا فَجِئْتُ أَقْرَنَ، ثُمَّ أَذْبَحَهُ يَوْمَ الْأَضْحَى فِي
مُصَلَّى النَّاسِ، قَالَ نَافِعٌ. "فَفَعَلْتُ! ثُمَّ حُمِلَ إِلَيَّ
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ. وَكَانَ مَرِيضًا لَمْ يَشْهَدْ الْعِيدَ مَعَ
الْمُسْلِمِينَ. !

(الموطأ۔ للامام مالک رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۱۸۷)

ابن عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام جناب نافع رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ "حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ مدینہ میں قربانی کی، نافع کہتے ہیں۔

"ابن عمر نے مجھے حکم فرمایا کہ: "میں ان کے لئے ایک ز پورے سینگوں والا مینڈھا خریدوں اور پھر اسے عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ کے میدان میں ذبح کر دوں"

نافع کہتے ہیں کہ: "میں نے ایسا ہی کیا پھر وہ مذبح پر مینڈھا حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ہاں پہنچا دیا گیا۔ اور ابن عمر بیمار تھے حتیٰ کہ نہ کھاتے نہ پیتے تھے۔

بھی مسلمانوں کے ساتھ شریک نہ ہو سکے۔

۱۷۰۔ اگر کوئی شخص خود ذبح نہ کر سکے یا نہ کرنا چاہے تو کوئی ہر

نہیں کسی دوسرے آدمی یا قصاب کے ذریعہ سے ذبح کرا لے تاہم ذبح کے وقت قربانی کے پاس موجود رہنا بہتر ہے تاکہ اس عبادت میں جو خود نیت کر کے کسی کے ذریعہ اداء کرائی جاسکتی ہے اگر اس میں اپنا براہ راست عمل نہیں ہے تو کم از کم قرب کے ذریعہ ذبح کے عمل کے ساتھ مشابہت پیدا کی جاسکے اور اگر کسی وجہ سے پاس موجود بھی نہ رہ سکے تو بھی کوئی نقصان نہیں، قربانی ہر حال میں صحیح اور اداء ہو جائے گی۔

"اپنا جانور خود ذبح نہ کرتے ہوئے بھی ذبح کے وقت پاس کھڑے رہنا مستحب ہے:"

۱۷۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی الاغلب سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قربانی اپنے دست مبارک سے ذبح کی تو حضرت سیدہ کو خاص طور پر بلا کر ذبح کے وقت پاس ٹھہرنے کا حکم دیا۔ جس سے عورتوں کے لئے بطور خاص اور مردوں کے لئے عموماً اپنی قربانی خود ذبح نہ کرنے کی صورت میں اس کے پاس موجود رہنے کا مستحب ہونا معلوم ہو گیا۔ چنانچہ دار نبوت کے بہت بڑے واقف حال اور اس موقع کے خاص اور مضبوط ترین گواہ کے طور پر سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ملاحظہ کریں۔

عَنْ عَلِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ: "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِفَاطِمَةَ: يَا فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ: قَوْمِي فَأَشْهَدِي صِحَّتِكَ فَإِنَّهُ يُغْفَرُ لَكَ

بِأَوَّلِ قَطْرَةٍ تَقْطُرُ مِنْ دَمِهَا مَغْفِرَةٌ لِكُلِّ ذَنْبٍ أَثَمَ إِنَّهَا يُجَاءُ بِدَمِهَا وَلَحْمِهَا فَيُوضَعُ فِي مِيزَانِكَ وَتَسْبَعُونَ صَعْفًا.

(اوکما قال) (بدائع الصنائع کتاب التضحیہ ج ۵ ص ۷۹)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے موقع پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ارشاد فرمایا کہ: "اے فاطمہ محمد کی بیٹی! اٹھ اور اپنی قربانی کے ذبح ہونے کے وقت اس کے پاس موجود رہ۔ کیونکہ اس کے خون کا پہلا قطرہ ٹپکنے پر ہی ہر گناہ سے تیری بخشش ہو جائے گی اچھی طرح سن لو کہ قیامت کے دن اس قربانی کا خون اور گوشت لایا جائے گا اور اسے تیرے میزان میں رکھا جائے گا اور اس کا ستر گنا زیادہ ثواب دیا جائے گا۔"

دوسری روایت میں بھی یہ ارشاد ہے۔

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ الْحُصَيْنِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا فَاطِمَةُ؟ قَوْمِي فَأَشْهَدِي صِحَّتِكَ فَإِنَّهُ يُغْفَرُ لَكَ بِأَوَّلِ قَطْرَةٍ تَقْطُرُ مِنْ دَمِهَا. كُلُّ ذَنْبٍ عَمِلْتِيهِ. وَقَوْلِي: إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ. (رواه "الحاكم" وابن مردويه والبيهقي "بدائع الصنائع" كتاب التضحية ج ۵ ص ۷۹ تفسیر القرطبي ج ۷ ص ۵۵ تفسیر فتح القدیر، للشوکانی ج ۲ ص ۱۷۶)

حضرت عمر ان ابن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار قربانی کے موقع پر اپنی چوتھی پیاری بیٹی سیدہ فاطمہ سے فرمایا کہ "اے فاطمہ! اٹھو اور (ذبح کے وقت) اپنی قربانی کے پاس موجود رہو، تو یقیناً اس کے خون کا جو پہلا قطرہ ٹپکے گا۔ اس کی برکت سے تم نے جو گناہ بھی کیا ہو گا؟ اس کی مکمل مغفرت ہو جائے گی اور جب جانور ذبح ہونے لگے تو قرآن کریم کی آیت کے یہ الفاظ کہ لو!۔" کہ: "بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے وقف ہے، جو جہانوں کے پروردگار میں ان کا کوئی سانجھی اور شریک نہیں ہے۔"

"عورت کا حلال جانوروں کو اور اپنی قربانی کو خود ذبح کرنا بالکل جائز بلکہ بہتر اور افضل ہے۔"

۱۷۲۔ عورت اپنی قربانی کو خود ذبح کر سکتی ہے۔ کوئی مضائقہ نہیں بلکہ افضل و مستحب ہے۔ جاہل عوام کو جاہل واعظین نے یہ "ذہل" بتا رکھا ہے کہ مرغ، بکری، وغیرہ کوئی جانور عورت سے ذبح نہیں کرنا چاہیے۔ معاذ اللہ عورت ناپاک اور اس کام کے لئے نااہل ہے، اس لئے عورت کا ذبح جائز نہیں "مگر دلیل پوچھو تو جواب میں یا شرمناک خموشی ہوگی، یا خرافات، حال آنکہ اگر کوئی بات قرین عقل و قیاس ہو سکتی تھی تو یہ کہ "چونکہ عورتیں فطری اور طبعی کمزوری کی بناء پر اکثر ذبح وغیرہ کا کام نہیں کرتیں اور انہیں

مہارت نہیں ہوتی تو خیال ہوتا ہے کہ کہیں ذبح کے وقت ان کا ہاتھ صحیح نہ چلے یا اہل جانے کی وجہ سے قربانی ناقص نہ ہو جائے اس لئے عام حالات میں آسان اور محتاط یہی سمجھا گیا کہ مرد خود ہی ذبح کر لیں، لیکن عجب بزدلی اور کذب بیانی جن کا شیوہ ہو تو وہ صحیح بات کیسے سمجھیں اور بتائیں، اب اس ڈھلے کے مقابلہ میں اصل مسئلہ اور اگراست کا عمل ملاحظہ کیجئے۔

أَمَرَ أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ بَنَاتِهِ أَنْ يَصْنَحِينَ بِأَيْدِيَهُنَّ (البخاری) باب من ذبح ضحية غيره (ج ۲۔ ص ۸۳۴ طبع دہلی)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے داؤدی والے پیارے مؤذن صحابی حضرت ابو موسیٰ عبد اللہ ابن قیس اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹیوں کو حکم فرمایا کہ "وہ اپنے ہاتھوں سے قربانیوں کو ذبح کیا کریں۔"

۱۷۳۔ معلوم ہوا کہ عورت کا ذبح کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ ایک

جلیل القدر صحابی کے حکم کی روشنی میں عورتوں کے لئے سنت، منشاء رسول علیہ السلام کا آئینہ دار اور افضل و مستحب ہے۔ نیز اسی روایت کی روشنی میں کہ جب عورتیں تو کچھ دین سے جہالت اور بے پناہ غفلت کے سبب سے مسلمان مرد تک اپنی قربانی کو ہاتھ لگانے سے بھی ڈرتے اور بھاگتے ہیں اور ان کی جگہ کوئی دوسرا ذبح کرتا ہو تو کپڑوں پر خون کے پھینٹے پڑنے کے خطرہ سے بچنے کے لئے کسی گز دور بیٹ کر ہاتھ دے دیتے ہیں، یہ جز قصاص کے ان کی قربانی کی مشکل حل نہیں ہو سکتی۔ حال آنکہ دنیا کے سراپا مصیبت و ہلاکت جھنجھٹوں اور

جگڑوں کے وقت ہماری قوم کے ایسے بے شمار "فرضی ممتاز اور فیشن ایبل" متقی "کئی بے گناہ اور گناہ گاروں کے قتل کا نظارہ دیکھتے ہوئے کبھی نہیں گہراتے اور بسا اوقات "پاکدامنی کے ایسے عامل لوگوں" کے کپڑے تو ان کے علم اور منشاء کے مطابق بلکہ کسی وقت خود ان کے ہاتھوں سے قتل ہونے والوں کے "خون" سے داغدار بلکہ گناہ بھی ہو جاتے ہیں تو وہاں ان کی جس احتیاط و نفاست اور "جذبہ رقت و رحم دلی" کو کبھی حرکت تک نہیں ہوتی، لیکن اللہ اور رسول کے لحاظ سے منقول و مصدقہ اور اٹل دینی احکام پر عمل کا تصور آنے ہی ان کے پسینے چھوٹے لگتے ہیں اور ان کی زبان و قلم سے دنیا بھر کے کفار و مرتدین کے اُگلے ہوئے شیطانی احتمالات و تصورات اور اعتراضات "کے گند سے نالے" اُبل پڑتے ہیں، آزادی فکر و عمل "کے دہل و تلبیس آمیز عنوان کے ماتہ عورت کو یورپ امریکا اور روس والی "سرپا بغاوت مادر پدر آزادی" دے کر "شرم و حیا اور حفاظت عصمت و عفت کے قتل عام کا لائنس" دینے اور دلوانے والے "رقیبانِ شریعت" اور "حلیقانِ شیطان" جو دن رات "حقوق نسواں" کا فرضی رونا روتے ہوئے علماء مفسرین و محدثین و فقہاء کی بلا واسطہ نیز تیج تابعین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بالواسطہ توہین و تکذیب کا خبیث مشغلہ جاری رکھ کر دنیا بھر کے کفار و مرتدین کو خوش اور اسلام کے خلاف ان کے دہجالی محاذ کو مضبوط بناتے ہوئے جہنم کی بیش از بیش آباد کاری کا فریضہ ادا کر رہے ہیں؟ اور اس پر ان کو زندگی کے کسی موڑ اور مرحلہ پر ایک منٹ کے لئے بھی اپنے انجام بد کے متعلق کوئی سوچ نہیں آتی اور ضمیر کی حقیقی آواز سن کر بھی ان کے ماتھے پر پسینہ نہ امت کے چند قطرات تک نمودار نہیں ہوتے جب

ان کو شریعت کی طرف سے عورتوں کو مباحات سے لیکر فرائض تک میں عطاء کی ہوئی مراعات اور سپرد کئے ہوئے حقوق بتائے جائیں تو بلا تاخیر احکام کتاب و سنت کی "الہامی پابندیوں" کے تصور سے ان کو جو نفاق آمیز وحشت و نفرت ہے اس کے زیر اثر بلا تاخیر و توقف سارا دین "دقیقا نویسیہ" اور "طائیفہ" کے "ابلیس ساختہ الفاظ و اصطلاحات کا نمونہ" بنا ہوا معلوم ہونے لگتا ہے۔ تو ایسے لوگوں کے لئے نصیحت و تعمیرت کی غرض سے مذکورہ بالا مسائل کا بیان اور ان کی تبلیغ و ترویج وقت کا ایک اہم ترین موضوع ہے۔ اور معاشرہ کے نصف حصہ یعنی عورتوں کی صحیح تعلیم و تربیت کے لئے ایک ناقابل تردید دائمی دینی و قومی ضرورت کا درجہ رکھتی ہے اور عورتوں کے لئے ان مسائل پر عمل اس لئے بھی انتہائی ضروری ہے کہ بسا اوقات جنگی دیہاتی علاقہ میں ہی نہیں بلکہ شہری زندگی میں بھی یہ صورت پیش آ جاتی ہے کہ کسی گھر میں مرغی، بکری اور گائے بھینس جیسا کوئی نہ کوئی جانور موجود رہتا ہے اور اچانک بیمار ہو کر یا کسی حادثہ کا شکار ہو کر موت کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ اب اگر کسی وقت ماحول میں قصاب یا ذبح کرنے والا کوئی شخص موجود بھی ہو لیکن گھر میں عورتوں کے سوا کوئی ایسا مرد موجود نہیں ہوتا جو اس جانور کے گلے پر بسم اللہ، اللہ اکبر کہ کر جلدی سے چھری پھیر دے تاکہ وہ حرام موت مرنے سے بچ جائے اور اس کا گوشت و پوست کسی نہ کسی حد تک کارآمد ہو جائے تو اس وقت گھر میں اگر مرغی بکری کا ذبح سیکھی ہوئی ایک عورت بھی موجود ہوگی تو وہ محلہ کے قصاب یا اپنے گھر کے کسی مرد کا انتظار کئے بغیر یہ شرعی اور اخلاقی فریضہ انجام دے کر مردوں کے لئے عموماً اور عورتوں کے لئے خصوصاً ایک بہترین اور قابل تقلید مثال قائم

کر دے گی اور اگر وہ جھلا کی غلط تلقین اور گھروالوں کی غفلت و جہالت اور اپنی فطری کمزوری اور دائمی غفلت کا شکار بن کر اس کام سے بے پرواہ اور جاہل رہ گئی تو ظاہر اور یقینی ہے کہ ایسے ہنگامی موقع پر، یا گھر میں اپنے لئے، یا مہمان وغیرہ کے لئے مرغی کیا ایک، شیر، تک ذبح کرنے سے قاصر و عاجز رہے گی اور مرتے ہوئے حلال جانور کی جان کو شریعت کے مطابق آسانی سے ٹکنے اور اس کے گوشت و پوست کو حلال اور کارآمد رکھنے سے محروم رہ جائے گی۔ اور یہ کیفیت بڑی افسوس ناک ہے اور سب مردوں کے لئے اسلامی نقطہ نظر سے بڑی شرمناک اور عبرت انگیز ہے۔ لہذا عورتوں کو جانور ذبح کرنے کی مشق کرا کر اس کا مداوی کرتے رہنا ضروری ہے۔ اس سلسلہ میں تحدیثِ نعمت کے طور پر اپنے گھر کا کچھ حال اور معاملہ بتاتا ہوں کہ بچپن کے دور مدہوشی سے لے کر دور بکھوت کے آغاز تک میں نے اپنی سراپا صلح عملِ مخدومہ اماں جی مدظلہا کو بار بار دیکھا کہ امرِ تسر کی رہائش کے وقت جب گھر میں حضرت امیر شریعت یا ماموں جان سید عبدالحمید بخاری رحمۃ اللہ علیہ میں سے کوئی موجود نہیں ہوتا تھا اور گھر کے آس پاس بھی کوئی صحیح ذابح نظر نہیں آتا تھا تو وہ سبھی، شیر یا کبوتر اور اکثر مرغ کو بدستِ خود ذبح کر کے کام چلا لیتی رہیں۔ اور تقسیم کے بعد ملتان میں آکر بھی جب حضرت امیر شریعت اور راقم دونوں گھر میں موجود نہیں ہوتے تھے تو اکثر اماں جی اور ہمشیرہ عزیزہ سیدہ ام کفیل سلما اللہ ذبح کر لیتی تھیں۔ ورنہ اکثر حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ خود ذبح کر لیا کرتے تھے۔ بلکہ قربانی کے جانور اکثر و بیشتر سنت کے مطابق حضرت اور راقم خود اپنے ہاتھوں سے ذبح کر کے دل خوش اور ایمان تازہ کیا کرتے تھے۔ ہمارے علاوہ میرے خاندان

میں میری حقیقی اور اکلوتی خالہ صاحبہ جن کا کئی سال کی علالت کے بعد پچھلے برس آبائی گاؤں موضع ناگڑیاں ضلع گجرات میں انتقال ہو گیا وہ اور نانی صاحبہ مرحومہ اکٹھی رہتی تھیں تو یہ وقت ضرورتِ مرغی اور بکری وغیرہ ذبح کرنے کا بلکہ گوشت بنانے کا سارا کام بھی وہ خود انجام دیا کرتی تھیں۔ ایک بار ضلع گجرات سے ملتان میں ملنے کے لئے تشریف لائیں اور جانور پالنے اور عید کے موقع پر ذبح کرنے کا ذکر کیا تو بتایا کہ: "اس بار میرے پاس اپنی پالی ہوئی گائے کی بچھیا تھی تو میں نے بحمد اللہ اس کی قربانی دے دی۔" اس پر میں نے سوال کیا کہ: "بچھیا آپ نے کس سے ذبح کرائی؟" تو فرمانے لگیں: "کسی سے کیا ذبح کرائی تھی۔ وہاں گاؤں میں قصاب کی کوئی دکان تو ہے ہی نہیں۔ اور جو آدمی کبھی جانور ذبح کرتا ہے اس کو تلاش کرنا بھی مشکل تھا اس لئے میں نے خود ہمت کی اور اسے پچھاڑ کر ذبح کر دیا۔ جو دو، تین عورتیں یا قرآن شریف پڑھنے والی لڑکیاں، وہاں گھر پر موجود تھیں۔ اور وہاں کی جفاکش عورتیں ذبح سے پہلے وہ بھی پریشان ہو کر پوچھ رہی تھیں کہ: "بی بی جی اسے آپ خود ذبح کریں گی۔! تو میں نے ان سے کہا کہ: "یہ بھی کوئی مشکل کام ہے جو میں نہیں کر سکتی۔؟ تم میرا ساتھ دو میں ابھی تمہارے سامنے خود ہی سارا کام نمٹا دوں گی۔ چنانچہ میں نے ان کے دیکھتے دیکھتے بچھیا ذبح کی اور ان عورتوں کو ساتھ لگا کر گوشت بنا کر تقسیم بھی کر دیا۔" تو میں نے جواباً بڑی تحسین اور تائید کرتے ہوئے عرض کیا کہ: "ماسی جی! آپ نے یہ کام کر کے دل خوش کر دیا ہے، کیونکہ شریعت میں اصل مسئلہ تو یہی ہے کہ ہر آدمی اپنی قربانی خود ذبح کرے لیکن ہمارے زمانہ میں لاکھوں مسلمان مرد اس کو مصیبت سمجھ کر چھوڑ بیٹھے ہیں تو بچاری عورتیں

اس کو کیسے نبھائیں۔؟ اور آپ کا یہ کام تو نہ صرف ہمارے خاندان بلکہ پورے گاؤں اور سارے متعلقین کے لئے ایک بہترین اور قابل تقلید عمل ہے۔" تو فرمایا: "حافظ جی! میں بے بے جی (ہماری محدودہ نانی صاحبہ) کی وفات کے بعد یوں بھی گھر میں اکیلی ہوتی ہوں اور بچوں اور عورتوں کے سوئی میرا ہاتھ بٹانے والا کوئی نہیں ہے؟ اس لئے سب کام خود ہی کرتی رہتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمت دے دیتے ہیں اور وقت گزر جاتا ہے۔" اور واقعہً ان کے بعد اب اس طرح عام ذبح یا قربانی کرنے والی کوئی عورت ہمارے خاندان میں بھی باقی نہیں رہی رحمہ اللہ علیہا۔ تو آج یورپی فرنگی، برطانوی امریکی اور روسی جاہلیت کے اس پرفتن اور خطرناک دور میں عورتوں کو خاص طور سے کہ کرام حلال جانوروں کے ذبح اور ذبح قربانی کی مشق کرانا اور بھی ضروری اور لازم و واجب معلوم ہوتا ہے تاکہ عورت کے متعلق ایک غلط خیال اور ڈھکوسلا جو جہلاء میں عقیدہ کی حد تک پھیلا ہوا ہے اور مشہور ہے۔ اس کی عملی تردید اور شریعت کی اصلی اجازت اور اس کے حقیقی منشاء کی عملی تبلیغ ہوتی رہے۔ اگر قصاب یا کسی اور آدمی سے ہی ذبح کرانا ہو تو اس کے لئے کوشش کر کے صحیح العقیدہ موجد سنی اور نیک شخص کو تلاش کرنا چاہیے "کافر"، "مشرک"، "مرتد"، "مرزائی"، "یہودی"، "عیسائی"، "سبائی"، "رافضی"، "تبرائی"، "پرویزی"، "منکر حدیث"، "ملحد دھرمیہ"، "کمونسٹ"، "و قبر پرست بدعتی"، اور ممات النبی کے توہین آمیز عنوان کے ساتھ امت میں فتنہ برپا کرنے والے گستاخ رسول کا ہاتھ ہرگز نہ لگوائیں۔ ورنہ نیکی برباد اور گناہ لازم ہوگا۔ کیونکہ ذبح اور قصاب کا "مسلم" ہونا شرط ہے لہذا اس بارہ میں سخت احتیاط کرنا چاہیے۔

"ذبح سے پہلے چھری تیز کر لینی چاہیے۔"

۱۷۴۔ ہر ذی روح۔ خواہ وہ طبعی موت مرے؟ یا حادثہ شکار ہو کر؟

یا اس کو بلا مقصد اور بلا جواز قتل کیا جائے، یا انسانی ضرورت اور شرعی اجازت کے ساتھ اللہ اور رسول کے بتائے ہوئے سب سے زیادہ آسان، بہتر اور کم سے کم اذیت اور تکلیف والے طریقہ سے ذبح کیا جائے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جسم و جان میں پیدا کئے ہوئے فطری اور طبعی تعلق کے ٹوٹنے سے لازماً اور بہر حال سخت تکلیف ہوتی ہے اور انسان کی بنیادی غذائی ضروریات کے لئے ہر روز اور ہر وقت حلال جانوروں کو بغیر ذبح کئے ہوئے کوئی چارہ کار نہیں۔ وہیں نوع بشر کی اعتقادی و فکری اور اخلاقی و عملی تعلیم و تربیت اور اصلاح کے لئے انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے ذریعہ الہامی تعلیمات اور ان کے معلمین کا ازلی و ابدی انتظام بھی فرما دیا تھا۔ چنانچہ آغاز کائنات سے لیکر "شرع عیسوی" کے خاتمہ تک ہر دور کے انسانوں کی پوری زندگی کی رہنمائی اور اصلاح کے لئے احکام و ہدایات نازل کئے جاتے رہے اور عملی تربیت کے لئے انبیاء علیہم السلام کے اخلاق و اعمال کو ہمیشہ اُسوہ و نمونہ بنا کر ہر امت پر ظاہری و باطنی لحاظ سے مکمل طور پر اتمام حجت کیا جاتا رہا اور ظاہر ہے کہ جب پوری دنیا کی دائمی رہنمائی کے لئے کائنات کے سب سے بڑے اور سب سے آخری قائد اعظم، خاتم النبیین و المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا گیا تو ہمیشہ کے لئے ایک کامل و اکمل دین، جامع نظام حیات اور منشور کی ضرورت بھی یہ طریق احسن و اکمل پوری کر دی گئی، چنانچہ عہد محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے آغاز سے

لیکر مستقبل میں قیامت تک آنے والی نسل انسانی کو قرآن کریم و حدیث مبارک اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کی صورت میں زندگی کے ہر شعبہ اور گوشہ کے لئے مکمل ہدایت و رہنمائی فرمادی گئی اور امکانی آخری حد تک جامع و مانع، مربوط، مضبوط، مدلل و مفصل، واضح و معین اور قطعی و یقینی دستور و قانون مہیا کر کے اس کی موجودہ اور ممکنہ و متوقع تمام مشکلات کا بہترین اور سکون و اطمینان بخش حل پیش کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ شعبہ عبادات میں عام ذبیحہ اور ذوالحجۃ میں قربانی کے خاص ذبح کے متعلق نبی علیہ السلام کے قول و عمل سے ماخوذ و مستفاد اور معقول طریقہ کو ایک قانونی شکل کے ساتھ ازواج و اصحاب رسول علیہم السلام کے ذریعہ امت کو بتا دیا گیا ہے۔ مفید طریقہ آج تک کوئی داعی منسب اور کوئی قوم نہ بنا سکے نہ بتا سکے اور نہ تجربہ و مشاہدہ میں ثابت کر سکے۔ ذبح جانور کے سلسلہ میں ابتدائی ہدایت کے طور پر نبی علیہ السلام کا حسب ذیل ارشاد ملاحظہ کریں۔

عَنْ شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: "إِثْنَانِ حَفِظْتُهُمَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ فَأِذَا قَتَلْتُمْ فَأَحْسِنُوا الْقِتْلَةَ. وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَأَحْسِنُوا الذَّبْحَ. وَلْيُحَدِّثْ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ فَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ"۔ (صحیح مسلم" باب الامر باحسان الذبح والقتل و تحديد الشفرة ج ۲. ص ۱۵۲)

حضرت شداد ابن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ: "میں نے دو خاص دینی باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر یاد کی ہوئی ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ: "بلا شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز اچھے انداز سے تصرف کرنے کا حکم لکھ دیا ہوا ہے۔ اس لئے جب تم کسی (دشمن دین کو با واجب القصاص شخص) کو قتل کرو، تو اس کا قتل بھی (بار بار اور مسلسل اذیت پہنچانے کی جگہ فوری اور یکبارگی طور پر) اچھی طرح انجام دو۔ اور جب تم کسی حلال جانور کو ذبح کرو تو اس کے ذبح کو بھی ایسے ہی اچھی طرح انجام دو، اور تم میں سے کوئی آدمی بھی ذبح کرنے لگے تو ضروری ہے کہ وہ اپنی چھری کو تیز کر لیا کرے (تا کہ واجب القتل انسان یا مذبوح جانور کسی کو بھی بلا جواز اور بلا ضرورت اذیت اور تکلیف نہ پہنچے)"۔

نبی علیہ السلام کے اس ارشاد گرامی سے نہ صرف جانوروں بلکہ عام معاشرتی ضرورت کے تحت قصاص میں قتل کئے جانے والے اور دین کی اجتماعی اور قومی ضرورت کے مطابق میدان جنگ میں لگے جانے والے کفار اور بغاوت کے بعد قابو آ جانے والے سرکش انسانوں کی جان لینے کے لئے بھی بہترین ہدایت فرمائی گئی ہے۔ علماء حدیث نے لکھا ہے کہ "یہ ارشاد نبوی اسلام کے قواعد و ضوابط اور احکام کے سلسلہ میں جامع ترین حدیث رسول علیہ السلام ہے"۔

اس کے بعد ایک اور حدیث شریف ملاحظہ کریں جس میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بیان کردہ ضابطہ پر خاص حکم دیکر اس کے ذریعے سے ہر طور خاص عمل کرایا تھا۔

عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ. رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا: "أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِكَبْشٍ أَقْرَنَ يَطَافِي سَوَادٍ وَيَبْرُكُ فِي سَوَادٍ وَيَنْظُرُ فِي سَوَادٍ فَأَتَى بِهِ لِيُصْحِيَ بِهِ قَالَ لِعَائِشَةَ: هَلَمِّي الْمُدِيَةَ، ثُمَّ قَالَ: اشْحِذِيهَا بِحَجَرٍ فَقَعَلْتُ ثُمَّ أَخَذَ هَاوَ أَخَذَ الْكَبْشَ فَأَضْجَعَهُ ثُمَّ ذَبَحَهُ ثُمَّ قَالَ: "بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ وَمِنْ أُمَّةٍ مُحَمَّدٍ" ثُمَّ صَحَّى بِهِ."

(صحیح مسلم، کتاب الاضاحی ج ۲، ص ۱۵۶)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بڑی بیٹی سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے نبی علیہ السلام کی سوتیلی پھوپھی سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے جلیل القدر مومن فرزند حواری رسول سیدنا زبیر ابن عوام رضی اللہ عنہ کے فرزند اور ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کے بھانجے۔ مشہور جلیل القدر عالم و فقیہ تابعی حضرت عروہ ابن زبیر رحمۃ اللہ علیہ سیدہ عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ: "اُمّ المؤمنین نے بیان کیا کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (عید الاضحیٰ کے موقع پر) "ایک بڑے سینگوں والا بینڈھا لانے کا حکم دیا، جس کے چاروں پاؤں سیاہ ہوں اور جس کی آنکھوں کا ماحول بھی سیاہ ہو۔" چنانچہ ایسا بینڈھا خرید کر لایا گیا تاکہ اسے قربان کیا جاسکے، پھر آپ نے سیدہ عائشہ کو فرمایا کہ "چھری لاؤ" پھر فرمایا کہ: "میں نے تعمیل حکم میں چھری تیز کر کے آپ کو دی تو آپ نے

چھری ہاتھ میں پکڑ لی اور بینڈھے کو پکڑ کر زمین پر پھینک دیا اور پھر اسے ذبح کرنے لگے تو یہ فرمایا: "میں اللہ کے نام سے ذبح کر رہا ہوں۔ اے اللہ! یہ بینڈھا محمد اور محمد کے بیوی بچوں اور خاندان والوں کی طرف سے قبول فرمائیے۔" پھر آپ نے اسے قربان کر دیا۔"

اس حدیث مبارک کی روشنی میں تمام مسلمانوں کو اپنی اپنی قربانی خود ذبح کرنی چاہیئے اور اس کے لئے حکم و عمل رسول علیہ السلام کے مطابق ذبح سے پہلے چھری کو خوب اچھی طرح تیز کر لینا چاہیئے تاکہ جانور کو زیادہ تکلیف نہ ہو۔

ایک شبہ کا ازالہ اور ضروری تشریح:

۱۷۵۔ اونٹ کی قربانی میں شریک ہو سکنے والوں کی اصل تعداد تو سات ہی ہے لیکن چونکہ ایک حدیث میں دس افراد کی شرکت کا بھی ذکر ہے اس لئے عوام اور بعض خواص کو بھی مغالطہ اور پریشانی سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ لہذا اس کی ضروری تشریح ملاحظہ کر لیں۔ اس سلسلہ میں حسب ذیل روایت پیش کی جاتی ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَحَصَرَ الْأَصْحَى. فَاشْتَرَكْنَا فِي الْبَقْرَةِ سَبْعَةً وَفِي الْبَعِيرِ عَشْرَةً. (رواه الترمذی والنسائی و ابن ماجہ وقال الترمذی: هذا حديث حسن غريب" الترمذی، کتاب الاضاحی ص

۲۳۶. شافعی مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۱۲۰ طبع دہلی
حضرت عبداللہ ابن عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے
انہوں نے فرمایا کہ: ”ہم صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر
میں تھے کہ عید الاضحیٰ آگئی تو ہم لوگ گائے میں سات سات اور اونٹ میں دس
دس آدمی شریک ہو گئے تھے۔“

اس حدیث شریف میں بھی گائے کے اندر تو سات آدمیوں کے ہی
شریک ہونے کا ذکر ہے صرف اونٹ میں دس کی شرکت بتائی گئی ہے مزید یہ
کہ اس میں صرف حضرت ابن عباس اور ان کے کئی صحابہ کا مجمل سا عمل مذکور
ہے۔ خود نبی علیہ السلام کا کوئی اعلان اور حکم یا مصدقہ عمل منقول نہیں جس
سے یہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ فی الواقع شروع سے آخر تک نبی علیہ السلام اور
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی مسلسل یہی عمل جاری رہا تھا۔ لیکن حقیقت اس
کے خلاف ہے کیونکہ اس کے مقابلہ میں ایک مستقل اور صحیح قولی حدیث مبارک
منقول ہے ملاحظہ کریں۔

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ: "أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ وَالْجَزُورُ
عَنْ سَبْعَةٍ" رواه "مسلم" و ابوداؤد" واللفظ له (ابوداؤد) كتاب
الاضحیٰ "ج ۲ ص ۳۸۸)

حضرت جابر ابن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ: تحقیق
نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا تھا کہ: ”گائے سات آدمیوں کی طرف سے
کافی ہے اور اونٹ بھی سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہے۔“

اولاً: یہ کہ اس حدیث مبارک نے گائے اور اونٹ میں شریک ہونے والوں کی وہ
تعداد واضح اور معین کر دی ہے جس پر اُمت کی اکثریت کا اتفاق ہے۔ اور امام
اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ حدیث پہلی حدیث کے لئے ناسخ ہے
لہذا اگر پہلے کسی وقت اونٹ میں دس آدمی کی شرکت جائز بھی تھی تو اب اس
حدیث کے بعد کہ جس میں نبی علیہ السلام نے سابق عمل کے خلاف بالکل واضح
اور معین انداز کے ساتھ دونوں جانوروں میں سات سات افراد کی شرکت
کا اعلان فرما دیا ہے۔ اونٹ میں دس آدمی کی شرکت والا حکم منسوخ اور کالعدم ہو
گیا ہے۔

ثانیاً: یہ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ والی حدیث میں اونٹ کے اندر
دس آدمیوں کی شرکت کا صرف ذکر کیا گیا ہے نبی علیہ السلام کی طرف سے اس
کی پابندی کا کوئی صریح و واضح اور معین حکم مذکور و منقول نہیں ہے صرف
صحابہ کا عمل بیان کیا گیا ہے! جس سے خیال ہوتا ہے کہ ان سب حضرات نے
بھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کچھ سن کر یاد رکھ کر ہی اونٹ میں دس آدمیوں کی
شرکت پر عمل کیا ہو گا؟ اور ظاہر ہے کہ مجمل امر کے مقابلہ میں اعلان نما
مفصل حکم کو ترجیح حاصل ہو گی۔ لہذا سمجھا جائے گا کہ حضرت ابن عباس رضی
اللہ عنہ کو اونٹ میں دس آدمیوں کی شرکت معین ہونے کے سلسلہ میں نبی علیہ
السلام کا کوئی واضح اعلان اور حکم نہیں مل سکا اور ان کے سمیت چند صحابہ نے
اندازہ کے طور پر اونٹ میں دس آدمیوں کے شریک ہونے کا عمل اختیار کر لیا
ہو گا اور ایسا ہونا ممکن ہے۔

مثلاً: یہ کہ بڑے جانور میں سات آدمیوں کی شرکت پر تو اُمت کا اتفاق ہے، صرف اونٹ میں تین زائد یعنی دس افراد کی تعداد ہونے میں کچھ اختلاف ہے اور ظاہر ہے کہ "مستفق علیہ" امر کو اختیار کرنا محفوظ و بے خطر عمل ہے اور اختلافی امر کو اختیار کرنا غیر محتاط اور محذوш عمل ہے لہذا احتیاط و حفاظت کے نقطہ نظر سے گائے کی طرح اونٹ میں بھی تقریباً اجماعی اور مستفق علیہ مسلک کے مطابق سات افراد کی شرکت کے فتویٰ اور فیصلہ پر ہی عمل کیا جائے گا۔ تاکہ ذہنی خلفشار اور عملی انتشار سے بچا جاسکے۔

قربانی کی نیت:

۱۷۶- نماز کی طرح ذبح کے وقت بھی "نیت" اور "دعاء" کے الفاظ

زبان سے پڑھنا ضروری نہیں۔ اگر دل میں اپنی طرف سے قربانی کا خیال کر کے صرف بسم اللہ واللہ اکبر کہ کر چھری پھیر دی تو قربانی بالکل جائز اور صحیح ہوگی۔ لیکن نیت اور دعاء یاد ہو تو پھر پڑھ لینا بہتر ہے، ذبح کے وقت جانور کو زمین پر اس طرح پچھاڑیں اور لٹکائیں کہ اس کا منہ قبلہ کی طرف، سر دائیں طرف رہے اور پاؤں بائیں جانب رہیں۔ اور اپنا گھٹنا یا پاؤں اس کے بائیں شانہ پر رکھ کر یہ طور نیت یہ کلمات پڑھیں۔

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ
خَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ط إِنَّ صَلَاتِي
وَنُفْسِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا

شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ.
اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ پھر بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ

بے شک میں نے اپنا منہ موڑ لیا ہے اس مالک کی طرف جس نے آکاش اور دھرتی بنائے۔ سب سے کٹ کر اور نہیں ہوں میں سا بھی بنانے والوں میں سے! بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لئے ہے جو پالہنہا ہے سب جہانوں کا۔ اس کا کوئی سا بھی نہیں اور یہی مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں سب سے پہلے حکم ماننے والوں میں ہوں۔!

"اے اللہ! یہ قربانی آپ ہی کی طرف سے عطاء ہوئی اور آپ ہی کے لئے اداء ہو رہی ہے۔"

"میں اللہ ہی کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔!"
کہ کر جانور کے گلے میں مقررہ جگہ پر ہاتھ مضبوط رکھ کر خوب تیز کی ہوئی چھری پھرتی سے چلا دیں جس سے زرخرا اور دائیں بائیں کی شاہ رگ پوری کٹ جائیں۔ اس سے قربانی مکمل ہو جائے گی۔ جب ذبح ہو جائے تو پھر یہ دعاء پڑھیں

اَللّٰهُمَّ! تَقَبَّلْهُ مِنِّيْ!

"اے اللہ! یہ قربانی میری طرف سے پسند اور منظور کر لیجئے۔"

اور اگر اپنے سوئی کسی اور کی طرف سے بہ طور اداء فرض و واجب یا بہ غرض ثواب نفل قربانی دینا ہو تو پھر "مسی" کی جگہ "من" کے حرف کے بعد اس شخص کا نام لے دیں۔ اور پھر آگے یہ کلمات کہیں

كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِيبِكَ مُحَمَّدٍ وَ خَلِيلِكَ اِبْرَاهِيمَ

عَلَيْهِمَا الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ.

جیسے کہ آپ نے اپنے پیارے حضرت محمد اور اپنے خاص دوست حضرت ابراہیم علیہما الصلوٰۃ والسلام سے قربانی، پسند اور منظور فرمائی۔

"حرم قربانی اور قیمت حرم قربانی کا مصرف:"

۱۷۷۔ جانور جب ٹھنڈا ہو جائے تب کھال اتاریں، کھال اتار کر قصاب وغیرہ کو مزدوری میں دینا جائز نہیں۔ لہذا یا تو کھال ہی خیرات کر دیں یا بیچ کر اس کی جو قیمت ملے اس رقم کو بغیر بدلے یا خرچ کے بعیۃ وہی رقم زکوٰۃ وصدقہ کے مستحق فقراء و مساکین کو دے دیں۔ اگر کھال کے پیسے بدل کر دیئے تو بری بات ہے، مگر صدقہ ادا ہو جائے گا تاہم احتیاط کرنا چاہیئے۔ کیونکہ حرم قربانی کی رقم اگرچہ زکوٰۃ نہیں لیکن نذر کی حیثیت سے وہ بھی معین ہو کر صدقات واجبہ میں شامل اور زکوٰۃ کے حکم میں داخل ہو جاتی ہے۔ اور معلوم ہے کہ صدقات واجبہ کی رقوم رقم زکوٰۃ کے حکم میں آجاتی ہیں۔ اور انہیں اصل مال سے الگ کرنے کے بعد بعیۃ خرچ کرنا ضروری ہے، بدلنا صحیح نہیں اس لئے مسئلہ کا پورا لحاظ کرنا چاہیئے!

۱۷۸۔ جن لوگوں کو زکوٰۃ نہیں لگتی، ان کو کھال کی قیمت بھی

نہیں دینی چاہیئے۔ کیونکہ کھال یا اس کی قیمت حکم زکوٰۃ میں ہے۔ لہذا مستحقین زکوٰۃ ہی کو دینا واجب ہے خصوصاً اپنے نادار عزیز و اقارب، اور مدارس عربیہ کے غریب طلباء اور ذکر و فکر کرنے والے خائفانہ نشین کے سچے فقراء اور درویش سب

سے زائد مستحق ہیں۔

"صدقات واجبہ کے مصارف:"

۱۷۹۔ إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (س. التوبہ آیت ۶۰، ۶۱، ۶۲)

"بے شک تمام صدقات ایک دو وقت کی روزی والوں کے لئے اور بالکل خالی ہاتھ عاجز لوگوں کے لئے اور بیت المال کے کارندوں اور تحصیل کرنے والوں کے لئے اور جن کے دل جوڑے اور پرچائے جارہے ہوں ان نو مسلموں کے لئے اور جہاد کے دوران میں قابو آنے والے مرد و زن جنگی قیدیوں اور عام لونڈیوں غلاموں کے لئے اور قرض سے زیر بار لوگوں کے لئے اور آمادہ جہاد بے سر و سامان غازیوں کے لئے اور محتاج ہو جانے والے مسافروں کے لئے ہیں۔ مقرر و فرض حکم ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ ہر چیز کا علم اور حکمت رکھنے والا ہے۔"

۱۸۰۔ صدقات واجبہ میں سے صدقۃ الفطر "زکوٰۃ، عشر، قیمت

چرمہائے اور نذر کی نقد رقوم، یا غلہ، یا کپڑے اور کتب و رسائل کی طرح صدقۃ الفطر کے مستحق بھی وہی لوگ ہیں جن کا ذکر قرآن کریم اور حدیث مبارک میں واضح طور پر موجود ہے یعنی ایک دو وقت کے روٹی کے سامان والے فقراء، بالکل خالی ہاتھ اور عاجز و مساکین اسلامی حکومت کے بیت المال کے کارندے اور

تحصیل دار، وہ زیر تبلیغ لوگ جن کے اسلام لانے کی غالب امید ہو یا وہ اسلام تو لا چکے ہوں لیکن ابھی دین میں کمزور ہوں، اسلامی جہاد میں قابو آنے والے مرد و زن، جنگی قیدی اور لونڈی غلام، مقروض، آئندہ جہاد مگر بے سروسامان غازی اور مسافر وغیرہ شامل ہیں۔

مگر سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ان کی توجہ و تحقیق پر صحابہ کے اجماع کے تحت اس مد کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد منسوخ قرار دے جانے کے باعث امت کے اکثر مجتہدین و فقہاء کے نزدیک یہ مد باقی نہیں رہی۔

۱۸۱ - ایک آدمی کا صدقہ ایک محتاج کو دینا یا کئی فقراء میں بانٹنا یا کئی

اشخاص کا صدقہ ایک ہی فقیر و محتاج اور مستحق کو دے دینا ہر طرح جائز ہے۔

وَجَازَ دَفْعُ كُلِّ شَخْصٍ فِطْرَتَهُ إِلَىٰ مَسْكِينٍ
أَوْ مَسَاكِينَ عَلَى الْمَذْهَبِ كَمَا جَازَ دَفْعُ صَدَقَةٍ

جَمَاعَةٍ إِلَىٰ مَسْكِينٍ وَاحِدٍ. (شرح التنویر" ص ۱۲۵ ج ۲)

اور ایک شخص کی طرف سے ایک مسکین (مستحق) یا بہت سے مساکین کو صحیح حنفی مذہب و مسلک کے مطابق صدقۃ الفطر دینا جائز ہے جیسا کہ ایک پورے خاندان اور گروہ کا ایک ہی مسکین کو سارا صدقۃ الفطر دے دینا جائز ہے۔

"رشتہ داروں میں آپاؤ اجداد اور اولاد احفاد (پوتوں نواسوں) کو اور میاں بیوی ایک دوسرے کو صدقہ و زکوٰۃ نہیں دے سکتے:"

۱۸۲. وَلَا يَدْفَعُ الْمُزَكِّيُّ زَكُوَّةَ مَالِهِ إِلَىٰ أَبِيهِ

وَبَنِيهِ وَإِنْ عَلَا وَلَا إِلَىٰ وَلَدِهِ وَوَلَدِ وَلَدِهِ وَإِنْ سَفَلَ
وَلَا إِلَىٰ امْرَأَتِهِ وَلَا تَدْفَعُ الْمَرْأَةُ إِلَىٰ زَوْجِهَا.

("شرح البدایہ" ج ۲ ص ۸۸)

زکوٰۃ اداء کرنے والا۔ اپنے باپ اور دادا اور (اگر فرض کر لیں کہ اوپر بھی کسی داوے زندہ ہیں تو) تمام اوپر کے اجداد کو زکوٰۃ نہ دے اور نہ ہی اپنے بیٹے اور پوتے کو اور اگر فرض کر لیں کہ سچے کے کسی پوتے دادا پردادا کے سامنے موجود ہیں تو) سچے پوتوں کی تمام اولاد کو بھی زکوٰۃ نہ دے اور نہ اپنی بیوی کو زکوٰۃ دے اور نہ بیوی اپنے خاوند کو زکوٰۃ دے۔!

۱۸۳ - یعنی رشتہ داروں میں حقیقی دادا، دادی، ماں باپ، بیٹا،

بیٹی، پوتا، پوتی، نواسا، اور نواسی میں سے کسی کو صدقہ زکوٰۃ دینا جائز نہیں!

۱۸۴ - اس کے علاوہ اپنے دیگر محتاج و مسکین عزیز و اقارب میں سے

سوتیلے دادا، دادی، سوتیلی ماں اور سوتیلے باپ، حقیقی چچا، پھوپھی، ماموں، خالہ، حقیقی بھائی، بہن، بھتیجا، بھتیجی، بھانجا، بھانجی اور اپنے سر، ساس، سالی اور سالی سب کو زکوٰۃ و عشر کی طرح صدقۃ الفطر دینا جائز ہے۔ کیونکہ احکام کتاب و سنت کے مطابق "ذوی القربی" ہونے کی بناء پر یہ لوگ سب دوسروں سے زیادہ مستحق ہیں۔!

وَقَيَّدَ بِالْأَوْلَادِ لِحَوَازِهِ لِبَقِيَّةِ الْأَقَارِبِ كَالْإِخْوَةِ

وَالْأَعْمَامِ وَالْأَخْوَالَ الْفُقَرَاءَ بَلْ هُمْ أَوْلَىٰ لِأَنَّهُ صَلَٰةٌ
وَصَدَقَةٌ. ("رد المحتار" (الشامی) ج ۲، ص ۱۰۱)

اور (مضغ در مختار) نے (زکوٰۃ) اولاد کو نہ دینے کی قید اس لئے لگائی ہے کہ ان کے سوا محتاج بھائیوں، چچوں، مانموں جیسے تمام رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ بل کہ یہ لوگ اس کے زیادہ حق دار ہیں کیونکہ یہ زکوٰۃ ان کے لئے بیک وقت خاندانی قرب کی بھدر دی اور صدقہ و خیرات کی مشترکہ حیثیت رکھتی ہے۔"

"سادات قریش و بنی ہاشم کی پانچ شاخوں کو صدقہ
اور قیمتِ چرمِ قربانی دینا جائز نہیں:"

۱۵۸- پورے قبیلہ قریش اور اس کی سب سے زیادہ معزز و محترم

شاخ بنو ہاشم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسب اور خاندانی تعلق اور رشتہ مندی کی وجہ سے اُمت کے مقابلہ میں کئی خصوصیات اور مراعات نصیب ہوئی ہیں۔ جن میں سے ایک بہت بڑی خصوصیت یہ ہے کہ قریش اور بنی ہاشم کی پانچ شاخوں پر صدقات واجبہ حرام کر دیئے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں اصولی رہنمائی کے لئے حسب ذیل حدیث مبارک ملاحظہ کریں۔

عَنْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ رَبِيعَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ
قَالَ: إِقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ

هَذِهِ الصَّدَقَاتِ؟ إِنَّمَا هِيَ أَوْ سَاخُ النَّاسِ لَا تَحِلُّ
لِمُحَمَّدٍ وَلَا لِأَزْوَاجِهِ وَلَا لِأَزْوَاجِهِمْ. (رواہ مسلم کتاب "حنفی
مشکوٰۃ۔ زجاجہ المصابیح۔ ج ۱، ص ۵۱۴۔ شافعی مشکوٰۃ
المصابیح" ج ۱، ص ۱۶۱، طبع دہلی)

حضرت عبدالمطلب ابن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ: یقیناً یہ (واجبہ اور نفلیہ) صدقات یہ تو لوگوں کے (اموال) کی میل کچیل کے سوئی کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتے اور بلا شک، یہ صدقات نہ تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے حلال ہیں اور نہ آل محمد کے لئے حلال ہیں۔"

اس شرعی بنیاد اور دلیل کی وجہ سے اور بعض دوسری احادیث میں بھی نبی علیہ السلام کی طرف سے مبینہ مکمل وضاحت اور تفصیل کے مطابق "قریش اور بنی ہاشم کے چند خاص گھرانے آپ کے ارشاد کا مصداق ہونے کی وجہ سے "آل محمد" میں شامل ہیں اور ان پر صدقات حرام ہیں۔ چنانچہ نبی علیہ السلام کی حیات طیبہ میں ہی صحابہ کرام نے ان خاندانوں کو اموال صدقہ دینے بند کر دیئے تھے۔ تو نبی علیہ السلام کا اعلان و عمل اور صحابہ کا معمول دیکھ کر اور سمجھ کر اس دور کی اُمت کو خلافت اسلامیہ کی آخری حدود تک "آل محمد" کے لئے صدقات کی حرمت دائمہ کے مسئلہ کا بخوبی علم ہو گیا تھا اور ہر جگہ اسی کی تعلیم و تبلیغ شروع تھی اور تقسیم اموال میں اسی کے مطابق عمل در آمد جاری تھا حتیٰ کہ اسلامی قانون کی باقاعدہ تدوین و ترتیب کے وقت محدثین، ائمہ مجتہدین اور فقہاء اسلام نے متعلقہ احادیث کے مضمون مطابق اس مسئلہ کو ایک مستقل

صنا بطہ شریعی کی حیثیت سے کتب حدیث و فقہ اور فتاویٰ میں درج اور شامل کر دیا تھا چنانچہ کتب فقہ میں لکھا ہے:

وَلَا تُدْفَعُ إِلَى بَنِي هَاشِمٍ وَهُمْ آلُ عَلِيٍّ وَآلُ عَبَّاسٍ
وَآلُ جَعْفَرٍ وَآلُ عَقِيلٍ وَآلُ الْحَارِثِ وَمَوَالِيهِمْ.
(شرح البدایہ" ج ۲، ص ۱۸۸)

اور (صدقۃ الفطر) سمیت یہ تمام صدقات بنی ہاشم کو نہ دیئے جائیں اور وہ بنی ہاشم (پانچ خاندان) ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آل ہیں۔ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی آل ہیں۔ اور حضرت جعفر کی آل ہیں اور حضرت عقیل کی آل ہیں اور حارث ابن عبدالمطلب کی آل ہیں اور ان سب کے آزاد کردہ غلام ہیں۔

۱۸۶- مذکورہ بالا حدیث شریف میں دیئے گئے قطعی حکم اور فقہ میں

اس کی مذکورہ قانونی حیثیت و وضاحت کے مطابق نبی علیہ السلام کے خاندان میں سے آپ کی سب سے چھوٹی اور چوتھی پیاری بیٹی سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن مبارک سے سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد "سادات حسنیہ" و "حسینیہ" کے علاوہ نبی علیہ السلام اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے داوی سے سوتیلے چچا سیدنا ابوالفضل عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی اولاد "بنو عباس" اور آپ کے سب سے بڑے داوی سے سوتیلے تایا۔ حارث ابن عبدالمطلب کی اولاد "بنو حارث" اور حضرت علی سے دس سال بڑے ان کے حقیقی عظیم شجاع اور مجاہد و شہید، بھائی، نبی علیہ السلام کے ساتھ مشابہ چہرہ والے۔ قدیم الاسلام، السابقون الاولون کے رکن رکین مکہ سے حبشہ اور حبشہ سے

مدینہ تک دو بار ہجرت کا شرف رکھنے والے جلیل القدر صحابی سیدنا "ابو عبد اللہ" "جعفر" ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد "بنو جعفر" اور حضرت علی سے بیس سال بڑے ان کے حقیقی بڑے بھائی جنگ ضحین میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حامی و معاون اور رفیق، دُفین شام۔ صحابی۔ حضرت "ابو یزید" عقیل ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد "بنو عقیل" اور ان سب شاخوں کے آزاد کردہ غلام لوگوں پر صدقۃ الفطر، زکوٰۃ، عشر، نذر، منت و غیرہ صدقات واجبہ کی طرح جرم قربانی۔ یا قیمت جرم قربانی دینا بالکل غیر جائز ہے، جو لوگ ان بزرگوں اور آج کے دور میں ان کی مصدقہ آل و اولاد۔ صحیح النسب سادات اور بنی ہاشم کی مذکورہ چاروں شاخوں کے ساتھ محبت رکھتے ہیں انہیں چاہیے کہ غریب اور ضرورت مند سادات اور بنی ہاشم کو اپنے مال کا میل کچیل اور حرام کھلا کر ان کی مذہبی حیثیت، اخلاقی کیفیت اور معاشرتی حالت نہ بگاڑیں اور اپنی عاقبت خراب نہ کریں۔ بلکہ اپنی حلال کی کھانی میں سے خالص عطیہ کی نیت سے نقد ہدیہ یا غلہ اور کپڑے وغیرہ کا تحفہ دیکر نبی علیہ السلام کے حکم کی تعمیل اور آپ کی آل و اولاد اور اہل خاندان کے ساتھ محبت اور حسن سلوک کے دو گونہ ثواب اور اس پر اللہ تعالیٰ اور نبی علیہ السلام کی رضا اور خود گزشتہ اہل خاندان نبی کی ارواح کی خوشنودی اور زندہ اصحاب کی پر خلوص دعاء خیر و برکت جیسی نعمت و سعادت حاصل کر کے اپنے دین و دنیا کی بہتری کا سامان کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ سب اہل اسلام کو حکم شریعت کی تعمیل اور نبی علیہ السلام کے منشاء مبارک کی تکمیل کی مکمل اور مسلسل توفیق عطا فرمائے رکھیں۔ آمین ثم آمین۔

۱۸۷۔ مؤذن امام و خطیب، دینی مکتب کے مدرس اور ملازم کی تنخواہ

مسجد و مدرسہ کی تعمیر و مرمت اور اس کے عام اخراجات، میت کے کفن و دفن اور اس کا قرض اتارنے کے لئے نیز رفاہ عامہ کے لئے کنواں کھودنے، حوض اور تالاب بنانے سبیل لگانے سرائے، مسافر خانہ یا ہسپتال اور پل بنانے یا کسی ادارہ اور جماعت کے دفتر وغیرہ کے لئے موٹر۔ مشین مختلف آلات و سامان خریدنے، یا "گشتی شفا خانہ" اور "سفری ہسپتال" کے لئے ادویہ وغیرہ طبی سامان خریدنے، یا ان کے کاروبار اور دنیا دارانہ تقریری اور تحریری پروپیگنڈے کے لئے؟ صدقۃ الفطر، نذر، زکوٰۃ، عشر اور صدقات نفلیہ کی طرح حرم قربانی یا قیمت حرم قربانی دینا بھی بالکل ناجائز ہے۔ کیونکہ قیمت حرم وغیرہ صدقات واجبہ میں شامل ہے۔ جس کے لئے صحیح معنی میں غریب اور فقیر و مسکین کی باقاعدہ تملیک ضروری ہے اور مذکورہ بالا تمام مدت میں کوئی زندہ مستحق شخص یا افراد موجود نہیں ہیں بلکہ احکام شرعیہ کی قید اور پابندی سے فارغ مردہ شخص ہے اور یا پھر بے جان اشیاء اور مقامات ہیں جو انسان اور مستحق صدقات غریب مسلمان نہیں۔ لہذا ان پر قیمت حرم خرچ کرنے سے شرعی تملیک کی کوئی صورت نہیں بنتی۔ بلکہ بالکل خلاف موقع و محل استعمال ہوگی۔ جو قطعاً حرام اور غیر جائز ہے۔ لہذا دوسرے صدقات واجبہ کی رقوم کی طرح یہ قیمت حرم کی رقم بھی مذکورہ بالا مردہ افراد اور مقامات پر خرچ کرنا جائز نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ صدقات واجبہ کے مصرف کی توضیح کرتے ہوئے سب سے بڑے صدقہ واجبہ زکوٰۃ کے متعلق فقہاء فرماتے ہیں۔

هِيَ شَرْعًا تَمْلِكُ جُزْءَ مَالٍ عَيْنَهُ الشَّارِعُ مِنْ مُسْلِمٍ فَقِيرٍ

یہ زکوٰۃ شرع میں مسلم فقیر کو مال کے اس حصہ کا مالک بنانے کا نام ہے جس کی مقدار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے معین فرمادی ہے۔ پھر اس مال کے مصارف پر لکھتے ہیں کہ!

يُصْرَفُ إِلَى كُلِّهِمْ أَوْ بَعْضِهِمْ تَمْلِكًا لَا إِبَاحَةً

یہ مال، زکوٰۃ کے (قرآن میں بیان شدہ) تمام یا بعض مستحقین کو اس کا مالک بنا کر دینا چاہیے؟ محض استعمال کے لئے رسمی اجازت دیکر نہیں! پھر خلاف مصرف اشیاء و مقامات کے لئے ہدایت فرماتے ہیں کہ

وَلَا يُصْرَفُ إِلَى بِنَاءِ نَحْوِ مَسْجِدٍ،

(”تنویر الابصار“ کتاب الزکوٰۃ)

یہ مال مسجد جیسی کسی وقت تعمیر پر خرچ نہ کیا جائے۔

پھر اس کی مزید تفصیل فرماتے ہیں کہ وہ مسجد جیسی تعمیرات اور خلاف مصرف مقامات کون سے ہیں؟

كِبْنَاءِ الْقَنَاطِرِ وَالسَّقَايَاتِ وَإِصْلَاحِ الطُّرُقَاتِ وَكِرْيِ الْأَنْهَارِ وَالْحَجِّ، وَالْجِهَادِ. وَكُلِّ مَا لَا تَمْلِكُ فِيهِ (”رد المحتار“ الشامی)

جیسے پلوں اور پانی کی سقاویوں اور سبیلوں کی تعمیر، اور راستوں اور سڑکوں کی درستی اور نہروں کی کھدائی اور صفائی اور حج اور جہاد کی طیاری میں اور ہر وہ چیز

جس میں کسی کو اس مال کا مالک نہ بنایا جاسکے اس میں زکوٰۃ خرچ کرنا ناجائز ہے۔!

صدقات واجبہ کے ساتھ ساتھ اب خاص طور پر حرم قربانی کی قیمت کا حکم بھی سن لیجئے کہ:

فَوَجَبَ التَّصَدُّقُ (الكافی فی حاشیة "الهدایة" . کتاب الاضحیة، ج ۲، ص ۲۳۲)

(اس قیمت حرم قربانی کو اصل مصارف اور مستحقین میں) اور صدقہ کر دینا واجب ہے۔

البتہ اگر یہ مال اور قیمت حرم پہلے کسی مستحق کو دے دیا جائے اور وہ مالک بن کر اپنی مرضی و اختیار سے مذکورہ گزشتہ مصارف و مقامات میں خرچ کر دے تو جائز ہے، کوئی مضائقہ نہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص بھول کر یا غلط فہم کی وجہ سے ان اشیاء و مقامات پر خلاف حکم خرچ کر چکا ہو تو اس کی زکوٰۃ اور حرم و قیمت حرم کا صدقہ قطعاً اداء نہیں ہوگا بلکہ دوبارہ اداء کرنا لازم ہوگا۔ اور آئندہ کے لئے محتاط رہنا ضروری ہوگا۔ بناء بریں جو لوگ عوام سے صدقات واجبہ اور قربانی کی رقوم وغیرہ لیکر ناجائز اشیاء و مقامات پر بغیر کسی مستحق کو مالک بنائے خرچ کر دیتے ہیں۔ انہیں خدا اور رسول سے شرم کرنا چاہیے اور موت، قبر، حشر اور عدل کی ترازو سے ڈرتے ہوئے حقوق العباد کے زیاں کا وبال اپنے سر لینے کی مجرمانہ جرات سے باز رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو فہم و قبول حق اور اعتدال کی توفیق عطا فرمائیں آمین ثم آمین۔!

۱۸۸۔ حرم قربانی کی طرح جانور کی رسی، زنجیر اور جھول۔ کپڑا

وغیرہ سب چیزیں یا تو بعینہا خیرات کر دیں؟ یا پھر کھال کی طرح فروخت کر کے ان کی قیمت بھی مستحقین زکوٰۃ کو دے دی جائے، کھال اور جانور کی ان متعلقہ اشیاء میں سے کوئی چیز یا ان کی قیمت قصاب اور ذبح وغیرہ کو اجرت میں دینا جائز نہیں۔ بلکہ ہر حال میں ان کا صدقہ کرنا ہی ضروری ہے۔!

۱۸۹۔ کھال کی طرح قربانی کے گوشت، چربی اور پھیپھڑے بھی

قصاب وغیرہ کو اجرت میں دینا جائز نہیں۔ اس کی مزدوری اپنی گرہ سے الگ دیں۔ قصابوں کے لالچ اور مطالبہ سے متاثر ہو کر غلط عمل سے قربانی کے ثواب میں خلل نہیں ڈالنا چاہیے۔ اس سے بہتر یہ ہے کہ کھال خود رکھ لیں اس کو جائے نماز، مشک، ڈول، چھلنی، جوتا وغیرہ بنا کر استعمال جائز ہے۔ دلیل کے لئے حسب ذیل حدیث مبارک ملاحظہ کریں۔

عَنْ مُجَاهِدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى قَالَ: أَخْبَرَهُ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي لَيْلَى رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: أَنَّ عَلِيًّا. رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. أَخْبَرَهُ. أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ: أَنْ يَقُومَ عَلَى بُدْنِهِ وَأَنْ يَقْسِمَ بُدْنَهُ كُلَّهَا لِحُومِهَا وَجُلُودِهَا وَجِلَالِهَا. وَلَا يُعْطَى فِي جِرَارَتِهَا شَيْئًا.!

(البخاری "کتاب المناسک" الحج. باب لا يعطى الجزار من

الہدی شینا ج ۱، ص ۲۳۲ طبع دہلی، انڈیا)

مشہور جلیل القدر تابعی حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا: "کہ مجھے تابعی امام حضرت عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ نے بتایا تھا وہ کہتے تھے کہ: "مجھے سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا تھا کہ: "حجۃ الوداع کے موقع پر (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم دیا تھا کہ: "وہ آپ کے ذبح کئے ہوئے اونٹوں کے منتظم بن جائیں اور سب اونٹ اپنے تمام اجزاء اور متعلقہ اشیاء سمیت تقسیم کر دیں۔ (یعنی) ان کے گوشت۔ ان کی کھالیں۔ اور ان کی جھولیں۔ سب کچھ بانٹ دیں اور اونٹ ذبح کرنے کی اجرت کے طور پر قصاب کو ان میں سے کوئی چیز نہ دیں۔"

اس حکم کی مزید وضاحت میں حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہی کی دو سری روایت بھی ہے جس میں آپ نے نبی علیہ السلام کے حکم کی تعمیل میں قربانی کی تمام مذکورہ چیزیں بہ طور صدقہ واجبہ تقسیم کرنے کی براہ راست اپنی طرف نسبت کی ہے۔

يَقُولُ (مُجَاهِدٌ) حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي لَيْلَى. أَنَّ عَلِيًّا حَدَّثَهُ قَالَ أَهْدَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِائَةَ بَدَنَةٍ فَأَمَرَنِي بِلَحْوِهَا. فَقَسَمْتُهَا، ثُمَّ أَمَرَنِي بِجَلَالِهَا فَقَسَمْتُهَا، ثُمَّ رَجُلُودَهَا. فَقَسَمْتُهَا.

(البخاری) کتاب المناسک، باب يتصدق بجلود الهدى. و باب يتصدق بجلال البدن ج ۱، ص ۲۳۲. طبع دہلی انڈیا)

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "میرے پاس عبدالرحمن ابن ابی لیلیٰ

نے بیان کیا کہ سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے حدیث سنائی تو فرمایا کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (حجۃ الوداع کے موقع پر اللہ کے نام سے ذبح کئے لئے مقررہ جانور کے طور پر) ایک سو اونٹ قربان کئے۔ پھر مجھے ان کے گوشت کے متعلق حکم دیا تو میں نے "ان کے گوشت صدقہ تقسیم کر دیئے، پھر مجھے ان کی جھولوں کے متعلق حکم دیا تو میں نے وہ جھول بھی بانٹ دیئے۔ پھر مجھے ان کی کھالوں کے متعلق حکم دیا تو میں نے وہ کھالیں بھی خیرات میں دے دیں!"

مزید دو احادیث میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قربانی کے جانور کے گوشت کھال، جھول، مہار اور رشی وغیرہ کے مصرف کی وضاحت کی ہے کہ انکو اپنی ذات کے لئے بیہنا ناجائز ہے۔

رَوَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِعَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تَصَدَّقْ بِجَلَالِهَا وَخِطَامِهَا

("بدائع الصنائع" کتاب التصحیہ، ج ۵، ص ۸۱)

وَرَوَى عَنْ سَيِّدِنَا عَلِيٍّ كَرَّمَ اللَّهُ وَجْهَهُ أَنَّهُ قَالَ. إِذَا صَحَّيْتُمْ فَلَا تَبِيعُوا لَحُومَ صَحَايَاكُمْ. وَلَا جُلُودَهَا. وَكُلُّوا مِنْهَا. وَتَمَتَّعُوا

("بدائع الصنائع ج ۵، ص ۸۱)

یہ روایت کی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو فرمایا کہ۔ "ذبح شدہ اونٹوں کی جھولیں اور ان کی مہار کی رسیاں صدقہ کر دو۔ اور سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت بیان کی گئی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ "جب تم قربانی کرو تو اپنی قربانیوں کے گوشت اور ان کی کھالیں مت پیچا کرو، اور ان کے گوشت

میں سے کھاؤ اور فائدہ اٹھاؤ۔

۱۹۰۔ قربانی کا گوشت خود کھائیں، رشتہ داروں اور دوستوں کو دیں اور فقراء میں تقسیم کر دیں، البتہ بہتر یہ ہے کہ گوشت کے تین حصص کر کے ایک حصہ اپنے لئے رکھیں، دوسرا متعلقین کو دیں یا بھجوا دیں۔ اور تیسرا محتاج لوگوں اور فقراء میں بانٹ دیں بہر حال خیرات والا حصہ تہائی سے کم نہ ہونا چاہیئے۔ اگر بھول کر یا جان بوجھ کر بھی تہائی سے کم خیرات کر دیا تو گناہ نہیں۔ غمیر بہتر اور عدل و ادب کے خلاف ہے۔ پھر تین حصہ کرنے میں بھی صرف اندازہ ٹھیک نہیں بلکہ تولنا ضروری ہے۔

۱۹۱۔ قربانی کا گوشت ملک میں بسنے والے اپنے واقف اور ہمسایہ و نادار غمیر مسلم رعایا مثلاً یہود و نصاریٰ مبوس، ہندو، سکھ، کمیونسٹ دھرمیہ ایران کے بانی بہائی ہندو پاکستان کے لاہوری اور کادیانی، مرزائی اسماعیلی قرمطی باطنی، وغیرہ "ذمی کفار" کو بھی ہدیہ دینا جائز ہے۔ مگر شرط یہی ہے کہ ان کو بھی کسی کام کی مزدوری میں نہ دیا جائے!۔

"عید الاضحیٰ کے موقع پر ایک "دآفہ" یعنی غربت و فاقہ زدہ ہنگامی مہاجرین کے قافلہ "کی مدینہ میں اچانک آمد اور ان کی خصوصی امداد کی غرض سے ایام عید کے بعد گوشت کھانے کی عارضی اور ہنگامی ممانعت"۔

۱۹۲۔ ایک سال اچانک بالکل نئی صورت حال پیدا ہوئی کہ ماحول

مدینہ منورہ کے صحراء میں رہنے والے بہت سے لوگ مختلف اسباب کے تحت غربت و تنگدستی اور فقر و فاقہ میں مبتلا ہو گئے تو انہوں نے اپنی صحیح سوچ اور مشورہ کے بعد فیصلہ کیا کہ "بادیہ نشین" بن کر بیٹھے ہوئے کسی اور طرف سے امداد کے انتظار میں مزید مصیبت اور موت کا شکار ہو جانے سے بہتر ہے کہ "ہنگامی مہاجرین" بن کر حقیقی سید البہاجرین علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ کر اور ان کے نافذ کئے ہوئے نظام عدل و فریاد رسی سے فیض یاب ہونے کے لئے آپ سے عنایت و مہربانی اور مواسات و غم خواری کی درخواست کریں چنانچہ محاورہ عرب کے مطابق کسی شور و شر کرنے والے ہنگامی جلوس کی جگہ انہوں نے "دآفہ" یعنی "ایک خاموش اور سست رفتار قافلہ" کی شکل اختیار کر لی اور اپنی "خیمہ بستیوں اور "عارضی دیہاتی گھروندوں" سے نکل کر بلکی رفتار کے ساتھ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے عین عید الاضحیٰ کے بارونق دن شہر مدینہ میں آئے اور ٹھیک اس وقت جب کہ ہزار ہا صحابہ نماز عید کے لئے عید گاہ میں حاضر ہو چکے تھے اور نبی علیہ السلام علی الاغلب خطبہ عید ارشاد فرما رہے تھے۔ ایک مصیبت زدہ اور پریشان حال مگر اسلامی تعلیم کے اثر اور اس کی برکت سے پھر بھی پرامن و سکون اور باوقار ہجوم کی شکل اختیار کر کے آپ کے سامنے صحابہ کے مجمع میں آئے پہنچے اور اپنی قابلِ رحم خستہ حالت بیان کر کے آپ سے فوری توجہ اور امداد کے لئے ملتمس ہوئے۔ اب یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ نبی علیہ السلام نے غریب پروری اور مہمان نوازی والی فطرت و سنت انبیاء علیہم السلام اور اپنی عادت شریفہ کے مطابق اپنے "خاص ذاتی توشہ خانہ" سے کہ جس کے لئے سید الباقین یعنی مقبول الہی و محبوب رسول حضرت "بلال حبشی" رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منتظم مقرر فرما رکھا

تھا۔ یا "قومی بیت المال سے یا حسب معمول "نماز عید کے بعد عوامی چندہ" کے ذریعہ سے ان فریادی ہنگامی مہاجرین کو ضروری اور فوری امداد مہیا فرمائی یا نہیں۔ مگر ظن غالب یہ حد یقین یہی ہے کہ آپ جیسے رحیم و کریم، درد مند و غم خوار، غرباء و فقراء کے ملجاؤ ماویٰ اور یستی و مساکین کے سب سے بڑے پناہ دہندہ مومن و مہربانی کے دربار سے وہ لوگ ہر گز ہر گز خالی دامن واپس نہیں ہونے ہوں گے۔ بلکہ یقین کامل ہے کہ انہیں کچھ نہ کچھ مالی امداد ضرور حاصل ہوئی ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو صفت جو دو کرم اور شان عطاء و غناء کا مظہر اتم بنایا تھا اور مافوق الفطرت سخاوت و شہامت آپ کی فطرت و طبیعت میں دویت فرمائی ہوئی تھی بلکہ اس کے بے مثال اور لازوال اثرات کے حامل مظاہرات کو دیکھ سن کر دنیا بھر کے بڑے بڑے سخی بادشاہ شہدر تھے۔ بہر کیف نبی علیہ السلام نے ان غریب فریادی اہل امت کے لئے غیر فقہی امداد مہیا کرنے کا ایک عجیب اور بامعنی طریقہ اختیار فرمایا کہ قربانی کے متعلق اپنی عادت شریفہ اور حاضرین صحابہ کی توقع کے خلاف اچانک یہ اعلان فرمادیا کہ "تم لوگ آج کی قربانی کا گوشت صرف تین دن تک کھاؤ اور جو بچ جائے اس کو صدقہ کر دو"

چنانچہ اس اعلان نبوی کو بہت سے صحابہ نے حسب معمول مختلف الفاظ اور مختلف انداز کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ایک مختصر مگر واضح روایت حسب ذیل ہے۔

عَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ . عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ. "لَا يَأْكُلُ أَحَدٌ مِنْ

لَحْمٍ اِضْحِيَّتِهِ. فَوْقَ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ !.

("مسلم، کتاب الاضاحی" ج ۲۔ ص ۱۵۸۔ طبع دہلی انڈیا)

شیخ الصحابہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا "کوئی شخص اپنی قربانی کا گوشت تین دنوں سے زیادہ عرصہ تک نہ کھائے"۔!

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے جید تابعی عالم و محدث فرزند حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے کہ نبی علیہ السلام کے اس اعلان کے بعد۔

"فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ لَا يَأْكُلُ لَحْمًا اِلَّا ضَاحِيَّ فَوْقَ ثَلَاثٍ" (مسلم ج ۲۔ ص ۱۵۸)

"پھر ابن عمر قربانیوں کا گوشت تین دنوں کے بعد نہیں کھاتے تھے۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا ہی مجمل اعلان کیا اور شان و منشاء نبوی کے مطابق اس ممانعت کی فوراً اسی وقت کوئی علت اور حکمت بیان نہیں فرمائی تو صحابہ نے بھی فرائض و واجبات تو کجا عام مستہبات اور مباحات سے متعلقہ احکام شریعت میں "تفتیش و تحقیق" اور کھود کرید سے بچنے کے قرآنی حکم اور آپ کے مستقل حکم کے مطابق حسب معمول بالکل خاموشی اختیار کی اور خطبہ عید میں اچانک یہ خلاف امید و توقع "نیا حکم" سن کر گھروں میں واپس آئے اور قربانی کے بعد گوشت کے فوری اور بیش از بیش ضروری استعمال اور بقیہ کے صدقہ کا اہتمام کرنے میں مصروف ہو گئے۔ اور تین دن تک جتنا گوشت کھا اور کھلا سکتے تھے وہ پورا کر لیا اب یقینی بات تھی کہ پہلے برسوں کے مقابلے میں نسبت کم اور

محدود استعمال کی وجہ سے کافی وافی مقدار میں زائد گوشت بچ گیا جسے انہوں نے حسب منشاء غبوی لازماً مستحق لوگوں میں صدقہ و خیرات کے طور پر بانٹنا تھا۔ چنانچہ اپنے اعزہ و اقارب کو دے دلا کر بھی جو گوشت وافر مقدار میں موجود تھا وہ قدرتی طور پر صحراء سے آنے والے خاموش اور ہنگامی قافلہ والے غرباء اور مصیبت و فاقہ زدہ مسلمان بھائیوں میں خوب تقسیم کیا۔ تو ان کی بھوک مٹی اور صحابہ کی جگہ ان کو ضرورت سے زائد گوشت کا ذخیرہ کرنے اور عید سے کافی بعد تک تنگی کے دنوں میں اسے کھاتے رہنے کا موقع مل گیا چنانچہ اس فوری غذائی امداد کے اثر سے ان غرباء کو قدرۃً زبردست سہارا ملا۔ ان کے اوسان بحال ہوئے اور وہ پہلے سے بہت اچھی حالت کے ساتھ مطمئن ہو کر گھروں کو واپس چلے گئے۔ اس سلسلہ کی تمام احادیث کے مضمون اور واقعاتی اشارات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی علیہ السلام کی طرف سے غیر معلومہ مالی امداد اور اوپر تصریحاً بیان شدہ سرایا حکمت و مصلحت مصدقہ فوری غذائی امداد ملنے سے اور بعد میں خالص اسلامی نظام کے مطابق بیت المال کے ذریعہ سے مختلف مدت کی امداد مہیا ہوتے رہنے کے نتیجے میں ان لوگوں کی حالت سدھر گئی۔ چنانچہ پورے عہد نبوی کے اندر ان لوگوں پر دوبارہ پھر کبھی ایسی غربت و مصیبت نہیں آئی اور خلافت و حکومت کو ان کے لئے کبھی اور کسی جگہ سے ہنگامی امداد کا انتظام کرنا پڑا اور نہ ہی اس سلسلہ میں پھر کوئی ہنگامی قانون نافذ کرنے کی نوبت آئی۔ بلکہ اسلام کی آسمانی اور الہامی اور قطعی اور یقینی برکات میں سے نہ صرف وہ لوگ بلکہ پورا جزیرۃ العرب ہی ایسی آفت و مصیبت سے محفوظ رہا اور اس کے لئے حکومت و خلافت کی طرف فریاد و داد رسی اور غذائی یا مالی امداد کے لئے ہنگامی

التجاء سے بھی بے نیاز اور مستغنی ہو گیا۔

عید الاضحیٰ کے اس اجتماع میں حسب معمول ہزار ہا صحابہ شریک تھے اور بہت سے حضرات اپنی ضروریات کے باعث دیہات سے شہر میں آہی نہیں سکے اور بہت سے بزرگ مختلف وجوہ سے سفر پر رہے۔ اس لئے حاضرین کو نبی علیہ السلام کے اس پُر حکمت اور مجمل اعلان اور آپ کی طرف سے اس کی حکمت و علت اور اس کے بقاء کی مدت بیان نہ کرنے کی وجہ سے یہی یقین ہوا کہ اب تازندگی قربانی کا گوشت صرف قربانی کے تین دنوں تک ہی کھایا جاسکے گا۔ اور اس کے بعد کھانا مکروہ بلکہ قطعاً غیر جائز اور حرام ہی ہو گا اور اللہ کی عجیب شان ہے کہ عرصہ تک ان لوگوں میں سے کسی نے بھی آپ کی طرف رجوع کر کے اپنی غذائی ضرورت اور اقتصادی مجبوری بیان کر کے اس پابندی میں کچھ نرمی اور کمی کے لئے عرض معروض کرنے کی جرأت ہی نہیں کی لیکن اندر ہی اندر اس سلسلہ میں کچھ متردد ہو رہے تھے، ادھر جو صحابہ آپ کا اعلان سن کر سفر پر چلے گئے یا دیہات میں اپنے گھروں کی طرف واپس ہو گئے تھے وہ بھی اس مجمل اور تاکید حکم اور آپ کے بیان کے انداز سے اسے مستقل اور دائمی سمجھتے ہوئے گئے تھے۔ چنانچہ جو لوگ عید سے پہلے سفر پر تھے اور مدینہ منورہ میں عید کے دوسرے تیسرے دن واپس آئے جب ایام عید کے بعد نئے اعلان سے بعض بے خبر ساتھیوں یا رشتہ داروں نے قربانی کا گوشت کھانے کے لئے پیش کیا تو انہوں نے چکھنے سے صاف انکار کر دیا کہ: "ہم نے سن لیا ہے اب گوشت ان کے لئے کھانا جائز نہیں رہا۔" اور جو لوگ آپ کا خطبہ عید سن کر سفر پر گئے تھے ایام عید کے بعد کسی جگہ اس اعلان سے بے خبر دیہاتی لوگوں نے ان کے سامنے

قربانی کا گوشت پیش کیا تو انہوں نے وہاں یہی کہ کر کھانے سے انکار کر دیا کہ اس کے متعلق تو اس سال نبی علیہ السلام نے اعلان فرمایا دیا ہے کہ قربانی کے تین دنوں کے بعد یہ گوشت ہرگز نہ کھایا جائے حتیٰ کہ فرزند ان فاروق اعظم محدث و مجتہد و صحابہ، محبوب نبی و عاشق سنت رسول حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اس کے بعد حج یا عمرہ پر مکہ میں تشریف لے گئے تو آپ نے ممانعت کے حکم کو دائمی جان کر ارزاہ اتقاء کامل منیٰ میں مذبحہ جانوروں سمیت ماحول میں قربانی کے ذبیحہ جانوروں کا گوشت کھانا بالکل ترک کر دیا اور حدیث میں تصریح ہے کہ وہاں کے عرصہ قیام میں:

"كَانَ يَأْكُلُ بِالرَّيْتِ"

آپ (ابن عمر) ان دنوں صرف زیتون کے کچے تیل کے ساتھ روٹی کھایا کرتے تھے۔۔۔۔۔ اللہ اکبر! نبی علیہ السلام کو خدا کا سچا نمائندہ مان کر عہدیت اور اطاعت کا جو حق صحابہ نے ادا کیا اور ایک صدی تک جب تک وہ زندہ رہے آنکھیں بند کر کے ایمان بالغیب کی حقیقت کو اپنے قول و فعل سے ظاہر و ثابت کرنے کے لئے انہوں نے "بے مثال اتباع کامل" اور لازوال عشق صادق کا جود دائمی مظاہرہ کیا؟ انسان تو کیا فرشتے بھی ہزار بار شک کرتے ہوئے انہیں بدیہ تحسین و تبریک پیش کرتے اور ان کے لئے وہم و خیال میں نہ آسکنے والی نعماء جنت اور درجات عالیہ حاصل ہونے کی لاتعداد دعاء کرتے ہوں گے۔ تو یہ حالات تھے کہ نبی علیہ السلام کے اس اعلان کی وجہ سے باوجود اطاعت کاملہ اور عہد دائمی عمل کے بھی اہل شہر اور اہل باد یہ سب میں..... عرب..... اور فطرۃ سب..... اقوام سے بڑھ کر گوشت کے شائق،

خصوصاً اونٹ کے گوشت کے عاشق ہونے کی وجہ سے نیز ذبیحہ جانوروں کی چربی اور کھالوں کی بہت سی مصنوعات میں بے حد ضرورت کے باعث ایک سیجانی لہر چل رہی تھی۔ اور ساتھ ہی ساتھ جو شہری حضرات خود اعلان سن گئے تھے وہ سفر میں راہگیروں اور دیہات کے رہنے والوں کو اس سے باخبر کر رہے تھے اور جو سفر پر جا چکے تھے اور ایام عید کے اندر یا بعد عید، مدینہ میں واپس آئے وہ وقفہ وقفہ کے ساتھ عام ساکنین شہر، احباب اور اہل خاندان سے سن سن کر محتاط ہو رہے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا واقعہ مذکور ہے کہ انہیں سفر سے واپسی پر اس ممانعت کا مجمل علم ہوا تو انہوں نے اپنے خاص آعرہ سے اس کی تحقیق کی اور قربانی کا جو گوشت ایام عید کے بعد پیش کیا گیا تھا انہوں نے وہ نہیں کھایا۔

عَنِ الْقَاسِمِ (ابْنِ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ الصَّدِيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ) أَنَّ ابْنَ خَبَّابٍ أَخْبَرَهُ: أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ يُحَدِّثُ أَنَّهُ كَانَ غَائِبًا فَقَدِمَ فَقَدِمَ إِلَيْهِ لَحْمٌ فَقَالَ: هَذَا مِنْ لَحْمِ صَحَابِيَا نَا؟ فَقَالَ: أَخِرُّوهُ لَا أذُوقُهُ" قَالَ: "ثُمَّ قُمْتُ فَخَرَجْتُ حَتَّى أَتَيْتُ أَخِي أَبَا قَتَادَةَ ابْنَ النُّعْمَانِ. "وَكَانَ أَخَاهُ لِأُمِّهِ وَكَانَ بَدْرِيًّا" فَذَكَرْتُ لَهُ فَقَالَ: "إِنَّهُ قَدْ حَدَّثَ بَعْدَكَ أَمْرٌ"

(البخاری" کتاب الاضاحی ج ۲ ص ۸۳۵. طبع دہلی انڈیا.)
سیدنا صدیق اکبر سلام اللہ ورضوانہ علیہ کے آخری چھوٹے فرزند محمد (مقتول

مصر) کے بیٹے یعنی آپ کے پوتے، فقیہ مدینہ حضرت قاسم رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ: مجھے قدیم و سابق الاسلام جلیل القدر صحابی حضرت خباب ابن ارت کے فرزند حضرت عبداللہ ابن خباب رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ: میں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے سنا تھا وہ بیان فرماتے تھے کہ: میں عید الاضحیٰ کے موقع پر گھر سے باہر سفر پر تھا۔ مدینہ میں واپس آیا تو میرے سامنے گوشت رکھا گیا اور پیش کرنے والے نے کہا کہ: "یہ ہماری قربانیوں کا گوشت ہے۔" تو میں نے کہا کہ: "اسے پیچھے ہٹا رکھو۔ میں اسے چکھوں گا بھی نہیں؟" پھر فرمایا کہ: "پھر میں اٹھا اور گھر سے نکلا، تاکہ ملاقات اور تحقیق حال کے لئے اپنے بھائی قتادہ ابن نعمان کے پاس پہنچوں" اور حضرت قتادہ ابن نعمان انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو سعید خدری کے ماں شریک (اخیاثی) "سوتیلے" بھائی تھے اور غزوہ بدر میں شرکت جہاد کی سعادت سے سرفراز اور اس کا اعزاز رکھنے والے صحابی تھے فرمایا: "میں نے وہاں پہنچ کر ان سے قربانی کے گوشت کے متعلق نئی پابندی کا ذکر کیا تو قتادہ نے فرمایا: "ہاں یہ بالکل سچی بات ہے کہ تمہارے سفر میں جانے کے بعد یہاں یہ پابندی والا نیا مسکہ اور معاملہ پیدا ہو گیا ہے۔"

"حکم ممانعت کے بعد کچھ صحابہ کی شکایت حال اور نبی علیہ السلام کی طرف سے پابندی کے عارضی ہونے کی اطمینان بخش وضاحت:"

۱۹۳- یہ صورت حال پل رہی تھی اور صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما

جیسے مزاج شناس و رازداران نبوت بھی امتثال امر اور تعمیل حکم کے بعد بالکل خاموش اور طبعاً حسب معمول اس حکم میں کسی ترمیم و تبدیل کے منتظر تھے کہ اتنے میں پورے خلوص و حسن نیت کے ساتھ اپنی غذائی ضروریات اور کاروباری مجبوریات ملحوظ رکھتے ہوئے آپ کی خدمت میں عرض معروض کی جرأت کر لی چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ جو خود عید کے بعد سفر سے واپس آئے اور جنہوں نے ممانعت کے تحت قربانی کا پیش کیا گیا گوشت کھانے سے انکار کر دیا تھا؟ حکم ممانعت کے بعد اپنی ضرورت و مجبوری کے تحت آپ کی خدمت میں شکایت حال پیش کر کے پابندی کے عارضی ہونے کا اطمینان بخش جواب پانے والوں کا قصہ مختصر آخود بیان کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ بْنِ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ.
قَالَ: "قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا أَهْلَ الْمَدِينَةِ! لَا تَأْكُلُوا لَحْمَ الْأَضَاحِيِّ فَوْقَ ثَلَاثٍ" وَقَالَ ابْنُ مَسْنِيٍّ: ثَلَاثَةُ أَيَّامٍ" فَشَكُّوا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ لَهُمْ عِيَالًا وَحَشَمًا وَخَدَمًا" فَقَالَ: "كُلُوا وَأَطْعِمُوا وَأَحْسِنُوا وَادَّخِرُوا" ("مسلم" كتاب الاضاحي". ج ۲ ص ۱۵۸، ۱۵۹)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (خطبہ عید الاضحیٰ میں) ارشاد فرمایا کہ: اسے مدینہ والو قربانیوں کا گوشت تین دنوں سے زیادہ عرصہ تک نہ کھاؤ" تو حکم کے

نفاذ اور اس پر عمل سے کچھ عرصہ بعد) کچھ لوگوں نے (اپنی تنگی و بمبوری کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ: "ہمارے کافی ہال بچے ہیں بیرونی کام کاج کرنے والے ملازم ہیں اور ہر وقت گھریلو خدمات بجالانے والے نوکر چاکر ہیں تو اس حکم سے ان کے اخراجات میں تنگی پیدا ہو رہی ہے لہذا کوئی رعایت فرمائیں" تو آپ نے (ان کے حالات سن کر فوراً) فرمایا: (یہ پابندی عارضی تھی) اب گوشت کھاؤ اور کھلاؤ اور بچا کر رکھو اور ذخیرہ بناؤ!! (عام اجازت ہے)!"

عرض شکایت اور اس کے جواب میں حصول رعایت و اجازت کے سلسلہ میں اس سے زیادہ مفصل اور حکم ممانعت کی اصل علت کو واضح کرنے والی ایک اور حدیث ملاحظہ کریں۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ وَاقِدٍ قَالَ: نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَكْلِ لُحُومِ الضَّحَايَا بَعْدَ ثَلَاثٍ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ "فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لِعُمْرَةَ. فَقَالَتْ: "صَدَقَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا تَقُولُ: "دَفَّ أَهْلُ أُبَيَاتٍ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ حَضَرَتِ الْأَضْحَى زَمِنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "ادْخَرُوا ثَلَاثًا ثُمَّ تَصَدَّقُوا بِمَا بَقِيَ، فَلَمَّا كَانَ بَعْدَ ذَلِكَ قَالُوا: "يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّ النَّاسَ

يَتَّخِذُونَ الْأَسْقِيَةَ مِنْ ضَحَايَاهُمْ وَيَحْمِلُونَ فِيهَا الْوَدَكَةَ" فَقَالَ: رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "وَمَا ذَاكَ؟ قَالُوا: نَهَيْتَ أَنْ تُؤْكَلَ لُحُومُ الضَّحَايَا بَعْدَ ثَلَاثٍ؟" فَقَالَ: "نَهَيْتُكُمْ مِنْ أَجْلِ الدَّافَةِ الَّتِي دَفَّتْ فُكُلُوا وَادْخَرُوا وَتَصَدَّقُوا".

(مسلم کتاب الاضاحی ج ۲ ص ۱۵۸)

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے تابعی محدث "پوتے" حضرت عبداللہ ابن واقد ابن عبداللہ ابن عمر رحمۃ اللہ علیہ سے مرسل روایت ہے کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے گوشت تین دنوں کے بعد کھانے سے منع فرمایا ہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پہلی اہلیہ سے قدیم و سابق، مجاہد و مجاہر، خلیل القدر فرزند، حضرت عبداللہ ابن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: "میں نے اس حکم کے متعلق مشہور تابعیہ عالمہ اور محدثہ اور اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خاص اور ثقہ شاگرد خاتون "حضرت عمرہ" رحمۃ اللہ علیہا سے استفسار کیا تو انہوں نے کہا کہ: "عبداللہ ابن واقد نے نبی علیہ السلام کا جو حکم بیان کیا ہے وہ سچ کہا ہے میں نے اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے خود سنا وہ فرماتی تھیں کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک بار صمرہ کی خیمہ بستیوں کے رہنے والے غربت و فاقہ زدہ لوگوں کا ایک قافلہ عید الاضحیٰ کے مجمع میں پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا حال دیکھ سن کر خطبہ میں

ارشاد فرمایا کہ: "لوگو! قربانی کا گوشت صرف تین دنوں تک جمع کر کے استعمال کرو پھر جو تہاری ضرورت سے زائد بچ جائے اس کو صدقہ کر دو" تو اس حکم کے نفاذ اور اس پر عمل کے کچھ عرصہ بعد لوگوں نے اپنی ضرورت اور مجبوری بیان کرتے ہوئے آپ کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ: "یا رسول اللہ! عام لوگ اپنی قربانی کے جانوروں کی کھالوں سے مشکیزے بنایا کرتے ہیں اور مشکیزوں میں چربیاں پگھلا کر رکھتے ہیں (اور اس ممانعت کی وجہ سے وافر گوشت ہی نہیں بچے گا تو چربیاں بھی حاصل نہیں ہوں گی۔ لہذا کوئی رعایت فرمائی جائے) تو آپ نے اس مجمل اور ذو معنی کلام کا مضموم اور اصل مقصد فوراً معلوم نہ ہو سکنے کی وجہ سے بہ ظاہر کچھ تعجب و حیرت کے ساتھ جواباً پوچھا کہ: "یہ تم کیا کہ اور بتا رہے ہو؟ تو لوگوں نے دوبارہ وضاحت عرض کیا کہ: "جناب نے تین دنوں کے بعد قربانیوں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا تھا (تو اس سے مشکلات پیدا ہو رہی ہیں ان کے حل کے لئے) رعایت فرمانے کے لئے درخواست کر رہے ہیں۔" تو آپ نے (پورا معاملہ سمجھ کر عام پیدا شدہ خدشہ کی تردید کرتے ہوئے) فرمایا کہ: "میں نے تم کو اس قافلہ غرباء و فاقہ زدگان کی وجہ سے گوشت کھانے سے منع کیا تھا جو اچانک عید کے دن صحراء سے مدینہ میں آگیا تھا ورنہ حقیقتہً یہ ممانعت ہمیشہ کے لئے نہیں تھی تو اب مطمئن ہو کر گوشت کھاؤ اور اس کا ذخیرہ بھی کر لو اور (حسب توفیق اس میں سے کچھ) صدقہ بھی کرو۔"

"یہ ممانعت حقیقتہً عارضی اور صرف ایک سال تک کے لئے تھی تا کہ غربا کی غذا عام ہو جائے، پھر گوشت کو ہر

طرح استعمال کرنے کی عام اجازت دے دی گئی:

۱۹۴۔ اگرچہ مذکورہ بالا احادیث سے عید کے بعد گوشت کھانے پر پابندی کی اصل علت و حکمت اور اس کی مدت محدودہ کی اصولاً وضاحت ہو چکی ہے، تاہم اس کی مزید توضیح و تشریح اور مستقبل میں اجازت کے لئے اور بھی صراحت کے ساتھ نبی علیہ السلام کے ارشادات ملاحظہ کریں۔

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "مَنْ صَحَّحَ مِنْكُمْ؟ فَلَا يُصْبِحَنَّ فِي بَيْتِهِ بَعْدَ ثَلَاثَةِ شَيَئًا فَلَمَّا كَانَ فِي الْعَامِ الْمُقْبِلِ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! نَفْعَلُ كَمَا فَعَلْنَا عَامَ أَوَّلٍ؟ فَقَالَ: "لَا! إِنَّ ذَالِكَ عَامٌ كَانَ النَّاسُ فِيهِ بِجَهْدٍ فَأَرَدْتُ أَنْ يَفْشَوْفِيهِمْ!."

(مسلم "کتاب الاضاحی" ج ۲، ص ۱۵۹، طبع دہلی انڈیا)
صحابہ میں کرامت کی حد تک پہنچی ہوئی بے مثال تیز رفتاری کے ذریعہ گھوڑوں سے آگے نکل جانے والے شجاع و شہسوار صحابی، حضرت سلمہ ابن اکوع۔ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ: "تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (خطبہ عید الاضحیٰ کے ضمن میں ارشاد فرمایا کہ: "تم میں سے جو شخص قربانی کرے تو اس کے گھر میں تیسرے دن کے بعد قربانی کے گوشت

میں سے کوئی چیز بھی باقی نہیں رہنی چاہیے!" پھر جب اگلا سال آیا تو صحابہ نے عرض کیا کہ: "یا رسول اللہ! کیا اس سال بھی ہم ویسے ہی تین دن کے بعد گوشت نہ کھانے کے حکم پر عمل کریں جیسے کہ پہلے سال کیا تھا؟" تو آپ نے فرمایا: "نہیں! اس ممانعت کی وجہ یہ تھی کہ وہ سال ایسا تھا کہ اس میں (بہت سے صحرانی) لوگ مُشَقَّت و مصیبت میں مبتلا تھے! اس لئے میں نے پابندی لگا کر ارادہ کیا کہ قربانی کا گوشت (غذا کی کمی دور کرنے کے لئے) ان میں عام ہو جائے۔"

۱۹۵۔ یہی مضمون حضرت سلمہ ابن اکوع رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں مزید توضیحی اضافہ کے ساتھ بھی منقول ہے جس میں ممانعت کا سبب اور اس کی حکمت اور اس کا اصل مقصد بیان کرنے کے بعد آئندہ کے لئے پابندی نہ ہونے کے بعد قربانی کے گوشت کے حسبِ منشاء عام استعمال کی باقاعدہ اجازت بھی دی گئی ہے۔

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْأَكْوَعِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: "قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ صَحَّ مِنْكُمْ فَلَا يُصْبِحَنَّ بَعْدَ ثَالِثَةٍ وَبَقِيَ فِي بَيْتِهِ مِنْهُ شَيْءٌ" فَلَمَّا كَانَ الْعَامُ الْمُقْبِلُ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! نَفْعَلُ كَمَا فَعَلْنَا الْعَامَ الْمَاضِي؟ قَالَ: "كُلُوا وَأَطْعِمُوا وَادَّخِرُوا فَإِنَّ ذَلِكَ الْعَامَ كَانَ بِالنَّاسِ جَهْدٌ. فَأَرَدْتُ أَنْ تُعِينُوا فِيهَا"۔ (البخاری)

کتاب الاضاحیٰ، ج ۲، ص ۸۳۵، طبع دہلی انڈیا)

حضرت سلمہ ابن اکوع سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (خطبہ عید الاضحیٰ میں) ارشاد فرمایا تھا کہ تم میں سے جو شخص قربانی کرے۔ اس پر تیسرا دن طلوع نہیں ہونا چاہیے کہ اس کے گھر میں اس گوشت میں سے کوئی چیز بھی باقی ہو۔" پھر جب اگلا سال آیا تو صحابہ نے عرض کیا کہ: "یا رسول اللہ! کیا ہم اس پابندی پر اب بھی ویسے ہی عمل کریں جیسے گزشتہ برس میں کیا تھا۔" آپ نے فرمایا نہیں وہ عارضی پابندی ختم ہے اب عید کے بعد بھی گوشت کھاؤ اور لوگوں کو کھلاؤ اور آئندہ کے لئے اس کا ذخیرہ بھی کر لو! پابندی تو اس لئے تھی کہ "اس پچھلے سال میں لوگوں پر (غربت و فاقہ کی) مصیبت آئی ہوئی تھی تو میں نے فیصلہ کیا کہ تم بھی اس مصیبت میں ان لوگوں کی مدد کرو!"۔

۱۹۶۔ اس کے بعد ایک ایسی حدیث مبارک بھی یہ طور دلیل محفوظ کر لیں جس میں اندازِ بیان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ممانعت کے حکم کے بعد عوام میں غذائی اور اقتصادی لحاظ سے جو پریشانی پیدا ہوئی تھی۔ اور اس کے ازالہ کے لئے لوگوں نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں عرض معروض کر کے عارضی پابندی ختم کرانے اور مستقل اجازت لینے میں کامیابی حاصل کر لی تھی، نبی علیہ السلام اس صورت حال سے خود بھی بہت متاثر ہوئے تو آپ نے عوام کی غلط فہمی دور کرنے اور انہیں قربانی کے گوشت کے آزادانہ استعمال کے متعلق حسبِ سابق عمل جاری رکھنے کا از خود ہی دوسرا اعلان اور حکم بھی صادر

فرمایا تھا۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بَرِيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: "قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَرُورُوا: وَنَهَيْتُكُمْ عَنْ لَحُومِ الْأَضَاحِيِّ فَوْقَ ثَلَاثِ فَأَمْسِكُوا مَا بَدَأَ لَكُمْ وَنَهَيْتُكُمْ عَنْ الْحُومِ الْأَضَاحِيِّ فَوْقَ ثَلَاثِ. فَأَمْسِكُوا مَا بَدَأَ لَكُمْ وَنَهَيْتُكُمْ عَنِ النَّبِيذِ إِلَّا فِي سِقَاءٍ. فَاشْرَبُوا فِي الْأُسْقِيَةِ كُلِّهَا، وَلَا تَشْرَبُوا مُسْكِرًا۔" (مسلم" کتاب الاضحی ج ۲، ص ۱۵۶، طبع دہلی انڈیا)

حضرت عبداللہ ابن بریدہ اپنے والد ماجد مشہور صحابی حضرت بریدہ ابن حبیب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: "حضرت بریدہ نے بیان کیا کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (عید الاضحیٰ کے خطبہ میں اعلان ممانعت کی طرح ہی ایک مستقل خطبہ میں ممانعت کے خاتمہ اور عام اجازت کا اعلان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ: لوگو! میں نے کچھ عرصہ پہلے تمہیں قبورِ مؤمنین کی زیارت سے روک دیا تھا؟ تو اب اجازت دیتا ہوں کہ (دعاء مغفرت اور حصول عبرت کے لئے) قبور کی زیارت کیا کرو! اور ایسے ہی میں نے تمہیں تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت پاس رکھنے اور ذخیرہ کرنے سے روک دیا تھا؟ تو اب اجازت دیتا ہوں کہ وہ جتنا گوشت تم اپنے گھروں میں جمع رکھ سکو رکھ لیا کرو اور آیام عید کے بعد بھی جب تک چاہو کھا لیا کرو! اور ایسے ہی میں نے تم کو بجائے برتنوں کے صرف مشکیزہ میں بنے ہوئے نبیذ۔ (یعنی کھجور اور چھوہارے

کا خیساندہ اور کچا شربت) پینے سے روک دیا تھا تو اب اس کی بھی اجازت دیتا ہوں کہ ہر برتن اور ہر مشکیزہ وغیرہ میں بنی ہوئی کچی نبیذ پی لیا کرو۔ اور جس نبیذ میں نشہ پیدا ہو جائے "وہ کبھی نہ پینا"

۱۹۷۔ ان تمام احادیث نے واقعہ کی اصل صورت حال، ممانعت کی علت و حکمت اور حقیقت نیز بعد میں قربانی کے متعلق حسب سابق آزادانہ عمل جاری رکھنے کی مستقل اجازت و رخصت مل جانے سے بعد از عید گوشت کا استعمال بالکل جائز و درست ہونے کے مسئلہ کی مکمل تشریح اور تائید کر دی ہے تاہم کئی فقہاء حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اور بعض دوسرے صحابہ کی ہنگامی ممانعت والی مجمل روایات کے پیش نظر بھی اس کے استعمال کو مکروہ لکھ چکے ہیں۔ لیکن ہماری نقل کردہ مفصل اور مستقبل میں قطعی اجازت پر مشتمل احادیث سے اس مسئلہ کا چند وجوہ سے فیصلہ ہو گیا ہے۔

"اولاً" یہ کہ ممانعت والی احادیث "مجمل" ہیں اور اجازت والی احادیث "مفصل" ہیں اور یہ مسلم فقہی قانون ہے کہ مجمل کی تفصیل کرنے والی نصوص کو لازماً ترجیح دی جاتی ہے لہذا اب عید کے بعد قربانی کا گوشت کھانے کی ممانعت کو خاص ہنگامی حالات کی وجہ سے عارضی اور مستقبل میں اس کے آزادانہ استعمال کی اجازت کو اصل مستقل قرار دیا جائے گا۔

"ثانیاً" یہ کہ یہ نبی اور ممانعت کچھ غریب مسلمانوں کے فقر و فاقہ کی عارضی علت کی بناء پر کی گئی تھی۔ جو قریباً ایک سال تک جاری رہی، اور جب یہ علت ختم ہو گئی تو پھر یہ ممانعت بھی باقی نہیں رہی تھی۔ لہذا کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔!

"مثلاً" یہ کہ ممانعت والی احادیث پہلے وارد ہوئی ہیں اور اجازت والی بعد میں؟ اور یہ مسلم فقہی قانون ہے کہ بعد والی قولی یا عملی نص پہلی کے لئے ناسخ ہوتی ہے لہذا مذکورہ بالا مضبوط و مدلل قرآن و احکام کی روشنی میں ممانعت ابتدائی اور عارضی حکم اور اجازت والے حکم کو آخری قطعی اور دائمی قرار دیا جائے گا، مزید یہ کہ یہ ابتدائی عارضی اجازت نبی علیہ السلام کی آخری عمر شریف میں اور واضح تفصیل و شہادت کے مطابق ۱۰ھ میں حجۃ الوداع سے کچھ پہلے ثابت ہوتی ہے اور یہ امر مسلم ہے کہ آپ کی آخری عمر کا ہر قول و فعل اور ہر کام کے متعلق آپ کی خاموشی اور عملی رضا مندی پورے عہد نبوی میں نازل اور نافذ ہونے والے احکام و قوانین شریعت کے منسوخ ہونے کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ اور اب قیامت تک کے لئے آپ کا وہی آخری قول و فعل اور سکوت ہی اصل شرعی قانون اور حکم ہے اور پوری امت اب ہمیشہ کے لئے اسی پر عمل کرنے کی مکمل پابند ہے اور اس میں کسی قسم کی تاویل و حجت بازی۔ کتاب و سنت اور اجماع ازواج و اصحاب رسول علیہ السلام سے انحراف یعنی دین سے بغاوت کے ہم معنی ہے جس کی کوئی بھی صحیح الفطرت اور صحیح المواس اور سالم الایمان شخص کسی بھی صورت میں گنجائش پیدا کرنے اور اس کی اجازت دینے کی کبھی بھی جرأت نہیں کر سکتا!

"آیام عید کے بعد قربانی کا گوشت استعمال کرنے کی دائمی

اجازت پر عہد نبوی سے ہی عمل درآمد شروع ہے:"

۱۹۸ - اجازتِ عامہ کے بعد وہی صحابہ جو حکم ممانعت سنتے ہیں

اطاعت کا ملکہ کا مظہر بن کر قربانی کے گوشت کے تادیر استعمال سے بکرم دستبردار ہو گئے تھے جب عوام کی مکرر درخواست پر نبی علیہ السلام نے ممانعت کو دائمی سمجھنے کا مغالطہ دور فرمایا اور حسب سابق گوشت کے آزادانہ استعمال کی واضح اور مستقل اجازت بہ صورت اعلان بنی عطاء فرمادی تو ان بے مثل بندگان خدا کا اس اعلان پر بھی ویسے ہی بھرپور اور مسلسل عمل جاری رہا کہ جس سے امت کو شریعت کے دوسرے تمام احکام و قوانین کی طرح قربانی کے مسئلہ میں بھی قیامت تک کے لئے مکمل اور واضح ہدایت و رہنمائی نصیب ہو گئی۔ اعلان اجازت کے بعد نبی علیہ السلام کی حیات طیبہ کے بقیہ عرصہ میں صحابہ کے سرِ پادلیل و جواز، مسلسل اور مستقل و مستحکم عمل کی شہادت ملاحظہ کریں۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ "كُنَّا نَتَرَوُذُ لَحُومَ الْأَضَاحِيِّ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَدِينَةِ" وَقَالَ غَيْرُ مَرَّةٍ "لَحُومَ الْهَدْيِ"!

(البخاری کتاب الاضاحی، ج ۲ ص ۸۳۵ طبع دہلی انڈیا)

حضرت جابر ابن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ: "ہم اصحاب رسول علیہم السلام و الرضوان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں قربانیوں کے گوشت کا توشہ اور ذخیرہ بنا کر مدینہ تک آتے آتے استعمال کیا کرتے تھے" اور آپ سے روایت کرنے والے تابعی کہتے ہیں کہ: "آپ نے قربانی کی جگہ کسی بار حج میں مذبحہ جانور "ہدی" کے گوشت کا لفظ

بھی فرمایا تھا۔!

بہر کیف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام اور آخر دم تک کے عظیم وفادار خاص خادم حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ آپ کی زندگی کے آخری دور میں پہلے اور آخری حج کے موقع پر "حدی ج" اور ذبیحہ قربانی کا گوشت تین دنوں کے بعد حسب منشاء مدت تک کھانے کے متعلق نہ صرف آپ کا عمل بیان کرتے ہیں بلکہ ممانعت کے حکم کے بالکل خلاف ایسے گوشت کو اسی غرض کے لئے سکھانے اور ذخیرہ کرنے کے لئے آپ کا حکم اور ارشاد بھی نقل کرتے ہیں۔

عَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ : قَالَ —

"قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدَاعِ: أَصْلَحَ هَذَا اللَّحْمُ" قَالَ فَأَصْلَحْتُهُ. قَالَ فَلَمْ يَزَلْ يَأْكُلُ مِنْهُ حَتَّى بَلَغَ الْمَدِينَةَ ("مسلم" کتاب الاضاحی ج ۲ ص ۱۵۶ . طبع دہلی انڈیا)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام اور خادم، حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے دنوں میں مجھے حکم دیا کہ "اس" حدی کے گوشت کو محفوظ کرنے کے لئے نمک وغیرہ لگا کر درست اور طیار کر لو۔ حضرت ثوبان فرماتے ہیں کہ: "میں نے اس گوشت کو نمک وغیرہ سے درست کر کے ساتھ رکھ لیا۔ مزید فرمایا "پھر نبی صلی اللہ علیہ السلام حج سے واپسی پر مسلسل اسی گوشت میں سے کھاتے

رہے یہاں تک کہ آپ مدینہ منورہ میں آچکے۔"

یہی مضمون چند الفاظ کے فرق کے ساتھ حضرت ثوبان ہی کی دوسری مختصر روایت میں یوں بیان کیا گیا ہے:

عَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: ذَبَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَحِيَّتَهُ ثُمَّ قَالَ: "يَا ثَوْبَانُ! أَصْلَحَ لَحْمَ هَذِهِ" فَلَمْ أَذَلْ أَطْعِمَهُ مِنْهَا حَتَّى قَدِمَ الْمَدِينَةَ

("مسلم" کتاب الاضاحی، ج ۲، ص ۱۵۹، دہلی انڈیا)

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حجۃ الوداع کے موقع پر) اپنی قربانی کا جانور ذبح کیا۔ پھر مجھے فرمایا کہ: "اے ثوبان! اس قربانی کے گوشت کو محفوظ رکھنے کے لئے درست اور طیار کر لو" چنانچہ میں حج سے واپسی پر آپ کو اس قربانی کے محفوظ کئے ہوئے گوشت میں سے مسلسل گوشت کھلاتا رہا۔ یہاں تک کہ آپ مدینہ میں تشریف لے آئے

بہر کیف حج کی "حدی" کا گوشت ہویا عام قربانی کا دونوں کو آیام حج اور آیام عید اور حج کے بعد ہمیشہ استعمال کرنے اور ان کا ذخیرہ بنانے کے اعلان پر اسی وقت سے صحابہ نے بہر پور عمل شروع کر دیا تھا!۔ پھر تو یہ عام حالت کا بیان تھا؟ اب کا شانہ نبوت کا سب سے زیادہ معتبر و مستند، وزنی، قابلِ حجت و تقلید۔ حال بھی سن لیجئے۔

قَالَتْ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ: "الصَّحِيَّةُ. كُنَّا نُمَلِّحُ مِنْهَا. فَتَقَدِّمُ بِهِ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَا تَأْكُلُوا إِلَّا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيْسَتْ بِعَرِيمَةٍ وَلَكِنْ أَرَادَ . أَنْ يُطْعِمَ مِنْهُ وَاللَّهُ أَعْلَمُ".

(البخاری "كتاب الاضاحی" ج ۲ ص ۸۳۵ ، طبع دہلی انڈیا)

اُمّ المؤمنین ، سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ ورضوانہ ، علیہا فرماتی ہیں کہ: "بم اہل بیت ازواج رسول قربانی کے بعد اس میں سے کچھ گوشت نمک لگا کر رکھ لیتے تھے پھر (بہ وقت ضرورت) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے (ایک بار) آپ نے فرمایا کہ قربانی کا گوشت تین دنوں سے زیادہ عرصہ تک نہ کھایا کرو! لیکن آپ کا یہ فرمان مکمل نہی اور حرمت کا اعلان نہیں تھا بلکہ آپ کا مقصد یہ تھا کہ دوسرے مستحقین کو کھلائیں۔"

اسی مضمون کی مزید اور بڑی جامع تفصیل ملاحظہ کریں۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَابِسٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قُلْتُ لِعَائِشَةَ: "أَنْهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُؤْكَلَ لَحُومُ الْأَضَاحِيِّ فَوْقَ ثَلَاثٍ؟" قَالَتْ: مَا فَعَلَهُ إِلَّا فِي عَامٍ جَاعَ النَّاسُ فِيهِ فَأَرَادَ أَنْ يُطْعِمَ الْغَنَى الْفَقِيرَ. وَإِنْ كُنَّا لَنَرْفَعُ الْكُرَاعَ فَنَأْكُلُهُ بَعْدَ خُمْسِ

عَشْرَةَ" قِيلَ مَا اضْطَرَّكُمْ إِلَيْهِ؟ فَصَحَّحَتْ، قَالَتْ: مَا شَبِعَ أَلْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خُبْزٍ مَا دُوِّمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ حَتَّى لَحِقَ بِاللَّهِ عَزَّوَجَلَّ (البخاری "كتاب الاطعمه، ج ۲ ص ۸۱۳ طبع دہلی انڈیا)

صحابی رسول حضرت عابس ابن ربیعہ رضی اللہ عنہ کے تابعی فرزند حضرت عبد الرحمن اپنے والد حضرت عابس سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ: "میں نے ایک دن حضرت اُمّ المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا کہ: "کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دنوں کے بعد قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرمادیا تھا؟" تو اُمّ المؤمنین نے فرمایا کہ: "نبی علیہ السلام نے صرف اس سال منع فرمایا تھا جس میں لوگ فاقہ کشی پر مجبور ہو گئے تھے، تو آپ نے اس بات کا ارادہ فرمایا کہ صاحب حیثیت آدمی اپنے مال سے گوشت بچا کر فقیر اور محتاج کو کھلائے اور یہ ہمیشہ کے لئے ممنوع اور حرام کیسے ہو سکتا تھا جب کہ واقعہ اور حقیقت ہم اہل بیت رسول۔ قربانی کے جانور کے پائے اٹھا کر الگ رکھ لیتے تھے اور صرف تین دن نہیں بلکہ پندرہ دن کے بعد وہ پائے پکا کر کھایا کرتے تھے؟" اس پر اُمّ المؤمنین سے خاص طور سے سوال کیا گیا کہ: "آخر آپ اہل بیت کو اس طرح گوشت کھانے پر کس چیز نے مجبور کر رکھا تھا؟ تو اُمّ المؤمنین سائل کی سادگی اور حقیقت حال سے نا آشنائی پر ہنسی اور وضاحت فرمایا کہ: "محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت نے تین دن سے زیادہ عرصہ تک کبھی سالن کے ساتھ روٹی نہیں کھائی تھی یہاں تک کہ آپ اللہ

عزوجل کے پاس چلے گئے۔ (اس نے عام سالن نہ ہونے کی وجہ سے دیر سے رکھا ہوا قربانی کا گوشت کھا کر وقت گزار لیتے تھے۔)

انہی صحابی سے دوسری روایت میں مطلق روٹی کی جگہ یہ لفظ آئے ہیں کہ:

"من خبزیر. مادوم" (البخاری ج ۲. ص ۸۱۸)

نبی علیہ السلام اور آپ کے اہل بیت ازواج مطہرات نے تین دن سے زیادہ گندم کی روٹی سالن کے ساتھ کبھی نہیں کھائی تھی۔

۱۹۹۔ یہاں تک تو گوشت محفوظ کر کے استعمال کرنے کا ذکر تھا؟ اب محفوظ گوشت کو عید کے بعد مہینہ بعد تک کھاتے رہنے کے متعلق حجتہ الوداع کے بعد جب کہ آپ دنیا میں صرف اسی دن موجود رہے اور اس کے بعد کائنات میں امت کے لئے سب سے بڑی مصیبت کے طور پر آپ کا حادثہ وفات پیش آگیا۔ مدینہ میں ابتدائی زندگی کی طرح آپ کا آخری اور قطعی حجتہ کی حیثیت سے رکھنے والا حکم نہ عمل ملاحظہ کریں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا، قَالَتْ: "كُنَّا نَخْبَأُ الْكُرَاعَ. لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهْرًا. ثُمَّ يَأْكُلُهُ!" ("النسائی" کتاب الاضاحی ج ۲. ص ۱۵۸. طبع کراچی)

اُمّ المؤمنین، حبیبہ حبیب رب العلمین صدیقہ بنت صدیق اکبر سیدہ عائشہ سلام اللہ ورضوانہ علیہا فرماتی ہیں کہ: "ہم اہل بیت رسول (ازواج مطہرات) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قربانی کے پائے وغیرہ ایک مہینہ تک محفوظ رکھ لیا کرتے تھے، پھر آپ اسے استعمال فرماتے رہتے تھے۔"

♦ ♦ ۲۔ ان تمام احادیث و آثار کے ذریعہ سے امکانی حد تک اتمام حجتہ کر دیا گیا ہے تاکہ عام مسلمان کسی غلط مسلک کے پرستار کسی بد مذہب شخص، یا کسی گمراہ جماعت یا گروہ اور فرقے کے ابلہ بی پروا پیگندے سے متاثر نہ ہوں، بلکہ کتاب و سنت اور اجماع ازواج و اصحاب رسول علیہم السلام جیسی اہل اور ناقابل شکست و ریخت آسمانی اور الہامی بنیادوں پر قائم آخری اور سچے منظم و مستحکم دین حق کے عطاء کئے ہوئے عہد نبوی سے متصل سند والے عقائد و اعمال اور شعائر پر پورے شرح صدر کے ساتھ پختہ ایمان رکھیں اور پوری دنیا میں اس دین حق کے واحد نمائندہ ترجمان و شارح ائمہ مفسرین و محدثین اور مجتہدین و فقہاء اور علماء راسخین کے ساتھ پوری عزیمت و قوت کے ساتھ وابستہ رہیں اور تازندگی صرف انہی سے مستفید تر ہوتے رہیں

قَالَهُ الْمَوْفِقُ وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ. فَهُوَ خَيْرٌ حَافِظًا وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى سَيِّدِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ الْقَائِدِ الْأَعْظَمِ لِلنَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَالْمَعْصُومِينَ وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ أَزْوَاجِهِ الْمُطَهَّرَاتِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ!

* تکمیل اول: عصر پنجشنبہ (جمعرات) ۷، ذوالحجۃ الحرام ۱۳۸۲ھ

مئی ۱۹۶۳ء

* تصحیح و تکمیل ثانی: قریب ظہر دو شنبہ (پیر) ۲۰ - ذوالقعدة

الحرام: ۱۳۰۶ھ ۲۸، جولائی ۱۹۸۶ء

خطبة عيد الأضحى

لِلْمُؤَلَّاتِ، الَّذِينَ يُحَاوِلُونَ أَنْ يَكْفُرُوا بِرَحْمَةِ اللَّهِ

١- أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

٢- الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنَّ هَذَا اللَّهُ، وَمَنْ عَلَيْنَا يَا كَمَالِ الدِّينِ وَإِيمَانِ النِّجْمَةِ وَحَمِّ التَّبَوُّةِ وَالنُّورِيَّةِ بِالْخِلَافَةِ وَالتَّبْلِيغِ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَنِ وَالْإِذْنِ تَضَاءً لِنَا بِالشَّرِيعَةِ الْحَنِيفِيَّةِ السَّمْحَةِ الْخَيْرَةِ. فَلَا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ!

٣- وَلَشَهِدُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ فِي الْخَلْقِ وَالْأَمْرِ، وَلَشَهِدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَسَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدَهُ وَرَسُولَهُ. سَيِّدُ وَلَدِ آدَمَ، قَائِدُ الْمُرْسَلِينَ وَالْغَيْرِ الْمُجْتَهِلِينَ وَخَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا يَبْقَى بَعْدَهُ وَلَا رَسُولٌ بَعْدَهُ وَلَا أُمَّةٌ بَعْدَ أُمَّتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَذُرِّيَّتِهِ وَأَتْبَاعِهِ أَجْمَعِينَ. اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ!

٤- قَالَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةٍ أَوْ نَعَامٍ فَإِذْ هُكِّمَ إِلَهُ وَاحِدٌ

قُلْ أَتَسْلِمُونَ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ ○ (الْقُرْآنُ الْكَرِيمُ ٢٢٨، الْحَج: ٢٤)
وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى: ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنْ ابْنِعْ مَلَكَةً ابْنِعْ حِينَ قَدْ
وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ○ (يَا: ٣٠، الصَّحْل: ٢٤)
وَقَالَ تَعَالَى: قُلْ إِنْ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ
الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أَفْتِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ○
(يَا: ٣٠، أَوْ: نَعَامُ عَمِلَ)

وَقَالَ تَعَالَى: إِنَّا أَنْعَمْنَا عَلَيْكَ الْكَوْثَرَ ○ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَإِنْ خَرْتَ ○ إِنَّ
شَايئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ ○ (يَا: ٣١، سُورَةُ الْكَوْثَرِ)
وَقَالَ تَعَالَى: وَمَنْ يُعْظَمْ شَعَائِرُ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ
(يَا: ٣٢، عَمِلَ)

وَقَالَ تَعَالَى: لَنْ يَبَالِ اللَّهُ لُحُومَهَا وَلَا دِمَاءُ وَهَآؤُهَا وَلَكِنْ يَبَالِهُ التَّقْوَى
مِنْكُمْ كَذَلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ وَلِيُشِيرَ
الْمُحْسِنِينَ ○ (يَا: ٣٢، عَمِلَ سُورَةُ الْحَجِّ)
اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ
وَلِلَّهِ الْحَمْدُ!

٥- وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا: قَالَتْ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ
عَنْهُ دَخَلَ عَلَيْهَا وَعِنْدَهَا جَارِيَتَانِ فِي أَيَّامٍ مِنْهُنَّ ثَدِيقَانِ
تَضْرِبَانِ - وَفِي رِوَايَةٍ: تُغَيَّبَانِ بِمَائِنَا وَلَيْتِ الْأَنْصَارُ يَوْمَ بَعَاثَ
وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَعَشٍّ بِثَوْبِهِ فَأَنْتَهَرَهُمَا أَبُو بَكْرٍ
فَكَشَفَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ وَجْهِهِ فَقَالَ دَعِيهِمَا -
يَا أَبَا بَكْرٍ! فَإِنَّهَا أَيَّامُ عِيدٍ، وَفِي رِوَايَةٍ: يَا أَبَا بَكْرٍ! إِنَّ لِكُلِّ

قَوْمٍ عَيْدًا وَهَذَا عَيْدُنَا - (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ - وفي رواية للبخاري رحمه الله) وَلَيْسْنَا بِمُعْتَبِرِينَ، وَقَالَتِ الْحَقِيقَةُ رَحِمَهُمُ اللَّهُ! إِنَّ الدَّفَّ إِصْطِحَارُمْ وَهُوَ ظَاهِرُ الرِّوَايَةِ، وَمَا وَرَدَ مِنْ ضَرْبِ الدَّفِّ فَهُوَ مُتَشَوِّخٌ.

(رُجُوحَةُ الْمُصَاحِبَةِ: هَابُ صَلَوةِ الْعِيدَيْنِ: ص ٣٣١، ج ١)

اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ!

١- وَعَنْ بُرَيْدَةَ: رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ حَتَّى يَطْعَمَ وَلَا يَطْعَمَ يَوْمَ الْأَضْحَى حَتَّى يُصَلِّيَ. (رواه الترمذي وابن ماجه والدارقطني، (رُجُوحَةُ ص ٣٣١، ج ١)

٢- وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: شَهِدْتُ لِلصَّلَاةِ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَوْمِ عِيدٍ فَبَدَأَ بِالصَّلَاةِ قَبْلَ الْخُطْبَةِ بِغَيْرِ آذَانٍ وَلَا إِقَامَةٍ، فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ قَامَ مُتَّكِئًا عَلَى بِلَالٍ (رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ) فَحَمِدَ اللَّهَ وَأَثْنَى عَلَيْهِ وَوَعظَ النَّاسَ وَذَكَرَهُمْ وَحَثَّهُمْ عَلَى طَاعَتِهِ وَمَضَى إِلَى النِّسَاءِ وَمَعَهُ بِلَالٌ (رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ) فَأَمَرَ هُنَّ بِتَقْوَى اللَّهِ وَوَعظَهُنَّ وَذَكَرَهُنَّ. (رواه النسائي "رُجُوحَةُ" ص ٣٣١، ج ١)

٣- وَعَنْ الْكِبَرَاءِ (بْنِ عَزَابٍ) رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ فَقَالَ: إِنَّ أَوَّلَ مَا نَبْدَأُ بِهِ فِي يَوْمِنَا هَذَا أَنْ نُصَلِّيَ ثُمَّ نَرْجِعَ فَنَنْحَرُ فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَقَدْ أَصَابَ سُنَّتَنَا وَمَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ تُصَلِّيَ فَإِنَّمَا هُوَ شَاةٌ لَحْمٌ عَجَلَةٌ لَيْسَ مِنَ النَّسِكِ فِي شَيْءٍ. (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ - "رُجُوحَةُ" ص ٣٣١، ج ١)

وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ: خَطَبَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْأَضْحَى

بَعْدَ الصَّلَاةِ فَقَالَ: مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا وَنَسِكَ نُسُكَنَا فَقَدْ أَصَابَ النَّسِكَ وَمَنْ نَسِكَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَإِنَّهُ قَبْلَ الصَّلَاةِ وَلَا نُسِكَ لَهُ. (رواه البخاري "رُجُوحَةُ" ص ٣٣٢، ج ١) اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ!

١- وَعَنْ أَبِي الْحُوَيْرِثِ: رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَبَ إِلَى عُمَرَو بْنِ حَزْمٍ (رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ) وَهُوَ بِبَجْرَانَ: عَجِّلِ الْأَضْحَى وَاجْعَلِ الْفِطْرَ وَذِكْرَ النَّاسِ. (رواه الشافعي رحمه الله "رُجُوحَةُ" ص ٣٣٢، ج ١)

٢- وَعَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى قَالَ: حَدَّثَنِي بَعْضُ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: صَلَّى بِنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ عِيدٍ فَكُنَّا نَرْتَبِعُ أَرْبَعًا ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهِ حِينَ انْصَرَفَ فَقَالَ: لَا تَنْسُوا كَثِيرَ الْجَنَائِزِ، وَأَشَارَ بِأَصَابِعِهِ وَقَبَضَ إِنْهَامَةً. (رواه البخاري وقال: فهذا حديث حسن الإسناد "رُجُوحَةُ" ص ٣٣٢، ج ١)

وَعَنْ عَلْقَمَةَ وَالْأَسْوَدِ: رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى أَنَّ ابْنَ مَسْعُودٍ (رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ) كَانَ يَكْتُمُ فِي الْعِيدَيْنِ تَسْعًا أَرْبَعًا: قَبْلَ الْقِرَاءَةِ ثُمَّ يَكْبِرُ فَيُذَكِّرُ فِي الثَّانِيَةِ يَفْرَأُ فَإِذَا فَرَغَ فَكَبَّرَ أَرْبَعًا ثُمَّ رَكَعَ. (رواه عَبْدُ الرَّزَّاقِ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ "رُجُوحَةُ" ص ٣٣٢، ج ١) اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ!

١١- وَعَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي رَبَاحٍ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى: مُرْسَلًا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَطَبَ يَغْتَمِدُ عَلَى عَازِلَتِهِ إِعْتَادًا. (رواه الشافعي "رُجُوحَةُ" ص ٣٣٢، ج ١)

١٢- وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ أَيَّامٍ أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ أَنْ يُتَعَبَّدَ لَهُ فِيهَا

مِنْ عَشْرِ ذِي الْحِجَّةِ يَغْدُلُ صِيَامُ كُلِّ يَوْمٍ مِنْهَا بِصِيَامِ سَنَةٍ
وَقِيَامُ كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْهَا بِقِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ - (رواه الترمذي وابن ماجه
«في حجة» مشك ج ١)

وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. قَالَ كَانَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصْحِي بِكَبْشٍ أَفْرَنٍ فَيُصِلُ
يَنْظُرُ فِي سَوَادٍ وَيَأْكُلُ فِي سَوَادٍ وَيَمْشِي فِي سَوَادٍ - (رواه الترمذي
والبيهقي وابن ماجه «في حجة» مشك ج ١)

وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا. قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ أَيَّامٍ أَعْمَلُ الصَّالِحِينَ فِيْهَا أَحَبَّ
إِلَى اللَّهِ مِنْ هَذِهِ الْأَيَّامِ الْعَشْرِ - قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَلَا
الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ! الْأَرْجُلُ خَرَجَ بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ فَلَمْ يَرْجِعْ
مِنْ ذَلِكَ بِشَيْءٍ - (رواه البخاري «في حجة» مشك ج ١)

وَعَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا. قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ - أَوْ
مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ مِنْ عَمَلٍ - يَوْمَ النَّحْرِ - أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ مِنْ إِهْرَاقِ
الدَّمِ، وَارْتِدَائِهِ لِيَوْمِ الْقِيَمَةِ يَمْرُؤُنَهَا وَأَشْغَارَهَا وَأَطْلَافَهَا
وَأَنْتِ الدَّمَ - لِيَقَعُ مِنَ اللَّهِ بِمَكَانٍ - قَبْلَ أَنْ يَقَعَ بِالنَّاسِ مِنْ قُطَيْبُوا
بِهَافَسًا - (رواه الترمذي وابن ماجه «في حجة» مشك ج ١)

اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ
وَلِلَّهِ الْحَمْدُ!

وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا. قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ وَأَرَادَ بَعْضُكُمْ أَنْ يُصْحِيَ

فَلَا يَمْسُ مِنْ شَعْرَةٍ وَبَشْرَةٍ شَيْئًا - وَفِي رِوَايَةٍ: فَلَا يَأْخُذُ
شَعْرًا وَلَا يَقْلَعُ ظْفُرًا - وَفِي رِوَايَةٍ: مَنْ رَأَى هِلَالَ ذِي الْحِجَّةِ
وَأَرَادَ أَنْ يُصْحِيَ - فَلَا يَأْخُذُ مِنْ شَعْرَةٍ وَلَا مِنْ أَظْفَارِهِ - (رواه مسلم
«في حجة» مشك ج ١)

وَعَنْ زَيْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُسَيْطٍ أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ وَأَبَا بَكْرٍ
بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْكَارِثِ بْنِ هِشَامٍ - وَأَبَا بَكْرٍ بْنَ سَلِيمَانَ
رَحِمَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى - كَانُوا لَا يَذَرُونَ بَأْسًا أَنْ يَأْخُذَ الرَّجُلُ مِنْ شَعْرِهِ
وَيَقْلَعُ أَظْفَارَهُ فِي عَشْرِ ذِي الْحِجَّةِ - (رواه الطحاوي «في حجة» مشك ج ١)
اللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ
وَلِلَّهِ الْحَمْدُ!

١٣- وَعَنْ زَيْدِ بْنِ أَرْقَمَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. قَالَ: قَالَ أَصْحَابُ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! مَا هَذِهِ
الْأَصْحَابُ؟ قَالَ سَنَتُهُ أَيْبُكُمْ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ! قَالُوا: فَمَا لَنَا
فِيهَا يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ! قَالُوا: فَالْصُّوْفُ
يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: بِكُلِّ شَعْرَةٍ مِنَ الصُّوْفِ حَسَنَةٌ! (رواه الترمذي
والبيهقي «في حجة» مشك ج ١)

وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا. قَالَ: أَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَمْسِ يَوْمِ عَشْرِ سِنِينَ - يُصْحِي - (رواه الترمذي
«في حجة» مشك ج ١)

وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَلِيمٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: كُنَّا وَفُوقًا
مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَةَ فَسَمِعْتُهُ يَقُولُ: يَا
أَيُّهَا النَّاسُ! إِنَّ عَلَى كُلِّ أَهْلٍ بَيْتٍ فِي كُلِّ عَامٍ - أَصْحَابَهُ وَ

عَشِيرَةٌ، وَهَلْ تَدْرُونَ مَا الْعَشِيرَةُ؟ هِيَ الَّتِي تُصَوِّفُهَا الرَّحْمَنُ
رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتَّيَمِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ. وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ وَالْعَشِيرَةُ سَبْعَةٌ
أَهْلُ رُحَابَةٍ مَكِّيَّةٍ (ج ١).

وَعَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى قَالَ: الْأَضْحِيَّةُ وَاجِبَةٌ
عَلَى أَهْلِ الْأُمُصَارِ إِلَى الْحَاكِمِ. (رَوَاهُ إِمَامُنَا أَبُو حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ

رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتَّيَمِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ. وَقَالَ أَبُو دَاوُدَ وَالْعَشِيرَةُ سَبْعَةٌ
أَهْلُ رُحَابَةٍ مَكِّيَّةٍ (ج ١).
وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَوْ بَضِيعٌ فَلَا يَقْرُبُ
مُضَلًّا نَا. (رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَالتَّيَمِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ. قَالَ الْحَاكِمُ: صَحِيحٌ الْأَسَنَادُ
"رُحَابَةٍ مَكِّيَّةٍ" (ج ١).

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَدْرِو رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَمَرْتُ بِيَوْمِ الْأَضْحَى عِيدًا جَعَلَهُ
اللَّهُ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ، قَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! أَمَا رَأَيْتَ إِنْ
لَمْ أَجِدِ الْأَضْحِيَّةَ أَتَيْتُ أَضْحِيَّتِي بِهَا؟ قَالَ: لَا، وَلَكِنْ خُذْ مِنْ
شَعْرِكَ وَأَطْفَارِكَ وَتَقْصُ شَارِبَكَ وَتَحْلِقْ عَائَتَكَ قَدْ بَكَتَ بِمَامِ
أَضْحِيَّتِكَ عِنْدَ اللَّهِ. (رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ وَالتَّيَمِيُّ "رُحَابَةٍ مَكِّيَّةٍ" (ج ١).
اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ
لِللَّهِ الْحَمْدُ!

٥- وَعَنْ أَبِي أُمَامَةَ - (الْبَاهِلِيِّ) رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: كُنَّا
نُحْمِنُ الْأَضْحِيَّةَ بِالْمَدِينَةِ وَكَانَ الْمُسْلِمُونَ يَصْتَمِنُونَ. (الْعَرَفِيُّ
مُسْنَدُهُ (ج ١).

وَعَنْ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ مَا ذَا يُشْفَى مِنَ الصَّحَابِيَا؛ فَأَشَارَ
بِيَدِهِ وَقَالَ: أَرَأَيْتُمْ الْعَزْجَاءُ الْبَيْتِ طَلْعُهَا، وَالْعَوْرَاءُ الْبَيْتِ
عَوْرُهَا وَالْمَرِيضَةُ الْبَيْتِ مَرَضُهَا، وَالْعَجْفَاءُ الْبَيْتِ رُشْفُهَا. (رَوَاهُ

مَالِكٌ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتَّيَمِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ أَبِي عَرَبَةَ وَابْنُ أَبِي حَتْمَةَ وَابْنُ أَبِي عَرَبَةَ
وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: إِبْنَعْنَا كَبْشًا
لِنَضْحِي بِهِ فَأَصَابَ الدِّمْبُ مِنَ الْيَتِيَةِ وَأُذُنُهُ. فَسَأَلْنَا النَّبِيَّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَنَا أَنْ نَضْحِي بِهِ. (رَوَاهُ ابْنُ أَبِي حَتْمَةَ وَابْنُ أَبِي عَرَبَةَ وَابْنُ أَبِي حَتْمَةَ وَابْنُ أَبِي عَرَبَةَ

وَعَنْ حُجْبَةَ بْنِ عَدِي رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى
عَنْهُ قَالَ: الْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ، قُلْتُ: فَإِنْ وَلَدَتْ؟ قَالَ: إِذَا بَحَرَ
وَلَدَهَا مَعَهَا، قُلْتُ: وَالْعَرُجَاءُ؟ قَالَ: إِذَا بَلَغَتْ الْمَيْتَ فَادْبِرْ
قُلْتُ: فَمَكْتُورَةُ الْقَرْنِ؟ قَالَ: لَا بَأْسَ! أَمَرْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَسْتَشْرِفَ الْعَيْنِينَ وَالْأُذُنَيْنِ. (رَوَاهُ ابْنُ أَبِي حَتْمَةَ وَابْنُ أَبِي عَرَبَةَ وَابْنُ أَبِي حَتْمَةَ وَابْنُ أَبِي عَرَبَةَ
وَقَالَ التِّرْمِذِيُّ: حَسَنٌ صَحِيحٌ "رُحَابَةٍ مَكِّيَّةٍ" (ج ١).

وَعَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:
الْبَقَرَةُ عَنْ سَبْعَةٍ وَالْجُرُومُ عَنْ سَبْعَةٍ. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَابْنُ أَبِي حَتْمَةَ وَابْنُ أَبِي عَرَبَةَ وَابْنُ أَبِي حَتْمَةَ وَابْنُ أَبِي عَرَبَةَ
"رُحَابَةٍ مَكِّيَّةٍ" (ج ١).

١- وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَذْبَحُوا
إِلَّا مُسِنَّةً، إِلَّا أَنْ يَغْسُرَ عَلَيْكُمْ فَتَذْبَحُوا جَذَعَةً مِنَ الصَّائِلِ. (رَوَاهُ

مُسْلِمٌ "رُحَابَةٍ مَكِّيَّةٍ" (ج ١).
وَعَنْ مُجَاشِعٍ مِّنْ بَنِي سُلَيْمٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَانَ يَقُولُ: إِنَّ الْجَذْعَ يُؤْفَى وَمِمَّا يُؤْفَى مِنْهُ

النبي. (رواه أبو داود والبيهقي في صحيحه "محتاج ج ١")

وعن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه. قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: نِعِمَّتِ الْأَضْحِيَّةُ. أَلْجَدُّ عَمِنَ الصَّائِنِ.

(رواه الترمذي "محتاج ج ١")

صلى الله عليه وسلم أعطاه غنماً يفسسها على صماتها حتى يفتق عثوداً قد كره لرسول الله صلى الله عليه وسلم فقال صبحي به أنت، وفي رواية: قلت يا رسول الله! أصابني جدع؛ قال: صبحي به. (متفق عليه "محتاج ج ١") الله أكبر، الله أكبر، لا إله إلا الله والله أكبر، الله أكبر، والله الحمد!

وعن أبي رافع. رضي الله تعالى عنه. أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان إذا صبحني اشتدني كبشين عظيمين أملحين، حتى إذا خطب الناس وصلى أتى بأحد هماً. وهو قائم في مصلاه قد بحة بيده ثم قال: اللهم! هذا عن أمتي جميعاً من شهد لك بالتوحيد وشهد لي بالبلاغ، ثم يؤتى بالآخر فيبده ثم يقول: اللهم هذا عن محمد وآل محمد. (رواه الطحاوي وقال في الدر المختار فإن فصل ضرورة ومتفق كالدعاء قبل الأضحية والدعاء قبل الشقيقة أو بعد الأضحية بأمر به، وقال في رد المحتار أي: كونه "محتاج ج ١")

وأمر أبو موسى (الأشعري). رضي الله تعالى عنه. بكتابة أن يصحح بين يديهم. (البيهقي "محتاج ج ١")

وروى عن النبي صلى الله عليه وسلم. قال: يا فاطمة! اقوي فاشهدي أضحياتك. (رواه الحاكم وابن المردويه والبيهقي. (تفسير المنذري، ص ١٥٠، ج ٢))

وعن نافع. رحمه الله تعالى عنه أن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما صبحي مرة بالمدينة، قال نافع، فأمرني أن اشتري له كبشاً خيلاً أقرون ثم أذبحه يوم الأضحي في مصلي الناس؛ قال نافع، ففعلت ثم حمل إلى عبد الله بن عمر. رضي الله تعالى عنهما. وكان مريضاً لم يشهد العيد مع المسلمين. (البيهقي "محتاج ج ١") الله أكبر، الله أكبر، لا إله إلا الله والله أكبر، الله أكبر، والله الحمد!

١٤- عن نافع. رحمه الله تعالى أن ابن عمر. رضي الله تعالى عنهما أخبره قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم يدبح وينحر بالمصلي، (البيهقي "محتاج ج ١")

١٨- عن الأسود بن قيس. رحمه الله تعالى. قال: سمعت جندب ابن سفيان البجلي. رضي الله تعالى عنه قال: شهدت النبي صلى الله عليه وسلم يوم النحر فقال: من ذبح قبل الصلوة فليعد مكانها أخرى، ومن لم يدبح. فليدبح. (البيهقي "محتاج ج ١")

وعن جندب بن عبد الله (البجلي) رضي الله تعالى عنه قال: شهدت الأضحية مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم يعد أن صلى وفرغ من صلاته وسلم فإذا هو يذبح أضحية قد ذبحت قبل أن يفرغ من صلاته فقال: من كان ذبحه قبل أن يصلي. أو يصلي. فليدبح مكانها أخرى، وفي رواية قال: صلى النبي صلى الله عليه وسلم يوم النحر ثم خطب ثم ذبح وقال: من كان ذبح قبل أن يصلي فليدبح أخرى مكانها ومن

الخطبة الثانية

عن أبي بكر بن محمد بن عمرو بن نافع عن علي بن عبد الله عن أبيه

أَلْحَمْدُ لِلَّهِ حَمْدًا كَثِيرًا كَمَا أَمَرَ. وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ إِرْغَامًا لِمَنْ جَحَدَ بِهِ وَكَفَرُ. وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَسَيِّدَنَا وَمَوْلَانَا وَقَائِدَنَا الْأَعْظَمَ وَالرُّسُولَ الْأَوْحَمَ مُحَمَّدًا عَبْدَهُ وَرَسُولَهُ وَسَيِّدُ الْخَلَائِقِ وَالْبَشَرِ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَالَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَزْوَاجِهِ الَّذِينَ هُمْ خَلَاصَةُ الْعَرَبِ الْعَرَبَاءِ وَخَيْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْأَنْبِيَاءِ وَهُمْ مَفَاتِيحُ الرَّحْمَةِ وَمَصَابِيحُ الْغُرُرِ. أَمَّا بَعْدُ! قَالَ اللَّهُ تَعَالَى فِي الْقُرْآنِ الْكَرِيمِ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا. (الْقُرْآنُ الْكَرِيمُ ٢٣٢ ع ٤)

وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللَّهُ

تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاحِدَةً صَلَّى اللَّهُ بِهَا عَلَيْهِ عَشْرًا. (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

قَالَ اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَصَحْبِهِ وَأَزْوَاجِهِ وَأَوْلَادِهِ وَزُرِّيَّاتِهِ وَأَتْبَاعِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ أَجْمَعِينَ خُصُوصًا مِنْهُمْ عَلَيَّ مَنْ قَالَ فِي حَقِّهِمُ النَّبِيُّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْحَمُ أُمَّتِي بِأُمَّتِي أَبُو بَكْرٍ وَأَشَدُّهُمْ فِي أَمْرِ اللَّهِ عُمَرُ. وَأَحْيَاهُمْ عُثْمَانُ، وَأَقْضَاهُمْ عَلِيٌّ، وَقَالَ فِي الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ إِنَّ ابْنِي هَذَا أَسِيدٌ وَلَعَلَّ اللَّهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِتْنَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ. وَقَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمُعَاوِيَةُ بْنُ أَبِي سُفْيَانَ أَحْكَمُ أُمَّتِي وَأَجْوَدُهَا أَوْ كَمَا قَالَ ثُمَّ السَّلَامُ عَلَى أَصْلِ أَهْلِ بَيْتِهِ وَأَزْوَاجِهِ الْبَطْهَرَاتِ أُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ سَيِّدَتِنَا أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ

خَدِجَةَ الطَّاهِرَةَ الْكُبْرَى إِلَى أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ
وَأَفْضَلِ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ حَبِيبَةَ رَبِّ الْعَالَمِينَ
سَيِّدَتِنَا أُمِّ عَبْدِ اللَّهِ عَائِشَةَ الصِّدِّيقَةِ الْخَيْرِ أَسْلَمَ
اللَّهُ وَرِضْوَانَهُ عَلَيْهِمَا وَعَلَيْهِمَا أَجْمَعِينَ - وَعَلَى ابْنَاءِ
الْكَرَامِ سَيِّدِنَا الْقَاسِمِ وَعَبْدِ اللَّهِ الطَّيِّبِ الطَّاهِرِ
إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى بَنَاتِهِ الْكَرَامِ سَيِّدَتِنَا زَيْنَبَ وَرُقَيْيَةَ وَ
أُمِّ كُلثُومَ وَفَاطِمَةَ وَعَلَى أَحْقَادِهِ الْكَرَامِ سَيِّدِنَا عَلِيِّ
بْنِ أَبِي الْعَاصِ وَأُمِّ يَحْيَى أَمَامَةَ بِنْتِ أَبِي الْعَاصِ
وَعَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَانَ وَالْحُسَيْنَ وَالْحُسَيْنِ ابْنَتِي عَلِيٍّ
رِضْوَانُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ وَعَلَى عَمَّتَيْهِ الشَّرِيفَيْنِ
الْمُعْظَمَيْنِ عِنْدَ اللَّهِ وَالنَّاسِ سَيِّدَتِنَا ابْنَى عُمَارَةَ حَمْرَةَ
وَأَبَى الْفَضْلِ الْعَبَّاسِ وَعَلَى السَّبْتَةِ الْبَاقِيَةِ مِنَ الْعَشْرَةِ
الْمُبَشَّرَةِ سَيِّدِنَا طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ وَالزُّبَيْرِ بْنِ
الْعَوَّامِ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَسَعْدِ بْنِ أَبِي

وَقَاصٍ وَسَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ وَأَبَى عُبَيْدَةَ عَامِرِ بْنِ الْجَرَّاحِ
وَعَلَى سَائِرِ الصَّحَابَةِ السَّابِقِينَ الْأَوَّلِينَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ
وَالْأَنْصَارِ الْأَبْرَارِ الْأَخْيَارِ وَمَنْ تَبِعَهُمْ إِلَى يَوْمِ الْقَرَارِ
رِضْوَانُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ - رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا
وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي
قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ
اللَّهُمَّ انْصُرِ الْأَسْلَامَ وَالْمُسْلِمِينَ بِالْأَمَامِ وَالْخَلِيفَةِ
الْعَادِلِ - اللَّهُمَّ انْصُرْ مَنْ نَصَرَدِينِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ تَعَادَلُوا عِبَادَ
اللَّهِ رَحِمَكُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ
وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ
يَعْظُمُ لِعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ

اسلام کا قانون نکاح



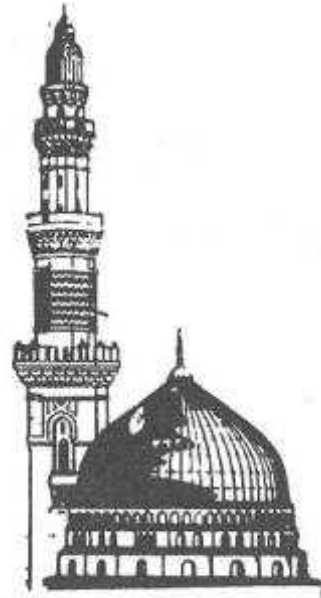
جانشین امیر شریعت حضرت مولانا

سید ابومعناویہ ابوذر بخاریؒ

کا ایک علمی تبلیغی اور اصلاحی خطاب

بموقع تقریب نکاح

(۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ مطابق ۲۷ اپریل ۱۹۷۸ء) ملتان



اے نبی! آپ کیسے: اگر تم اللہ کو چاہتے ہو تو

میری چال چلو تاکہ اللہ تم سے پیار کرے

[پٹ، ع. م.، ال عمران، ع. م.]



اسلام کا قانون نکاح

الْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنُسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنُؤْمِنُ بِهِ
وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ
سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يَضِلَّ
لَهُ هَادِي لَهُ وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا
شَرِيكَ لَهُ وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا وَ سَدَنَّا وَ قَائِدَنَا
الْأَعْظَمَ وَالرَّسُولَ الْأَفْخَمَ مُحَمَّدًا عَبْدَهُ وَرَسُولَهُ لَا
نَبِيَّ بَعْدَهُ وَلَا رَسُولَ بَعْدَهُ وَلَا أُمَّةَ بَعْدَ أُمَّتِهِ صَلَّى
اللّٰهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَبَارَكَ وَتَسْلِيمًا
كَثِيرًا كَثِيرًا ط
أَمَّا بَعْدُ!

فَاعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ط

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ
وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا
وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ
اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا. (پ ۲، سورہ نساء، رکوع ۱)

اے لوگو! لحاظ کرتے رہو اپنے اس پالنہار کا جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے
اور اسی وجود سے پیدا کیا اس کا جوڑا اور پیدا کر کے پھیلا دیئے ان دونوں سے
بہت مرد اور عورتیں، اور لحاظ کرتے رہو اس خدا کا جس کے نام پر ایک
دوسرے سے سوال کیا کرتے ہو، اور خبردار رہو قریبی رشتہ داروں کے حقوق
سے بلا شک اللہ تم پر نگران اور نگہبان ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ النِّكَاحُ مِنْ
سُنَّتِي فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي. (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۶۷)

(۱) اور فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نکاح کرنا میری

سنت میں ایک بہتر طریقہ ہے جس شخص نے میرے طریقہ سے روگردانی کی تو
وہ میرے گروہ اور امت میں شامل رہنے کا حق دار نہیں ہے۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَزَوُّجُ الْوَدُودِ الْوَلُودُ
فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمْ الْأُمَمَ (مشکوٰۃ جلد نمبر ۲، ص ۲۶۷)

(۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، محبت رکھنے والی اور

زیادہ اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت رکھنے والی صحت مند عورتوں سے شادیاں کرو۔
کیونکہ میں قیامت کے دن تمہاری زیادہ تعداد کی بنا پر دوسری امتوں کے مقابلہ
میں فخر کروں گا۔

برادران عزیز، معزز حاضرین و خواتین!

ابھی میں نے سورۃ نساء کی ابتدائی آیت کریمہ کی تلاوت کی ہے چند الفاظ میں

مختصر اس کا مطلب اور چند احادیث شریفہ کی ضروری تشریح، سیرت و تاریخ کے حوالہ سے مختصر تفصیل اور نکاح سے متعلقہ چند ضروری مسائل بیان کروں گا۔

اللہ تعالیٰ کا معمول

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں قرآن کریم کی دوسری آیات کی طرح اپنی عادت کے مطابق سب سے پہلے اپنا تعارف کرایا ہے اور پھر اسی ترتیب سے باقی احکام کی تفصیل بیان فرمائی۔ اور وہ ترتیب کچھ اس طرح ہے کہ اللہ کریم نے سب سے پہلے قرآن کریم کے اندر اپنا، پھر اپنے پیغمبروں کا اور اپنے فرشتوں کا تعارف کرایا۔ پھر اپنی مخلوق کا تعارف کرایا، اپنے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کا تعارف کرایا اور جس غرض کے لئے یہ کتاب اتری۔ اس کا مکمل تعارف بھی کرایا۔ یہاں پر تعارف اور نقطہ نگاہ سے ہے۔ کیونکہ یہاں پر پیدائش و پرورش، کسی کے مر جانے کے بعد میتی، اس کے بعد مصائب کا نزول اور اس کی پرورش کا مسئلہ ہے، تو یہاں پر اس مضمون کا ذکر کیا جو اللہ کی مخلوق کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور وہ پیدائش کا مضمون ہے یہاں پر اللہ کریم نے اپنا تعارف یوں نہیں کرایا کہ "اس طاقت والے رب کو یاد کرو جس نے آسمان بنایا، جس نے زمین بنائی بلکہ یہاں پر تعارف اس مضمون کی مناسبت سے ہے جس کے لئے یہ سورۃ تنہاری گئی (یعنی آدمی کے نکاح و طلاق کے مسائل کی خاطر) تو یہاں تعارف بھی یوں کرایا کہ اپنے "اس رب کو یاد کرو اور اس کا لحاظ کرو کہ جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اس کے بعد اپنی قدرت سے اس کی ہائیں پسلی میں

سے تمہاری جدہ (سب سے پہلی دادی اماں) حواء علیہم السلام کو پیدا کیا اور اس کے بعد ان کی نسل سے تمہاری ہم صنف مخلوق کو اتنا بڑھایا کہ مخلوق اب کائنات کے چپے چپے پر پھیل گئی ہے۔ جب تم کچھ نہ تھے۔ وہ تھا اور اب جب تم بہت کچھ نظر آتے ہو۔ اب بھی ہے اور جب تم کچھ نہیں ہو گے وہ خالق و مالک اللہ پھر بھی ہو گا۔ اس سورۃ میں دو چیزیں بیان کی گئیں ایک تو یہ بتایا کہ اللہ موجد ہے، مخلوق کو پیدا کرنے کا اور موجد بھی ایسا جو بغیر کسی نقشہ کے بغیر کسی کی نقل کے اور بغیر کسی کی ریس کے پیدا کرنے پر قادر ہے۔ دنیا میں بڑے سے بڑا ماہر، کسی چیز میں بڑے سے بڑا فن کار، بہت بڑا مہر سچ سکار بغیر نقل کے اور بغیر ایک دوسرے کی ریس کے قدم نہیں اٹھا سکتا۔ جیسے حکماء میں بڑے سے بڑا حکیم اب پیدا ہو تو یقیناً کسی نہ کسی پہلے کی نقل کرے گا۔ افلاطون کی مثال دے گا، جالینوس کا ذکر کرے گا۔ فیثا ثورث کا ذکر کرے گا۔ یہ کفار کے دور کی بات ہے، مسلمانوں کے دور میں ابو بکر میمنی رازی کا ذکر کرے گا۔ ہندوستان میں حکیم ارزانی کا ذکر کرے گا، تو نقل کئے بغیر چارہ نہیں ہے، دور کی بات نہیں اس دور کے حکیم، اجمل خاں کا ذکر کئے بغیر آگے نہیں چل سکتا۔ لیکن اللہ ایک ایسی ذات ہے جس نے پوری کائنات کو پیدا کیا اور اس کے سامنے کسی کا بنایا ہوا نقشہ نہیں تھا کہ غلام چیز بنی ہوئی ہے اور اسی کے مطابق میں ایک مخلوق پیدا کروں گا۔ وہ خود فرماتے ہیں (بدیع السموات والارض) میں نے آسمانوں اور زمینوں کا نقشہ بھی اپنے علم سے خود تیار کیا۔ اور جتنی دیر میں نقشہ تیار کیا۔ اتنی ہی دیر میں انہیں پیدا بھی کر دیا۔ کوئی بڑے سے بڑا موجد اور طاقت ور یہ قوت نہیں رکھتا کہ ایک سیکنڈ کے کروڑوں حصہ

میں نقشہ بھی بنائے اور اسی سیکنڈ کے کروڑوں حصہ میں نقشہ کے مطابق اس چیز کو پیدا بھی کر دے، یہ سوائے اللہ کے کسی میں طاقت نہیں۔ چنانچہ اللہ کریم نے یہاں سے تعارف کی بنیاد اٹھائی اور سب سے پہلے یہ بتایا کہ اللہ موجد ہے، خالق ہے اور دوسری بات یہ بتائی کہ پیدا تو ایک کو کیا اگر اسی کے اوپر پیدائش روک دیتا تو کوئی کیا کر لیتا؟ اگر آدم کو پیدا کرنے کے بعد اللہ کا منشا و حکمت یہی ہوتی کہ اس دنیا کو یونسی جنگل کی طرح چھوڑ دیا جائے تو کس میں طاقت تھی کہ آدم کی اولاد کو بڑھا لیتا اور آج کیسے دنیا کے چپے چپے میں انسان پھیل جاتے؟ چنانچہ اس آیت کریمہ میں یہی بیان فرمایا کہ میں موجد بھی ہوں اور خالق بھی ہوں اور تمہارے وجود اور تمہاری نسل کی پیدائش کا جو سبب ہے، اس سبب کا بھی پیدا کرنے والا خود میں ہوں۔

ہمارے لئے اس آیت کریمہ میں ایک ہدایت یہ بھی ہے کہ ہم دو چیزوں کا احساس کر لیں۔ دو عظیم احسانات کو ہر وقت اپنے دل میں اور اپنی آنکھوں میں حاضر رکھیں۔ ایک یہ کہ خالق کے تصور کو ہر وقت میں زندہ اور تازہ رکھیں کہ اللہ ہی وہ ذاتِ عظیم و جلیل ہے کہ اس کے بغیر کوئی مخلوق پیدا نہیں ہو سکتی تھی اور کسی مخلوق میں یہ گنجائش، یہ طاقت کبھی تھی، نہ ہے اور نہ ہو گی کہ وہ از خود پیدا ہو جائے اور اگر ہم سمجھتے ہیں یا اگر کسی ماہرِ فزکس، و کیمسٹری، سائنسدان کو غلط فہمی ہے تو وہ تجربہ کر کے دیکھ لے؟۔ جن چیزوں کے بارے میں کوئی شخص یہ رائے رکھتا ہے کہ وہ از خود پیدا ہو رہی ہیں تو وہ جان لے کہ ان میں درحقیقت پیدائش کی قوت پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے۔ مثال کے طور پر یہ بات مشہور ہے کہ آپ دودھ کا گلاس بھر کر بند کر کے رکھ دیں، تین دن

گزرنے کے بعد اس کی رنگت تبدیل ہو جائے گی اور پھر وہ خون بن جائے گا، اسی طرح گوبر کو ایک جگہ بند کر دیں اس کو نکالیں نہیں۔ اس کی بھڑاس اس میں موجود رہے۔ اس کی گندگی کی تروتازگی موجود رہے چند دنوں کے بعد یہ گوبر بچھوٹوں کا مسکن بن جائے گا۔ کھنے والا کوئی ظاہر بین، مادہ پرست، دھرمیہ، کیمونسٹ، فلسفی یونانی حکیموں کا پیروکار یہ حدیان بک سکتا ہے کہ "یہ از خود ہوا" سوال پھر یہ ہو گا کہ تھنوں میں سے خون بھی تو از خود نہیں نکلا؟ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔

نَسْفِیْکُمْ مِّمَّا فِیْ بُطُونِہِ مِنْ یَبِیْ قَرِثٍ وَّ دِمٍ لَّبَنًا
خَالِصًا سَائِغًا لِّلشَّرِبِیْنِ (پ ۱۲، س ۱۶)

ہم تم کو پلاتے ہیں ان جو پایوں کے پیٹ سے گوبر اور خون کے بیچ میں سے نکلا ہوا ستھر ادودھ جو خوشگوار ہے پینے والوں کے لئے۔

سائنسی تحقیق یہ کھتی ہے کہ ہر مادین کے اندر اس کی چھاتی میں پیٹ اور معدہ کے درمیان ایک پردہ یا جھلی ہوتی ہے۔ ایک طرف اس کے جسم کے اندر فضلہ ہے۔ ایک طرف خون تیار ہو رہا ہے۔ خون کا خانہ الگ ہے۔ گندگی کا خانہ الگ۔ اس پردہ کے اندر سے خون اور غلاظت کا جو صاف شدہ مواد ہے وہ دودھ کی شکل میں باہر آ رہا ہے، یہ کس نے پیدا کیا؟ یہ قوت کس نے رکھ دی؟ ظاہر ہے کہ خالق و مالک اللہ نے! اور اگر کوئی بے وقوف یہ سمجھتا ہے کہ کچھ چیزیں ہمیں خود سے ہوتی دکھائی دے رہی ہیں تو وہ سمجھ لے کہ وہ خود نہیں ہو رہیں۔ ان کے ہونے کے اندر جو قوت کار فرما ہے وہ پروردگارِ عالم کا حکم ہے۔ تو

ہمیں اللہ کی دو عظیم نعمتیں یہاں سے ملیں۔ ایک تو اس کے وجود کا تصور اور دوسرے اپنے وجود کا جو اصل مرکز ہے اس کے اظہار کا پتا ہمیں معلوم ہوا اور یہ قرآن کریم کی اس آیت نے بتایا۔ بنی نوع انسان کے لئے یہ نکاح اس رسم کی یادگار ہے۔ جو حضرت آدم اور حضرت حوا علیہم السلام کا نکاح اللہ نے خود کیا اور ان کے بعد ان کی اولاد میں رسم نکاح کو قانون کے طور پر جاری کر دیا کہ جب تک زندہ ہو، اس قانون کی پیروی کرنا، یہی عمل قبول ہوگا۔ اگر میرے حکم کے خلاف ہوا تو اس کو نکاح نہیں مانوں گا۔ میں اس کو زنا اور بدکاری کہوں گا۔ نکاح اور غیر نکاح میں بظاہر فرق کیا ہے؟ مرد اور عورت مل جائیں اکٹھے ہوں، عورت کے پیٹ میں بچہ آئے۔ مدت حمل کے بعد وہ پیدا ہو۔ اس کی پرورش ہو۔ وہ دودھ پینے ڈھائی سال کے بعد وہ چلنے پھرنے اور روٹی کھانے کے قابل ہو جائے یہ صورت اس شکل میں بھی ہوگی جب نکاح خوانی کے بعد بچہ پیدا ہو اور بعینہ اس شکل میں بھی ہوگی جب بغیر نکاح کے یہ بچہ پیدا ہوگا۔ نہ عمل میں فرق ہے، نہ صورت میں فرق ہے، نہ نتیجے میں فرق ہے اور نہ فعل میں فرق ہے۔ فرق صرف قانون کے استعمال اور عدم استعمال میں ہے۔ اللہ نے قانون نکاح اس لئے بنایا کہ عمل اور نتیجہ تو پہلے بھی ہو رہا ہے اور نکل رہا ہے لیکن وہ میری مرضی کے خلاف ہے اور وہ سب جہنم کا ایندھن تیار ہو رہا ہے۔ بات میری مانو گے تو تمہیں حلالی تسلیم کروں گا اور اپنا متبع اور اپنا پیروکار مانوں گا اور اگر ایسا نہیں تو جہنم کا ایندھن بن کر جلو گے۔ تمہاری اس نسل کی افزائش اور دنیا کو انسانی وجود کے بوجھ سے لاد لینے کا مجھ پر کوئی اثر نہیں، نہ مجھے اس کی خوشی ہے، بلکہ زمین پر یہ بوجھ تو میرے انتقام اور ناراضی کا سبب ہے۔

رضا مندی کا سبب ہرگز نہیں، تو ہمیں اس آیت کریمہ میں قانون نکاح کی طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ جب اللہ نے ہمیں آدم اور حوا سے پیدا کر کے ہمارے وجود کا سبب بنایا تو اسی طرح ہماری آئندہ نسل کو بڑھانے کے لئے میاں بیوی کو قانون نکاح کے تحت اکٹھا کر کے ان کی اولاد کے وجود کا سبب مہیا کرنے کا حکم دیا۔ اس سے زیادہ اس آیت کو میں بیان نہیں کروں گا بلکہ اس کے بعد بطور تبرک مجھے چند احادیث شریفہ بیان کرنی ہیں اور پھر میں اپنے مطلب کی طرف آتا ہوں، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں اللہ کے احکام کو اللہ کی مرضی کے مطابق عمل میں لانے کی سب سے بڑی سند اور اتھارٹی Authority ہیں، تھوڑی سی وضاحت کر دوں کہ اللہ کے نبیوں کا وجود اس کے رسولوں کا وجود کیا ہے؟ اللہ جو کچھ چاہتے ہیں اس کو ان کی مرضی کے مطابق آدمیوں اور مخلوق میں سے جو شخص، جو صنف یا جو نوع، صحیح طریقہ سے اور بہتر سے بہتر ادا کر سکتا ہے۔ اس کی نگہری، (Catagory) کا اس کمیونٹی (Community) اور اس طبقہ کا نام نبی اور رسول ہے، اللہ کی مخلوق میں نبیوں اور رسولوں سے بڑھ کر نہ کوئی اسے سمجھ سکتا ہے اور نہ اس کی مرضی کے مطابق کوئی کام کر کے دکھا سکتا ہے اور نہ ان سے بہتر کوئی نمونہ بن سکتا ہے، تو جو کچھ اللہ چاہتا ہے اس کے نبی اور رسول اس کو کر کے دکھاتے ہیں۔ وہ اس لئے کہ نبیوں کو پروردگار عالم نے خود منتخب فرمایا۔ وحی بھیجی اور ان کا براہ راست رابطہ اپنے ساتھ قائم کیا اور پھر اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے ان کو منتخب اور مقرر کیا۔ ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طبقہ کے سب سے بڑے اور سب سے آخری فرد عظیم ہیں جن کو اللہ نے اس کام کے

لئے مبعوث فرمایا۔۔۔۔ میں ساتھ ہی ساتھ وہ بات کہتا جاؤں گا، جو کہنے کی ہے۔ کیونکہ تقریب نکاح ہے اور اس سے پہلے بھی میرا معمول اور عادت بن گئی ہے بفضلہ تعالیٰ کہ جب نکاح کی تقریب ہوتی ہے تو میں نکاح کے متعلق انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جو عمل جو معمول اور سنت ہے وہ میں ضرور بیان کرتا ہوں۔

"نکاح کے معمولات مسنونہ، اور ولادت یحییٰ علیہ السلام"

یہاں دو تین موٹی موٹی چیزیں نوٹ کر لیں، یاد رکھ لیں، سب سے پہلی بات جو اس آیت کریمہ سے نکلی وہ یہ کہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر ہمارے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک سوائے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے ایک لاکھ تیس ہزار نو سو ننانوے نبی نکاح کے پابند ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام دنیا میں اپنے باپ حضرت زکریا علیہ السلام کی دعاء کے مطابق پیدا ہوئے۔ یعنی جیسی دعاء مانگی تھی، ویسا ہی بیٹا اللہ نے عطاء فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا تھا اللہ کے حضور کہ بیٹا مانگتا ہوں، جو موسیٰ علیہ السلام کی نسل کے لئے خمر ہو، میرے خاندان کی آبرو ہو، اور جیسا کہ نبی نیک ہوتا ہے، نبی ہو اور صلح ہو، فرمایا میرے خاندان کا سردار بن کر جسے، یہ زکریا علیہ السلام نے سو برس کی عمر میں ہیکل (عبادت گاہ) کے اندر کھڑے ہو کر فلسطین کی زمین میں بیت المقدس کے قرب کے اندر محراب میں رو کر دعاء مانگی۔ سمر کا وقت ہو، محراب ہو مسجد کی اور اللہ کا نبی سجدہ میں سر رکھ کر رو رہا ہو اور اس سے مانگ رہا ہو۔ آپ دعاء کی کیفیت اور قبولیت کا اندازہ خود کر لیں

کہ کیا کیفیت ہوگی، عرض کیا۔
رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ
اے میرے مالک میرے پالنہار مجھے پاکیزہ نسل عطاء فرمائیے اور آپ سے بڑھ کر فریاد سننے والا کون ہے۔

کیا نبی کی نسل بھی ناپاک ہوتی ہے؟ تخم کے لحاظ سے نب کے لحاظ سے نبی کی نسل پاک ہوتی ہے۔ اس کا خون پاک ہے۔ لیکن یہاں مراد ظاہری پاکیزگی نہیں یہاں مراد باطن کی پاکیزگی ہے۔ اس لئے کہ نبی کا خون تو پاک ہے لیکن پاک خون اگر پیدا ہو بھی جائے اور اس خون کے اندر ایمان کی آمیزش نہ ہو تو وہ خون بھی پلید ہو جائے گا۔ نوح علیہ السلام کا بیٹا کیا نبی کے خون سے پیدا نہیں ہوا؟ اور کیا وہ پاک نہیں تھا؟ یقیناً خون تو پاک ہی تھا لیکن اس کے خون میں کفر کی آمیزش ہو گئی، جیسے کنواں پاک ہے لیکن اگر اس میں کتا بلا کر کر مر جائے تو پلید ہو جائے گا۔ پانی کی فطرت پاک ہونا اور پاک کرنا ہے، لیکن جب اس میں کوئی غلط چیز مل جائے گی تو ایک مدت کے لئے جب تک اس کی صفائی نہ ہو پاک پانی بھی پلید ہو جائے گا۔ تو زکریا علیہ السلام نے عرض کیا کہ "ذریۃ طیبۃ" دیکھئے ایسی اولاد مجھے کہ جس میں کفر اور شرک کی آمیزش نہ ہو۔ ہاں اگر وہ نب کے لحاظ سے حلالی ہے تو میرے حب اور میرے منصب کے لحاظ سے بھی حلالی ہو۔ وہ نہ ہو جیسے نوح کے ساتھ ہوا ویسے میرے ساتھ نہ ہو جائے (إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ) اور آپ سے بڑھ کر دعاء سننے والا کون ہے؟ (فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ) اللہ نے اپنے پیغمبر قاصد بھیج دیئے کہ جاؤ، میرے پیارے بندے زکریا کے کان میں جا کر کہہ دو کہ بات سن لی گئی ہے اور مان لی گئی ہے، مطمئن رہو۔ تم سو

برس کے ہو اور تمہاری بیوی (قریباً) نوے برس کی ہے لیکن بیٹا دوں گا، بیوی بانجھ ہے ازروئے طب ازروئے سائنس وہ اولاد پیدا کرنے کے قابل نہیں لیکن سائنس کو غلط کرنے والا میں ہوں، طبیعوں کی کھوپڑیاں سیدھی کرنے والا اور میڈیکل سائنس کی تھیوریاں الٹ دینے والا میں ہوں، لوگوں کے بنائے ہوئے قانون کو توڑنے والا میرا قانون ہے، وہ کہتے ہیں نہیں ملے گا، میں نے کھدیا ہے عطاء کروں گا! دیکھوں کون روکتا ہے مجھے؟

داتا کون ہے؟

"اللہ کو اپنا تعارف کرانے کی ضرورت نہیں ہے لیکن وہ بتاتے ہیں کہ ان کی صفات سے دنیا آشنا ہو جائے، اباجی (حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ) ایک بات فرمایا کرتے تھے کہ "دنیا میں لوگ جس سے دو روپے، دس روپے، سو روپے، ہزار روپے، لاکھ روپے مل جائیں اس کو داتا کہہ دیتے ہیں، جیسے "داتا گنج بخش" یہ شرعی لفظ نہیں ہے۔ غیر شرعی ہے، آدمی کو داتا کہنا صحیح نہیں۔ غلط ہے، ناجائز ہے، داتا صرف اللہ ہی کی ذات ہے، گنج بخش کو تو خود جو کچھ عطاء ہوا وہ اللہ ہی نے دیا۔ وہ داتا نہیں ہیں۔ داتا کے بندے ہیں، کہنے والے تو پھر خدا کہہ دیتے ہیں مگر یاد رکھو! ہر کھبی ہوئی چیز ماننے کی نہیں ہوتی، سنتے رہو۔ مانو ہی جو اللہ اور اس کے رسول کی آواز کے مطابق ہو۔ بہر کیف لوگ کہتے ہیں داتا، لیکن داتا وہ ہے جس میں تین وصف ہوں۔ قرآن کریم کی آیت

(قُلِ اللّٰهُمَّ مَا لِكَ الْمُلْكِ) کا کسی شخص نے بندی زبان میں نشری ترجمہ کیا ہے۔ جو آج تک کہیں نہیں ملا۔ وہ مجھے اباجی کے سوا کسی نے

نہیں بتایا۔ بچپن میں سناتے تھے۔ میں بھی سنا دیتا ہوں۔ اگر سن کر یاد رہ جائے تو دعاء کر چھوڑنا، زندہ رہوں تو بھی اور اگر مر جاؤں تو بھی دعائے مغفرت کرتے رہنا، ہاں بجائی کچھ پتا نہیں، آدمی بلبے سے بھی زیادہ بے حقیقت اور بے ثبات ہے، اچھا بھلا بیٹھا ہو اچانک ہارٹ فیل ہو جاتا ہے اور اسی برس کا بوڑھا بیمار دھکے کھانے کے لئے بچ سکتا ہے اور جوان رعنا ایک منٹ میں ایک جھکے کے اندر ختم ہو سکتا ہے، کوئی گارنٹی نہیں ہے۔ بہر کیف، ترجمہ سن لیجئے۔

داتا کے تین گن

داتا کے تین گن ہیں، جب تک تین وصف اس میں نہ ہوں وہ داتا نہیں ہو سکتا، وہ کون سے گن ہیں؟ فرمایا، تم مولوی ہو، تم آیت پڑھو، ترجمہ میں بتاتا ہوں اللہ نے فرمایا ہے۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مُلْكُ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ
وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ
تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

(پ ۳، س ۳ ع ۱۱/۴)

(اردو ترجمہ) اے نبی کہہ دیجئے اے اللہ کائنات کے مالک، آپ دے دیتے ہیں بادشاہی جسے چاہیں اور چھین لیتے ہیں بادشاہی جس سے چاہتے ہیں اور آپ اونچا کر دیتے ہیں جسے چاہیں اور آپ پست کر دیتے ہیں جسے چاہتے ہیں۔ آپ ہی کے ہاتھ میں سب بھلائی ہے۔ بلاشبہ آپ ہر چیز پر قابو رکھنے والے ہیں۔

(ہندی ترجمہ) اے اللہ۔ اے پالہنہار! سب راج پاٹھ کے مالک، سنہار کے سب راج پاٹھ کے داتا، تو دے دیتا ہے جس کو چاہے، کیا مطلب؟ جب وہ دینے پر آئے پھر دنیا کی کوئی طاقت اسے روک نہ سکے یہ ہے داتا کا پہلا لگ، اور نہ دے تو ساری دنیا دعائیں کر کر کے تنک جائے زبان سوکھ جائے اور ماتھا رگڑ رگڑ کر پیشانی گھس جائے نہیں دیتا تو پھر نہیں دیتا، کسی کی ہستی ہے کہ لے کر دکھائے؟ یہ دوسرا لگ ہے، تیسرا لگ یہ ہے کہ جب دے دے اور پھر واپس چھین لے تو واپس کوئی لے نہ سکے۔ اس کو کہتے ہیں داتا۔ ایسا نہ کوئی نبی ہے نہ کوئی ولی ہے نہ کوئی فرشتہ۔۔۔۔۔ نہ تھا، نہ ہے، نہ ہو سکتا ہے، نہ ہو گا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی جوتیوں کی خاک ہمارے لئے آنکھوں کا سرمہ ہے۔ وہ بھی داتا نہیں ہیں بلکہ داتا کے نمائندہ ہیں، داتا وہی ہے جس نے ان کو بھی پیدا کیا اور ہم کو بھی پیدا کیا۔ سب اچھائیاں اسی کے قبضہ میں ہیں جو چاہے کر دے۔ میں بیان کر رہا تھا حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی معجزانہ ولادت کا واقعہ اور ضمناً لفظ داتا کی تفصیل و تشریح بھی ہو گئی جو انشاء اللہ فائدہ سے خالی نہیں ہے۔

یحییٰ علیہ السلام کے ابا جان کی عمر سو برس اور والدہ کی عمر ستر یا نوے برس کے درمیان ہے اور ان کی ماں جان کی عمر، طبی لحاظ سے، طبی لحاظ سے، عام روٹین ورک (Routine Work) کے اعتبار سے اولاد کی اہل نہیں ہے اور دوسری بات یہ کہ جب طبیب کچھ چکے ہیں اور خود زکریا علیہ السلام کی اہلیہ کو معلوم ہے کہ میں بانجھ ہوں اور زکریا علیہ السلام بشارت ملنے پر اللہ سے عرض بھی کر رہے ہیں۔ (امراتی عاقر) کہ اسے پروردگار بانجھ ہے میری بدھی، اس بڑھیا کو

اولاد کیسے ملے گی؟ جواب آتا ہے میں سن رہا ہوں (قال کذا لک) فرمایا ایسا ہی ہو گا۔ یہ ہے وہ "توتی الملک" کہ جب وہ دینے پر آجائے تو پھر روک کوئی نہیں سکتا "فرمایا کہ جو دیا یوں ہی ہو گا۔ اس بدھی کو بیٹا دینے والا تو میں ہوں۔ تم کون ہو دینے والے؟ دوں گا تو میں، تم تماشا دیکھو ہوتا ہے کہ نہیں؟ عرض کیا کہ "کچھ نشانی بتا دیجئے، مجھے کیسے پتا چلے کہ میری بیوی کے پیٹ میں بچہ ہے" فرمایا! "نشانی یہ ہے کہ جب تیری بیوی کے پیٹ میں بچہ آئے گا تو دنیا کی گفتگو نہیں کر سکے گا، تیری زبان بند ہو جائے گی، لیکن جب تو کلمہ پڑھے گا، میرا نام لے گا، جب تو نماز پڑھے گا موسیٰ کی شریعت کے مطابق، تب تیری زبان چلے گی۔ لوگ تجھے سلام کریں گے تو جواب دے گا اور تیری زبان چلے گی اور جہاں دنیا دار تمہاری کیفیت پوچھیں گے اور تم جواب دینا چاہو گے تو زبان نہیں چلے گی۔ یہ نشانی ہے کہ تیری بیوی کے پیٹ میں تیرا بچہ آگیا۔ چنانچہ وہی ہوا کہ جب وہ وقت آیا زکریا علیہ السلام صبح کو اٹھے ہیں۔ بولنے لگے ہیں گھر میں بھی زبان بند، مسجد میں آئے تو زبان بند اور کسی نے پوچھا خیریت ہے؟ تو سر ہلا دیا۔ لیکن جب محراب میں کھڑے ہوئے تو نماز پوری پڑھا دی۔ لیکن جب لوگ سوال کرتے تو جواب نہیں دے سکتے، یقین ہو گیا کہ بچہ آگیا۔ ٹھیک مدت سہ ماہی کے بعد یحییٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ مجھے ان کی ولادت کا قصہ بیان نہیں کرنا تھا۔ مجھے صرف قانون نکاح پر عمل درآمد کے سلسلے میں ان کی سیرت کا یہ پہلو بیان کرنا تھا کہ ایک یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش انوکھی، ان کے لئے دعا انوکھی دعا کی قبولیت انوکھی، خود ہی تو مانگا تھا کہ (ذریۃ طیبۃ) (سیداً و حصوراً و نبیاً من الصالحین) میرا

بیٹا خاندان کا سردار ہو، (حضور ہو) حضور کس کو کہتے ہیں؟ ایک تو ہوتا ہے مطلقاً نیک اور مستحق، مگر حضور اس کو کہتے ہیں جس کے دل میں عورت کا تصور بھی نہ گزرے۔ خود ہی تو اللہ سے عرض کیا تھا اور پھر بہ وقت دعاء اس وقت سوچنے کی طاقت بھی تو اللہ ہی دیتا ہے۔ اور ان کے منہ سے نکلتا ہی وہ بات ہے جو ان کی تقدیر میں لکھی ہو۔ غلط بات نبی کے منہ سے نہیں نکلتی۔ اللہ نے صرف زکریا کے گھر میں بیٹا دینے کا وعدہ کیا تھا۔ یہ نہیں بتایا تھا کہ اس کی اولاد بھی آگے چلے گی، تو ان کے منہ سے دعاء بھی وہی نکلائی جس میں اتنی ہی اجازت تھی کہ اولاد چاہیے۔ میرے گھر کا یہ ماتم تو ختم ہو کہ اولاد کوئی نہیں۔ فرمایا! کہ اولاد دے دوں گا۔ دعاء میں اتنا ہی کہا کہ نبی دیجئے۔ سید اُسردار ہو۔ حضور اُیسا بیٹا ہو کہ جب وہ جوانی کے عالم میں ہو۔ مطلقاً عورت کا تصور بھی اس کے دل و دماغ میں نہ آئے۔ تو پھر یحییٰ علیہ السلام کی سیرت پڑھ لو۔ ان کا حال کیا تھا؟ فلسطین کے اندر شہروں میں نہیں پھرتے تھے۔ بلکہ جنگلوں میں پھرتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو اس دور میں پیدا ہو چکے تھے ان کو ساتھ لے لیتے تھے اور جنگلوں میں چلے جاتے تھے۔

”حیات عیسیٰ علیہ السلام“

عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں روایات میں آتا ہے کہ جتنے دن انہوں نے زندگی کے اس دنیا میں گزارے وہ (قریباً) تینتیس برس ہیں۔ (عاش فی الدنيا ثلاثاً وثلاثين) تینتیس برس عیسیٰ علیہ السلام نے اس دنیا میں گزارے۔ بقیہ وقت پہر آکر گزاریں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے

تینتیس برس میں ماں کا دودھ چھوڑنے کے بعد جب سے کھانا شروع کیا آگ کی پکی ہوئی کوئی چیز نہیں کھائی۔

ما اکل شیئاً مطبوخاً علی النار وکان اکثر طعامہ الباقلاء

لوہیا، سیم پھلی، اس کے بیج جو تھے ان کو نمک لگا کر کھاتے تھے۔ میں نے ایک عیسائی سے پوچھا جو پادری تھا کہ یہ کہیں لکھا ہوا ہے؟ کہنے لگا میں نے یہ بات آج پہلی دفعہ سنی ہے کسی مسلمان کے منہ سے تو کبھی نہیں سنی تھی کہ عیسیٰ کی سیرت بھی یوں ہوتی ہے، میں نے اس سے کہا کہ تمہیں عیسیٰ کی سیرت اتنی معلوم نہیں، ہمیں جس نے عیسیٰ کی سیرت بتائی ہے اس نے ان لوگوں کی سیرت بھی ہمیں بتادی جن کی قومیں بھی اپنے ان بزرگوں کو نہیں جانتیں۔ ہمیں بتانے والے ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہوں نے وہ کچھ بتایا جو اللہ کا بتایا ہوا ہے تم لوگ بتاتے ہو اپنی مرضی کا اور ہم بتاتے ہیں خدا کی مرضی کا۔ بس یہی فرق ہے تم میں اور ہم میں۔ تو عیسیٰ علیہ السلام اور یحییٰ علیہ السلام کھانے کیا تھے شہوت کے پتے، زیتون کا پھل، سبزیاں، ترکاریاں۔ آگ پر پکی ہوئی چیز وہ نہیں کھاتے تھے۔ روایات میں یوں ہی ہے اور اگر کھائی ہو تو کوئی قسم نہیں تھی۔

آگ پر پکی ہوئی چیز ان کے لئے معاذ اللہ ناجائز اور حرام نہیں تھی۔ یہ ان کا تقویٰ اور پرہیزگاری تھی، ان کی درویشی اور فقیری تھی کہ وہ دانستہ اس قسم کی زندگی کو بھی عیش سمجھتے تھے، چنانچہ جنگلوں میں وقت گزرا۔ یحییٰ علیہ السلام کا۔

در اصل مجھے یہ بتانا مقصود ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو چھوڑ کر اللہ کے نبیوں میں سے رسولوں میں ایک لاکھ تینتیس ہزار نو سو ننانوے بزرگ جو ہیں وہ قانون نکاح کے پابند ہیں۔

"اسرائیل اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام"

عیسیٰ علیہ السلام کا نکاح نہیں ہوا۔ لیکن جب وہ اتریں گے۔ آخری زمانے میں جس کی تیاریاں شروع ہیں۔ یہودیوں کی سلطنت کا قیام اور نو کروڑ عربوں کی سلطنتوں کا ان کے آگے عاجز ہونا۔ دنیا بھر کی لعنت اور ملامت کی بوچھاڑ کے باوجود ان کی ڈھٹائی جو دوسرے لفظوں میں ثابت قدمی ہے۔ سختی جانی، ان کی قوت میں دن بدن اضافہ، اسرائیل کا دن بدن مضبوط و مستحکم ہونا، مسلمانوں کی سرحدوں کے اندر دست اندازی اور جس مورچے پر کھڑا ہونا وہاں سے نہ واپس ہونا، یہ سب نشانیاں ہیں عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے نزدیک آنے کی۔

تفصیل میں میں نہیں جاتا۔ ہمیشہ بیان کیا کرتا ہوں یہ میرا امن بھاتا موضوع ہے۔ بس اتنا عرض کر دوں کہ یہ سب غلط فہمی ہے۔ کوئی پاکستانی، کوئی ترکی، عربی، فلسطینی، اسرائیل کو ختم نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ عیسیٰ علیہ السلام اس دنیا میں نازل نہ ہو جائیں اسرائیل ختم نہ ہو گا۔ صرف ان مسلمان مجاہدوں کے ہاتھوں سے ختم ہو گا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کمان میں جنگ کریں گے جن کے سیکنڈ ان کمانڈ ہوں گے امام مہدی، جو حضرت حسن کی اولاد میں سے ہیں۔ ان کی کمانڈ میں جو جنگ ہو گی۔ اس میں اسرائیل کو شکست ہو گی اور وہ

ختم ہو گا لیکن اس سے پہلے مشرق و مغرب کا کوئی مسلمان اسرائیل کو بلا بھی نہیں سکتا۔ یہ طے شدہ بات ہے۔

حضرت عیسیٰ مزار رسول ﷺ پر

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے۔ دجال کو قتل کر کے یہودیوں کا خاتمہ کر کے وہ حجاز میں آئیں گے، عرب میں داخل ہوں گے، یہودیوں کا تعاقب کرتے ہوئے تشریف لائیں گے اور فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ اور مکہ کے درمیان ایک جگہ جس کا نام ہے (فج روجاء) فج روجاء سے حضرت عیسیٰ احرام باندھیں گے حج کا یا عمرہ کا۔ بعضوں نے کہا ہے کہ دونوں کا۔ لیکن بزرگوں کا زیادہ رجحان اور میلان اس طرف ہے کہ ایک احرام ہو گا عمرہ کا اور دوبارہ حج کا مکہ معظمہ میں جا کر، یعنی وہ تمتع کریں گے۔ "قرآن" نہیں کریں گے۔ اس میں آپ جانتے ہیں کہ علماء کی بحث ہے کہ تمتع افضل ہے یا قرآن افضل ہے؟ بعض بزرگوں کے نزدیک حج اور عمرہ کا احرام اکٹھا باندھا جائے۔ تو وہ افضل ہے، بعض کہتے ہیں کہ نہیں، پہلے عمرہ کا باندھو، ایک مستقل ثواب کے لئے حج کے دنوں میں دوبارہ حج کا احرام باندھو۔ اسکے لئے کچھ دن تکلیف برداشت کرو۔ ڈبل تکلیف ڈبل ثواب، تو ہمارے جن بزرگوں نے تمتع کا نظریہ قائم کیا ان کے نزدیک عیسیٰ علیہ السلام کا احرام بھی دو دفعہ ہو گا۔ حج کا الگ عمرہ کا الگ۔ عیسیٰ علیہ السلام حج سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ منورہ میں واپس آئیں گے ان کا قیام مدینہ منورہ میں ہو گا۔ آخر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ (فیئنتی علی قبری) میرا بھائی اور میرا

دوست عیسیٰ میری قبر پر آئے گا۔ وہ حجۃ مبارکہ جو کسی بادشاہ کے لئے بھی کھولا نہیں جاتا، قبر شریف کی اندر کی وہی چار دیواری جس کی مٹی میں سارے کائنات کا سردار سویا ہوا ہے۔ عیسیٰ علیہ السلام کے لئے اس کا دروازہ کھلے گا۔ اور کسی کے لئے وہ دروازہ نہیں کھلے گا۔ بعض بزرگوں نے تو یہاں تک فرمایا کہ وہ دروازہ معجزہ کھلے گا بغیر کنجی لگائے کے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اندر تشریف لے جائیں گے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضے پر کھڑے ہو کر کہیں گے "الصلوٰۃ والسلام علیک یا محمد" اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ پر صلوٰۃ و سلام ہو۔ حضور علیہ الصلوٰۃ فرماتے ہیں (یسلم علی) وہ مجھ پر سلام بھیجیں گے۔ ولاردی علیہ السلام۔ اور میں سلام کا جواب دوں گا۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ سلام کا جواب عیسیٰ علیہ السلام سنیں گے جو ساتھ کھڑے ہوں گے وہ بھی سنیں گے۔ یہ دلیل ہو گی یہ سلام اور جواب اور یہ سننا دلیل ہو گی۔ کہ جس پیغمبر نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے ساڑھے چھ سو سال بعد ظہور فرمایا اور پھر ان کے آسمان پر اٹھائے جانے اور زمین پر اترنے کا جو اتنا طویل عرصہ ہے۔ اس میں ابتدا میں بتا دیا کہ میری زندگی میں نہیں میرے جانے کے بعد میری امت کے آخری رہنماؤں میں عیسیٰ آئے گا۔ اور وہ یہ کام کرے گا۔ یہ سلام و جواب اس صادق و مصدق صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی صداقت کی دلیل بن جائے گا کہ مکہ اور مدینہ میں جو کہا تھا وہ آج پورا ہو رہا ہے اور جو چشم بینا اور گوش شنوا موجود ہے وہ آنکھوں سے دیکھ لے اور کانوں سے سن لے کہ عیسیٰ کھڑے ہیں اور محمد علیہ السلام قبر شریف میں ہیں۔ وہ بول رہے ہیں اور وہ جواب دے رہے ہیں۔ تو جو کہا گیا اس کی اس دن تصدیق ہو گی

جس دن حضرت علیہ السلام روضہ کے اندر جائیں گے۔

"نکاح حضرت عیسیٰ علیہ السلام"

اس کے بعد مدینہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیام ہو گا (شم بیتزوج) پھر وہ نکاح کریں گے۔ (فیولد لہ) پھر ان کی اولاد ہو گی۔ جو چیز پروگرام میں لکھی ہوئی ہو۔ عملی طور پر چاہے وہ ظاہر نہ ہو۔ عقلی لحاظ سے دلیل کے طور پر کہا جاتا ہے کہ یہ بالکل فکسڈ پروگرام (Fixed Programme) ہے طے شدہ ہے، سمجھیے کہ یہ ہو چکا ہے، جو چیز عمل درآمد کے لئے طے کر دی جائے دنیا میں ضابطہ یہ ہے کہ پروگرام جب طے ہو جائیں اور وہ ابھی تک واقعہ میں نہ ہوں۔ سمجھے جاتے ہیں کہ ہو گئے۔ کیونکہ طے ہے۔ تو اللہ میاں کا پروگرام بھی طے ہو چکا ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کا نکاح اللہ کی تقدیر میں لکھا جا چکا۔ محمد کریم علیہ السلام بیان فرما چکے۔ حضور کا شہر عیسیٰ علیہ السلام کا سسرال ہو گا۔ حضرت عیسیٰ کی زوجہ محترمہ مدینہ میں سے ہوں گی۔ ان کی اولاد بھی وہیں ہو گی۔ اور جو مہدی حضرت عیسیٰ کے ساتھ مل کر دجال سے اور یہودیوں سے جہاد کریں گے وہ ابھی آئے نہیں۔ ان کی پیدائش کے آثار بالکل نزدیک ہیں۔ خاص طور پر یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ وہ پہاڑ یا غار میں سے نہیں نکلیں گے۔ حضرت مہدی مدینہ میں پیدا ہوں گے۔ یولد فی المدینہ۔ سادات کے گھر میں اور امام حسن کی اولاد میں سے ہوں گے۔ جوانی کے عالم میں لوگ انہیں کھنے لگ جائیں گے کہ آپکی شکل اس علیہ سے ملتی ہے جو جد امجد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی کہیں آپ مہدی تو نہیں؟ تو حدیث میں آتا ہے کہ وہ چھپنے لگیں گے کہ لوگ مجھے سچ بچ

مہدی نہ کہدیں، ان کو معلوم نہیں ہوگا کہ میں مہدی ہوں، کیونکہ وہ نبی نہیں ہیں کہ ان پر وحی آئے۔ وہ چھپتے چھپاتے مکہ میں آجائیں گے۔ مکہ میں آکر ایک دن وہ حج کے دوران طواف کر رہے ہوں گے کہ شام کے اولیاء اللہ کے گروہ میں سے ایک شخص طواف کرتے ہوئے کعبۃ اللہ کے جنوبی کونے پر "رکن یمانی" اور مقام ابراہیم کے درمیان ان کا دامن پکڑ لے گا۔ کہ ٹھہر جائیے حضرت، ہم نے آپ سے بات کرنی ہے۔ وہ کہیں گے تم خواب خواہ کیوں مجھے پکڑتے ہو؟ اور طواف میں مشغول ہونے لگیں گے۔ وہ کہیں گے کہ نہیں پہلے ہماری بات سنئے چنانچہ طواف رک جائے گا۔ ہزاروں انسانوں کی چلتی ہوئی مشین رک جائے گی، ان اولیاء اللہ کا سردار کہے گا کہ آپ کا حلیہ یہ بتاتا ہے کہ آپ امام حسن کی اولاد اور رسول اللہ کے نواسے ہیں اور آپ مہدی ہیں، وہ کہیں گے بالکل نہیں، میں ایک عام مسلمان ہوں۔ آپ میرا پیچھا چھوڑ دیں۔ وہ کہیں گے نہیں۔ حدیث میں بتاتا ہے کہ جب اولیاء اللہ اصرار کریں گے۔ تب وہ بتائیں گے کہ ہاں میرا نام محمد مہدی ہے۔ باپ کا نام عبد اللہ ہے۔ ماں کا نام آمنہ ہے اور میں امام حسن کی اولاد میں سے ہوں۔ مدینہ میں فلاں شاخ میں پیدا ہوا ہوں۔ یہاں حج کے لئے آیا تھا۔ فیبا یعنہ، چنانچہ سارے کے سارے اولیاء اللہ اور ابدال شام و عراق، امام مہدی کی بیعت کریں گے۔ اس وقت پتا چلے گا کہ مہدی آگئے ہیں۔

"سبائیوں کے تین جھوٹ"

ظہور امام مہدی کے حوالہ سے یہ تین جھوٹ ہیں جو سبائیوں نے امت کے ذمہ لگائے اور تینوں جھوٹ یہودیوں نے امت کے ذمہ لگوائے، یاد رکھیں کوئی

آدمی اب کسی قبر سے یا غار سے ظاہر ہو کر امت کی رہنمائی نہیں کرے گا۔ ایسا کسی نبی کی کتاب و سنت سے ثابت نہیں اور اللہ نے بھی نہیں فرمایا کہ غار سے یا پہاڑ سے کوئی نکلے گا۔ اور تمہاری رہنمائی کرے گا۔ جیسے اور اولیاء اللہ پیدا ہوئے ہیں۔ ایسے ہی امام مہدی پیدا ہوں گے۔ خاندان حسنی ہوگا۔ ان کا نام محمد ہوگا۔ ابا کا نام عبد اللہ ہوگا۔ اماں کا نام آمنہ ہوگا۔ اس کی تصدیق خود علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمائی۔ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس محراب میں کھڑے تھے یا آپ نے خود کھڑا کر لیا اور فرمایا کہ امام مہدی میرے اس نواسے کی پشت سے پیدا ہوں گے۔

"ابو اسحاق تابعی کی روایت"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھی ابو اسحاق تابعی رحمہ اللہ کی روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ کوفہ کی جامع مسجد میں مولائے مومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن کھڑے تھے اور حضرت حسن کو پاس کھڑا کر لیا۔ اس وقت امام حسن جوان تھے۔ جوان رعنا تھے پینتیس چھتیس برس کی عمر تھی۔ شباب تھا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دو تین دفعہ بیٹے کو خطبہ دیتے ہوئے یوں دیکھا اور پھر حاضرین سے پوچھا (ارائیتم) تم نے دیکھا کچھ؟ کہنے لگے نعم یا امیر المؤمنین، آپ نے حسن کو دیکھا ہے، کہنے لگے میں نے ایسے ہی نہیں دیکھا، یوں ہی ایک وقت تھا۔ جمعہ کا دن تھا، جیسے میں آج منبر پر ہوں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تھے۔ جیسے یہ میرا بیٹا جوانی کے عالم میں میرے سامنے محراب میں ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیچپن

میں تھا۔ تو محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو اس دن فرمایا تھا۔ اس بیٹے کے متعلق میں آج کہتا ہوں، تم سن لو۔ انہوں نے فرمایا تھا۔ یولد من صلب ابنی هذا۔ میرے اس بیٹے کی پشت سے مہدی پیدا ہو گا۔ میں نے حسن کو ایسے نہیں دیکھا، میں نے حضور کی نقل کی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بچپن میں حسن کو دیکھا، میں نے جوانی میں، میں نے نقل کی حضور کی، سنت کی پیروی کی۔ جیسے حضور نے فرمایا تھا۔ میں نے ویسے ہی نقل کر دیا۔ انہوں نے حسن کو ایسے دیکھا ایک دفعہ یا دو تین دفعہ اور آگے فرمایا (یواطنی اسمہ اسمی) اس حسن کی اولاد سے پیدا ہونے والے میرے بچے کا نام میرے نام جیسا محمد ہو گا (واسم ابیہ اسم ابی) اور دوسری روایت میں شاید یہ بھی آتا ہے کہ (واسم امہ اسم امی) اس کے باپ کا نام میرے باپ جیسا ہو گا۔ یعنی عبد اللہ اور اس کی ماں کا نام میری ماں جیسا ہو گا یعنی آمنہ۔ یہ روایت ابواسحاق تابعی کی ہے۔ جو شاگرد ہیں، ساتھی ہیں، دوست ہیں، جناب امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب کے (رضی اللہ عنہ) امت کا اس روایت پر اجماع ہے۔ اتفاق ہے یہ روایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتی ہے۔ کوئی دیو مالائی و ڈرامائی روایت امت کے عقیدہ کے مقابلہ میں حجت نہیں ہو سکتی۔ پاؤں کی ٹھوکر سے ارٹا دینے کے قابل ہے۔ تین جھوٹ ہیں۔ جو امت کے ذمہ لگائے گئے کہ مہدی پیدا ہو چکا، اصحاب کھف کی طرح سویا ہوا ہے، دس ہزار سال یا نو ہزار سال کے بعد آئے گا۔ ہمیں ایسے مہدی کے متعلق سوچنے کی بھی ضرورت نہیں۔ قرآن اس کے پاس ہے۔ اگر قرآن اس کے پاس ہے تو کیا ہم گرتے لے کر بیٹھے ہوئے ہیں یا بائبل؟ الحمد للہ قرآن تو ہمارے پاس ہے۔ مہدی کون سا قرآن

لائے گا؟ حالانکہ مہدی خود ہی قرآن آکر پڑھے گا۔ جو حضرت ابو بکر۔ نے جمع کیا۔ بچپن سے وفات تک جس کو ام المؤمنین حضرت حفصہ بنت عمر بن خطاب نے اپنے گھر میں جمع کیا، جس کو عثمان نے بین الدفتین قریش کی فصیح لغت پر جمع کر کے اسکی نقلیں پورے عرب میں بھجوائیں، امام مہدی خود اسی قرآن کے محتاج ہو گئے۔ وہ اپنا کوئی الگ قرآن لے کر نہیں آئیں گے اور اگر کسی کا الگ کوئی قرآن ہے تو پھر وہ اس کے اپنے لئے ہو گا۔ ہمیں کسی شخص کا قرآن، کسی خاندان کا قرآن، کسی قبیلہ کا قرآن نہیں چاہیے، ہمیں وہ قرآن چاہیے جو لوح محفوظ میں ہے جو اللہ کے علم میں ہے جو تیس برس میں مکہ کے اندر غار حرا سے شروع ہو کر حضور کی اونٹنی قصوا پر اتر رہا ہے اور پھر مکہ میں ہی جس کا نزول عرفات کے اندر حجتہ الوداع کے موقع پر مکمل ہوا ہمیں تو وہ قرآن چاہیے۔ محمد مہدی بھی اسی قرآن کے محتاج ہوں گے۔ یہ تین باتیں ہمیشہ کے لئے ذہن نشین کر لیجئے کہ روافض کے جھوٹ کے مطابق امام مہدی ظاہر نہیں ہوں گے، بلکہ پیدا ہوں گے! دوسری بات! حسینی نہیں ہوں گے، حسنی ہوں گے۔ تیسری بات یہ کہ وہ کوئی نیا مذہب لے کر نہیں آئیں گے بلکہ امت محمدیہ علی صاحبہا السلام والتحیہ اور ابو بکر صدیق سے لے کر وحشی بن حرب تک ایک لاکھ چالیس ہزار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جو دین وراثت میں ملا ہے۔ محمد مہدی بھی آکر اسی دین پر عمل کریں گے، تین باتیں، چوتھی بات جو علماء امت نے کہی۔ جسکا حدیث سے تعلق نہیں قیاس ہے۔ گمان غالب سے جس کا تعلق ہے کہ اس وقت بھی دنیا کی ۳/۳ آبادی اہل سنت والجماعت اور مسلک حنفی کی پیروکار ہے۔ دنیا کی ۳/۳ مسلمان آبادی اللہ کی تقسیم سے، اللہ

کے ہاں مقبولیت کی وجہ سے امام ابو حنیفہ کے مسلک کی ماننے والی ہے۔ اس کی روشنی میں علماء فرماتے ہیں کہ جب اجماع امت کے مطابق مہدی عمل کریں گے چونکہ اجماع امت ابو حنیفہ کے مسلک کے مطابق ہے۔ ہمارا خیال ہے اور گمان غالب یہ ہے کہ جب امام مہدی آئیں گے اہل سنت والجماعت کے امام ہوں گے اور مذہب ابو حنیفہ کے پیروکار ہوں گے تو یہ تین جھوٹ ہیں، انہیں کھریج دیجئے اپنے داغوں سے، اللہ کے رسول پر تہمت ہے۔ قرآن پر تہمت ہے، حدیث رسول پر تہمت ہے، پوری امت کو جھوٹا کہا جا رہا ہے اور جو پوری امت کو جھوٹا کہے اس سے بڑا کائنات میں کذاب ابن کذاب اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ امت محمدیہ گنہگار ہو سکتی ہے۔ فاسق و فاجر ہو سکتی ہے، بدکار ہو سکتی ہے، لیکن خدا اور رسول کو جھوٹا بھی کہے اور امت بھی ہو؟ ایسے ملعون کو اللہ اور اللہ کا رسول امت میں شمار کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

نکاح کی اہمیت:

نکاح وہ چیز ہے جس کے ایک لاکھ تیس ہزار نو سو ننانوے نبی پابند ہیں۔ حضرت عیسیٰ کا نکاح تقدیر میں ہو چکا ہے تو عملاً بھی ہوا ہی سمجھو۔ اگرچہ عملی طور پر ظہور میں کب آئے گا، جب دجال ختم ہو جائے گا۔ کائنات کے آخری دور میں اسلام عملاً نافذ ہو جائے گا۔ اس وقت میں انشاء اللہ عیسیٰ علیہ السلام کا نکاح ہو گا۔ یہ سنت انبیاء ہے۔ مرد بھی سن رہے ہیں اور عورتیں بھی سن رہی ہیں۔ اس لئے تفصیل میں نے دانستہ بیان کی ہے ان باتوں کو ہمیشہ یاد رکھیں کیونکہ ان کا تعلق دین کے بنیادی عقائد سے ہے۔ اس میں عورتوں اور

مردوں کی کوئی تخصیص نہیں۔ کوئی نبی ایسا نہیں جس نے نکاح نہیں کیا سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے، کیونکہ ان کے لئے خاص دعائیں گئی تھیں اور وہ قبول ہوئی۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک مختلف انبیاء نے مختلف اوقات میں مختلف نکاح کئے۔

"نکاح حضرت داؤد علیہ السلام"

بائبل کی جو تشریح ہے اور اہل سنت والجماعت کا اکثریتی لٹریچر، حدیث مبارک اور سیرت و تاریخ کا لٹریچر اس کی تصدیق کرتا ہے کہ حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک سو بیویاں تھیں۔ ایک سو بیویاں۔ کیا یہ صرف اولاد کے لئے تھیں؟ ہرگز نہیں، لادین لوگ ہمارے داغوں میں فوراً انجکشن لگاتے ہیں کہ وہ کیا عشق پرستی ہے، عجیب دین ہے، عجیب مذہب ہے، سو بیویاں، کیا کرتے ہوں گے، حضرت داؤد علیہ السلام؟ ان عقل کے اندھوں کو یہ معلوم نہیں کہ وہ سو بیویاں کئی لاکھ بنی اسرائیل کی ماؤں کی استاد تھیں۔

وہ نبیوں کی بیویاں ہیں اور ایک ایک بیوی خود دار العلوم ہوتی ہے۔ نبی کی بیوی صرف اس لئے نہیں کہ وہ اولاد پیدا کرے۔ داؤد علیہ السلام کا علیہ ازروئے بائبل پتلا سا وجود ہے، اور پینمبروں میں سے جس پینمبر کا قد چھوٹا ہے وہ حضرت داؤد علیہ السلام ہیں۔ جب نبوت ابھی نہیں ملی تھی، داؤد علیہ السلام کو تو انہیں فوج میں کوئی بھرتی نہیں کرتا تھا۔ جناب طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ کمزور بچہ، یہ کیا جنگ لڑے گا؟ یہ بے چارہ تو ہتھیار اٹھانے سے بھی معذور ہے۔ لیکن ان کو معلوم نہیں تھا، چونکہ وہ نبی نہیں تھے، وہ بعد میں

صحابی ہوئے۔ جنگ میں جب داؤد کو دیکھا تو پہلوان پیچھے رہ گئے، یہ پہلا دہلا چھریرا آدمی مار دھاڑ کرتا ہوا، صفوں کو چیرتا ہوا آگے نکل گیا اور وقت کے سب سے بڑے پہلوان کو چت کیا، قرآن میں اس کا ذکر ہے (وقتل داؤد جالوت) داؤد نے جالوت کو مارا۔ جس کو مارنے سے بنی اسرائیل کے پہلوان ڈرتے تھے۔ جب یہ دیکھا تو پھر داؤد کی قدر آئی حضرت طالوت کو اور پھر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے حضرت داؤد کو پیغمبری بھی ملی۔ اور جب طالوت رخصت ہوئے تو ان کے قائم مقام کے طور پر داؤد علیہ السلام کو سلطنت ملی۔ سلطنت مل گئی تو وہ مستقل بادشاہ ہوئے۔ ان کو خلافت بھی دی گئی اور نبوت بھی دی گئی۔ دونوں نعمتیں ان کے قدموں میں ڈال دی گئیں۔ اور معجزات بھی دیئے گئے۔

"نکاح حضرت ابراہیم علیہ السلام"

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی دو بیویاں ازروئے قرآن و ازروئے سیرت و تاریخ اور ازروئے بائبل ثابت ہیں۔ پہلی بیوی حضرت "سارہ" سیدنا اسحاق علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی اماں جان تھیں۔ جب سیدنا ابراہیم علیہ السلام منصر تشریف لے گئے تو وہاں کے بادشاہ نے بد معاشی کا ارادہ کیا۔ اور حضرت سارہ پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی۔ تین دفعہ ہاتھ ڈالا تین دفعہ مظلوم ہوا۔ یہی معجزہ دیکھ کر اس نے توبہ کی۔ اور پھر اپنے خاندان کی ایک لڑکی جس کا نام ہاجرہ تھا، ان کو دیدی یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا شاید آپ کو کوئی عیسائی مبلغ، پادری یا ان کا کوئی مبلغ شبہ میں ڈالنے کی کوشش کرے۔ کبھی بھی کوئی یہودی یا کوئی عیسائی مورخ اصل بائبل کی عبارت کبھی نہیں

سنائے گا۔ اصل بائبل میں میں نے خود پڑھا ہے عربی رسم الخط میں لکھی ہوئی ہے (ہا غاریتہ شفعہ) کہ باجرہ اس کے خاندان کی بیٹی تھی اس کی باندی نہیں تھی۔ عبرانی میں بیٹی کو بتی کہتے ہیں اور (ہاغار) تلفظ ہے باجرہ کا، (یعنی ہاغار بتی شفعہ) باجرہ اس کے خاندان اور اسکے اپنی طرف کی بیٹی تھی۔ باندی نہیں تھی۔ عیسائیوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی بدولت ہمارے نبی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو طہنہ کرنے کی کوشش کی۔ کہا کہ ہاں، معلوم ہے ابراہیم کی ایک باندی تھی اس کی اولاد۔ حالانکہ باندی ہونا بھی کوئی جرم یا عیب نہیں، وہ بھی خدا کی مخلوق ہے، لیکن یہ جھوٹ ہے عیسائیوں نے لاکھ چھپانے کی کوشش کی۔ یہودیوں نے لاکھ فریب کی کوشش کی۔ لیکن باجرہ کی عزت پھر بھی بلند ہے۔ خود تحریف کی ہوئی بائبل چن رہی ہے۔ کہ باجرہ باندی نہیں تھی شہزادی تھی بادشاہ مصر کے اپنے خاندان کی عورت جو اس بادشاہ نے توبہ کرنے کے بعد حضرت سارہ کی سوکن کے طور پر حضرت ابراہیم کے سپرد کی۔ چنانچہ انہی حضرت باجرہ کے بطن سے حضرت اسماعیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا ہوئے۔ تو دو بیویاں حضرت سارہ اور حضرت باجرہ حضرت ابراہیم کی ثابت ہوئیں۔

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی تعداد تیرہ ہے جن میں گیارہ آزاد اور دو باندیاں تھیں۔ ان کے نام ذہن نشین کر لیجئے۔ (۱) حضرت خدیجہ۔ (۲) حضرت سودہ بنت زمعہ۔ (۳) حضرت عائشہ بنت ابوبکر،

(۳) حضرت حفصہ بنت عمر، (۵) زینب ام الماکنین۔ (۶) ام حبیبہ رملہ بنت ابوسفیان، (۷) صفیہ زینب بنت حبیبہ ابنی اخطب (۸) زینب بنت جحش (۹) جویریہ بنت زرارہ، (۱۰) ریحانہ بنت شمعون۔ (۱۱) میمونہ بنت حارث (۱۲) ماریہ القبطیہ (۱۳) ام سلمہ بنت ابی امیہ۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہن اجمعین ہمیں یہ نام تو یاد نہیں رہتے اور اگر یاد ہیں تو پیشہ و فحاشوں، فلمی ایکٹرسوں اور ناچنے والیوں کے۔ خمریوں اور کنواریوں کے گھروں میں ہمیں یہ نام لیتے ہوئے پسینہ آجانا چاہیے۔ لیکن ہمیں دیوثی اور بے غیرتی کی دیمک چاٹ رہی ہے۔ زانی اور بدکار عورتوں کے گانوں سے ہماری صبح کا افتتاح ہوتا ہے اور جب رات کے بارہ بجے مردار ہو کر ہم بستروں پر گر جاتے ہیں۔ تو زانی اور بدکار عورتوں کے گانے سن کر مردار ہوتے ہیں۔ فرشتے لعنتیں بھیج کر جاتے ہیں۔ اپنے گھروں کو پاک کرو (لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا) اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ خدا کے عذاب سے ڈرو، اہمات المؤمنین کے نام لے کر سو جاؤ، نبی کی بیٹیوں کا نام لے کر سو جاؤ گھر بہشت بن جائے گا۔ نبی کی اہل اولاد کا نام لے کر سو جاؤ، مجھے یقین ہے کہ روح پاک ہو جائے گی زندگی میں جنت میں پہنچ جاؤ گے۔ حضور علیہ السلام کے پانچ چھ دادوں کے نام یاد کرو، علماء نے لکھا ہے کہ پانچ پشتوں کے نام یاد کرنا از روئے اخلاق واجب ہے، امت پر اور ہمارا یہ حال ہے؟ ہم کیا یاد کریں گے نبی کے گھر آنے کے نام، میں آپ سے با وضو عرض کرتا ہوں کہ میں نے چلہ کشی کے طور پر یاد کرنے کی کوشش کی ہے، اب بھی یاد ہوتے نہیں، میرا حافظہ کمزور ہے، میرا جی

تو یہ چاہتا ہے کہ مجھے سب صحابہ کے نام یاد ہوں۔ ان کی بیٹیوں کے نام یاد ہوں، یہ بھی دین ہے لیکن ہم کون سے نام یاد کرتے ہیں؟ جن کا تذکرہ میں نے ابھی کیا ہے۔

آپ اس کو معمولی کام سمجھتے ہیں، آپ کو معلوم نہیں ہے۔ گیارہ سو برس کی محنت کے بعد۔ سہائیوں نے تہرائیوں نے، رافضیوں نے، ہمارے دماغوں سے، ہمارے دلوں سے، ہمارے گھروں سے، ہماری کتابوں سے، ہمارے سکولوں اور کالجوں کے کورسوں سے ان ناموں کو کھرچ کر باہر نکال دیا ہے۔ جو سازش ہم سے روارکھی گئی ہے ہمیں اس کے نتائج کا احساس اور اندازہ نہیں۔ یہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ ہے کہ ہم زندہ ہیں۔ دشمن نے کوئی کھی نہیں چھوڑی تھی ہمیں تباہ و برباد کرنے میں۔

ایک خاندان کے چند مصنوعی دس بارہ نام ہمارے گھروں میں ڈال کر ڈیڑھ لاکھ صحابہ، تیرہ ازواج مطہرات، چار بیٹیاں، تین صاحبزادے، تیس بیٹیاں سائے تیس بیٹیاں سائیاں سر، ان سب کے نام ممو کرادیئے دشمن نے ہمارے ذہنوں سے، نبی کے گھر آنے سے پہلے رشتہ کاٹا ہے ہمارا اور ہم خوش ہیں؟

صیاد مطمئن ہے کہ کاٹنا نکل گئی

مچھلی خوش ہے کہ میں گوشت کھا رہی ہوں اور صیاد خوش ہے کہ گوشت لاکے ساتھ کاٹنا بھی اس کے حلق میں چلا گیا، آپ کو کیا علم ہے کہ کس طرح اٹے استرے سے حمایت ہو رہی ہے۔ اپنے باپ دادا کا نام یاد رکھنا ضروری نہیں، یاد رکھینے کہ اگر تخم کا ثبوت ظاہری باپوں کا نام یاد رکھے بغیر نہیں مل سکتا تو پھر جس کو محمد کریم علیہ السلام کے ساتھیوں، ان کی گھر و بیویوں اور ان کی اہل

اولاد کے ناموں سے کوئی تعلق نہ ہو، اس کا ایمان بھی حلالی نہیں، یاد کریں، یاد کرنے کی کوشش کریں۔ یہ سب نکاح ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ عورتیں آزاد تھیں۔ آزاد گھروں سے آئیں ایک آدھ عورت دنیاوی رواج کے طور سے باندی تھی۔ اسے آزاد کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم میں داخل کیا۔

ریحانہ بنت شمعون رضی اللہ عنہا

ریحانہ بنت شمعون بنو قریظہ کے یہود میں سے آئیں۔ حجتہ الوداع کے بعد ایک مہینہ یا اکیس دن زندہ رہ کر ان کا انتقال ہو گیا۔ وہ غم میں ہی ختم ہو گئیں۔ ماں باپ سے جدائی، صدمہ، کوئی بچہ نہیں تھا، جو تھا وہ پھلے مر گیا، علماء نے مختلف وجوہ بیان کی ہیں۔ بعضوں نے یہ کہا ہے کہ اگرچہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں آگئیں لیکن انہیں قید سے جدا ہونے کا، ماں باپ کے مرنے کا، قید کی تباہی کا اتنا غم تھا کہ وہ غم ان کی بیماری بن گیا، ہو سکتا ہے، طبعی غم تو ہوتا ہی ہے؟

"حضرت صفیہ بن حبیب رضی اللہ عنہا"

خیبر کے یہودی خاندان سے تعلق تھا۔ ان کا یہودی خاوند، باپ اور دیگر کئی رشتہ دار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں غزوہ خیبر کے میدان میں قتل ہوئے۔ وہ مدت تک رویا کرتی تھیں اپنے بزرگوں کو یاد کر کے۔۔۔۔۔ اپنے باپ دادا تو یاد آتے ہی ہیں، یہ اور بات ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جیسا خاوند ان کو نصیب ہوا۔ لیکن رشتہ اور خون کا

تعلق تو ختم نہیں ہو سکتا۔ ہر ایک کو اپنے ماں باپ یاد آتے ہیں۔ فتح خیبر کے بعد جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں کے جنگی قیدیوں کو تقسیم کے لئے جمع کیا تو وہ صحابی کہ جبریل علیہ السلام انسانی صورت میں جب بھی آتے تو اکثر انہی کی شکل میں نازل ہوا کرتے تھے۔ یعنی حضرت "دعیتہ بن خلیفہ کلبی"۔ (رضی اللہ عنہ) آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ قیدیوں میں سے ایک باندی مجھے بھی عطاء فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ اور خود ہی کوئی ایک باندی لے لو۔ چنانچہ وہ گئے تو "صفیہ بنت حبیب ابن اخطب" کو چن لیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر بعض صحابہ نے حضور سے عرض کیا کہ "یا رسول اللہ! یہ لڑکی بنو قریظہ اور بنو نصیر کی سردار عورت ہے اور یہ آپ کے سوا کسی اور کے لائق نہیں، تب حضرت وحیہ کو فرمایا کہ "صفیہ کی جگہ کوئی دوسری باندی لے لو، اس کے بعد آپ نے ان کو آزاد کر کے امہات المؤمنین میں شامل کیا اور اُمت سے پردہ کرا دیا۔

حضرت ریحانہ بنت شمعون اور ماریہ قبطیہ یہ دونوں عورتیں باندیاں تھیں جن کو آزاد کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حرم میں داخل کیا گیا بقیہ عورتیں سب آزاد تھیں۔ ان میں ایک دو بیبیاں جب صحابہ کے ساتھ جنگ ہوئی کفار کی، اس میں قید ہو کر آئیں پھر ان کو فد یہ دے کر آزاد کیا گیا۔

"حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا"

"بی بی جویریہ بنت حارث بن ابی ضرار" طائف کے محاصرہ اور بنو ہوازن سے ٹکرائے کے بعد غزوہ بنی المصطلق میں دس یا بارہ ہزار قیدی جو صحابہ کے حصہ

میں آئے ان میں بی بی جویریہ بنت حارث بھی تھیں اور حضور کے صحابی حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں۔ صحابہ نے جا کر ثابت سے کہا تو وہ آمادہ ہو گئے۔ اس سے پہلے ثابت جویریہ سے مکاتبتہ طے کر چکے تھے۔ اس میں پھر دو روایات ہیں۔ ایک یہ کہ جویریہ کے والد نے آکر عرض کیا کہ میری عزت کا سوال ہے میری لڑکی کو آزاد کر دیجئے۔ پھر خود فد یہ دے کر آزاد کرا لیا اور حضور نے نکاح کر لیا اور دوسری روایت جو زیادہ صحیح ہے کہ صحابہ نے جب عرض کیا تو آپ نے سیدہ جویریہ سے استفسار کیا انکی رائے لی تو بولیں کہ میں آپ کی خدمت میں آنے کو تیار ہوں، تو حضور نے از خود بدل کتابت ادا کر کے ان کو آزاد کیا اور پھر نکاح کر کے امہات المؤمنین میں شامل کیا اور امت سے پردہ کرا دیا ان کا پہلا نام برہ تھا آپ نے تبدیل کر کے جویریہ تجویز کیا۔

"حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا"

بی بی ماریہ قبطیہ جب آئیں تو بے پردہ تھیں، جوان تھیں حسین تھیں، ازواج مطہرات میں ان کا حسن مشہور ہے۔ جن لوگوں نے اس وقت انہیں دیکھا یا جن عورتوں نے گواہی دی وہ کہتی ہیں کہ حضور کی ازواج مطہرات میں جو مانیں ہیں امت کی۔ ان میں سب سے زیادہ لمبے اور حسین بال جن کے تھے وہ ماریہ قبطیہ تھیں، اور ان کے بطن مبارک سے حضور کے صاحبزادہ تولد ہوئے، ابراہیم --- جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے سیدہ ماریہ باندی تھیں۔ مصر کے عیسائی گورنر مقوقس نے بھیجی

تھیں، حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ۔ روغن زیتون بھیجا، روغن بلسان بھیجا، وہاں کے موزے بھیجے، عبا بھیجی، قبا بھیجی، مصالحہ جات بھیجے، کھانے پینے کی چیزیں بھیجیں۔ دو ہاندیاں بھیجیں۔ (شیریں اور ماریہ) شیریں حضور کے صحابی حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو دے دی گئیں اور حضرت ماریہ حضور کے گھر میں آگئیں حضور نے ان کو آزاد کیا۔ ان کو امہات المؤمنین میں شامل کیا اور پھر ان کا امت سے پردہ کرا دیا۔ بعد میں ان کو علیحدہ مکان لے کر دیا، جہاں یہ فرزند ابراہیم پیدا ہوئے۔ حضور کے گھر میں آنے والی عورتیں تیرہ ہیں، داؤد علیہ السلام کی سو بیویاں ہیں، بقیہ پیغمبروں کی اللہ جانے یا وہ پیغمبر جانیں، جو معنوم ہو سکا پیش کر دیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

"نکاح سنت انبیاء ہے"

اس طویل تمہید اور واقعات کو بیان کرنے سے میرا مقصود صرف یہ بتانا تھا کہ نکاح رسم نہیں، نکاح زندگی کی بنیاد ہے۔ نکاح آئندہ نسلوں کو اپنے وجود کا سبب بنانے کے لئے آدم و حوا کی سنت اور خدا کا قانون ہے۔ معاشرت انسانی کو برقرار رکھنے کے لئے دو جانوں کو ملا کر تیسری نسل کی افزائش اور پیدائش کا اللہ کی طرف سے مقرر کیا ہوا الہامی ذریعہ ہے۔ یہ ہے نکاح کی غیر معمولی حیثیت، تو اللہ کے تمام نبی نکاح کے پابند تھے، بہ جز یحییٰ علیہ السلام کے، مسئلہ سمجھ لو، کوئی فقیر ساری عمر نکاح نہ کرے سنت نہیں، ایک فقیر نکاح کی مذمت کرے وہ فقیر نہیں، جعلازبے، مکار ہے، کوئی بھنگی چرسی ہوگا، فراڈی ہوگا، نکاح کی مذمت وہ شخص کر سکتا ہے جو درپردہ بد معاشی کرے، بدکاری

کرے اور ظاہر میں جتنی سستی ہے، نبی کا پیروکار نکاح کی برائی نہیں بیان کر سکتا۔ نبی کی پیروی کرنے والا نکاح کی تعریف کرے گا، ہاں! ایک شخص اگر اللہ کی دی ہوئی قوت کے ساتھ ساری عمر برائی سے بچ سکتا ہو اور بچ جائے، یہ اس کے لئے ذاتی طور پر اچھا ہے افضل پھر بھی نہیں، افضل پھر بھی یہی ہے کہ نکاح کرے، نکاح صرف اس لئے نہیں ہے کہ اولاد ہی پیدا ہو، نکاح اس لئے ہے کہ اللہ کے قانون کے مطابق نسل انسانی کی افزائش ہو۔ ورنہ پروردگار عالم اپنے نبیوں کو کسی ایسے کام کا حکم نہ دیتے جو نکما بے مقصد اور فضول ہوتا۔ اللہ کریم نے اپنے پاک پیغمبروں کو وہ کام بتائے جو دنیا میں بہتر سے بہتر ہیں۔ کوئی برا کام نبیوں کو نہیں بتایا گیا۔ آپ یوں سمجھ لیں کہ نبی جو کام کرتے ہیں وہ شریعت بن جاتا ہے۔

"نبی کا ہر فعل شریعت ہے"

نبی جس طریقے سے بیٹھ کر پیشاب کرے، وہ شریعت دیکھ لو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا حکم دیا۔ کیا فرمایا

میری امت والو، قیامت تک کا قانون سن لو، جب پیشاب پانخانے کے اندر بیٹھو نہ منہ اس طرف کرو نہ پیٹھ اس طرف ولکن شرقوا وغربوا، ہاں بیٹھ جاؤ، شمال کی طرف رخ کر کے تو تمہارے دائیں ہاتھ شمالی طور پر کعبہ آجائے گا۔ یا اس طرف پیٹھ کر لو جنوب کی طرف، تو تمہارے جنوب میں کعبہ آجائے گا۔ کعبہ اپنے جگہ رہے گا۔ یا پیٹھ شمال کی طرف کر لو یا جنوب کی طرف۔ اس طرف نہ منہ کرنا ہے نہ پیٹھ کرنی ہے یہ حکم آگیا یہ شریعت ہو گئی۔ نبی کا ہر

فعل شریعت ہے۔ اگر نبی نکاح کا بایکٹا کر دیتے تو نکاح کا بایکٹا شریعت بن جاتا اور اگر ایسا کام ہو جاتا تو نبی باقی نہ رہتے۔ کیونکہ اللہ کا قانون اور فیصلہ یہ تھا کہ مخلوق قیامت تک پیدا ہو اور اگر نبی بایکٹا کرتے تو معاذ اللہ اس کا یہ مطلب ہوتا کہ وہ خدا کے قانون کی مخالفت کر رہے ہیں۔ نبی ایسی مخالفت کر نہیں سکتا۔ لہذا نبیوں نے بایکٹا نہیں کیا تو سنت انبیاء خدا کے قانون کے مطابق یہ نکاح ضرور ہونا چاہیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث مبارک سے نکاح کی اہمیت واضح ہوتی ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فَإِنَّهُ أَغْضُ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّ لَهُ وَجَاءً مَّتَّقٍ عَلَيْهِ.

(مشکوٰۃ ۲۶۴، جلد ۲، کتاب النکاح)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے نوجوانوں کے گروہ! جو شخص تم میں سے نکاح کا بوجھ اٹھانے کی طاقت رکھتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ شادی کرے اس لئے کہ نکاح غیر عورت سے نظر کو روکنے اور شرم گاہ کو بدکاری سے محفوظ رکھنے کا زبردست ذریعہ ہے، اور جو شخص اس کی طاقت نہیں رکھتا، تو پھر اس پر لازم ہے کہ (نفلی) روزے رکھے، کیونکہ وہ اس شہوت کے توڑنے کا ذریعہ ہے۔ بتانا صرف یہ تھا کہ کوئی شخص کتنا ہی مستی پر سیرگاز کیوں نہ ہو جائے۔ اس کے

لئے نکاح پھر بھی افضل ہے اور اگر افضل نہ ہوتا تو حضور علیہ السلام نکاح نہ کرتے۔ ایک نکاح نہیں متعدد نکاح نہ کرتے۔

"مہر شرعی"

یاد رکھیے! مہر نکاح میں واجب ہے کم سے کم مہر جس سے کم شریعت کے اندر ہونا نہیں وہ دس درہم ہیں۔ دس درہم، سواتین ماشے کا ایک درہم، زیادہ سے زیادہ کر لو تو ساڑھے تین ماشے، ویسے ساڑھے تین ماشے سے زیادہ ہوتا نہیں عام حالات میں لیکن یہاں کا ہمارا جو قدیم الرائج وزن ہے (چار آنے پائی) اسکو کم کر کے علماء نے جب اس کی تحقیق کی تو وہ تقریباً ساڑھے تین ماشے تک بنتا ہے۔۔۔۔۔ دس درہم سے کم میں مہر نہیں ہوتا کیا مطلب؟ اگر کوئی شخص نکاح کرنا چاہے اور وہ کہے کہ غریب آدمی ہوں۔ میں کچھ نہیں دے سکتا، مزدور ہوں چونی روز کھانا ہوں میں نے دس چونیاں اکٹھی کی ہیں تو یہ آخری حد اور درجہ ہے مہر کا۔ (۱) اس سے کم مہر ہوتا نہیں۔ دس درہم کے جتنے پیسے آج کل چاندی کی قیمت کے حساب سے بنیں گے۔ وہ ہوں گے۔ لیکن اگر ایک آدمی لاکھوں پتی ہے، اچھا کھانا پیتا ہے، ایک آدمی کروڑ پتی ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں ایک لاکھ روپیہ حق مہر دوں گا جائز ہے، مستحسن نہیں، مستحب نہیں، پسندیدہ نہیں، شریعت یہ کہتی ہے کہ یہ تکبر کا مظہر ہے یہ نمائش ہے۔ یہ ڈونڈی پٹوانا ہے، یہ رعب ڈالنا ہے، یہ بیوی کے خاندان کو مرعوب کرنے کا طریقہ ہے کیونکہ جو

(۱) آج کل کیونکہ چنی کا سکہ بند ہو گیا ہے اور روپے کی قیمت بھی رو بہ زوال ہے لہذا اس وقت چنی کا قائم مقام ایک روپے کا سکہ ہو گا اور مہر کی مقدار بھی اسی کے مطابق ملے گی جائے گی۔ (مرتب: ابن ابوزرعی عزا)

برستے ہیں وہ گرجتے نہیں اور جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں، تجربہ یہ ہے کہ زیادہ مہر لکھوانے والے بعد میں بیوی کے زخروے پر انگوٹھا رکھ کر معاف کراتے ہیں، یہ بد معاشی ہے۔ یہ جھوٹ ہے، یہ فریب ہے، یہ رسول اللہ کی توہین ہے اور خدا کی مخالفت ہے، کوئی مہر زبردستی معاف نہیں کرایا جاسکتا۔ بیوی قیامت تک معاف نہ کرے تو معاف نہیں ہوگا، یہ اس کا حق ہے اور خاوند پر فرض ہے کہ ادا کرے۔ بیوی کے پاس نکاح کے بعد جا کر بیٹھے تو السلام علیکم کہنے کے بعد ماں کے ذریعہ سے، بہن کے ذریعہ سے، خالہ یا پھوپھی کے ذریعہ سے نقد کی شکل میں، زیور اور کپڑے کی شکل میں ادا کرے۔ اصل سنت یہ ہے کہ بیوی کو خود دے کہ یہ تیرا ہدیہ ہے، تیرے وجود کی قیمت نہیں، میرے اور تیرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اور تیرے اور میرے خدا نے اپنے پیغمبر کے ذریعہ جو شریعت نازل کی ہے، اس میں لکھا ہے کہ ("المہر حق شرعی واجب") یہ تیرا مہر، تیرا حق ہے جو مجھ پر واجب کیا ہے شریعت نے، میں تجھے پیش کرتا ہوں۔ یہ واجب کسی صورت معاف نہیں ہوگا، جو شخص اس کی ادائیگی کا منکر ہے یا زبردستی معاف کراتا ہے۔ تو قیامت کے دن وہ کوڑھی ہوگا۔ جب بطور مہر ادا شدہ پیسہ، کپڑے، اور زیور عورت کے پاس چلے گئے تو وہ اس کی ملکیت ہے خاوند ڈنڈے کے زور سے اگر چھینتا ہے تو چھین لے، ملکیت عورت ہی کی رہے گی اور جب یہ زیور پیسہ عورت کی ملکیت میں ہو تو اس پیسے اور اس زیور کی زکوٰۃ اسی کے ذمہ آئے گی خاوند کے ذمہ نہیں اور اس پیسے میں سے جو بیچ جائیں گے۔ ذوالحجہ میں دسویں، گیارہویں اور بارہویں کو قربانی عورت پر اسی پیسے سے واجب ہوگی خاوند کے ذمہ نہیں، عورت کی قربانی

اپنی، مرد کی قربانی اپنی، ایک جانور سارے گھر کا کفارہ کسی شیطان کا تخیل ہے، بیوی کی ملکیت مستقل ہے، بیوی کے ذمہ صدقۃ الفطر مستقل ہے۔

"مہر نبوت"

سنت کے مطابق کون سا مہر ہے نوٹ کر لیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جو مہر بتیس روپے مشہور ہے۔ بالکل غلط ہے کسی زمانہ میں بتیس روپے شاید اتنی چاندی کی قیمت ہوتی ہوگی جب چاندی، چھ پیسے تولہ ماشہ تھی، اس وقت کی بات ہوگی، مگر اب نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیاں، ان سب کا مہر اور بارہ بیویاں جن کا مہر خود حضور نے ادا کیا، ام حبیبہ کو چھوڑ کر اور حضرت عائشہ کے مہر میں چند ماشوں کا فرق ہے۔ بنیادی طور پر کیا ہے؟ نوٹ کر لیجئے۔ ۱۲۶ تولے چاندی یہ تولہ کیا ہے؟ ایک وزن ہے جس کو عربی میں کہتے ہیں "اوقیہ" حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بیوی کو جو مہر دیا، وہ بارہ اوقیہ تھا، بارہ اوقیہ کی قیمت درہموں کے اندر بنی پانچ سودرہم اور پانچ سودرہم کا جب ہم نے وزن کیا اپنے ملک کے تول کے مطابق ہم نے اس پر برسوں تحقیق کی، تو وہ بنا ۱۲۶ تولے چاندی یا اس کی قیمت۔ حضرت خدیجہ الکبریٰ سے لے کر حضرت ام سلمہ تک، ام حبیبہ کو چھوڑ کر اور حضرت عائشہ کو چھوڑ کر جن کے مہر میں چند ماشے چاندی زیادہ تھی، ان کا مہر کیا ہوا؟ بارہ اوقیہ اور بارہ اوقیہ کی عربی سکے میں کیا قیمت بنی (۵۰۰ درہم) اور ۵۰۰ درہم کو جب وزن کیا تو کیا بنا ۱۲۶ تولے چاندی بارہ ازواج مطہرات اور چاروں بیٹیوں کا حق مہر کیا ہے؟ ۱۲۶ تولے

چاندی۔ یا اس کے مساوی نقد رقم جو سکہ رائج الوقت کے مطابق اس وقت ہے، بطور مہر ادا ہوگی۔

"حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر"

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا جو امیر المؤمنین، امام المتقین خلیفہ سادس فاتح روم و شام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہم شیر ہیں، ان کا مہر حضور نے مقرر نہیں کیا بلکہ حبشہ کے مسلمان گورنر نے اپنی طرف سے حضور کو بتائے بغیر اپنی نیک بختی اور جنت کمانے کے لئے جب حضرت جعفر طیار نے خطبہ پڑھا تو اپنی طرف سے (چار سو دینار مقرر کیا) دینار سونے کا ایک سکہ ہے، سواتین ماشے کا جس کو ہم نے اپنے ملک میں وزن کیا تو کتنا نکلا؟ ایک سو چار تولے ایک ماشہ سونا، جی ہاں۔۔۔۔ جن کو نخرہ ہے، جو کوٹھیاں اور لاکھوں روپیہ مہر لکھواتے ہیں ان جھوٹوں کا علاج بھی شریعت میں موجود ہے۔ وہ جھوٹے مکار خاوند، بیویوں کے حقوق غصب کرنے والے خاوند، ظالم خاوند، جن کی ایک ایک طرف مری ہوئی ہوگی فالج کے ساتھ قیامت کے دن، ان کا علاج بھی شریعت نے کیا کہ آؤ اگر ہمت ہے تو ایک سو چار تولے اور ایک ماشہ سونا لے کر آؤ بیویوں کے لئے، اور یہ ان کے لئے ہے جو بہت اونچے بنتے ہیں، نبی کی شریعت میں سب نمونے موجود ہیں، ایک سو چھبیس تولے چاندی اور ایک سو چار تولے ایک ماشہ سونا، یہ ہے مہر نبوت کا صلی اللہ علیہ وسلم اس کے درمیان درمیان جو بھتہ دے سکتا ہے سب جائز ہے۔

"مہر مثل"

قریشیوں میں، شیخوں میں، باشمیوں میں، ڈوگروں میں، کھوکھروں میں، بلوچوں میں پٹانوں میں، افغانوں میں، برادری اپنے گھروں میں جو بھی مہر مقرر کرے وہ جائز ہے، اس کو مہر مثل کہتے ہیں، جس برادری نے اپنی فوجوان بچیوں کا جو حق مہر باندھا ہے وہ بھی جائز ہے۔ مثال کے طور پر آپ کے ہاں، آپ نے اپنی بچیوں کے لئے پنچائیت کی کہ کیوں بھی کیا مہر ہونا چاہیے؟ اگر ہم کوئی داماد بنائیں تو کتنا مہر مانگیں؟ طے ہوا کہ پانچ سو روپیہ، یہ مہر مثل ہے کہ ایک لڑکی کی مثل دوسری لڑکی کا مہر مانگا جائے گا، شریعت نے زبردستی نہیں کی، ہاں اگر (اکثر ازواج) کی سنت پوری کرنی ہے تو ایک سو چھبیس تو لے ایک گرام چاندی۔ اگر ام حبیبہ کی سنت پوری کرنی ہے تو ایک سو چار تو لے ایک ماشہ سونا، یہ ہے حق مہر؟ یہ ہے نکاح؟ اور یہ ہے نکاح کی حقیقت؟ اللہ کریم ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وآخر دعوانی ان الحمد للہ رب العلمین۔

مختصر فضائل نکاح و احکام مہر

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الْأَخَادِيثِ الْآخَرِ

۱۔ "نکاح"۔ کا معنی ہے جوڑ، ملاپ، یہ تقریب دو افراد (میاں بیوی) کے ذریعہ سے دو برادریوں، دو خاندانوں کے میل جول کا ذریعہ بنتی ہے اور بعض اوقات دو اقوام کے صلح و آشتی اور اتفاق و اتحاد کا سبب اور واسطہ بن جاتی ہے۔

۲۔ نکاح۔ ایک اہم انسانی و معاشرتی ضرورت، اخلاقی ضابطہ اور عظیم اسلامی شائبہ اور اپنے مضمرات و نتائج کے لحاظ سے ایک مستقل "عبادت" بھی ہے اپنے خیال دل اور جسم پر جب کسی صورت بھی ضبط (کنٹرول) نہ ہو سکے تو شرعاً یہ عمل فرض و واجب ہے، عام حالات میں سنت، اور محض رضائے الہی کی خاطر تنہا زندگی گزارنے کے خواہشمند عابد و زاہد کے لئے بھی باوجود ضبط و حفاظت قدرت کے آخر وقت تک افضل و مستحب ہے، کیوں کہ انبیاء علیہم السلام سے بڑا کائنات میں نہ کوئی مستقی ہوا نہ ہو سکتا ہے اور نہ ان سے بڑھ کر رضائے الہی کا طالب۔ لیکن ان پاک اور معصوم لوگوں نے نہ صرف نکاح۔ بلکہ کئی کئی نکاح کئے۔!

۳۔ اُسودہ ازواج و اصحاب نبی علیہم السلام و الرضوان کے سچے اور پکے پیروکار، صحیح العقیدہ موجد اور نیک "سنی" ہم مسلک لوگوں سے رشتہ ناطہ جوڑنا افضل و اولیٰ اور لازم ہے اور اپنے ہم قبیلہ و خاندان یا ہم پیشہ لوگوں سے تعلق

قائم کرنا جائز اور مستحسن ہے۔!

۴۔ تلاش رشتہ کے سلسلہ میں امور ضروریہ کی تفصیلات طے کرنے کے بعد سب سے پہلے عورت کے واجب شرعی حق "مہر" کی تعیین لازم ہے۔ کیوں کہ شریعت نے صدقۃ الفطر، زکوٰۃ اور عشر وغیرہ کی طرح از خود اس کی کوئی مقدار فرض نہیں کی بلکہ محض مہر کا وجود لازم و واجب قرار دیا ہے۔ جو مہر مطلوبہ لڑکی کی ہم قبیلہ، ہم عمر اور اس جیسی صورت و سیرت والی لڑکیوں کے لئے خاندان میں مروج ہو وہ "مہر مثل" کہلاتا ہے اور جو میاں بیوی کے والی وارث یا بھی رضاء مندی سے خود طے کریں اسے مہر مسمی کہتے ہیں اور جو شخص غریب محض ہو اس کے لئے آخری حد یہ ہے کہ دس درہم ۳۵ برس پرانی قیمت کے مطابق یعنی دو روپے گیارہ آنے چار پائی یا پرانا بڑا سوا پیر یا پونے تین روپے اور موجودہ عہد کے قریباً ایک سو بیس روپے مہر لازماً ادا کرے یہ مہر کی ادنیٰ مقدار شریعت میں مقرر ہے۔ البتہ ہزاروں اور لاکھوں روپے کے سراپا اسراف و تبذیر پر تکبر و غرور۔ نمائشی مہر مقرر کرنا جو بعد از مباح ننانوے فی صدی مرد مرتے دم تک بیوی کے حوالہ کرنے کا نام تک نہیں لیتے۔ بلکہ سینکڑوں جھوٹ بول کر اور بیسیوں مکرو فریب کر کے غصب کرنے اور دھکار جانے کی ظالمانہ مہم چلائی جاتی ہے ایسے مہر۔ مہر نہیں بلکہ دولت پرستوں کے چونچلے، نخرے اور شیطانی قہر ہیں۔ ان کا مقرر کرنا قطعاً جائز نہیں۔ پھر چوں کہ یہ مسئلہ ساری امت کے لئے قیامت تک کی ایک اٹل ضرورت تھی اس لئے قانون شریعت مظہرہ میں دیگر معاملات کی طرح اس سلسلہ میں بھی اعتدال و حسن معاشرت

پیدا کرنے کے لئے سرور دو عالم، نبی و رسول خاتم صلی اللہ علیہ وسلم سے مہر کی دو مقداریں بہ طور اسوہ و سنت ثابت ہیں جنہیں حسب طاقت و موقع اختیار کرنا باعث خیر و برکت، موجب صلاح و فلاح اور سنت نبویہ کی تبلیغ و اشاعت کے لئے ایک بہترین عملی ذریعہ بھی ہے۔ اس کی مناسب تفصیل یہ ہے:

۵۔ حضور علیہ السلام کے پاک گھرانے میں آپ کے مبارک و محبوب عمل

کے دو نمونوں کے طور پر دو مہر مشہور ہیں۔

۱۔ "مہر نبوی۔ فاطمی حاشی"

۲۔ "مہر نبوی۔ حبیبی سفیانی اموی"

مہر فاطمی حاشی۔ کی جو مقدار عوام میں جاہل نکاح خوانوں اور دھکوسلے باز بدعتی ورافضی ملاؤں اور مجتہدوں نے بیس روپے۔ مشہور کر رکھی ہے وہ سراسر غلط اور جھوٹ ہے جس کا احادیث صحیحہ اور فقہ ائمہ اربعہ کے تمام دفاتر میں سے قطعاً کوئی ثبوت پیش نہیں کیا جاسکتا۔ خدا جانے کس بدعت خمیر مفسد نے یہ شوش چلایا تھا جو آج دیگر من گھڑت رسوم و بدعات اور خرافات و لغویات کی شیطانی شہرت کے پروں سے اڑتا ہوا عوامی عقیدہ کے مرکز پر آن گرا ہے کہ لاکھ سمجھاؤ مگر لوگ جلدی سے اس غلط اور جھوٹ کا پکا نہیں چھوڑتے، آئندہ سطور میں حدیث شریف کی کتب معتبرہ کی روایات لا کر اصل مہر فاطمی حاشی اور ساتھ ہی مہر حبیبی سفیانی اموی کی صحیح مقدار کا اٹل اور مدلل ثبوت پیش کر دیا گیا ہے، اب پہلے مہر فاطمی کی مقدار معلوم کر لیں۔ کہ

"مہر فاطمی حاشی کی صحیح مقدار = بارہ۔ "اوقیہ" چاندی۔ مساوی = پانچ سو۔

درہم ہے

تعریف و مقدار درہم و اوقیہ و نش:

۶- درہم کے متعلق مذکورہ تفصیلات کی روشنی میں عربی غیر اسلامی حساب اور مصدقہ فقہی تحقیق کے مطابق چودہ (۱۴) قیراط یا ستر (۷۰) "جو" یعنی ماش ایک رتی اور ایک رتی کے پانچویں ۱/۵ حصہ جتنے وزنی چاندی کے ایک قدیم سکہ کو درہم کہتے ہیں۔ حدیث اور سیرت و تاریخ سے مہر صدیقی و فاطمی ہاشمی کی ثابت شدہ صحیح اور مصدقہ منقول مقدار پانچو درہم اور قدیم عربی و اسلامی وزن کے مطابق بارہ اوقیہ ایک نش ہے۔ اور مصدقہ فقہی تحقیق کے مطابق ایک اوقیہ کا وزن ساڑھے دس تولے اور ایک نش کا وزن نصف یعنی پانچ تولے ہے۔ برصغیر ہند و پاکستان کے مروجہ اوزان کے مطابق عرصہ دراز پہلے اور آج بھی پانچو درہم یا بارہ اوقیہ ایک نش کا وزن ایک سو چھبیس (۱۲۶) تولے چاندی بنتا ہے۔ ایک سو چھبیس تولے چاندی کی قیمت سکہ رائج الوقت کے حساب سے جس زمانہ میں اور جتنی بھی بنے وہ مہر فاطمی ہے۔ یہ مقدار نبی علیہ السلام کی اکثر ازواج مطہرات خصوصاً سیدۃ الکونین، مہدومۃ الدارین، افضل نساء العالمین، حبیبۃ حبیب اللہ، صدیقہ بنت صدیق، ام المومنین، سیدتنا عائشۃ الحکیمہ، سلام اللہ و رضوانہ علیہا اور افضل بنات سیدات کائنات فی الجہاد، سیدہ زینب بنت محمد سلام اللہ علیہا سے لے کر سیدہ نساء اہل الجنۃ سیدہ فاطمہ رضوان اللہ علیہا تک آپ کی چاروں پاک بیٹیوں کا مسنون و مستحب مہر ہے۔

مہر حبیبی سفیانی اموی رضی اللہ عنہا

۷- "مہر حبیبی سفیانی اموی" کی صحیح مقدار وہی ہے جو ابو داؤد شریف کی آئندہ مذکور ہونے والی حدیث نکاح ام حبیبہ کے ضمن میں خود راویہ حدیث سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمائی ہے یعنی "مہر حبیبی سفیانی اموی کی صحیح مقدار چار سو "دینار" عربی میں دینار (قریباً پونے تین تولے وزنی سونے کے ایک قدیم سکہ کو کہتے ہیں جس کی قیمت پرانے سکہ میں چار ہزار درہم بنتی ہے اور پاکستانی سکہ میں ۶۴۵۴۲۰ روپے بنتی ہے!۔ (۱)

۸- یہ مقدار نبی علیہ السلام کی قابل ہزار فقر و منزلت زوجہ مطہرہ، سیدنا "ابو سفیان صخر" رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بنت مکرمہ اور مستقل خلیفہ، امام عادل و برحق، امیر المومنین، خال المسلمین (مسلمانوں کے ماموں) سیدنا ابو عبد الرحمن - ابو یزید - "معاویہ" علیہ السلام والرضوان - کی ہمیشہ محترمہ یعنی ذات الجبرتین قدیمۃ الایمان، ام المومنین، مہدومۃ المسلمین، سیدہ "ام حبیبہ رملہ" سلام اللہ و رضوانہ علیہا - کا خصوصی مہر ہے جو ان کے سوہی حضور کی کسی اور

۱۰ نومبر ۲۰۰۰ء کو تصدیق شدہ سونے کی قیمت فی تولہ ۶۲۰۰ روپے تھی جس کے حساب سے ایک سو چار تولہ ایک ماش کی کل قیمت ۶۴۵۴۲۰ روپے بنتی تھی۔ چنانچہ آئندہ بھی ایک سو چار تولہ ایک ماش سونے کی تازہ قیمت کے مطابق ہی مہر حبیبی کی قیمت کا تعین کیا جائے گا۔ عالمی سطح پر اور ملکی سطح پر سونے کی قیمتوں میں تغیر ہوتا رہتا ہے۔ اس لئے کل قیمت کا حتمی تعین اداسی مہر سے قبل کی گئی تحقیق پر ہو گا۔ (محمد معاویہ)

زوجہ مطہرہ کو نصیب نہیں ہوا۔ وکفی بہ فخرًا!

یہ وہ مہر ہے جو حبشہ کے مسلم و مؤمن اور جنتی حاکم امیر المسلمین، خادم المؤمنین ناصر المہاجرین، سیدنا "اصحمتہ النجاشی" رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی حبیب خاص سے حضور علیہ السلام کا نائب و وکیل بن کر ام المؤمنین سیدہ ام حبیبہ رضوان اللہ علیہا کی خدمت میں پیش کیا۔ اور جب آپ محض ام حبیبہ کی جگہ ام المؤمنین کے لقب و حیثیت میں حبشہ سے چل کر حضور کے دو سفیر صحابہ حضرت "ابو امیہ ضمری" اور حضرت "شمر جہیل بن السمط" "ابن حسنہ" رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے خاص حفاظتی دستہ کی زیر نگرانی مدینہ منورہ میں تشریف لائیں اور سفیر صحابہ نے حضور کے ساتھ سیدہ موصوفہ کے نکاح میں شاہ حبشہ کے اس اداء کردہ قیمتی مہر کی خبر حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش کی تو آپ نے اس مہر کو باوجود کثیر المقدار ہونے کے اپنی حیات طیبہ میں اپنی طرف سے پہلی مرتبہ اتنا گراں مہر دینا قبول فرمایا۔

اس مہر میں جہاں سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے لئے ذاتی اور دینی طور پر خصوصی اعزاز و اکرام کی صورت موجود تھی وہیں ان کے ذریعہ سے بلند بخت قبیلہ بنو امیہ کی مکمل دل داری کا پہلو بھی تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ حضور علیہ السلام کا یہ رشتہ و مہر آپ کے اس وقت تک کے غیر مسلم خسر ابو سفیان کے کفر و شرک میں شدت و اصرار اور غرور و نخوت کا بت توڑنے اور ان کو محض ایک قرشی ابو سفیان کے درجہ سے اٹھا کر سید القریش، سفیر و وزیر عرب، علم بردار قیادت، مسلم و مؤمن، صہر نبی (خسر) سیدنا "ابو سفیان" "صخر" قرشی اموی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام عالی اور مرتبہ سامیہ پر سرفراز کرنے کے لئے

عین حکمتہ الہیہ کے مقتضی اور امر و وحی خداوندی کے تحت ان کے اسلام و ایمان صحابیت اور بچے جنتی بن جانے کے تصور کو حقیقت بنا دینے کی ایک غیبی تدبیر کا اظہار تھا۔ جس نے بنو امیہ، قریش اور تمام عرب کی کایا پلٹ دی، اندرونی اعداء اسلام کا محاذ توڑ دیا، کفر و شرک کا قبائلی عصبیت سے دہکتا ہوا جہنم ہمیشہ کے لئے بجھ کر خاک ہو گیا، اسلام کی ترقی اور فتوحات کے دروازے کھل گئے اور عرب کے بڑے قابل خیر انسانی جوہر یعنی بنو امیہ ضائع ہونے سے بچ کر اسلام اور امت کی بنیادیں مضبوط کرنے کے کام آگئے۔

وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ. وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا.

۹۔ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم، نبی علیہ السلام کی سنت محبوبہ و مطہرہ کے لئے جذبہ اتباع کے تصدق اور حب و احترام اہل بیت امہات المؤمنین و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی برکت سے یہ حسن اتفاق پیش آیا کہ اس راقم ناچیز کا نکاح بھی سادات حسینیہ کے ایک نیک اور شریف گھرانے میں اسی مبارک و مسنون قابل اقتداء و تبلیغ مہر حبیبی سفیانی اموی پر ہی منعقد ہوا، اور اس دور شرک و بدعت و عہد سبائیت و یہودیت کی ظلمت و نخوت اور تندی و تیزی کے علی الرغم اس سنت جلیلہ کے احیاء و اقتداء اور تبلیغ کے شرف عظیم اور ثواب جہیم سے مجھے عاجز و عاصی کے حسنی ہاشمی اکابر و سادات کے خاندان کو نوازا گیا۔ فالحمد لله اولاً و آخراً اس نعمت عظمیٰ کے حصول اور اپنی قدیم نذر اور منت کے مطابق فقیر نے اپنے بڑے لڑکے کا نام بھی سیدہ ام حبیبہ کے نام دار و عالی مقام بہائی برادر نسبتی رسول (نبی کے سالے) کا تب الوحی، امام

السیاست، بدر اسلام، فتح اعظم، امیر شام، امیر المومنین، خال المسلمین، (مسلمانوں کے ماموں) سیدنا معاویہ علیہ السلام والرضوان کے نام نامی اور اسم گرامی کے مطابق ان کے والد ماجد کی کنیت ساتھ ملا کر احیاء تجدید اسماء صحابہ کی سنت کا دوبرا ثواب حاصل کرنے کے لئے سید "ابوسفیان" - "محمد معاویہ" بخاری رکھنا ہے محمد بنده بچہ ہونہار، ذہین و ذکی اور اتھار سعادت و نجات کا آئینہ نظر آتا ہے اللہ تعالیٰ اسے علم کامل و نافع، عمل صلح، عمر مبارک اور دارین میں ترقی و سرمداری سے سرفراز فرما کر دونوں خاندانوں کے لئے موجب صلاح و فلاح خصوصاً اسے اپنے سید و امیر، حدیم النظیر جد امجد سیدنا امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کا سچا جانشین اور اوصاف و حسنات کا وارث کامل بنائیں آمین۔

۱۰۔ مہر کے متعلق اس اہم بنیادی تمہید اور ضروری تفصیل کے

بعد۔ واضح رہے کہ جب مجلس نکاح منعقد ہو تو متزوج و نکاح یعنی دولہا، اور دلہن کے سر پرست، لڑکی سے اجازت حاصل کرنے والے اس کے عزیز و قریب کم از کم دو گواہوں اور دیگر حاضرین کے سامنے ایجاب قبول سے پہلے یہ آواز بلند خطبہ نکاح پڑھنا سنت ہے روایات مختلف میں خطبہ کے جو الفاظ درج ہیں وہ اب ذکر کئے جائیں گے نکاح خواں حضرات راوی کا نام چھوڑ کر آئندہ احادیث سے مرتبہ خطبہ بہ وقت ضرور پڑھ لیا کریں۔ (ابومعاویہ)



خُطْبَةُ النِّكَاحِ

۱۔ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ (بْنِ مَسْعُودٍ) رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. قَالَ: عَلَّمَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُطْبَةَ الْحَاجَةِ (النِّكَاحِ) أَنْ

نَحْمَدُ اللَّهَ. وَنُسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا ضَلَالَةَ لَهُ وَمَنْ يَضِلَّ فَلَا هَادِيَ لَهُ. وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً. وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَمْرَ حَامِلًا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ

رَقِيبًا (پہ، مع ۴)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ (الفرقان الکونین، مع ۴)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا (پہ، مع ۴)۔ (البقرہ، کتاب النکاح، مع ۴)۔

۱۲ وَعَدَهُ أَيْضًا، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. كَانَ إِذَا

تَشَهَّدَ كَرَّ حَوْه. قَالَ بَعْدَ قَوْلِهِ وَرَسُولَهُ، أَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ كَشِيرًا وَكَذِبًا بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ. مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ رَسَدَ وَمَنْ يَعُصِهَا فَإِنَّهُ لَا يَصُرُّ إِلَّا نَفْسَهُ وَلَا يَصُرُّ اللَّهَ شَيْئًا۔ (البقرہ، مع ۴)

١٣- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ - أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَفَعَ الْأَدْسَانَ - إِذَا تَزَوَّجَ - قَالَ: بَارَكَ اللَّهُ لَكَ، وَبَارَكَ عَلَيْكَ، وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ. (أَبُو دَاوُدَ ٢٨٣٨، حُطَبَاتُ الْعَمَامِ - الْمَرْجُومَةُ فِي الْأُذُنِ - لِلشَّيْخِ أَهْمَرُو عَلَى النَّهْأَوِيِّ رَحِمَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ ص ٣٣، طَبْعَةُ كَرَامِي).

١٤- وَعَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ - قَالَ: عَلَّمَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُطْبَةَ الْحَاجَةِ - (أَيَّ التَّيْكَاجِ) أَنَّ:

الْحَمْدُ لِلَّهِ أَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، أَرْسَلَهُ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا بَيْنَ يَدَيْ السَّاعَةِ، مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ رَشِدَ وَمَنْ يَعْصِهَا فَإِنَّهُ لَا يَضُرُّهُ إِلَّا نَفْسُهُ وَلَا يَضُرُّ اللَّهَ شَيْئًا؛ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ

مُسْلِمُونَ ○ (بُ، ص ٤٠، ط ٢) يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ذُو اتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ○

(بُ، ص ٤٠، ط ٢) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۚ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

فَقَدْ قَازَفُونَا عَظِيمًا ○ (بُ، ص ٤٠، ط ٢)

١٥- بَارَكَ اللَّهُ لَكَ، وَبَارَكَ عَلَيْكَ، وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ.

١٦- وَنَسَأُ اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَنَا مِنْ يَطِيعِهِ وَيُطِيعُ رَسُولَهُ، وَيَتَّبِعُ رِضْوَانَهُ وَيَجْتَنِبُ سَخَطَهُ، فَإِنَّمَا نَحْنُ بِهِ وَلَدٌ. (رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالتِّرْمِذِيُّ وَأَبُو دَاوُدَ وَالتَّيْمِيُّ وَابْنُ مَاجَةَ وَالدَّارِمِيُّ وَالحَافِظُ فِي الْمُسْتَدْرَكِ "الْمَوْضِعُ الْمُعْصِي" وَتَجْمُوعُ حُطَبَاتِ النَّافِثَةِ ص ٣٨، طَبْعَةُ دِيوبَنْد، حُطَبَاتُ الْعَمَامِ ص ٣٣، طَبْعَةُ كَرَامِي).

١٧- عَنْ عُرْوَةَ - (بْنِ الزُّبَيْرِ) - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا - عَنْ زَوْجَتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ وَنَحْنُ وَمِنَ السَّيِّدِينَ

بُنْتُ صَهْبَرِ النَّبِيِّ، سَيِّدِنَا أَبِي سُفْيَانَ - صَخْرَيْنِ حَرْبٍ، وَ أُخْتُ الْحَافِظَةِ الْعَادِلِ الرَّاشِدِ، أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَخَالِ السُّلَاطِينِ سَيِّدِنَا أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، أَبِي يَزِيدَ - مُعَاوِيَةَ - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا، سَيِّدِنَا - أُمِّ حَبِيبَةَ - (رَمْلَةَ) - سَلَامَةُ اللَّهِ وَ رِضْوَانُهُ عَلَيْهَا - أَنَّهَا كَانَتْ تَحُكُّ عُنْدَ اللَّهِ - بِنَ - جَحْشٍ فَمَاتَ بِأَرْضِ الْحَبَشَةِ، فَزَوَّجَهَا النَّبِيُّ (رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ) - النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَأَمَهَرَهَا عَنْهُ أَرْبَعًا أَلْفَ وَبَعَثَ بِهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - مَعَ -

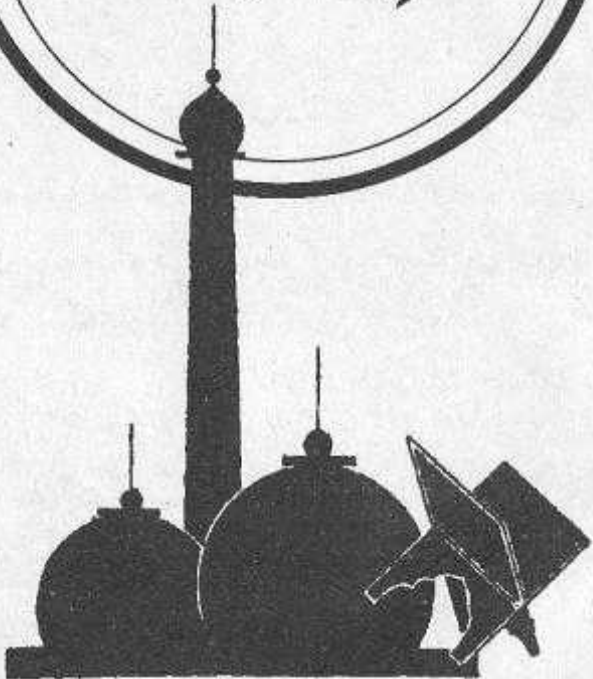
شُرْحَبِيلَ - بِنَ حَسَنَةَ (رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ) - (أَبُو دَاوُدَ ٢٨٣٨، ص ٣٣، ط ٢) عَنْ الزُّهْرِيِّ - رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى - أَنَّ النَّبِيَّ (رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ) زَوَّجَ أُمَّ حَبِيبَةَ - بُنْتُ أَبِي سُفْيَانَ - (رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا) مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - عَلَى صَدَاقٍ أَرْبَعَةِ أَلْفٍ دِرْهَمٍ، وَكَتَبَ بِذَلِكَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَقِيلَ - (أَبُو دَاوُدَ ٢٨٣٨، ص ٣٣، ط ٢)

٢٠- عَنْ أَبِي الْحَجَفَاءِ السُّلَمِيِّ - رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى - قَالَ: يَخْطُبُنَا عُمَرُ
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فَقَالَ: أَلَا أَدْعَاكُمُ ابْصُرُوا فِي النِّسَاءِ فَإِنَّهَا
لَوْ كَانَتْ مَكْرُمَةً فِي الدُّنْيَا أَوْ تَقْوَى عِنْدَ اللَّهِ كَانَتْ أَوْلَاكُمْ
بِهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مَا أَصْدَقَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ امْرَأَةً مِنْ نِسَائِهِ وَلَا أَصْدَقَتْ امْرَأَةً مِنْ بَنَاتِهِ
أَكْثَرَ مِنْ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ أُوقِيَةً. (ابن ماجه ٢٨٨٥)

٢١- عَنْ أَنَسٍ - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ - أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ - رَأَى عَبْدَ الرَّحْمَنِ - بْنَ عَوْفٍ (رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ)
وَعَلَيْهِ رَدْعُ زَعْفَرَانٍ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
مُهَيِّمٌ؟ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! تَزَوَّجْتُ امْرَأَةً! قَالَ: مَا أَصْدَقَتْهَا
قَالَ: وَمَنْ نَوَاحٍ مِنْ ذَهَبٍ! قَالَ: أَوْلَاهُمْ وَلَوْ بِشَاةٍ. (ابن ماجه ٢٨٨٥)



فَضَائِلُ وَأَحْكَامُ نَمَازِ اسْتِسْقَاءِ



فضائل و احکام نماز استسقاء

۱- لغت میں "الاستسقاء" کا معنی ہے "طلب السقيا" یعنی کسی دوسرے سے پانی عطاء کرنے کی درخواست کرنا اور شریعت میں خشک و ویران موسم اور قحط کے وقت پروردگار عالم جل شانہ کے حضور خاص انداز و لباس میں گھروں سے نکل کر خاص نماز اداء کر کے خاص میمنہ اور الفاظ میں بارش کے لئے دعاء و التجاء کو کہتے ہیں۔

۲- امام - یعنی مسلم حاکم وقت کے لئے مستحب یہ ہے کہ استسقاء کے لئے نکلنے سے پہلے بہ ذات خود بھی تین روزے رکھے۔ خالص توبہ کرے اور عوام کو بھی تین دن روزہ رکھنے اور گناہوں سے بچی توبہ خصوصاً حقوق العباد اداء کرنے کا حکم دے۔ ("الطحاوی" - "عماد الدین" ص ۳۸۳)

۳- ضعفاء بزرگوں بڑھیوں اور کم سن لڑکوں کو ساتھ لے کر جائیں اور عبادت کے وقت گود کے بچوں کو ماؤں سے جدا کر دیں۔ تاکہ عبزو مسکنتہ اور گریہ و زاری میں کمال پیدا ہو اور دریائے رحمتہ الہیہ جلدی جوش میں آجائے۔ ("الاشامی" و "الطحاوی" - "عماد" - ص ۳۸۵)

۴- پالتو اور بار بردار چوپایوں اور بے زبان جانوروں کو بھی ساتھ لے جانا

مستحب ہے۔ کیونکہ کبھی کبھی اس مسکین محض عاجز، بے زبان اور بے اختیار مخلوق کے سبب سے ہی مینہ برس پڑتا ہے۔

۵- چونکہ استسقاء محض رسم نہیں بلکہ ایک دینی شعار اور عبادت ہے۔ لہذا اس کے اجتماع میں اسلامی ملک کے کفار و مشرکین اور ایرانی مذہب والے آتش پرستوں وغیرہ "ذمیوں" کو ہرگز ساتھ نہ لے جایا جائے کیوں کہ ان کے کفر و شرک کی ظلمت و نموست رحمت و برکت کے نزول میں رکاوٹ بن جاتی ہے۔ (والعیاذ باللہ)

۶- استسقاء کے لئے برابر تین دن تک آبادی سے باہر میدان عید وغیرہ یا جنگل میں جانا چاہیے۔

۷- "مکہ مکرمہ" "مدینہ منورہ" اور "بیت المقدس" کے رہنے والے لوگوں کو بجائے میدان و جنگل کے ان تینوں شہروں کی افضل مساجد یعنی مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد سلیمانی میں جانا چاہیے۔

۸- چوتھے دن حاکم وقت لوگوں کو اس حالت میں لے کر نکلے کہ سب میلے کھیلے یا پیوند لگے ہوئے پرانے کپڑے پہنے ہوئے فقراء و مساکین، عاجزین اور بے کسوں کی صورت بنائے پورے خشوع و خضوع سے گردنیں جھکائے ہوئے پیدل چل کر جائیں۔

۹۔ ہر روز نکلنے سے پہلے از سر نو توبہ کریں۔ صدقہ خیرات دیں اور اہل اسلام کے لئے مغفرت کی دعاء کریں۔

۱۰۔ میدان یا جنگل میں پہنچ کر سب سے پہلے امام جمعہ و عیدین کی طرح دو رکعت نماز استسقاء پڑھائے جس میں قرأت بالہر ہو۔ (یعنی قرآن بلند آواز سے پڑھا جائے)

۱۱۔ افضل یہ ہے کہ پہلی رکعت میں پارہ نمبر ۲۶ کے آخر سے سورہ "ق" یا پارہ نمبر ۳۰ کے درمیان سے سورہ "الاعلیٰ" اور دوسری رکعت میں پارہ نمبر ۲ کے وسط سے سورہ "اقتربت الساعة" یا پارہ نمبر ۳۰ کے وسط سے سورہ "الغاشیہ" پڑھی جائے۔

۱۲۔ نماز کے بعد امام کھڑے ہو کر جمعہ و عیدین ہی کی طرح دونوں خطبات کے درمیان وقفہ کے ساتھ تلوار یا عصا کے سہارے خطبہ دے اور (قلب الرداء) چادر پٹھنے کی سنت اداء کرے جس کا مفہوم و منشا یہ ہے کہ جیسے یہ چادر الٹ گئی کہ اس کا اندرونی حصہ باہر اور باہر کا اندر نیز اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا اوپر ہو گیا ہے اس سے نیک فال کے مطابق اللہ تعالیٰ اپنی شان ربوبیت و رحمت کے مظاہرہ سے بہ طفیل نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم و برکت ازواج و اصحاب رسول علیہم السلام۔ اس عجز و زاری اور دعاء کو قبول فرماتے ہوئے افلاس و سوء حال اور قحط کو فوری گنجبیر اور بھرپور بارش کے ذریعہ ارزانی و

آسودگی رخصت عیش اور رفاهیت سے مہل فرمادیں تاکہ اس کے غلام غضب کا شکار ہونے سے بچیں اور رحمت و برکت کی قدر کرتے ہوئے اور بھی اپنے آقا کے ذکر و شکر میں مشغول اور قائم و دائم ہو جائیں۔ (آمین)

۱۳۔ علماء اسلام نے چادر اللہ کا طریقہ یہ لکھا ہے کہ امام قبلہ رو کھڑا ہو اور ایک چادر کندھوں پر ڈال کر اپنے دونوں ہاتھ پشت کی طرف موڑ لے، پھر دائیں ہاتھ سے چادر کا لٹکتا ہوا بایاں کنارہ اور بائیں ہاتھ سے اس کا دایاں کنارہ پکڑ کر کمر سے کندھوں کی طرف اس طرح اٹھاتا ہوا لائے کہ دائیں ہاتھ سے پکڑا ہوا چادر کا بایاں کونا پھر کر دائیں کندھے پر اور بائیں ہاتھ سے پکڑا ہوا دایاں کونا بائیں کندھے پر چلا جائے۔ ایسا کرنے سے چادر کا دایاں کنارہ بائیں طرف اور بایاں کنارہ دائیں طرف نیز اوپر کا رخ نیچے اور نیچے کا اوپر کی طرف چلا جائے گا اور یہی تغیر نیک فال کا اشارہ و استعارہ اور آسانی و مہربانی کے لئے دعاء و استسقاء ہو جائے گا۔

۱۴۔ دعاء کے وقت ضعفاء بورٹھوں برٹھیوں اور کم سن بچوں کو سب سے آگے کر دیں کہ وہ پکاریں تو ان کے پیچھے ادھیر عمر اور نوجوان آمین کہتے ہائیں۔ کیونکہ کمزوروں اور ناتوانوں کی دعاء جلدی قبول ہوتی ہے۔ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ :-

إِنَّمَا تُرْزَقُونَ وَتُفْتَحُونَ بِضَعْفَائِكُمْ أَوْ كَمَا قَالَ (البخاری)
تم کو رزق اور فتح صرف تمہارے کمزوروں اور ناتوانوں کی بہ دولت ملتی ہے۔

۱۵۔ دعاء کے وقت اصل مستحب طریق یہ ہے کہ مقصد جتنا مشکل اور اہم ہو باتھ اتنے ہی اونچے رکھنے چاہئیں۔ لہذا استسقاء میں بھی سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتیمم کے مطابق باتھوں کو اتنا اونچا اٹھایا جائے کہ بغلوں کی سفیدی نظر آئے لیکن اتنا بھی نہ اٹھائیں کہ باتھ سر سے بھی اونچے چلے جائیں۔

۱۶۔ دعاء "استسقاء" میں عام معمول کے خلاف باتھوں کو اٹھا اور اونڈھا رکھا جائے یعنی باتھوں کی پشت آسمان کی طرف اور اور ہتھیلیاں زمین کی طرف۔ یہ بھی تبدیل احوال کے لئے نیک فال لینے اور قبول دعاء کے لئے رحمت الہیہ کو متوجہ کرنے کا ایک پیارا مسنون طریقہ اور اثر آمیز ذریعہ و بہانہ ہے!۔

۱۷۔ دعاء میں اصل مبارک و منور اور پُر تاثیر الفاظ تو وہی ہیں جو نبی کریم علیہ السلام سے منقول ہیں لیکن وہ پورے یاد نہ ہوں تو اپنی زبان میں بھی پکارنا چاہیے۔ چنانچہ خطبہ دعاء و استسقاء کے سلسلہ میں روایات مختلفہ سے امام الانبیاء خطیب کائنات، افصح الجن والانس سید اولاد آدم آقائے کریم و رحیم، نبی خاتم، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ قدسیہ اور کلمات طیبہ کا جو معتبر و معتمد علیہ اور مستند ذخیرہ میاں ہو سکا وہ پیش خدمت ہے ملاحظہ کریں اور حسب موقع استعمال کے لئے تمام علماء و طلباء خصوصاً ائمہ و خطباء معمول و خرزبان بنالیں۔

خُطْبَةُ الْإِسْتِسْقَاءِ

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۔ الْحَمْدُ لِلَّهِ أَسْتَعِينُهُ وَأَسْتَغْفِرُهُ، وَتَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ! وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، أُرْسِلْتُ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا بَيِّنًا يَدِي السَّاعَةِ! ۱۔

۲۔ مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ رَشِدَ وَمَنْ يَعْصِهِمْ فَإِنَّهُ لَا يَضُرُّ إِلَّا نَفْسَهُ وَلَا يَضُرُّ اللَّهَ شَيْئًا! ۱۔

۳۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا. قَالَتْ: شَكَا النَّاسُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قُحُوطُ الْمَطَرِ، فَأَمَرَ بِمَنْكِبِ قَوْضَعَةٍ فِي الْمُصَلَّى. وَوَعَدَ النَّاسَ يَوْمًا يَخْرُجُونَ فِيهِ. قَالَتْ: عَائِشَةُ سَلَامُ اللَّهِ وَرِضْوَانُهُ عَلَيْهَا. فَخَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ بَدَا خَاجِبُ الشَّمْسِ، فَقَعَدَ عَلَى الْمُنْبَرِ فَكَبَّرَ وَحَمِدَ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ. ثُمَّ قَالَ: إِنَّكُمْ شَكَوْتُمْ جَدْبَ دِيَارِكُمْ وَأَسْتَيْخَارَ الْمَطَرِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ زَمَانٍ عَنْكُمْ وَقَدْ أَمَرَ كُمْ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ تَدْعُوهُ وَوَعَدَ كُمْ أَنْ يُسْتَجِيبَ لَكُمْ، ثُمَّ قَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ. الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ مُلْكُ يَوْمِ الدِّينِ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يَرِيدُ، اللَّهُمَّ! أَنْتَ الْغَنِيُّ وَنَحْنُ

الْفَقْرَاءُ. أَنْزَلَ عَلَيْنَا الْغَيْثَ وَاجْعَلْ مَا أَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّةً وَبَلَاءً إِلَى حِينٍ. أَوْخَيْرِ!

ثُمَّ رَفَعَهُ يَدَيْهِ فَلَمْ يَزَلْ فِي الرَّفْعِ حَتَّى بَدَأَ بِبَاطِنِ الْبَطْنِ، ثُمَّ حَوَّلَ إِلَى النَّاسِ ظَهْرَهُ وَقَلْبَ. أَوْ حَوَّلَ رِجْلَيْهِ. وَهُوَ رَافِعٌ يَدَيْهِ ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى النَّاسِ وَنَزَلَ فَصَلَّى رُكْعَتَيْنِ. فَأَنْشَأَ اللَّهُ سَحَابَةً فَرَعَدَتْ وَبَرَقَتْ ثُمَّ أَفْطَرَتْ بِإِذْنِ اللَّهِ فَلَمْ يَأْتِ مَسْجِدَهُ حَتَّى سَأَلَتِ السَّمُوتُ، فَلَمَّا رَأَتْ سُرْعَتَهُمْ إِلَى الْكِتَابِ صَحَّكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى بَدَتْ نَوَاجِدُهُ. فَقَالَ: أَشْهَدُ أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنِّي عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ. (ابن جرير، كتاب الصلاة، باب الاستسقاء، ١٢٥، ١٢٦، خطبة كوازي).

٣- عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: خَرَجَ نَبِيُّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ بِالنَّاسِ يَسْتَسْقِي، فَإِذَا هُوَ بِمَجْلَةٍ رَافِعَةٍ بَعْضُ قَوَائِمِهَا إِلَى السَّمَاءِ فَقَالَ: ارْجِعُوا! فَقَدْ اسْتَجِيبَ لَكُمْ مِنْ أَجْلِ هَذِهِ التَّمَلُّةِ. (ابن جرير، كتاب الصلاة، ١٢٥، ١٢٦، خطبة كوازي).

٥- عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا. قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ فِي الدُّسْتَسْقَاءِ مُتَبَدِّلاً لِمَتَوَاضِعِهَا، مُتَحَشِّعًا، مُتَضَرِّعًا. (ابن جرير، كتاب الصلاة، ١٢٥، ١٢٦، خطبة كوازي).

٥- وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَبَدِّلاً لِمَتَوَاضِعِهَا مُتَضَرِّعًا، فَجَلَسَ عَلَى الْبُنْفَرِ فَلَمْ يَخْطُبْ خُطْبَتَكُمْ هَذِهِ. وَلَكِنْ لَمْ يَزَلْ فِي الدُّعَاءِ وَالتَّضَرُّعِ وَالتَّكْوِينِ، وَصَلَّى رُكْعَتَيْنِ

كَمَا كَانَ يُصَلِّي فِي الْعِيدَيْنِ. (ابن جرير، كتاب الصلاة، ١٢٥، ١٢٦، خطبة كوازي).

٤- عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. قَالَ: خَرَجَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمُصَلِّي فَاسْتَسْقَى وَحَوَّلَ رِجْلَيْهِ حِينَ اسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ. فَجَعَلَ عِطَافُهُ الْأَيْمَنِ عَلَى عَاتِقِهِ الْأَيْسَرِ وَجَعَلَ عِطَافُهُ الْأَيْسَرِ عَلَى عَاتِقِهِ الْأَيْمَنِ تُخَرِّدُ عَا اللَّهَ. (ابن جرير، كتاب الصلاة، ١٢٥، ١٢٦، خطبة كوازي).

وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ: اسْتَسْقَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ خُمِيصَتُهُ لَمْ يَسُدَّ أَفْأَادَهُ أَنْ يَأْخُذَ أَسْفَلَهَا فَيَجْعَلَهَا أَعْمَالَهَا، فَلَمَّا ثَقُلَتْ قَلْبَهَا عَلَى عَاتِقِهِ. (ابن جرير، كتاب الصلاة، ١٢٥، ١٢٦، خطبة كوازي).

١- عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا. قَالَ: أَتَيْتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوَاقِي. أَوْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوَاقِي. فَقَالَ: اللَّهُمَّ! اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيثًا، مَرِيئًا مَرِيئًا، نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍّ، غَاجِلًا غَيْرَ أَجَلٍ، قَالَ فَاطْبَقْتُ عَلَيْهِمُ السَّمَاءَ. (ابن جرير، كتاب الصلاة، ١٢٥، ١٢٦، خطبة كوازي).

١- عَنْ شُرَيْبِ بْنِ السَّمُوطِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. أَنَّهُ قَالَ لِكَعْبٍ يَا كَعْبُ. بَنِي مُرَّةَ أَحَدُنَا عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاحْذَرْ. قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! اسْتَسْقَى اللَّهُ، فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اللَّهُمَّ! اسْقِنَا غَيْثًا مُغِيثًا، مَرِيئًا مَرِيئًا، نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍّ، غَاجِلًا غَيْرَ أَجَلٍ، قَالَ فَاطْبَقْتُ عَلَيْهِمُ السَّمَاءَ. (ابن جرير، كتاب الصلاة، ١٢٥، ١٢٦، خطبة كوازي).

وَلَا عَلَيْنَا، قَالَ، فَجَعَلَ السَّحَابُ يَنْقُطُ يَمِينًا وَشِمَالًا. (رواه ابن ماجه)
 "تكملة" ص ٢٢٢ ج ١ والحوصن المحصنين "الله سبحانه في الذكر والوديعه ص ٢٢٢ طبعه كراخي.

عَنْ شَرِيكَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَمِرٍ. رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى أَنْتَ سَمِعَ النَّسْرَ
 بَنَ مَالِكٍ. رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. يَدُكَ أَنْ رَجُلًا دَخَلَ يَوْمَ
 الْجُمُعَةِ مِنْ بَابٍ كَانَ وَجَاهُ الْمُنْبَرِ. وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ قَائِمٌ يُحْطَبُ. فَاسْتَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 قَائِمًا، فَقَالَ، يَا رَسُولَ اللَّهِ أَهْلَكَ التَّوْاشِي وَأَنْقَطَعَتِ الشُّبُلُ
 فَأَدْعُ اللَّهَ أَنْ يُبَيِّنَنَا، قَالَ، فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 يَدَيْهِ وَقَالَ، اللَّهُمَّ اسْقِنَا! اللَّهُمَّ اسْقِنَا! اللَّهُمَّ اسْقِنَا! قَالَ أَنْتَ

رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ، فَكَوَّنَ اللَّهُ مَا تَرَى فِي السَّمَاءِ مِنْ سَحَابٍ وَلَا
 قَرَحَةٍ وَلَا شَيْئًا وَمَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ سَلْعٍ مِنْ بَيْتٍ وَلَا دَارٍ، قَالَ، فَطَلَعَتْ
 مِنْ وَرَائِهِ سَحَابَةٌ فَنَزَلَ الدُّرُسُ، فَلَمَّا تَوَسَّطَتِ السَّمَاءُ انْتَثَرَتْ ثَمَرًا
 أَطْلَرَتْ قَالَ، فَوَاللَّهِ مَا رَأَيْتُ الشَّمْسَ سَبَيْتًا، ثُمَّ دَخَلَ رَجُلٌ قُرْبَ
 ذَلِكَ الْبَابِ فِي الْجُمُعَةِ الْمُقْبِلَةِ. وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 قَائِمٌ يُحْطَبُ. فَاسْتَقْبَلَهُ قَائِمًا، فَقَالَ، يَا رَسُولَ اللَّهِ أَهْلَكَ الْأَمْوَالُ
 وَأَنْقَطَعَتِ الشُّبُلُ، فَأَدْعُ اللَّهَ أَنْ يُبَيِّنَ لَكَهَا، قَالَ، فَرَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَيْهِ ثُمَّ قَالَ، اللَّهُمَّ حَوِّ الْيَنَاءِ وَلَا عَلَيْنَا.

اللَّهُمَّ عَلَى الْأَكَامِ، وَالْجِبَالِ، وَالْطَّرَابِ، وَالْأَوْدِيَةِ، وَمَتَابِتِ
 الشَّجَرِ، قَالَ، فَأَنْقَطَعَتْ وَخَرَجْنَا مُشْبَعِينَ فِي الشَّمْسِ، قَالَ، شَرِيكَ
 فَسَأَلْتُ أُنْسًا أَهْوَا الرَّجُلَ الْأَوَّلُ؟ قَالَ، لَا أَدْرِي! (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ فِي الْجُمُعَةِ ص ٢٢٢)

١١- عَنْ عَمْرِو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ. رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى. عَنْ جَدِّهِ.

عَبْدُ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ. رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا. قَالَ،
 كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَسْقَى قَالَ، اللَّهُمَّ
 اسْقِ عِبَادَكَ وَبَهَائِمَكَ، وَأَنْشُرْ رَحِمَتَكَ وَأُخِي بَلَدَكَ الْمَيْتَ.
 (أَبُو دَاوُدَ ص ٢٢٢)

وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ، كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَسْقَى
 قَالَ، اللَّهُمَّ! اسْقِ عِبَادَكَ وَبَهَائِمَكَ، وَأَنْشُرْ رَحِمَتَكَ، وَأُخِي بَلَدَكَ
 الْمَيْتَ، (رواه مالك في الموطأ، وروى البيهقي والطبراني في المعجمين، وتكملة ص ٢٢٢ ج ١).

١٢- عَنْ سَمُرَةَ بْنِ مَجْدُوبٍ. رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ، اللَّهُمَّ أَنْزِلْ عَلَيَّ أَرْضِنَا زَيْنَتَهَا وَسَكَنَهَا، (رواه
 أَبُو عَوَانَةَ فِي مُسْتَدْرَكِ الْحَوْصَنِ ص ٢٢٢).

١٣- وَمَرْوِي عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ، اللَّهُمَّ ارْحَمْنَا بِالْبَلَدِ
 الْعِبَادِ وَالْبَهَائِمِ وَالْخَلْقِ مِنَ النَّوَى، وَالْجَهْدِ وَالضَّنَكِ. مَا لَا
 نَشْكُوهُ إِلَّا إِلَيْكَ. (تكملة الخطبة المأثورة ص ٢٢٢ طبعه ديوبند).

١٤- وَمَرْوِي عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ، اللَّهُمَّ أَيْدِ لَنَا الزَّرْعَ
 وَأَوْدِرْ لَنَا الصَّرْعَ، وَاسْقِنَا مِنْ بَرَكَاتِ السَّمَاءِ وَأَيْدِ لَنَا مِنْ بَرَكَاتِ
 الْأَرْضِ. اللَّهُمَّ! ارْفَعْ عَنَّا الْجَهْدَ وَالْجُوعَ، وَالْعُرَى، وَاكْشِفْ
 عَنَّا مِنَ الْبَلَاءِ مَا لَا يَكْشِفُهُ غَيْرُكَ. (تكملة ص ٢٢٢)

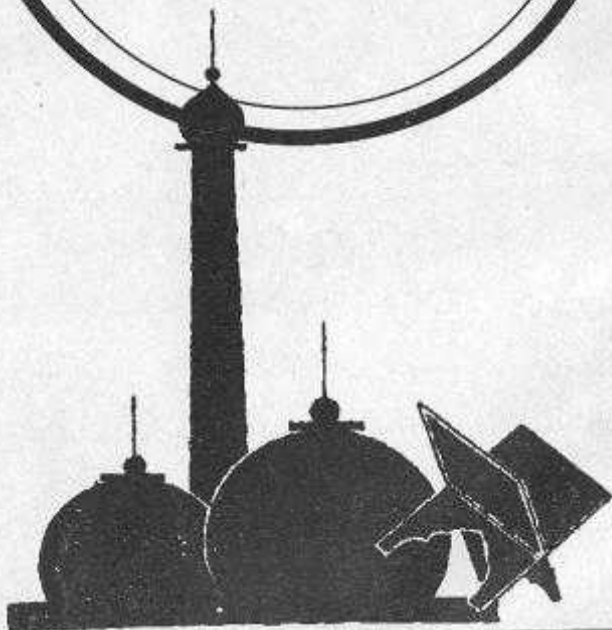
١٥- وَمَرْوِي عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ، اللَّهُمَّ إِنَّا نَسْتَغْفِرُكَ
 إِنَّكَ كُنْتَ غَفَّارًا. فَأَرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْنَا مِنْ دَرَارٍ. (تكملة ص ٢٢٢).

١٦- عَنْ حُرَيْثٍ. رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ. عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 قَالَ، اللَّهُمَّ صَاحِي جِبَالِنَا وَغَبَرَتِ أَرْضُنَا، وَهَامَتْ ذَوَابِنَا مُعْطَى

٢٦- وَعَنْهُ أَيْضًا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَقَاتِلُ الْعَيْبِ خَمْسٌ، ثُمَّ قَرَأَ: إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ الْآتِيَةَ. (رواه البخاري) "الحاجة مستحجة" (د)

٢٧- وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَتْ السُّنَّةُ أَنْ لَا تُبْطَرُوا، وَلَكِنَّ السُّنَّةَ أَنْ تُبْطَرُوا وَلَا تُنْبِتِ الْأَرْضُ شَيْئًا. (رواه مسلم) "الحاجة مستحجة" (د)

فَضَائِلُ وَأَحْكَامِ عَقِيقَةٍ



الْعَقِيقَةُ

فضائل و احکام

۱۔ اہل اسلام کے گھروں میں جب کوئی بچہ پیدا ہو تو اسے پاک صاف کر کے سب سے پہلے اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں میں اقامت و تکبیر کہی جائے، پھر ساتویں دن کوئی اچھا سا نام رکھا جائے۔ موجودہ دور میں ازواج و اولاد و اصحاب رسول علیہم السلام کے مبارک، پر تاثیر اور پیارے ناموں میں سے کوئی نام چن کر رکھنا، اس کی عام اشاعت و تبلیغ اور تعظیم و حفاظت کرنا۔ ملحدین و منکرین کتاب و سنت، اہل بدعت نیز سبائی تبرائی اور رافضی مشن کے مقابلہ میں شعار حق ہونے کی بناء پر سنت موکدہ بلکہ واجب کا درجہ رکھتا ہے۔ لہذا قطعاً غفلت نہ کریں بلکہ پوری قوت و ہمت اور عزم و شوق سے اس مهم کو جاری رکھیں انشاء اللہ اس کا بڑا اجر ملے گا۔ پھر بچے کا سر منڈا کر بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ کریں اور تھوڑا سا زعفران گھول کر بچے کے سر پر مل دیں نیز اس نعمت کے شکر اور دفع آفات کے لئے صدقہ کا بیک وقت کام دینے والے جانور کا ذبیحہ یعنی عقیقہ کریں۔ بچہ اگر لڑکا ہو تو اس کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی ہو تو ایک بکری۔ عقیقہ کا جانور نریا مادیں جیسا بھی ہو جائز ہے اور اس کے لئے تن درست و محفوظ ہونے میں وہی شرائط ہیں جو قربانی کے جانور کے ہوتے ہیں، عقیقہ کا گوشت تقسیم کر دیں یا پکا کر کھلا دیں دونوں طرح درست ہے۔

۲۔ بچہ کا نام لینے نیز قرآن کریم کی دو آیات کریمہ اور پھر ایک دعاء پڑھ کر تکبیر کہتے ہوئے جانور ذبح کرنے کا ثبوت ذبح قربانی کی روایات کے مطابق نقل کیا جاتا ہے۔ یہ آیات پڑھنا مسنون و مستحب ہے۔ اس کی ترکیب و ترتیب یہ ہے کہ سب سے پہلے یہ دعاء پڑھیں۔

اللَّهُمَّ هَذِهِ عَقِيقَةُ فُلَانٍ

(فلان کے لفظ کی جگہ اپنے بچے یعنی لڑکے یا لڑکی کا نام لیں پھر لڑکا ہو تو اگلی عربی عبارت کی اوپر والی سطر (۱) اور لڑکی ہو تو نیچلی سطر (۲) پڑھیں۔

الْعَقِيقَةُ

لڑکے کے لیے: دَمُهَا يَدَمُهُ، وَلَحْمُهَا يَلَحْمُهُ، وَعَظْمُهَا يَعْظُمُهُ،
وَجِلْدُهَا يَجْلُدُهُ، وَشَعْرُهَا يَشْعُرُهُ۔
لڑکی کے لیے: دَمُهَا يَدَمُهَا، وَلَحْمُهَا يَلَحْمُهَا، وَعَظْمُهَا يَعْظُمُهَا
وَجِلْدُهَا يَجْلُدُهَا، وَشَعْرُهَا يَشْعُرُهَا۔

پھر یہ آیات کریمہ تلاوت کریں اور ساتھ ہی چھوٹی سی دعاء پڑھیں اور تکبیر کہہ کر جانور ذبح کر دیں۔

۳۔ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ. (رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا) عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. يَقُولُ عِنْدَ الذَّبْحِ
إِنِّي وَجْهٌ وَجْهِي لِلذِّقِّ فَطَرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ خَلَقَنَا وَمَا آتَا
مِنَ الْمَشْرِكَينِ ○ (پ، سن، ٹ)

إِنَّ صَلَواتِي وَسُجُودِي وَمَحَبَّتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ

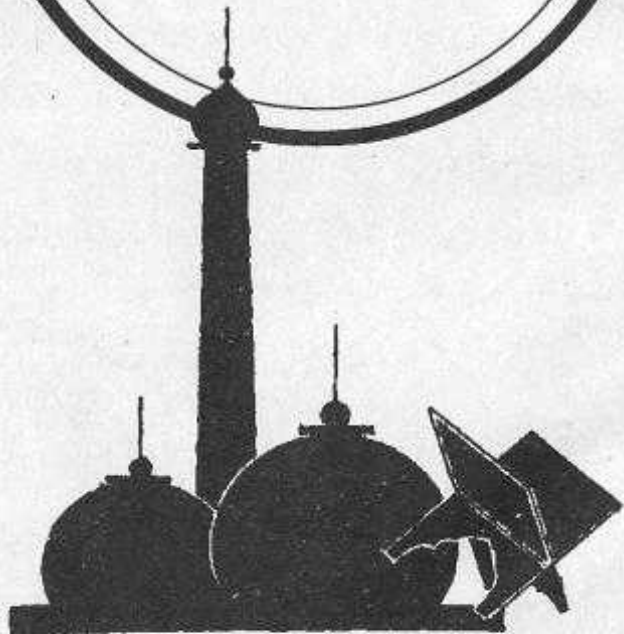
لَهُ وَيَذَلِكَ أَمْرُكَ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ○ (ب، سن، ع)
 اللَّهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ - بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ، ثُمَّ يَذْبَحُ - (رواه أبو داود)

وَأَبْنَى مَا جَاءَ وَالْحَاجُّهُ: الْحَوْصَنُ م ٢٩٩، وَخُطْبَاتُ الْحُكَّامِ م ٢٢٤
 ٢- عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ - رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا - عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - قَالَ: وَلَيْسَ بِي عَلَى الْعَقِيقَةِ كَمَا يُسَمَّى عَلَى الْأَصْحِيَّةِ بِسْمِ اللَّهِ عَقِيقَةُ فَلَانٍ - (رواه ابن أبي شَيْبَةَ فِي مُصَنَّفِهِ، الْحَوْصَنُ، م ٣١٤)

٥- عَنْ عَائِشَةَ الصِّدِّيقَةِ الْكُبْرَى سَلَامُ اللَّهِ وَرَضْوَانُهُ عَلَيْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - فِي الْعَقِيقَةِ قَالَ: إِذْ يَجُوعُ عَلَى اسْمِهِ وَقَوْلُوا بِسْمِ اللَّهِ اللَّهُ أَكْبَرُ، مِنْكَ وَلَكَ هَذِهِ عَقِيقَةُ فَلَانٍ، أَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - (جَمْعُ الْقَوَائِدِ، نَقَلَ عَنْ "خُطْبَاتِ الْحُكَّامِ" م ٢٢٤)



فَضَائِلُ وَأَحْكَامِ قُنُوءَةِ نَارٍ لَهُ



”قُنُوتُ النَّازِلَةِ“

فضائل و احکام

۱۔ ”القنوت“ کا ترجمہ و معنی ہے۔ نوکری چاکری، خدمت، اطاعت،

دست بستہ حاضر باشی، نیاز مندی اور عبادت و غلامی۔!

۲۔ ”دعاء“ کو شریعت میں عبادت مستقلہ کا درجہ حاصل ہے تو جس پکار

میں قنوت کے تمام مذکورہ معانی کا اثر اور جھلک موجود ہو اس کو دعاء قنوت کہا جاسکتا ہے۔ لیکن اصطلاح حدیث و فقہ میں نماز وتر کی تیسری رکعت کے رکوع سے پہلے جو دعاء پڑھی جاتی ہے اسے اور عموماً نماز فجر کی دوسری رکعت کے قومہ میں کسی دشمن اسلام و مسلمین فرد یا جماعت و قوم کے دفع، مغلوبیت، مقهوریت اور ہلاکت و بربادی کے لئے جو دعاء پڑھی جائے ان دونوں کو دعاء قنوت کہتے ہیں۔ البتہ وقت اور محل و موقع کے لحاظ سے پہلی دعاء کو ”قنوت البوتر“ اور دوسری کو ”قنوت النازلہ“ کا نام دیا جاتا ہے۔

۳۔ ”نازلہ“ کا معنی ہے آفت و مصیبت، مثلاً دشمن، جنگ، قحط و بلاء،

سخت بھوک، پیاس یا فتنہ کفر و الحاد۔ پرویزیت، مرزائیت، سہائیت اور بدعت جیسی کوئی ظاہری جسمانی یا باطنی اور روحانی مضرت اور تکلیف۔ تو قنوت نازلہ کا معنی ہوا آفت و مصیبت، دشمن و جنگ، قحط و تشنگی و بلاء اور فتنہ و غیرہ کے پیش

آنے پر اس کے دفعیہ کے لئے پڑھی جانے والی مسنون و مستحب دعاء۔!

۴۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے غلبہ و تسلط کے زوال اور

اپنے جاں نثار و وفادار پیارے اصحاب و احباب کی بے کسی و مظلومی کے قوت و اقتدار سے بدل جانے کے لئے بار بار اور ایک خاص موقع پر پورا ایک مہینہ دعاء قنوت نازلہ پڑھی ہے۔!

۵۔ قنوت نازلہ میں اکثر و بیشتر الفاظ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

قرآنہ فرمودہ ہیں اور بعض کلمات امام ثانی، خلیفہ راشد و برحق سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہیں۔!

۶۔ قنوت نازلہ طویل پڑھنا مستحب ہے۔ منقول ہے کہ سیدنا عمر فاروق

اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ متوسط درجہ کی ایک سو آیات کی مقدار جیسی لمبی دعاء قنوت نازلہ پڑھا کرتے تھے۔!

۷۔ دعاء قنوت میں پیش آمدہ آفت و مصیبت اور فتنہ کا صراحتہ نام لینا

مسنون و مستحب ہے اور ظاہر ہے کہ آفات و فتن ہر شخص اور جماعت کو بدل بدل کر پیش آتے ہیں تو جس کو جس مصیبت یا فتنہ کا سامنا ہو دعاء کے دوران میں کفار و مشرکین اور عام اعداء اسلام کے جو معینہ اور باقی رکھنے کے قابل اصولی نام نبی علیہ السلام سے منقول ہیں ان کے ساتھ اپنے پروردہ آفت و فتنہ کا نام خود بڑھالے۔!

۸- قنوت نازلہ کا پڑھنا مسنون و مستحب ہے۔ فرض یا واجب نہیں اس لئے کبھی کبھی چھوڑ بھی دینا چاہیے۔ تاکہ کوئی بے خبر شخص یا جماعت اس کے ضروری اور لازم ہونے کا خیال نہ کر بیٹھے۔!

۹- قنوت نازلہ پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ نماز فجر میں اکیلا نمازی یا جماعت نماز کا امام فجر کی دوسری رکعت میں سَمِعَ اللَّهُ الرَّمْنَ حَمْدَهُ کہ کر حسب دستور ہاتھ کھلے چھوڑ کر کھڑے رہے اور مقتدی۔ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہ کر ہاتھ چھوڑے ہوئے کھڑے رہیں پھر امام اس دعا کا ایک ایک جملہ اور فقرہ نہایت صحیح تلفظ اور مکمل خشوع و خضوع کے ساتھ تلاوت کی طرح بالجہر اونچی آواز سے پڑھے اور مقتدی سرّاً وحیسی آواز سے ہر فقرہ پر آمین کہتے جائیں۔ خصوصاً اللّٰهُمَّ خَالَفْ بَيْنَ كَلِمَتِهِمْ وَزَلْزِلْ أَقْدَامَهُمْ کے فقرہ کو تین بار پڑھنا بہتر ہے۔ ایسے ہی باقی دعائیہ کلمات کو بھی تین دفعہ پڑھ لیا جائے تو کوئی حرج نہیں لیکن ضروری قطعاً نہیں کیوں کہ اکثر اوقات اختصار ہی ملحوظ ہوتا ہے۔!

۱۰- چوں کہ اس وقت دنیا بھر کے مسلمان بالعموم اور پاکستان کے اہل حق خصوصاً سخت مشکلات و مصائب میں گرفتار ہیں، یہود و نصاریٰ، فرنگی اقوام، ایرانی آتش پرست۔ مبوس، سکھ، ہندو بت پرست، کمیونسٹ، دہریہ و ملحدین، مشرکین و منافقین، مادر پدر آزاد اباحیت پسند، انگریز پرست و مغربیت زدہ بے دین، منکرین حدیث۔ پرویزی و چکڑلومی، لاہوری و کادیانی، مرزائی، یہود امت مسلمہ۔ مفسدین و قاتلین امت دشمنان ازواج و اصحاب نبی یعنی

باطنی و قرمطی سبائی، اور سہی و سہرائی۔ رافضی نیز رافضی قلندریت کے متبع عیسائیوں کے حلولی مذہب کے پرچارک قبر پرست۔ اہل بدعت ان سب نے امت کی قطعی اور برحق اکثریت۔ "أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ" کے خلاف متفقہ و متحدہ محاذ بنا رکھا ہے۔ بے علم و کم علم سنی عوام دینی، قومی اور ملکی و بین الاقوامی نقطہ نظر سے ایک خوف ناک ابتری و پریشانی اور تمام مذکورہ و غیر مذکورہ اعداء کے ہجوم و غلبہ کے سبب سے ایک گھٹن اور ضعف میں مبتلا ہیں، کوئی فکری و نظری، اعتقادی و اخلاقی، عملی و معاشرتی، نیز اقتصادی و سیاسی فتنہ ایسا نہیں جو مسلمانوں کو گھیر نہ چکا ہو اور کوئی مصیبت نہیں جو ان پر ٹوٹ نہ پڑی ہو، اسلام ہر مسلم ملک میں بالخصوص معزول و مظلوم ہے۔ علماء حق مغلوب و مقہور ہیں، تنظیمات دنیہ کا شیرازہ منتشر ہے، عوام بے رہنما، حیران و مہربوت، تفریق و تشدد کا شکار، بد دل اور پامال و ذلیل ہیں۔ اس لئے دور فرنگی سے دو ہزار گونہ بڑھ کر۔ رجوع الی اللہ، عجز و تضرع، عبادت، دعا اور پکار کی ضرورت قطعی طور پر واضح و لازم ہو چکی ہے۔

۱۱- اس مذکورہ اسلامی و قومی احتیاج کے پیش نظر دفع مصائب

نیز استقامت، نصرت و رحمت اور فتح و کامرانی طلب کرنے کے لئے مسنون و مستحب اور ماثور و منقول دعاء قنوت نازلہ آخر میں درج کی جا رہی ہے تاکہ ہر صحیح العقیدہ سنی امام اور عالم و خطیب دوران خطبہ جمعہ میں دیگر ادعیہ کے ساتھ ملا کر اور نماز فجر کے دوسرے قومہ میں سجدہ سے پہلے اسے یہ طور معمول پڑھ لیا کرے، عوام اہل سنت کو بھی چاہیے کہ وہ تنہا نماز اور نوافل تہجد وغیرہ میں اس سنت

کو اپنے پر لازم کر لیں کیونکہ تمام وسائل ظاہر و مادیر کے مقابلہ میں یادِ خداوندی اور مالکِ حقیقی سے برکت، مدد اور غفور و مغفرت کی طلب ہی سب سے بڑا حقیقی سہارا اور سب سے زائد مہرب و کامیاب، بار آور و نتیجہ خیز اور غالب محیط و وسیلہ ہے خصوصاً وہ دعاء جس کے ساتھ زبانِ نبوت اور عملِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سب سے بڑی اور مضبوط سند کی روحانی طاقت و قوت بھی شامل ہے۔ لہذا خلوص نیت اور شانِ تقویٰ کی شرط کے ساتھ تاثیر و قبولیت میں کسی شک کا امکان بھی باقی نہیں رہتا۔ جیسا کہ احادیث اور کتب فقہ کے دفتر اس پر شاید عدل ہیں۔! اللہ تعالیٰ صحت و پختگیِ ایمان، اخلاص، استقلال و استقامت، صبر و تحمل، خشوع و انابت کی توفیق ارزانی رکھیں اور انجام کارِ رحمت و نصرت، برکت، فتح اور کامیابی و کامرانی نیز حسن خاتمہ اور مغفرت و نجات کی دولت سے مالا مال فرمائیں آمین۔!

۱۲۔

قنوتِ نازلہ کا آغاز انہی الفاظ کے ساتھ ہوتا ہے جو وتر میں

پڑھی جانے والی سیدنا حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول دعاء قنوت کے شروع میں آتے ہیں۔ یعنی ہر دعائیہ فقرہ صیفہ واحد مشکلم کے ذریعہ ادا کیا گیا ہے جس کا ترجمہ "میں" کے ساتھ ہوتا ہے۔ البتہ آخر دعاء میں دو فقرات بہ صیفہ جمع مشکلم منقول ہیں جن کا ترجمہ "ہم" ہے لیکن آیت و مصیبت کے وقت چونکہ نماز باجماعت میں امام کے ذریعہ قنوتِ نازلہ پڑھی جائے گی اور وہ تمام لوگوں کی طرف سے ہوگی اس لئے علماء و فقہاء نے وضاحت سے فرما دیا ہے کہ نماز جماعت میں قنوتِ نازلہ پڑھتے وقت امام سب کی نمائندگی کرنے کے لئے پوری دعاء کو

بہ صیفہ ہائے جمع مشکلم قراءۃ کرے۔ چنانچہ اس ہدایت کے مطابق ہم نے بھی ساری دعاء صیفہ جمع مشکلم کے ساتھ لکھ دی ہے اور چوں کہ روایت کے الفاظ اور ضرورتاً بدلے ہوئے الفاظ مختلف ہیں اس لئے اصول و ضوابط کے مطابق دعاء کے شروع سے روایت کی سند اور راوی کے نام والے الفاظ حذف کر دیئے ہیں۔



الْقِي فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ ۝ اللَّهُمَّ اخْذْ لَهُمْ ۝ اللَّهُمَّ شَدِّتْ شِمْلَهُمْ
 اللَّهُمَّ فَرِّقْ حَزْبَهُمْ وَجَمْعَهُمْ ۝ اللَّهُمَّ اهْزِمْ جُنُودَهُمْ ۝ اللَّهُمَّ
 عَلَيْكَ يَا شِدَاءَهُمْ ۝ اللَّهُمَّ قُلْ حَدَّاهُمْ وَاكْسِرْ شُوكَهُمْ
 وَقَوِّتْهُمْ ۝ اللَّهُمَّ قَلِّبْ تَدْبِيرَهُمْ عَلَيْهِمْ ۝ اللَّهُمَّ بَدِّلْ
 أَحْوَالَهُمْ بِالسُّوءِ ۝ اللَّهُمَّ اقْطَعْ أَرْزَاقَهُمْ ۝ اللَّهُمَّ شَغْلْهُمْ
 بِأَنْفُسِهِمْ ۝ اللَّهُمَّ أَحْصِهِمْ عَدَدًا وَقْتُلْهُمْ بَدَدًا ۝
 اللَّهُمَّ اشْدُدْ وَطْأَتَكَ عَلَيْهِمْ ۝ اللَّهُمَّ اجْعَلْهَا سِنِينَ كَسِينِي
 يُوسُفَ ۝ اللَّهُمَّ اَعْنَا عَلَيْهِمْ بِسَبْعِ كَسْبِ يُوسُفَ ۝ اللَّهُمَّ
 خَرِّبْ بُيُوتَهُمْ ۝ اللَّهُمَّ تَبْرِيْلَادَهُمْ ۝ اللَّهُمَّ دَمِّرْ دِيَارَهُمْ ۝
 اللَّهُمَّ أَهْلِكْهُمْ كَاهِلَاكَ عَادٍ وَثَمُودَ ۝ اللَّهُمَّ اجْعَلْهُمْ أَحَادِيثَ
 كَأَحَادِيثِ عَادٍ وَثَمُودَ ۝

٨- اللَّهُمَّ مَزِّقْهُمْ كُلَّ مَزْقٍ ۝ اللَّهُمَّ خُذْهُمْ أَخْذَ عَزِيزٍ مُقْتَدِرٍ ۝
 وَأَنْزِلْ بِهِمْ بِأَسْكَ الذِّبْيِ لَا تَرْدُهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ ۝ إِلَهَ الْحَقِّ
 آمِينَ ! ۝

وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ - الْأُمِّيِّ (مُحَمَّدٍ) وَأَصْحَابِهِ وَأَزْوَاجِهِ وَوَدَّيَاتِهِ وَاتَّبَاعِهِ
 أَجْمَعِينَ ۝

وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ، وَعَلَى أَصْحَابِهِ وَأَزْوَاجِهِ وَأَوْلَادِهِ وَاتَّبَاعِهِ أَجْمَعِينَ، وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ -

تكميل الترتيب الأول : في ساعة ٢٠ / ٦ / ٨٥ هـ - ظهر السبت / ١٦ / ١٠ / ٦٥ م

تكميل الترتيب الثاني : يوم الجمعة بعد العصر في شهر رمضان / ١٨ / ٩ / ١٣٢١ هـ

مطابق دسبر ١٥ / ١٢ / ٢٠٠٠ م

له تائمه "الحصن العتيق" ص ١٤٣، "البخاري" ج ١، ص ٩٢٦، "مسلم" ج ١، ص ٢٢٤، "ابوداود" ج ٢، ص ٢٠٣، "ابن ماجه" ص ٨٤ -
 "البخاري" ج ١، ص ٩٢٦ - له "الحصن العتيق" ص ١٤٣ - له "التساوي" ص ١٩٥، ج ١ -

بیاد ابو ذر غفاریؓ

حضرت مولانا سید ابو ذر غفاریؓ اپنے وقت کے جید اور وسیع المطالعہ علماء میں سے تھے۔ اس حوالے سے ان کا شمار اپنے دور کے چند گنے چنے افراد میں ہوتا تھا۔ ان کی مجلس میں کچھ دیر بیٹھنے کے بعد آپس محسوس ہوتا تھا جیسے کسی بڑی لائبریری میں دقت گزار کر آئے ہیں۔ لیکن سید محمد سیاست نے ان کے اور ان کے معاصرین کے درمیان حیلالت اور ترجیحات کی ایسی گیریں کھینچ دیں کہ ان کی علمی و دینی شخصیت سے وہ فائدہ نہ اٹھایا جاسکا۔ جو ان کا اور ان سے زیادہ ان کے اہل زمانہ کا حق تھا۔

مولانا زاہد ملتانوی مدبر ماہنامہ "الشریعہ" کو براہ راست

سید ابو ذر غفاریؓ نے زندگی کے کسی موڑ پر بھی "فقیہ مصلحت بین" کا روپ اختیار نہیں کیا۔ یہ ٹھیک ہے کہ وہ فن خطابت میں اپنے والد کے ہم سر نہیں تھے لیکن علم و ادب میں وہ یقیناً اپنے والد سے آگے تھے ہمیں دکھ یہ ہے کہ قدرت نے انہیں جس علم و فضل سے نوازا تھا، اس علم و فضل سے استفادہ نہ کئے وقت نے انہیں سازگار ماحول فراہم نہیں کیا۔

ڈاکٹر رشید احمد ماہنامہ

وائز یکٹر ادارہ ثقافت اسلامیہ لا

سید ابو ذر غفاریؓ کی تحریر و انشاء، مولانا کوثر انصاری کے اسلوب کی آئینہ دار تھی۔ وہی الفاظ کا مطلوب کی وسعت اور افکار کی گہرائی و گیرائی کہ انداز تحریر میں محض جگہ رسم الخط بھی مولانا ہی کا اختیار کرتے تھے۔ ان کی علمی تحقیق و تہجد کا قلمی افشاں ہے۔ جس کی اشاعت کا اہتمام مسلمہ، خصوصاً ماہنامہ گان پاکستان کا دینی فریضہ مولانا محمد امجد الحقی (مدبر ماہنامہ "صوت الاسلام" لاہور)

مرزا و بی بی انیسویں کی آئینہ شکاری

خطبات ابوذرؓ جلد اول۔ جلد دوم۔ زیر ترتیب (جلد اول طلوع سحر کے عنوان سے کئی برس پہلے شائع ہوئی تھی ان شاء اللہ اب خطبات ابوذرؓ کے عنوان سے سلسلہ و اشاعت ہوگی)

خطبات جمعہ تالیف۔ بانی الاحرار حضرت سید ابو معاویہ ابو ذر خاری رحمۃ اللہ علیہ (زیر کلمات)

کلیات ابوذرؓ (مجموعہ کلام) حضرت سید ابو معاویہ ابو ذر خاری رحمۃ اللہ علیہ (زیر ترتیب)

صلوٰۃ الرسول ﷺ تالیف۔ بانی الاحرار حضرت سید ابو معاویہ ابو ذر خاری رحمۃ اللہ علیہ (زیر ترتیب)

سواطع الالہام (مجموعہ کلام) حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ (زیر کلمات)

حرف میرے زندہ رہیں گے بانی الاحرار حضرت سید ابو معاویہ ابو ذر خاری رحمۃ اللہ علیہ کی ۳۵ سالہ حقیقی زندگی کا چھوڑا بہت روزہ قبل اور چند روزہ الا حلال کے ادارے اور دیگر نایاب تحریروں کا مجموعہ (ترتیب کا آغاز ہو چکا ہے)

خرانِ عقیدت سید ابو معاویہ ابو ذر خاری رحمۃ اللہ علیہ کی دینی علمی سیاسی اور خطابی خدمات کے حوالہ سے نامور اہل قلم کے تاثرات کا مجموعہ (زیر ترتیب) مرتب ان ابو ذر سید محمد معاویہ بخاری

خلفاء اسلام تالیف۔ بانی الاحرار حضرت سید ابو معاویہ ابو ذر خاری رحمۃ اللہ علیہ (زیر ترتیب)

مقدمات امیر شریعت تالیف۔ بانی الاحرار حضرت سید ابو معاویہ ابو ذر خاری رحمۃ اللہ علیہ (زیر ترتیب)

برأت عثمانؓ مولانا ظفر احمد عثمانی (زیر ترتیب)

مشاہدات و ادیان مولانا عنایت اللہ (زیر ترتیب)

جو سکوت شاخ خیال تھا مدیر الاحرار سید محمد معاویہ بخاری کے تحریر کردہ فکر انگیز ادارے اور دیگر تحقیقی مضامین کا مجموعہ (زیر ترتیب)